به فضلِ نازل فرمائی فتّاح آن قدرت بخش تفسیر و بیان

درین زمان خیر و برکت توامان گنجینهٔ جواهر زواهر دین و ایمان خزینهٔ دُرر غُرر مقاصد

فرقان آئینهٔ صورت نمای صدق و ایقان گلدستهٔ ازهار گلزار ارم یعنی

ترجمهٔ تفسیر فتح العزیز پارهٔ عمّ

که سابق در مطبع مصطفائی یکبار بقالب طبع در آمده بود بعد ازان در اندک زمان هر یک از

طالبان مثال کاغذ زر در ربود نظر بران برای نفع رسانی کافهٔ مسلمانان بکمال مشقت

در مطبع چشمهٔ فیض واقع محمود نگر لکهنؤ طبع گردید

وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد



در مطبع فیض بخش باہتمام نادر حسینی بمقام لکھنؤ طبع گردید

فہرست سورتہای تفسیر فتح العزیز سیپارۂ عم

فوائد تفسیر فتح العزیز سیپارۂ عم



الحمد للہ الذی وفق عبادہ الصالحین لاشاعۃ انواع الخیرات المبرات و کثّر لھم سلوک طرق الباقیات الصالحات والصلوٰۃ والسلام علی افضل المخلوقات وعلی آلہ واصحابہ ذوی المقامات والکرامات اما بعد سب بھائیون دیندار اور مومنین تقوی شعار اور شائقان کلام ربانی اور متفحصان احکام یزدانی پر روشن اور ہویدا ہو جیو کہ افضل الذکر فرض الٰہی کے ادا کرنے کے بعد تلاوت قرآن مجید اور قرأت فرقان حمید ہی کہ پڑھنے والا اُسکا بلا واسطہ اپنے مالک اور خالق سے ہمکلام ہوتا ہی اور ہر ہر حرف پر ثواب پاتا ہی چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من قرأ حرفاً من کتاب اللہ تعالیٰ فلہ بہ حسنۃ والحسنۃ بعشرۃ امثالھا لا اقول الٓمّ حرف ولکن اقول الف حرف ولام حرف ومیم حرف یعنی ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ کہا انھون نے کہ سنا مین نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے کہ جو شخص پڑھے قرآن سے ایک حرف تو اُسکے واسطے اس پڑھنے کے سبب سے ثواب نیک ہی اور ہر نیکی کے عوض مین دس گنا ثواب ملتا ہی نہین کہتا ہون مین کہ الٓم ایک حرف ہی لیکن کہتا ہون مین کہ الف ایک حرف ہی اور لام ایک حرف ہی اور میم ایک حرف ہی سو بغیر معنے سمجھنے اور مطلب بوجھنے کے اسکی لذت سے بے بہرہ رہتا ہی اور جبتک معنون کو نہ سمجھیگا تب تک عمل کرنا بھی اُسکے نصیب نہوگا اور قرآن کے نازل ہونے سے مقصود اصلی یہی ہی کہ اُسپر عمل کیجیے اور سعادت دارین اور کرامت کونین حاصل کیجیے چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من قرأ القرآن وعمل بہ اُلبس والداہ تاجا یوم القیٰمۃ ضوءُہٗ احسنُ من ضوءِ الشمس فی بیتٍ من بیوت الدنیا لو کانت فیہ فما ظنکم بالذی عمل بہ ابو داؤد نے حضرت سہل بن معاذ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مسلمان قرآن کو پڑھے اور اسپر عمل کرے تو پہنائے جائینگے ماباپ اُسکے تاج قیامت کے دن جسکی چمک بہتر ہوگی آفتاب کی روشنی سے جو تمھارے کسی گھر مین ہو دنیا کے گھرونمین سے پھر کیا گمان ہی تمھارا اُسکے ساتھ جسنے عمل کیا اُسپر یعنے جب اُسکے سبب سے اُسکے ماباپ کو یہ رتبہ اور بزرگی حاصل ہوگی تو اُسکے واسطے اللہ تعالےٰ ہی کو معلوم ہی کہ کیا کچھ ہوگا علے الخصوص ہندوستان کے عوام لوگ بالکل اس نعمت سے محروم ہین اور قرآن شریف

کا مطلب سمجھنا انپر نہایت دشوار ہی ہرچند بعضے دیندار عالمون نے ہندوستانی زبان مین ترجمہ کیا ہی لیکن بعضون نے محض لفظی ترجمہ کیا ہی جس سے قرآن شریف کا مطلب عوام لوگ بوجہہ نہین سکتے اور بعضون نے اسقدر طول کیا ہی کہ اکثر ذہنون کی پریشانی کا سبب پڑتا ہی مگر تفسیر فتح العزیز تصنیف کی ہوئی حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین اسوۃ الاولیا خلاصۃ الاصفیا رئیس العلما افضل الفضلا جامع کمالات انسانی مورد مراحم یزدانی ذو الشرف والمجد والتمیز حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی قدس سرہ کی کہ عوام فہم خواص پسند ہی اور بموجب مضمون حدیث شریف خیر الامور اوسطہا کے درجہ متوسط مین واقع ہی اختصار مخل اور اطناب لاطائل سے بری ہی اور کوئی چیز جو موقوف علیہ مطلب کی ہی اسمین رہ نہین گئی گویا جامع التفاسیر ہی اور مرغوب طبع ہر صغیر وکبیر اور اسکی خوش اسلوبی اور خوش بیانی پر تمام علما متفق ہین لیکن فارسی عبارت کے سبب سے اکثر لوگ اسکے فائدے سے محروم ہین اور ہرچند کہ سوا تین سپارے کی تفسیر ہی لیکن اگر کسیکو بخوبی یاد ہو تو تمام قرآن شریف کے واسطے کافی ہی سو ان سب جہون پر نظر کرکے جامع حسنات مصدر خیرات مجمع فیوضات منبع برکات محسن دوران فیاض زمان جواد جہان عالی قدر قدر دان علما و شرفا جناب ناخدا محمد علی ابن محمد حسین صاحب روگھے دام اقبالہ نے اس امر شریف کو باقیات صالحات سے سمجھکر ایک روز فرمایا کہ اگر اسکا ترجمہ ہندوستانی زبان مین ہوکر چھپے تو بہت لوگون کو فائدہ ہو سو جناب ممدوح کے فرمانے کے بموجب اس فقیر سراپا تقصیر قلیل البضاعت قصیر الاستطاعت خادم علماء زمان احقر العباد محمد حسنخان مصطفی آبادی عرف رامپوری نے اس امر شریف کو سعادت دارین اور فخر کونین سمجھکر کمر کوشش کی اسکے سرانجام دینے مین مضبوط باندھی اور حقتعالے کے فضل اور کرم سے اور بانی موصوف کی خوش نیتی کے سبب سے تھوڑے ہی دنون مین اختتام کو پہونچایا چنانچہ سنہ ۱۲۶۱ ہجری مین شہر ربیع الاول کے عشرہ متوسط مین ابتدا ترجمے کی تحریر کی اور اسی مہینے مین جناب ناخدا صاحب ممدوح کے حکم کے بموجب چھپنا بھی شروع ہوا اور بحمد اللہ ستائیسوین تاریخ رمضان المبارک سنہ مذکور کی تحریر اور طبع نے خلعہ اختتام کا پہنا

فائدہ معلوم کیا چاہیے کہ اس ترجمے مین کئی چیزون کی رعایت کی گئی ہی سو اسکا دریافت کرنا مطالعہ کرنیوالیکے واسطے ضرور ہی - اول تو یہ کہ اسکا ترجمہ لفظاً بلفظ نہین کیا گیا بلکہ ہندی محاورے کے موافق ہی تاکہ مطلب بخوبی فہم مین آوے دوسرے یہ کہ التزام اس امر کا کیا ہی کہ ترجمہ زیادتی یا کمی اصل مطلب سے نہونے پاوے تاکہ اعتبار کے پائے سے خارج نہو جاوے لیکن تشریح اور توضیح کے طور پر کسی مجمل مطلب کی تصریح مین ایک دو کلمے بڑھ گئے ہین تیسرے یہ کہ جہان کوئی مطلب دقیق اور مشکل آگیا جسکا سمجھنا کسی اور علم کی مہارت پر موقوف ہی جیسے کوئی قاعدہ علم ریاضی یا ہندسہ وغیرہ کا تو اسکا فقط ترجمہ کر دیا ہی اسواسطے کہ اسکا سمجھنا بغیر اس علم کے مصطلحات کے دریافت کرنے کے ہو نہین سکتا اور اسکی تشریح فیما نحن فیہ سے خارج ہی اسواسطے کہ یہان پر قرآن شریف کی تفسیر عوام فہم منظور ہی نہ حکما کے قواعد کی تحقیق چوتھے یہ کہ یہہ ترجمہ کلکتے کی چھپی ہوئی تفسیر عزیزیہ کی عبارت کے موافق ہی اسواسطے کہ وہان کے علمانے اسکو بہت تصحیح سے چھاپا ہی اب صاحبان ذوی عقل اور تمیز کی خدمت مین عرض یہ ہی کہ انصاف کی نظر سے اس ترجمے کو ملاحظہ فرماوین اور اگر کوئی بھول چوک نظر مین آوے تو اپنی والا ہمتی پر نظر فرماکے اصلاح دینے مین دریغ نفرماوین کہ بموجب اس قول کے اَلْاِنْسَانُ مُرَکَّبٌ مِّنَ الْخَطَاءِ وَالنِّسْیَانِ کوئی شخص بھول چوک سے خالی نہین ہی اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ حَسْبِیَ اللّٰهُ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ

نظرے خوش گذرے

یہ تفسیر نایاب اور عمدہ سنہ ۱۲۸۲ ہجری مین مطبوعہ بمبئی سے نقل ہوکر مطبع مصطفائی مین چھپی تھی جسکا ایک بڑا عرصہ گذرا اور جسقدر نسخے چھپے تھے سب دست بدست فروخت ہوگئے اب خاکسار نے بکمال مستعدی نہایت خوشخط اور صحت کے ساتھہ مطبع چشمہ فیض مین چھپوائی ہی امید کہ قبول خاص و عام ہو وخاکسار رام دیال تاجر کتب لکھنؤ مقام ....

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس سورت کا نام تساؤل ہی اور اسکو سورۂ نبا بھی کہتے ہین مکی ہی یعنے قبل ہجرت کے نازل ہوئی ہی
اسمین چالیس آیتین اور ایک سو تہتر کلمے اور سات سو ستر حرف ہین اور ربط اس سورت کا سورۂ مرسلات
سے اسوجہ سے واقع ہی کہ ان دونون سورتون مین جزا اور سزا کے معاملے کو یوم الفصل کے آنے پر
وابستہ کیا ہی اور تھوڑا سا احوال یوم الفصل کا بیان فرمایا اور کافرون کا تعجب کرنا قیامت کے آنمین
اسی مقدمے سے دفع کیا کہ قیامت کا آنا بدون یوم الفصل کے نہین ہو سکتا اور یوم الفصل بدون
خراب کرنے اس عالم کے اور منقطع کرنے نوع انسانی کے ممکن نہین ہی پھر قبل اس دن کے طلب جزا اور
سزا کی کرنا ایسا ہی جیسے کوئی گرمی کے دنون مین جاڑون کا میوہ طلب کرے یا جاڑون مین میوہ گرمیون کا
کہ سوائے محنت بے فائدہ اور حماقت کے کچھ حاصل نہین ہی اسی سبب سے مضمون مین بھی ان دونون سورتون
کے بہت مشابہت واقع ہی جیسے اس سورت مین واذا السماء فرجت واذا الجبال نسفت
واقع ہی اور اس سورت مین وفتحت السماء فکانت ابوابا وسیرت الجبال فکانت سرابا اور اس
سورت مین الم نجعل الارض کفاتا وجعلنا فیہا رواسی شامخات واسقیناکم ماء فراتا واقع
ہی اور اس سورت مین الم نجعل الارض مہادا والجبال اوتادا وانزلنا من المعصرات ماء
ثجاجا واقع ہی اور اس سورت مین سوزش دوزخ کی اور بھڑکنا اور شعلے مارنا اسکا مذکور ہی اور اس
سورت مین قحط سرد پانی کا اور پینا بہت گرم پانی کا دوزخ مین مذکور ہی اور اس سورت مین ھذا یوم لا ینطقون
مذکور ہی اور اس سورت مین یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا لا یتکلمون ہی اور اس سورت مین
ان المتقین فی ظلال وعیون وفواکہ مذکور ہی اور اس سورت مین حدائق واعنابا متقیون کے

واسطے وعدہ دیا گیا ہی اور اس سورت مین ارشاد فرمایا ہی کہ اگر کافرون کو دنیا مین کہا جاوے کہ خدا کے واسطے ایک مرتبہ جھکو اور
سجدہ کرو تو کبھی نکرین اور اس سورت مین ارشاد ہوا ہی کہ قیامت کو کافر آرزو کرینگے کہ کاش مٹی ہو جاوین اور دوزخ کے عذاب سے
خلاصی پاوین اُس تکبر اور غرور کو اس گریہ وزاری اور ذلت وخواری سے کیا نسبت رہی اور اس سورت کا سورۂ تساؤل نام رکھنے کا سبب
یہ ہی کہ تساؤل عرب کی لغت مین کسی چیز سے آپسمین بہت سوال کرنے کو کہتے ہین اور اس سورت مین بیان کرنا اس بات کا منظور ہی کہ بہت پوچھ
پاچھ آخرت کے کامون کی حقیقت سے اور بحث اور تکرار ذات اور صفات الٰہی مین کرنا اور قضا اور قدر اور جبر اور اختیار اور توحید وجودی
اور شہودی کے مسئلے مین زیادہ مباحثہ کرنا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپسمین جھگڑے بیان کرنا اور شرعی حکمونکی وجھون مین
غور کرنا جنکا عوام کی فہم اور بوجھ مین آنا محال ہی اور انکی عقل ان چیزون کے فہم کی گنجایش نہین رکھتی ایسی چیزون کی بحث اور تکرار نہایت قبیح
اور برا ہی اسواسطے کہ اکثر بحث کرنا ایسی چیزون مین نافہمی کے سبب سے ان چیزون کی حقیقت کے انکار کا سبب ہوجاتا ہی اور اگر انکار نہ کی تو
اکثرون کے ذہنون مین شبہہ پڑجاتے مین تو کچھ شک ہی نہین ہی اور حال یہ ہی کہ ایمان فقط ان چیزون کے یقین لانے پر موقوف ہی انکی
وجھون اور تفصیلون کے دریافت کرنے اور زیادہ تفتیش کرنے کے واسطے حکم نہین کیا گیا تاکہ ان چیزون کا حقیقت حال دریافت کرنا دین
کی ضروریات سے ہو سو ایسی گتھن اور لاعلاج بیماری اس اُمت مین عقیدون کے فاسد ہونے کا اور گمراہ فرقون کی جدائی کا سبب ہوئی
ہی اور ایمان ایک عالم کا بالکل برباد گیا ہی سو اللہ تعالے نے اس سورت مین اُسکی برائی بیان فرمائی تاکہ آدمی اُس سے ڈرتے رہین
اور گمراہی کے بھنور مین ڈوب نجاوین اور اس سورت کو سورۂ نبا اسواسطے کہتے ہین کہ نبا عرب کی زبان مین خبر کو کہتے ہین اور خبر قیامت کی
اس مرتبے کو بزرگی اور بڑائی رکھتی ہی کہ گویا سواے اُسکے کوئی خبر نہین ہی جسکو پوچھیے اسیواسطے اس خبر کو نبا عظیم فرمایا ہی کہ یہہ اپنی ذات
مین بھی عظمت اور بزرگی رکھتی ہی اور اسکے ہونے مین بھی عظمت اور بزرگی ہی اور سمجھہ بوجھہ مین بھی اُسکی عظمت ہی اور یہہ ظاہر ہی کہ بزرگی
خبر کی یا باعتبار اُسکی ذات کے ہوتی ہی کہ اسکو عمدہ شخص بیان کرتا ہی یا وہ عظمت اس خبر کے مضمون واقع ہونیکے اعتبار سے ہوتی ہی کہ
ایک بڑے حادثے پر دلالت کرتی ہی یا وہ عظمت اُسکے احوال اور حقیقت سمجھنے اور بوجھنے کے اعتبار سے ہوتی ہی کہ کسی کی سمجھہ مین نہین آتی
اور نہایت دقت سے سمجھی جاتی ہی اور جو یے تینون صفتین اس خبر مین جمع ہوئی ہین یعنے یہہ خبر اُسنے دی ہی جو سب سے بڑا ہی وہ اللہ تعالے
ہی کہ سواے اُسکے اس خبر کو کوئی نہین کہہ سکتا اور یہہ بھی ہی کہ ایسے بڑے حادثے کے واقع ہونے پر دلالت کرتی ہی کہ کسی کی سمجھہ اور خیال
مین نہین آتا اور سمجھنا بھی اسکا نہایت مشکل ہی کہ آدمی کی عقل بغیر انوار غیبی کی مدد کے اسکو بوجھہ نہین سکتی تو ان سبھون سے اس خبر نے
نہایت بزرگی پیدا کی ہی پس ایسی چیز مین دعوے کرسکتے ہین اور کہہ سکتے ہین کہ خبر اسی خبر کا نام ہی اور سب خبرین ہیچ ہین اور جب آپسمین کہا جاوے
کہ خبر کیا چیز ہی تو گویا یہی خبر پوچھی جاتی ہی تو جس سورت مین یہ خبر بیان ہووے اسکا نام بھی خبر رکھنا چاہیے اور اس سورت کے نازل ہونیکا سبب
یہہ ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوئے اور قیامت کا حال بیان فرمایا تو کافرون کو یہ بات انوکھی معلوم ہوئی اور آپسمین تعجب اور ہنسی
سے کھوج اسبات کا شروع کیا بعضے کہتے تھے کہ کیف یحیی العظام وھی رمیم یعنے کیونکر زندہ ہووینگی ہڈیان جب سڑ گل گئین اور بعضے کہتے تھے کہ
متی ھذا الوعد یعنے کب ہوگا یہ وعدہ اور بعضون کو شبہہ تھا اور کہتے تھے کہ وما اظن الساعۃ قائمۃ یعنے ہرگز یہ بات ہونیوالی نہین ہی
ان ھی الاحیوتنا الدنیا نموت ونحیا وما نحن بمبعوثین کچھ نہین مگر یہی زندگانی دنیا کی مرتے ہین ہم اور زندہ ہوتے اور ہم بعد مرنے کے
اُٹھنے والے نہین ہین پھر آخر کلام اُنکی سمجھہ اور بوجھہ کا یہ تھا کہ اگر یہہ بات ہونیوالی ہی تو کسواسطے ایک مرتبے ہمارے سامنے نہین ہوتی اور برے اور
اچھے اور نیکون کے اُنکے کامون کے موافق انتظار اس دن کا کسواسطے ہی دنیا مین کیون نہین دیتے کہ آدمیون کو اُسکے دیکھنے سے عبرت اور
نصیحت ہو جاوے اور بد کام چھوڑ دین اور نیک کام کرنے لگین اللہ تعالی نے یے سب باتین انکی رد کرکے جزا اور سزا کا دنیا مین قیامت کے دن تک موقوف رکھنے کا سبب بیان فرمایا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ یعنے کس چیز سے لوگ آپسمین پوچھتے ہین اور کس چیز کے کھوج مین ہین کیا وہ چیز قابل اُنکے سوال کرنے کے ہی اور اُسکے سمجھنے کا استعداد رکھتے ہین کہ بہت پوچھہ پاچھہ کرنے سے انکی سمجھہ مین آجاویگی یا ایسی چیز ہی کہ لائق جستجو کے نہین اور جس قدر اُسمین چھیڑ چھاڑ کرینگے مطلب سے دور پڑینگے اور اس طور کے پوچھنے مین کہ کس چیز سے سوال کرتے ہین اِس بات کا اشارہ ہی کہ عاقل کو چاہیے کہ کھوج کسی چیز کا سمجھہ بوجھہ کے کرے اور پہلے یہ سوچ لے کہ یہ بات میری بوجھہ مین آنے کے لائق ہی یا نہین اگر ہو تو اُسمین ہاتھہ ڈالے اور اگر نہو تو ایسا نکرے کہ محنت اُسکی ضایع ہو جاوے اور کچھہ فائدہ حاصل نہووے اور مطلب برباد ہو جاوے مثل مشہور ہی کہ محنت برباد گنہ لازم اور عم کا لفظ اصل مین عما تھا الف تخفیف اور کثرت استعمال کے سبب سے گر گیا اور عرب کا قاعدہ ہی کہ ما موصولہ کے الف کو آٹھہ حرفون کے بعد گرا دیتے ہین ان لفظون کی کثرت استعمال کے واسطے اور وہ حرف یے ہین عن و من و با و لام و فی و علی و الی و حتی اور جب بِنا کلام کی سوال و جواب پر رکھی اور جواب اس سوال کا ظاہر اور کھلا تھا تو آپ ہی جواب فرمایا کہ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۵ یعنے آپسمین سوال کرتے ہین ایک بڑی خبر سے کہ باعتبار اپنی ذات کے بھی بزرگی رکھتی ہی اور باعتبار واقع ہونے اپنے مضمون کے بھی بڑی ہی کیونکہ یعنے جو چیزین کہ اُسمین واقع ہونگین وہ بہت بڑی ہین کہ نہ آنکھہ اُنکو دیکھہ سکے اور نہ کان اُنکو سن سکے اور باعتبار سمجھنے اور دریافت کرنے کے بھی بڑی ہی کہ کسی شخص کی عقل کو طاقت نہین کہ اُسکی حقیقت کماحقہ دریافت کر سکے پس وہ خبر اَلَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ وہ چیز ہی کہ وے اُسمین [illegible] ہین حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے اس دم تک حقتعالی انبیا اور رسولون کے واسطے سے یہ خبر پدر پے اپنے بندون کو پہونچاتا رہا اور انبیا اور رسول اس خبر کے ثابت کرنے مین دلیلون اور مثالون کے ساتھہ دل اور جان سے کوشش کرتے رہے ہین اور علامتین اور نشانیان اُسکی مفصل و مجمل کھلی کھلی بیان کرتے رہے ہین کہ اُسمین کسیطرح کا دھوکھا باقی نہین رہا لیکن باوجود اِن سب باتون کے بنی آدم کا شبہہ ہرگز دفع نہین ہوتا چنانچہ بعضے تو بالکل اسکا انکار ہی کرتے ہین کہ قیامت کا وجود ہی نہین ہی اور بعضے کہتے ہین کہ مجازات عقلی ہوگا اور بس اور بعضے کہتے ہین کہ خیالی ہی اور بعضے کہتے ہین حسی ہی یعنے ظاہر مین ہوگا اور بعضے ایک اور طرح سے کہ سواے عقلی اور خیالی اور حسی کے ہی بوجھتے ہین اور بعضے معاد کو منحصر تناسخ کے طریقے مین جانتے ہین یعنے ایک مرتا ہی وہی روح دوسرے جسم مین آتی ہی اور اسی عالم دنیا کو جزا اور سزا کی جگہہ جانتے ہین اور خراب ہونا تمام عالم کا کہ رسولون اور نبیون کی زبانی سنتے آئے ہین آدمی کے بدن کی خرابی کے احوال پر کہ موت کے وقت ہوتی ہی سمجھتے ہین حاصل کلام کا یہ ہی کہ باوجود ایسے بیان واضح کے جو اختلاف اس مسئلہ مین ہی اور کسی مسئلہ مین نہین ہی اور یہی اختلاف انکار اور شک کا سبب پڑا ہی جو اکثر ذہنون مین واقع ہی طریقہ اسلام اور نشان ایمان کا یہ ہی کہ جب ایسی کوئی بات مشکل کہ عقل مین نہین آتی اور آدمی اُسکے کنہ اور حقیقت دریافت نہین کر سکتا پیغمبرونکی زبان سے یقیناً سنے تو مجرد سننے کے اُسپر ایمان لاوے اور اُسے مان لے اسیکا نام ایمان اجمالی ہی کہ ہمیشہ نیکبختی کا سبب اور موجب نجات کا ہی اور زیادہ کھوج اور تلاش اُسکے احوال اور خصوصیات مین نکرے والا اپنے مطلب اصلی کو کہ ایمان مجمل ہی ہاتھہ سے دیگا اور خرابی مین پڑیگا اور کچھہ حاصل نہوگا اور جو اِس کلام کے مضمون سے ظاہر ہوا کہ اِس مسئلہ مین پوچھہ پاچھہ بہت اور سوالات بیفائدہ لوگون مین جاری ہین اور یہ سب مضر اور بیفائدہ ہین سو اب اِس تفتیش اور تحقیق بیجا پر خفگی فرماتے ہین کہ كَلَّا یعنے ایسا کرنا نچاہیے اور زیادہ جستجو ان چیزون مین کرنا مناسب نہین اسواسطے کہ ایسی چیزون سے ایمان اجمالی مین خلل پڑتا ہی سَيَعْلَمُوْنَ سو قریب ہی کہ کیفیت مجازات اُخروی کو اسطرح سمجھ جاوینگے کہ کچھہ شک اور شبہہ باقی نرہیگا ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ پھر ہم کہے دیتے ہین کہ ایسا نچاہیے کرنا اور نزدیک ہی کہ جان لینگے اور تکرار اِس کلام کی واسطے زجر اور توبیخ کی تاکید کیواسطے ہی گویا بار بار ایسے برے کام سے منع فرماتے ہین اور اُسکے معلوم کرنے کے زمانے کو بہت قریب بتاتے ہین اسواسطے کہ جو چیز آنیوالی ہی وہ قریب ہی اور بعضے مفسرون نے اول بار کے سیعلمون کو عالم برزخ کے دریافت ہونے پر حمل کیا ہی اسواسطے کہ مجازات بعینہٖ [illegible]

واقع ہوگی اور دوسرے بار کو قیامت کے دریافت ہونے پر کہ وہان جزا اور سزا حقیقی ہوگی اسواسطے کہ وہان روح کو بدن سے تعلق ہو جاوے گا
اور باوجود اس تعلق کے معنی تجرد کے روح پر غالب ہونگے اور کیفیت تعلق کی باوجود غلبۂ تجرد کے اس روز کھل جاویگی اسواسطے کہ دنیا
کا تعلق تجرد کے مغلوبیت کا سبب ہی اور عالم برزخ مین اسکے برعکس ہوگا یعنے تجرد غالب اور تعلق مغلوب ہوگا پس مطلع ہونا تعلق کی
جامعیت پر اور تجرد کے غلبے قیامت کے آنیسے پہلے کسیطرح ممکن نہین اب اس جگہہ ایک سوال جواب طلب باقی رہا وہ یہہ ہی کہ سورۂ تکاثر
مین كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ واقع ہوا ہی اور اس سورت مین سَيَعْلَمُونَ واقع ہی اور سوف تاخیر
اور مہلت پر دلالت کرتا ہی اور سین شتابی اور جلدی پر اب اگر قیامت کے آنے کو قریب اعتبار کرین لفظ سوف کو سورۂ تکاثر مین کیون
لائے اور اگر دور اعتبار کرین تو اس جگہہ حرف سین کے کیا معنے ہونگے جواب اس سوال کا یہ ہی کہ سورۂ تکاثر مین کفار مخاطب ہین اور
اُنکے نزدیک قیامت بہت دور ہی اسواسطے اسجگہہ اُن کے گمان کے موافق خطاب فرمایا اور حرف سوف کا کہ دوری اور بُعد پر دلالت
کرتا ہی لائے اور اس سورت مین ایمان والے مخاطب ہین کہ قیامت کے آنے پر ایمان لائے ہین اور جو چیز یقیناً آنے والی ہی وہ بہت نزدیک
ہی اسواسطے یہان اُنکے یقین کے موافق خطاب فرمایا اور حرف سین کا جو نزدیکی پر دلالت کرتا ہی لائے بموجب اس آیۃ کے اِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ
بَعِيدًا وَنَرَاهُ قَرِيبًا گویا کہ مومنون کو ارشاد ہوتا ہی کہ یہ کافر عنقریب قیامت کے آنیکو سب احوال اور واقعات کے ساتھہ جان لینگے اور
جب ان سوالات بیفائدہ کی توبیخ اور تنبیہ سے فراغت پائی تو اب استفہام تقریری کے طور سے کئی چیزون سے پوچھا جاتا ہی اور اقرار کرایا جاتا ہی
اور وہ سب نو چیزین ہین کہ عوام الناس کے ذہنون مین قرار و مدار دنیا کا اُن چیزون پر ہی اگر کوئی اُن نو چیزون سے محروم رہے تو گویا وہ
دنیا مین نہین ہی تو جو کوئی دنیا مین زندہ ہی ضرور ہی کہ ان نو چیزون مین شریک ہوگا اور باوجود ان نو چیزون کی شرکت کے بالکل جدائی
آدمیون کی آپسمین حاصل نہین ہوسکتی پھر جدائی اور فرقت کا چاہنا ان نو چیزون کی شرکت کے ساتھہ ویسا ہی کہ جیسے ایک گھر کے رہنے والے
آدمی چاہتے ہین کہ سب کے سب کھانے اور پینے اور لباس اور گھر اور فرش اور سب باتون مین ملے رہین اسطرح پر کہ ایکدوسرے سے لگاؤ اور میل نہ رکھے کہ
یہ بات صریح تعنت ہی اور دعوی بلا دلیل ہی اور اُسکا ہونا محال ہی بلکہ اجتماع ضدین کا اسمین لازم آتا ہی اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهَادًا
کیا ہمنے زمین کو فرش اور بچھونا تمھارے واسطے نہین بنا دیا کہ اسمین رہا کرو اور کھیتی اور سوداگری کیا کرو اور جینے اور مرنے مین تمھارے ٹھہراؤ کی
جگہہ وہی ہی اور اس بات مین نیک اور بد مسلمان کافر سب شریک ہین کسی طرح جدائی نہین رکھتے اور قیامت کے دن چاہیے کہ نیکون کی جگہہ
بہشت ہو اور بدون کی جگہہ دوزخ ہو تا کہ جدائی اور فرق اچھی طرح سے ثابت ہو وے جیسا کہ ایک جگہہ فرمایا ہی وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ
يَمْهَدُونَ اور دوسری جگہہ فرمایا لَهُمْ مِنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا اور کیا ہمنے پہاڑون کو میخون کے مانند نہین کیا کہ اپنے بوجھہ
اور بھاری پن سے زمین کو ہوا سے ہلنے نہین دیتے جس طرح میخین خیمون کو ہلنے نہین دیتین سو اس منفعت مین بھی سب آدمی شریک ہین جدائی
اور فرق آپسمین نہین رکھتے اور قیامت کے سبب چاہیے کہ بہشتیون کے رہنے کی جگہہ بہشت مین محل اور مکان سنہری جڑاؤ ہون اور دوزخیون
دوزخ مین زنجیرین اور طوق لوہے کے کہ بسبب گرمی کے آگ کے مانند جلتے بھنتے رہتے ہین وَخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا اور ہمنے تمکو جوڑے جوڑے نر اور مادہ
پیدا کیا تو آپسمین صحبت کرو اور نسل جاری ہووے اور نسبتین اور ناتے باپ بیٹے اور خسر و داماد کے تمھارے آپسمین ثابت ہون اور سبب اُسکے آپسمین الفت اور
جمعیت اور معاونت اور مدد ایکدوسرے سے حاصل ہو اور دنیا کی زندگانی رونق پکڑے اور یوم الفصل کو کہ قیامت کا دن ہی چاہیے کہ یہ علاقے بالکل ہین اسواسطے کہ
ایک ناتے والے کا رنج تمام ناتے والون کے رنج کا باعث ہوتا ہی پھر اگر دنیا مین کسی نیک شخص کی قرابت والے کو دُکھہ دیوین تو اُس نیک کو رنج ہو تو گویا یہہ
دونون اُسی عذاب مین شریک ہووینگے اور اگر بدون کے اقربا پر انعام و بخشش کرین تو وہ نیک بد انکو بھی بسبب قرابت کے اپنے ساتھہ شریک کرینگے
اور اگر ایسا نہو تو احسان قرابت کا ہاتھہ سے فوت ہو جاوے اور اُنکی نیکی مین قصور پڑ جاوے اور اسمین بخشش بدون پر لازم ہوتی ہی اور اختلاف جزا کا

حاصل نہین ہوتا بخلاف یوم الفصل کے کہ اُسدن اِن ناتون رشتون کا نام نرہیگا اور بالکل بے علاقے ٹوٹ جاوینگے جیساکہ دوسری جگہہ فرمایا ہی
فاذا نفخ فی الصور فلا انساب بینہم اور دوسری جگہہ فرمایا ولا یسئل حمیم حمیما وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا اور ہمنے دنیا مین تمھاری
نیند کو آرام وچین کا سبب اور کام سے فراغت کا باعث کیا تا ماندگی اور مشقت دور ہو اور خوشی اور تر و تازگی حاصل ہووے اور یوم الفصل کو
چاہیے کہ نیند نہو اسواسطے کہ اگر آدمی نیک ہی اوسکو خوشی اور خرمی کے سواے اور کچھہ نہو گا جیساکہ دوسری جگہہ بہشتیون کے حق مین فرمایا ہی
لا یمسہم فیہا نصب ولا یمسہم فیہا لغوب تو حاجت نیند کی بھی نہو گی بلکہ اگر وہان نیند ہووے تو بڑے فائدے پہونچنے سے بے نصیب ہونیکا
سبب ہووے اور ہمیشہ کے ثواب سے نقصان کا باعث ہووے اور اگر آدمی بد ہی تو اسکو ہمیشگی کا رنج اور ملال اور فریاد او شور لازم ہی رنج اور عذاب سے
اُسکو کب فرصت ہوگی کہ ایکدم آرام سے گذارے اور وہان سواے صراخ اور زفیر اور شہیق اور واویلا کے کچھہ نہو گا جیساکہ دوسری جگہہ ان معنونکو تصریح
سے بیان فرمایا ہی وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا اور ہمنے رات دنیا والون کے واسطے لباس اور پردہ بنایا کہ جو چیز چھپانیکے لائق ہی اُسمین کیا کرین
جیسے صحبت داری عورتون سے اور مشورے پوشیدہ اور بھاگنا دشمنون سے اور چوری اور خیانت اور عیش وعشرت اور ناچ رنگ اور تہجد اور مراقبہ اور
سواے اُسکے فائدے کی بہت چیزین ہین کہ تعلق پردہ پوشی اور چھپنے سے رکھتی ہین اسیواسطے کہا ہی شاعرنے اللیل للعاشقین ستر یا لیت اوقاتہ
تدوم یعنے رات عاشقون کے واسطے پردہ پوش ہی کیا اچھا ہوتا کہ رات ہمیشہ رہتی اور قیامت کو چاہیے کہ احوال اُسکے ہر کسی خاص و عام پر ظاہر اور کھلے
ہوون چھپے اور پوشیدہ نہون وگرنہ عظمت اور بزرگی نیکون کی اور فضیحت اور رسوائی بدون کی ثابت نہووے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالے
عنہما سے ایک شخص نے پوچھا کہ عقد نکاح کی مجلس رات کو کرنا چاہیے یا دن کو آپنے فرمایا رات کو اسواسطے کہ اللہ تعالے نے رات کو لباس فرمایا ہی اور
نکاح والی عورتون کو بھی لباس فرمایا ہی ھن لباس لکم اور ایک لباس کو دوسرے لباس کے ساتھہ پوری منا[سبت] ہی وَجَعَلْنَا النَّهَارَ
مَعَاشًا اور ہمنے دن کو دنیا کے آدمیون کے واسطے روزی تلاش کرنیکا وقت کیا اور قیامت کے دن ہرگز تلاش نہو گی اسواسطے کہ نیکون کو آپ ہی
آپ نعمتین مہیا اور موجود ہونگی کیونکہ اگر انکو وہان بھی تلاش کرنا ضرور پڑے تو عین عذاب مین ہون اور بدون کو بھی وہان تلاش کرنا نہین ہی اسواسطے کہ
اُنکے پیرون مین زنجیر اور گردن مین طوق پڑا ہوا ہو گا اور دوزخ کے نگہبانون کے ہاتھہ مین گرفتار ہونگے اور بھوکھہ و پیاس کے عذاب مین بیقرار ہونگے تا
پوری جدائی فرقون کی معاش کے درمیان ظاہر ہووے اور دنیا کی طرح ایکسان رنج اور گرفتاری مین نہون وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا
شِدَادًا اور ہمنے تمھارے اوپر سات طبقے سخت اور مضبوط بنائے کہ ہرگز کبھی پرانے نہین ہوتے اور انہین سات ستارے پھرنے والے بنائے کہ انمین
حرکتین ایک دوسرے کے مخالف کرتے ہین اور نئی نئی طرحین ظاہر کرتے ہین اور ہر طرح مین ایک تاثیر اُنسے ظاہر ہوتی ہی اور ہر مومن اور کافر اور نیک اور بد
اُس تاثیر کے نفع اور نقصان مین شریک ہی قیامت کے دن کے برخلاف کہ وہان نیکون کو درجے جنت کے مانند چھت کے ہونگے اور روحین نورانی نبیون اور
پیشوایون کی درجے بدرجے نیچے والون کے حق مین مدد فرماوینگی اور نیچے والے انکی امداد سے ترقی حاصل کرینگے اور بدون کو نیچے سے درکات دوزخ کے
گھیرے ہونگے اور روحین خبیث اور انکے پیشوا اپنی اندھیریون کی کیفیات سے اوپر والون کے عذاب کو دونا کرینگے وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا
اور بنایا ہمنے دنیا والون کے نفع کیواسطے ایک چراغ چمکتا ہوا تیز روشنی والا کہ آفتاب ہی اور گرمی اور روشنی اکھٹی اُسمین پائی جاتی ہی اور ہر کوئی شخص
نیک ہو یا بد اُسکی روشنی اور حرارت سے نفع اور نقصان مین برابر ہین بخلاف قیامت کے دن کے کہ جمال الٰہی کی روشنی بہشت مین نیکون کو منور کریگی
اور جلال الٰہی کی تجلی کہ حدیث مین اس معنے سے قدم کا لفظ آیا ہی دوزخیون کو سخت حرارت اور نہایت گرمی سے جلاویگی وَأَنزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ
اور ہمنے اتارا نچڑنے والے بادلون سے مَاءً ثَجَّاجًا پانی بہت بہنے والا لِنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا تا ہم اُس پانی سے اناج نکالین کہ کھانا تمھارا ہو وَنَبَاتًا
اور بہت سا سبزہ گھاس کہ بعضے کو بھاجی بناتے ہو اور بعضے کو مصالح کرتے ہو اور بعضے دانا اور چارا تمھارے جانورون کا ہوتا ہی تا اُس سے دودھہ گھی اور پنیر
اپنے کام مین لاؤ وَجَنَّاتٍ أَلْفَافًا اور گنجان درختون کے باغ تا تمکو میوہ کھانے اور لذت اٹھانے کے کام آوین اور اُن باغون کے میوونکو طرح طرح کی ترب

دیکھے مانند اچار اور مربا اور سرکہ اور رس اور شراب وغیرہ بنا کے کھاؤ اور اس منفعت مین تم سب نیک اور بد مسلمان اور کافر شریک ہو کسیطرح کی جدائی
نہین ایسا نہین کہ پانی ایک جگہہ برسے اور دوسری جگہہ نہ برسے اور کھیتی ایک جگہہ پیدا ہووے اور دوسری جگہہ نہو اور باغ ایک جگہہ جمے اور دوسری
جگہہ نہ جمے اور میوہ نہ پکّے بخلاف دن قیامت کے کہ وہان نیکون کے عمل اور اعتقاد اور احوال اور درجے کمائے ہوئے بدلیون کے مانند دودھ اور شہد اور
شراب مزیدار اور پانی صاف برساوینگے اور اس سے نہرین جاری ہونگی اور درخت بہشت کے اس پانی کی قوت سے اور پانی کی نہرون کی طراوت سے
کہ انکی جڑون مین پہونچتی ہی لذت والے مزیدار میوے خود بخود دینگے اور جسوقت کوئی پھل کسی شاخ سے توڑکے کھاجاویگا تو اسوقت دوسرا میوہ ہوا
کی تروتازگی اور کمال نشوونما کے سبب اس جگہہ پیدا ہو جاویگا اور تلذذ اور میوہ دنیا وہان کے درختون کا کدھی منقطع نہوگا اور بدون کے عمل
اور اعتقاد اور برے خلق دھونی کے مانند اٹھینگے اور چنگاریان برساوینگے اور انکے جسمون کو جلاوینگے جیساکہ حقتعالی نے فرمایا ہی وَظِلٍّ مِنْ يَحْمُومٍ
اِنْطَلِقُوٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ اور زقوم اور دوسرے درخت خاردار اور بدمزہ اور بری شکل کے پیدا ہونے کا سبب ہوگا اور امتیاز اور جدائی
دونون فرقون کی گذران مین خوب طرح سے حاصل ہو ویگی تو معلوم ہوا کہ یوم الفصل دنیا مین نہین ہوسکتا ہی اسواسطیکہ جدائی اور ملاپ آپسمین
ایک دوسرے کی ضد ہین ایک جگہہ پا نہین سکتے تو قیامت کا دن ہونیکو باوجود ان چیزون کے باقی رہنے کے کہ نہین شراکت اور اتفاق واقع ہی تصور
کر نہین سکتے بلکہ اس عالم کے خراب ہونے اور اس دنیا کے انعامات کے اور شراکت کے اصول اور ارکان درہم برہم کرنیکے بعد البتہ اسکی امید رکھنا چاہیے
اور قیامت کے آنیکا وقت اس عالم کی خرابی کی شروع سے بوجھا چاہیے جیساکہ فرمایا ہی اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ یعنے البتہ جدائی کا دن اور نیکون
بدون سے امتیاز اور فرق کردینا اور آپسمین نیکون کے مرتبے علیحدہ کرنا اور بدون کے مرتبے کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرنا كَانَ مِيْقَاتًا
ہی ایک وقت ٹھہرایا گیا کہ اس سے آگے پیچھے نہین ہوسکتا اور دنیا مین کافرون کی جلدی کرنے سے اسوقت کے لانیمین جلدی نہین کرتے اسواسطیکہ
اسوقت کو کئی چیزین لازم ہین پہلے یہ کہ روح کا تعلق بدن کے ساتھہ کہ اب حاصل ہی بعد جدا ہونیکے پھر ملے اسواسطے عالم برزخ مین بھی یہ امر ممکن نہین اسواسطیکہ
وہان روح کو بدن سے ہرگز علاقہ نہین اور روح کو پہلے بدن سے تعلق رکھنے کے سوائے اس بدن کے کیے ہوئے کامونکی جزا اور سزا دیکھنا
ممکن نہین ہی اسواسطیکہ روح کو بے تعلق بدن کے سیر تمام عالم کی کرنا مثل خیال کرنیکے ہی اور کچھہ نہین مانند ایک لکھنے والے کے کہ اسکے ہاتھہ کاٹ ڈالین اور
وہ اپنی انگلیان ہلاوے اور اپنے خیال مین گویا لکھتا ہی تس یہ حقیقت مین کچھہ لکھنا نہین خیال محض ہی دوسرے یہ کہ روحین اور بدن سب تعلق مین
جمع ہو وین اسواسطے کہ فرق اور جدائی بدون جمع ہونے کے ممکن نہین مثلاً ایک گروہ کے ساتھہ ایک جگہہ پر ایکطرح کا معاملہ کیا امتیاز اس گروہ کا
حاصل نہوگا جبتک کہ اور جماعتون کے ساتھہ اسی جگہہ پر اسیوقت دوسرطرح کا معاملہ نکرین والا گمان اسباب کا ہوتا ہی کہ شاید یہ معاملہ بمقتضا اسوقت کے اسمکان مین
ہوا اگر اور جماعتین اسوقت اس مکان مین ہوتین تو انکے ساتھہ بھی یہی معاملہ ہوتا جیساکہ دنیا کے عزت اور ذلت اور رزق کی کشادگی اور تنگی کو زمانے کی گردش کے
تقاضے سے سمجھتے ہین اور اپنے دل کو سمجھاتے ہین کہ اگر اگلے اسوقتمین ہوتے تو اسی حالت مین گرفتار ہوتے اور اگر ارزانی کے ملکون کے رہنے والے قحط والے
ملکومین ہوتے تو بھوکہہ بھوکہہ پکارتے اسواسطے ضرور ہی کہ قیامت کا دن نوع انسانی کی تمام ارواح اپنے بدن سے جدا ہونیکے بعد واقع ہووے تا ایک وقت مین ایک
جگہہ پر سب روحون کا انکے بدنون سے تعلق ہووے تیسرے یہ کہ مشترک نعمتین جو فقیر اور غنی مومن اور کافر نیکبخت اور بدبخت نعمت والے اور عذاب والے تندرست اور بیمار
کے درمیان دنیا مین برابر ہین کچھہ باقی نرہین والا برابری اور شراکت لازم آتی ہی اور مقصود اصلی کہ تفرقہ اور امتیاز ہی حاصل نہو چوتھے یہ کہ اس آسمان اور زمین کے
بدلے ایک اور مکان چاہیے اور جب وہ مقام اور وہ جگہہ اس عالم مین آسمان و زمین کے نیچے چھپی ہوئی ہی تو اسکے ظاہر کرنے مین آسمان و زمین
کا نیست کرنا بھی ضرور ہوا تاکہ نیکون کو بہشت آسمان پر سے عالم ہووے اور بدون کو دوزخ زمین کے نیچے سے بھڑکے اسیواسطے وہ روز نہ آویگا
مگر يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ یعنے جسدن پھونکا جاوے صور اور یہان مراد دوسری بار کا صور پھونکنا ہی کہ اسی سے قیامت کے دن کی شروع
ہی اور اس پھونکنے کے سبب روحین ہر فرد انسان کی اپنے اپنے بدنون سے ملکر ہر بے الا علیحدہ علیحدہ ماٹھیگا اور فرشتے تونک کیطرح سب آویںگے میون کے

علیحدہ علیحدہ جتھے کر دینگے جیسے یہود اور نصاریٰ اور مجوسی اور ہندو اور انکے سوا سبکی صفین جدا جدا ہونگی اور مسلمانون کی صف علیحدہ ہوگی
پھر ہر ہر پیغمبر کی امت علیحدہ اور ہر ایک پیغمبر کی امت مین بھی ہر مذہب والا علیحدہ اور اسی طرح ہر عمل والا نیک ہو یا بد علیحدہ ہوگا جیسے نمازی علیحدہ
اور روزہ دار علیحدہ اور حرام کار علیحدہ اور چتے علیحدہ اور شرابی علیحدہ اسیطرح ہر خلق والا علیحدہ ہوگا جیسے متکبر اور بد خلق علیحدہ اور رحم دل اور محبت
والے علیحدہ اسیطرح ہر رتبے والا علیحدہ ہوگا جیسے حمد کرنے والے علیحدہ اور صبر کرنے والے علیحدہ اور شکر کرنے والے علیحدہ اور متوکل اللہ پر پھر دوسرا گروہ
علیحدہ کھڑے کیے جاوینگے بڑے لشکر کے رسالون اور پلٹنون کے مانند کہ پہلے امیرون کے سبب سے پہچانے جاتے ہین کہ یہ لشکر فلانے امیر کا ہی پھر رسالہ دار و
کہ یہ رسالہ فلانے رسالدار کا ہی اور یہہ لوگ فلانے جمعدار کے ساتھ کے ہین پھر فرشتے ان سبکو اسی انتظام سے حشر کے میدان مین لیجاوینگے **فَتَأْتُوْنَ**
اَفْوَاجًا یعنے پھر آؤگے تم سب غول غول اور فوج فوج ہوکر کہ ہرگز ایک گروہ کے لوگ دوسرے گروہ سے ملنے نپاوینگے اور ان معنون کو بہت آیتون اور
حدیثون مین بیان فرمایا ہی انمین سے ایک آیت ہی وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۱۹ ع ۱۷ اور دوسری جگہہ
فرمایا ہی وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ۲۰ ع ۲ اور سوا اسکے بہت سی آیتین ہین کہ ان سبکے
ذکر کرنے مین کلام بڑہ جائیگا اور بعضی صحیح حدیثون مین نشان اور علامت ہر فوج کی بھی بیان فرمائی ہی جیسے دغابازون اور عہد شکنون کی
مقعد پر ایک نشان یعنے جھنڈا ہوگا اس طرح سے کہ بڑے معاملے کے دغابازون پر بڑا جھنڈا اور چھوٹے مقدمے کے دغابازون پر چھوٹا جھنڈا
اُس مکان پر جمے گا اور جنھون نے غنیمت کے مال مین دغابازی کی ہی اور کوئی چیز اپنے سردار کی بیخبری سے لے لی ہی وہ چیز اسکی گردن پر لدی
ہوئی لاوینگے اگر اونٹ یا بکری یا گاے ہی تو وہ آواز کریگی اور اگر تھان یا کوئی کپڑا ہی تو پھریری کے مانند اڑیگا اور شہیدونکو خون بھرا ہوا اٹھاوینگے
اور انکے زخمون سے مشک کی بو آویگی اور زنا کرنیوالی عورت کا کرتا گندھک کا ہوگا اور بدن اسکا خارشتیون کا سا ہوگا اور بے احتیاج سوال کرنیوالے
کا منھہ زخمی اور چھلا ہوا ہوگا علیٰ ہذا القیاس صحیح حدیثون مین تلاش کرنے سے اسطرح کی نشانیان بہت سی پائی جاتی ہین اور ثعلبی نے اپنی تفسیر
مین مع سند بیان کیا ہی اگرچہ سند اسکی بہت معتبر نہین ہی اور روایتین اسکی بہت مضبوط نہین ہین وہ یہ ہی کہ ایک روز صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے ان فوجون کا حال جو اس سورت مین مذکور ہی پوچھا تھا آپنے فرمایا کہ دس فرقے اس امت کے دس جتھے ہوکر آوینگے ایک فرقہ بندرون کی شکل ہوگا وہ
چغلخور ہونگے دوسرا فرقہ سور کی شکل ہوگا وہ حرام خور اور رشوت لینے والے ہونگے تیسرا فرقہ اوندھا یعنے سر نیچے اور پانون اوپر ہونگے اور فرشتے انکو منھہ کے
بل کھینچینگے وہ بیاج کھانیوالے ہونگے چوتھا فرقہ اندھے ہونگے وہ قاضی اور مفتی ہونگے کہ ناحق حکم کرتے تھے اور جھوٹا فتوے دیتے تھے پانچوان فرقہ گونگے
بہرے ہونگے وہ وہ لوگ ہونگے کہ اپنی عبادت اور بندگی پر گھمنڈ کرتے ہین اور اپنے برابر دوسرے کو نہین جانتے چھٹا فرقہ زبانین اپنی چبلاوینگے اور ان کی
زبانین منھہ سے نکل کے انکی چھاتیون پر پڑی ہونگی اور زرد پانی اور پیپ انکے منھہ سے بہتا ہوگا کہ محشر والے انکے دیکھنے سے کراہت کرینگے یہ لوگ عالم اور
مشائخ ہونگے کہ انکے عمل انکے قول کے مخالف ہونگے کہینگے کچھ اور کرینگے کچھ ساتوان فرقہ ہاتھہ پیر کٹے ہوئے ہونگے وہ وہ لوگ ہونگے کہ بے زبان جانورونکو ایذا
دیتے ہین اور ہمسایہ کو رنج دیتے ہین آٹھوان فرقہ آگ کی سولیون پر کھینچے ہونگے وہ وہ لوگ ہونگے کہ لوگون کے بھید ظالم حاکمون سے ظاہر کرکے ایذا رسانی کرتے ہین
نوان فرقہ وہ لوگ ہونگے جنکی بدبو مردار سڑے ہوے کی بدبو سے زیادہ ہوگی اور محشر والونکو اس بدبو سے ایذا پہونچیگی وہ وہ لوگ ہونگے کہ اپنی شہوتون اور دنیا کے مزون مین
گرفتار ہوئے ہونگے اور اپنے مال سے اللہ کا حق نہ دیا ہوگا اور وہ مال انہون نے کی خواہشون مین خرچ کیا ہوگا دسوان فرقہ وہ لوگ ہونگے کہ گندھک کے کرتے پہرے ہون تارکول انکے بدنون پر
چپکے ہوئے ہونگے یہ لوگ تکبر اور غرور کرنیوالے ہونگے یہہ سب بدبخت اور گنہگار اس امت کے ہین لیکن ایماندار اور نیکبخت سو بعضے انمین سے چودھوین رات کے چاند کے مانند اور بعضے آسمان
کے ستارون کے جیسے چمکتے ہونگے اور بعضے نور کے منبرون پر بیٹھے ہونگے اور بعضے جڑاؤ کرسیون پر اور بعضے مشک و زعفران کے ٹیلون پر و علیٰ ہذا القیاس **وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ** اور
کھولا جاوے آسمان یعنے سے کہ فرشتے نامۂ اعمال لیکے اتریں اور ان عملونکی صورتین کہ آسمان پر چڑھنے کے بعد پیدا ہوئی تھین ظاہر ہووین اور بہشت کے جا قرار اسکا ساتون آسمانون کے
اوپر ہی ظاہر ہووے گویا کہ آسمان مانند سرپوش کے خوان سے اٹھایا ہی **فَكَانَتْ أَبْوَابًا** یعنے پھر ہوجاوے آسمان دروازے کہ اسی راہ سے بہشت مین داخل ہونا ہوگا

اور نعمتین بہشت کی دیکھینگے **وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ** اور چلائے جاوینگے پہاڑ کہ زمین کی میخون کے مانند تھے **فَكَانَتْ سَرَابًا** پھر ہوجاوینگے
وہ پہاڑ جیسے اڑتی ریت کہ دور سے پانی کی طرح نظر آتی ہے اور حقیقت مین ریت ہے اسیطرح سب پہاڑ چلنے کے وقت دور سے ایسے معلوم ہونگے کہ پہاڑ
ہین اور حقیقت مین ٹکڑے ٹکڑے ہوکر ریت کے مانند ہو چکے ہین جیسا کہ دوسری جگہہ فرمایا ہے وکانت الجبال کثیبا مهیلا ٢٩ ح ١٤ اور دوسری جگہہ
فرمایا ہے **فَكَانَتْ هَبَاءً مُنْبَثًّا** ٢٧ ح ١٣ اور جب زمین کی میخون کی یہ حالت ہوگی تو زمین بطریق اولی درہم برہم ہوگی اور ڈھکنا دوزخ کا کہ اسکے نیچے تھا
کھلجاویگا تا آسمان کی جگہہ بہشت ٹھہرے اور زمین کی جگہہ دوزخ اور جدائی نیکون اور بدون مین اور تابعدار اور نافرمانون مین ثابت ہو اور جب
آسمان اور زمین بیچ سے اٹھ گئے تو سورج اور برسات اور دوسری نعمتین کہ کافر اور مسلمان اسمین شریک ہین سب موقوف ہوجاوینگے اسیطرح شرکت
اور برابری نیکون اور بدون مین نرہیگی اسواسطے کہ نیکون کی جگہہ اور ٹھہری اور بدون کی جگہہ دوسری ٹھہری **إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا**
بیشک دوزخ ہے تاک مین اور مکان دھر پکڑ کا کہ اسکے کنارے پر فرشتے گرز اور زنجیر اور طوق آگے پیچھے کھڑے ہونگے اور دوزخیون کو پکڑینگے یعنی واسطے
لِلطَّاغِينَ مَآبًا شریرون کا ٹھکانا اور مسلمانون اور نیکوکارون کو سوائے اس پر گذرنیکے اور اسکے دیکھنے کے خوف کے اور دوزخ اور اذیت
نہو چکھیگی بعضے اسپر بجلی کیطرح تڑپ کے اس پل سے پار ہوکر بہشت مین پہونچینگے اور بعضے آندھی کی طرح اور بعضے دوڑتے گھوڑے کی طرح اور علی ہذا القیاس
یہانتک کہ ادنی سے ادنی مسلمان کہ بہت گناہون مین آلودہ ہوگا گرتے پڑتے سات ہزار برس مین اس پل پر سے پار ہوگا اور حضرت فضیل ابن عیاض رضی اللہ
تعالی عنہ سے روایت ہے کہ مسافت پل صراط کی تین ہزار برس کی راہ ہے بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے ہزار برس چڑھاو اور دو ہزار برس اتار
اور ہزار برس برابر کی راہ ہے یہ سب ایماندارون کا حال ہے اور کافر دوزخ کے موکلون کے ہاتھ مین گرفتار ہوکر دوزخ مین ڈالے جاوینگے **لَابِثِينَ فِيهَا
أَحْقَابًا** رہینگے اسی دوزخ مین بیشمار قرنون اور ہلال ہجری سے منقول ہے کہ انھون نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حقبے کے معنے پوچھے تھے سو آپنے فرمایا
کہ حقبہ ستر ہزار برس کا ہوتا ہے اور برس بارہ مہینے کا اور مہینا تیس دن کا اور ایک ایک دن دنیا کے برس کے برابر اور یہان مراد ہے بیشمار مدت سے اور بعضے
نادان اس آیت مین فہم کی غلطی سے کہتے ہین کہ اس آیت سے دوام اور ہمیشگی بوجھی نہین جاتی جیسا کہ اور آیتون سے معلوم ہوتا ہے اور حال یہ ہے کہ اس آیت مین
احقاب کی تعیین نہین فرمائی ہے تا کہ عذاب کا منقطع ہونا معلوم ہووے بلکہ کثرت سے یہی بوجھا جاتا ہے کہ احقاب غیر متناہیہ مراد ہین اور ان نادانونکو اسبات کا
شبہہ ہوا کہ جو حقبہ کی مدت معین ہے تو احقاب بھی معین ٹھہرے اور یہ نہین بوجھتے ہین کہ ایک حقبہ کی مدت کا معلوم ہونا احقاب کی مدت معلوم ہونیکا سبب نہین ہوسکتا ہے
اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ اس آیت مین دوزخیون کے دوزخ مین ٹھہرنیکی مدت کا بیان کرنا منظور نہین بلکہ منظور یہ ہے کہ دوزخیون کے ٹھہرنیکی مدت دوزخ
مین حقبون سے اندازہ کیا جائیگا نہ قرنون اور برسون اور مہینون اور دنون اور ساعتون سے اسواسطے کہ اگر مدت کسی چیز کی کم ہوتی ہے تو ساعتون سے گنتے ہین اور اس سے
زیادہ ہو تو دنون سے اور جو اس سے بھی زیادہ ہو تو مہینون سے اور جو اس سے بھی زیادہ ہووے تو برسون سے اور اس سے بھی زیادہ ہو تو قرنون سے گنتے ہین اور جو
شمار مین نہ آسکے تو حقبون سے بولتے ہین جسطرح تھوڑے مال کو روپیون سے شمار کرتے ہین اور جو کچھ زیادہ ہو تو پنجون اور دہون سے اور جو اس سے بھی زیادہ ہو تو سیکڑو
اور اس سے بھی زیادہ ہو تو ہزارون سے اور جو شمار مین نہ آسکتا ہو تو لاکھون اور کروڑون سے تعبیر کرتے ہین اور زجاج ایک بڑے عالم کا نام ہے اسنے کہا ہے کہ لفظ احقاب کی اس صفت
کے ساتھ موصوف ہے جو آگے آتی ہے یعنے **لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا** یعنے وہان کچھ مزہ ٹھنڈک کا نہ چکھینگے اور نہ کچھ پینے کو ملیگا جو کچھ
بھی سرد ہو اسے باہر کے بدن کو اور سرد پینے سے اندر کے بدن کو تھوڑی تخفیف اس جلنے کے عذاب سے حاصل ہووے جیسا کہ دنیا مین تپ والے کو ایسی
چیزون سے تخفیف ہوتی ہے تو گویا یون ارشاد ہوا کہ اتنی مدت دراز مین سردی کے نام سے واقف نہونگے بعد اسکے انکو زمہریر کے طبقے مین
لیجاوینگے اور سردی کے عذاب مین گرفتار کرینگے یہانتک کہ انکی رگین اور پٹھے سردی کی زیادتی سے جم جاوینگے پھر دوزخ کی آگ مین ڈالینگے
اور جتنی مدت کا پہلے ذکر ہوچکا اتنی مدت اسیطرح جلاوینگے اسیطرح ابد الآباد عذاب مین رہینگے کبھی گرمی مین کبھی سردی مین اور جو اس
آیت مین حکم ہوا کہ اتنی مدت دوزخ مین کچھ پینے کی چیز نہ چکھینگے اور حال یہ کہ دوسری جگہہ فرمایا ہے [illegible] مین حمیم ٢٣ ع ١٢ اسواسطے اسجگہہ بطور [illegible]

فرمایا الا حمیما یعنی مگر پانی گرم کھولتا ہوا کہ انکی انتڑیان کاٹ ڈالیگا اور اندر کی گرمی دونی ہو گئی کر دیگا تخفیف کا تو کیا ذکر ہی وغساقا یعنی
اور پیپ اور زرد پانی کہ دوزخیون کے تمام جلے ہوئے بدنون سے نکل کر گڑھون مین جمع ہوگا اور پیاس کی نہایت بیقراری سے اسکو پانی سمجھکر
پی جاوینگے اور وہ انکے اندر کو ایسی بری طرح سے خراب کر دیگا کہ اسکا زہر تمام بدن مین پھیل جاویگا اور اگر دوزخیون کے دوزخ مین رہنے کی مدت
دور دراز سنکر کسی کے دل مین شبہہ آوے کہ کافرون نے کفر اور گناہ دنیا مین تھوڑے دنون کیا تھا یعنے عمر بھر کہ وہ مدت مقرر ہی اور اسکے عوض مین
ہمیشگی کے عذاب کی سزا دینا ظلم صریح ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ تمہاری غلط فہمی ہی بلکہ تجویز کرنا ہمیشگی کے عذاب کا انکے واسطے عین انصاف ہی اور اس
عذاب مین جزا نہ بیجا ہوگی مگر جزاءً وفاقا یعنے بدلا برابر اور موافق انکے عملون کے نہ زیادہ اس سے اسواسطے کہ بعد تامل اور غور کے یہ معلوم ہوتا ہی کہ انکے عمل
بھی ابدی اور غیر متناہی تھے اسواسطے کہ انہم کانوا لا یرجون حسابا یعنے وہ حساب کی توقع نرکھتے تھے اور جب امید حساب کی نرکھتے تو [illegible]
کامون کا موقوف ہونا لا پاریھی [illegible] اور اس بات کے کہ ہونے سے تھا نہ عذاب الٰہی کے خوف سے اور ثواب نہ ملنے کے سبب اسواسطے کہ یہ دونو
باتین حساب کے توقع کی صورت مین ہوتی ہین اور انکے عمل نہ کرنیکی وہ مثل ہی کہ عصمت بی بی از بیچادری اور انکے دلون مین محبت گناہ کی ایسی
گھسی تھی کہ انکی روحون کی رگ وریشون مین مل گئی تھی اور ایک خاص طبیعت کا حکم پیدا کیا تھا اور روح تو ابدی ہی ہمیشہ رہیگی اور خاص
طبیعت کا حکم اس سے جدا ہونا محال ہی تو وہ خاص طبیعتین بھی جبتک روح ہی اسکے ساتھ ہین اور سبب اسکے عذاب کا اور جب سبب ہمیشہ پایا تو مسبب
پائے جانے مین کیا تعجب ہی اور بھی یہہ بے اعتمادی حساب آخرت سے عمل جوارح پر کفایت نہ کی تھی بلکہ وہ عمل کہ انکی روح کی ذات سے تعلق رکھتے تھے
اور ہرگز اسباب اور جوارح کو اسمین دخل نتھا انسے صادر ہوئے تھے تو وہ فعل ہمیشہ روح کے ساتھ ہین۔ اسواسطے کہ یہ کفر کرتے تھے وکذبوا بآیاتنا
اور جھٹلاتے تھے ہماری آیتین جو جزا اور حساب کے ہونے پر دلالت کرتی تھین کذابا مکرر کہ انکے دلون مین انکے سچے ہونیکا گمان بھی نتھا اور اسطرح کا
مکر جانا کام روح کا ہی نہ بدن کا تو بعد جدا ہونے روح کے بدن سے برزخ مین اور پھر بعد ملنے روح کے بدن سے عالم حشر و نشر مین ہمیشہ وہی انکار
باقی ہی مانند بد مزاجی سخت کے کہ دمبدم سبب رنج کا ہوتا ہی اسیطرح یہ انکار بھی دمبدم زیادتی عذاب کا سبب ہوگا اور پھر اگر کسی کی خاطر مین شبہ گذرے
کہ گناہ کی محبت اور آیتون کا انکار اور دوسرے روح کے برے عمل اسطرح کے نتھے کہ کسی پر ظاہر ہوتے پھر اسکے بدلے مین اسطرح کا عذاب کرنا ظاہر مین کہان
درست ہوگا اور جبتک گناہ ظاہر مین ثابت نہو مواخذہ اور پکڑ اسپر درست نہین ہی اور جو ان لوگون کے گناہ آدمیون کے سامنے ظاہر ہوتے تھے یہی عمل
بدن کے تھے کہ بسبب جدا ہونے روح کے بدن سے موقوف ہوے اس شبہہ کا جواب یہہ ہی کہ برائی کا حال حاکم کو معلوم ہونا ضرور ہی کسی کو معلوم ہو یا نہو
اور انکے اعمال روحیہ اللہ تعالے کو خوب معلوم تھے ہی بلکہ اسکے خفیہ نویسین یعنے کراما کاتبین نے بھی لکھ رکھا ہی اور قول اور فعل انکے بھی اسپر دلالت کرتے تھے
وکل شیء اور ہر چیز بدن اور روح کے عملون سے اور وہ قول اور فعل کہ اسپر دلالت کرتے تھے احصیناہ یعنے انکو گن رکھے ہین اور
ہمنے فقط انکی گنتی پر اعتماد نہین کیا بلکہ کتابا یعنے لکھ کر تا قیامت کے کارکنون کو ہر وقت یاد رہے اور عمل غیر متناہی کی جزا بھی غیر متناہی
چاہیے فذوقوا فلن نزیدکم الا عذابا اب چکھو کہ ہم نہ بڑھاتے جاوینگے تمپر مگر مار اور عذاب کرنا بخلاف ایماندار گنہگارون کے
کہ انکا عذاب صرف اعضا کے عملون پر ہوگا اور موقوف ہو جاویگا اسواسطے کہ انکی روحین ایمان کے سبب بدی سے پاک تھین یعنے بدی کی
نرکھتی تھین اور تنبیہ الغافلین مین لکھا ہی کہ جب دوزخی بہت پیاسے ہونگے اور پانی مانگینگے تو ایک سیاہ بادل پیدا ہوگا اور اسمین
سے سانپ اور بچھو بختی اونٹون کی گردنون کے جیسے برسینگے اور انکو پھاڑ پھاڑ کھاوینگے اور انکا زہر ایسا ہوگا کہ ہزار سال تک
اسکی تاثیر انکے بدنون سے نجاویگی اور یہی معنے ہین اس آیت کے کہ زدناہم عذابا فوق العذاب [illegible] اور اس آیت
مین بھی کہ فذوقوا فلن نزیدکم الا عذابا اور اس جگہ ایک شبہہ اکثر آدمیون کی خاطر مین گذرتا ہی وہ یہہ ہی کہ جو چیز [illegible]
[illegible] ہو تو دوام اور ہمیشگی کے سبب سے اسکی تاثیر معلوم نہین ہوتی اور کچھ رنج اور دکھ نہین ہوتا جسطرح [illegible] والے کو گرمی سے [illegible]

نہین ہوتی ہی اسکا جواب یہہ ہی کہ اسطرح کا معلوم ہونا بد مزاجی شفق کی صورت مین ہی بد مزاجی مختلف مین اور دوزخ والونکو طرح طرح کے
عذاب سے دکھہ دیوینگے اور ہر قسم کے عذاب کو وہ لوگ قوت سے دریافت کرینگے جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہی اور دوسرا جواب یہ بھی ہی کہ
دریافت کرنے کا واسطہ آدمی کے بدن مین جلد ہی یعنے بدن کی چمڑی اور دوزخیون کی جلد جلنے کے بعد پھر نئے سرے سے پیدا ہوگی اور اوس جلد کی
دریافت کی قوت تازگی کے سبب سے بہت قوی ہوگی جیسا کہ جب زخم پر نئی کھال جمتی ہی تو اسکے دریافت کی قوت قوی ہوتی ہی اور ادنی سی ادنی سردی اور
گرمی اس سے معلوم ہوجاتی ہی اور دوزخیون کے عذاب کی زیادتی کا سبب ایک یہہ بھی ہوگا کہ اُنکے مخالف اور دشمن طرح طرح کی نعمتون سے [illegible]
جیسا کہ فرمایا ہی اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا بیشک ڈر والون کو مراد ملتی ہی اور انکا مرتبہ بے حکمون نافرمانون کے مرتبے سے جدا اور ممتاز ہی
حَدَآئِقَ باغ ہین میوون سے بھرے اور گرداگرد ان باغون کے دیوار ہی محافظت کے واسطے اور حدیقہ عرب کی لغت مین اُسی باغ کو کہتے ہین جسکے
چارون طرف دیوار ہو وَاَعْنَابًا اور انگور بہت ٹٹیون سے لٹکے ہوئے اور یہ باغ دوزخیون پر مانند دوسری دیوار کے ہوگا اور جو انگورون کی ٹٹیان مکان
کی جیسی ہوتی ہین کہ اُسکے سائے مین بیٹھتے ہین اور مانند چھپر کے اسکو بناتے ہین اور ایکطرح سے وہ درخت ہین کہ مقصود اس سے میوہ کھانا ہی اسیواسطے
اسکو خاص کرکے ذکر کیا اور آیہ بھی اُنھین سب میوون مین داخل ہی کہ حدائق کی لفظ ان سبکو شامل ہی تو گویا ارشاد ہوتا ہی کہ ان باغون مین سایہ بان
انگور کی ٹٹیون کے ہونگے بجائے بارہ دری اور بنگلے کے وَكَوَاعِبَ اور نوجوان عورتین ان بیاہی کہ انکی چھاتیان اُٹھی ہوئی سخت ہونگی
بلوغت کے حد کو پہونچی ہوئی یہ اسواسطے کہ سیر باغ وبہار کی بے یارون اور خوبصورت آشناؤن کے اور بغیر پوشاک کے بے لطف اور بیمزہ ہی اَتْرَابًا یعنے
وہ سب عورتین ہم سن ایک عمر کی ہونگی اور پرہیزگارون کی عمر کے برابر ہو اسواسطے کہ سبکی روحون کا بدن سے ملنا ایک ہی وقت مین ہوگا وہ وقت جب
دوسری مرتبے صور پھونکا جاویگا کہ صور پھونکنے کے ساتھہ ہی سب روحین اپنے اپنے بدن سے ملجاوینگی تو گویا ایک ہی وقت سب کے سب پیدا ہو جیسا دوسری جگہہ
فرمایا ہی اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا لِّاَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ ع ۲ اور یہ عورتین دنیا کی ہونگی کہ متقیون کو ہمجنسی کے سبب
انکی صحبت سے محبت اور خوشی خاطر خواہ حاصل ہوگی اور انکا ہم عمر ہونا الفت اور محبت کا زیادہ تر سبب ہوگا اور یہی سبب ہی بوڑھون کو جوانون کی صحبت سے
اور جوانون کو بوڑھون کی صحبت سے نفرت ہوتی ہی اور اکثر تفسیرون مین مذکور ہی کہ بہشت مین مرد اور عورتین تینتیس ۳۳ سال کی ہونگی اسواسطے کہ کمال ہر قوت کا
اور خوشی اسی عمر مین زیادہ ہوتی ہی و الا پیدائش اُنکی دوسرے صور پھونکنے کے وقت ہوگی اور اُسوقت سے بہشت مین داخل ہونے تک مدت بہت ہی
اور جو بعضی روایتون مین آیا ہی جیسا کہ تفسیر زاہدی اور تفسیر واحدی مین مذکور ہی کہ عورتین سترہ ۱۷ اٹھارہ برس کی عمر کی ہونگی اور مرد تینتیس ۳۳ برس کی
عمر کے ہونگے اُسکا مطلب یہہ ہی کہ عورتون کی صورت اور جوڑ بند جنت مین دنیا کی عورتون کے موافق ہونگے اسواسطے کہ عورتون مین خوبصورتی کا کمال
اسی عمر مین ہوتا ہی اور اسکے بعد نقصان شروع ہوتا ہی اور چھاتیان جننے اور دودھ پلانے کے سبب سے ڈھلجاتی ہین اور انوثی مزاج یعنے زنانہ مزاج
کہ نہایت تر ہی اسوقت مین خشکی کے سبب سے اعتدال پر ہوجاتا ہی اور بدن کا سڈول خوش تختی ہونا اور سادہ پن اور ناسمجھہ ہونا کہ محبوبون اور معشوقون
مین مرغوب ہی اس عمر مین بہت ہوتا ہی بخلاف مردون کے کہ کامل ہونا عقل کا اور ہر کام مین آزمودہ کار ہونا مردون مین بہتر اور پسندیدہ ہی
مانند میوے کے کہ پکا ہوا میوہ بہتر ہوتا ہی کچے سے اور عورتین مانند اُس میوے کے ہین کہ کچا اُسکا بہتر اور مزیدار ہوتا ہی پکے میوے سے جیسے ککڑی
کھیرا وَكَاْسًا اور پیالے شراب کے دِهَاقًا بھرے چھلکتے ہوے ایک پر ایک دیے گئے اور دہاق کی لفظ سے عرب کی استعمال کے موافق
دونون باتین بوجھی جاتی ہین بھرا ہونا اور پے درپے دینا اور پرہیزگارون کو شراب پلانا خوشی اور مزے کی زیادتی کے واسطے ہوگا اسواسطے کہ
شراب پینے سے ایسی سبکروحی اور خوشی انکو حاصل ہوگی کہ بیباک اور بیحجاب ہوکے عورتون سے مزیداریان کرینگے اور باغون کی سیر کا لطف
بخوبی پاوینگے اور تمکین اور وقار ان مزیداریون کے حاصل کرنے مین کچھہ مانع نہوگا جیسا کہ دنیا مین محبت الٰہی کی شراب سے مست ہوکے احوال اور
مقامات اور انکار لوامع وطوالع وواردات کے باغون سے پھل اور لذتین حاصل کی تھین لیکن وہان کی شراب مین کہ صحبت

کہ صحبت انکی سے معنون کی تمثال ہی کوئی فساد کی بات اور کچھہ برائی نہو گی جیسے دنیا کی شراب مین ہوتی ہی اسیواسطے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالے عنہما نے کہا ہی کہ بہشت کی چیزون کے نام دنیا کی چیزون کے مانند ہونگے اور حقیقتین سب کی مختلف ہونگی اسواسطے کہ دنیا کی چیزون کا خاصہ مواد عنصریہ کثیفہ مین صورت نوعیہ کے در آنے سے ہوتا ہی اور بہشت کی چیزون کا خاصہ اسماء الٰہیہ اور حقائق قدسیہ کی تجلیات کی تاثیر سے کہ مادۂ لطیفہ مثالیہ مین حاصل ہوگی پایا جائیگا ہرچند دنیا اور آخرت مین اسماء الٰہیہ اور ظہور تاثیرات اُن اسما کے غلبے کے سوائے کوئی دوسرا سبب نہین ہی لیکن کمال ظہور اور طہارت نشاط اور لطافت مواد کے لحاظ سے اور دنیا کی برائیون کے دور ہونے سے دونون کے درمیان تفاوت آسمان اور زمین کا ہی وہ آگ جو حضرت موسی علیہ السلام نے اُسکی روشنی طور پر دیکھی تھی اُسکو بھٹی کی آگ سے کہ گدھے اور گائے کی لید سے حاصل ہوتی ہی کیا نسبت و لنعم ما قیل یعنے کیا اچھی بات ہی کسی شاعر کی ؎ ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد * گر فرق مراتب نکند زندیقی * ہر مرتبے کو ہستی کے ایک حکم اور ہی اسمین جدائی جو نہ کرے وہ ستور ہی + پس بہشت مین شراب کی مجلس ایسی برائیون سے پاک ہوگی کہ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا یعنے اُس شراب کے پینے مین نہ بیہودہ بات سنینگے اور نہ جھوٹھہ تو لڑائی اور گالی اور ہذیان اور بک بک کے فائدہ کا کیا ذکر ہی جسطرح انکی مجلس دنیا مین بھی ایسی نکمی باتون سے پاک تھی اور جھوٹھہ اور ٹھٹھے بازی اور مسخرگی اور عیب گیری انکی صحبت مین دخل نرکھتی تھی اسیطرح بہشت مین بھی ہوگی اور یہ نعمتین اور لذتین کہ وہان انکو حاصل ہونگی اس طور پر نہین ہین کہ اس عالم کی آب و ہوا کے تقاضے سے ہوئی ہون جیسا کہ دنیا مین ملکون کے اختلاف سے سردی اور گرمی اور قحط اور ارزانی ہوا کرتی ہی بلکہ یہ چیزین انکو ملینگی جَزَآءً مِّن رَّبِّكَ بدلا تیرے پروردگار کیطرف سے کہ کامل ہی اور کامل جو دیگا تو پورا دیگا اور اگر کسی کے دل مین گذرے کہ بدلے مین دو چیز کا لحاظ ضرور ہوتا ہی ایک مرتبہ دینے والے کا دوسرے قدر اُس کام کی جسکے عوض مین یہ دیتا ہی اور یہان ہرچند کہ جزا دینے والا نہایت اعلے مرتبے کا ہی لیکن اُنکے کام سب ملکے اسقدر کمال نہین رکھتے ہین اُسکے جواب مین کہینگے کہ یہ نعمتین اور لذتین حقیقت مین جزا نہین ہین بلکہ عَطَآءً بخشش اور انعام ہی لیکن بخشش اور انعام ابتدائً نہین بلکہ حِسَابًا موافق اُنکے عملون کے دیا ہی یہ عمل کے اندازے پر مثلا جیسے کسی بادشاہ کو انعام اور بخشش اپنے نوکرون کو دینا منظور ہو تو حکم کرے کہ جو ہمارے جلو مین حاضر رہتے ہین انکو اتنا دو اور جو فلانے قلعے پر متعین ہی اُسکو اتنا دو اور جو فلانی خدمت پر مقرر ہی اُسکو اتنا دو تو ایسی جگہہ انعام کی تقسیم مین لحاظ کام کا اور انعام دینے والیکے قدر کا نہین ہوتا ہی بلکہ فقط کام اُنکے شمار کے نشان اور پہچان کے واسطے ہی اور بس لیکن جو انعام اور بخشش کو عملون پر مقرر فرمایا ہی اسواسطے جزا کے ساتھہ بہت مشابہت پیدا کی اور اسی سبب سے اسکا نام جزا رکھا ہی اور بھی جو یہ جزا دینے والا ایسا شخص ہی جسکی صفت یہ ہی رَّبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا پروردگار آسمان اور زمین کا اور جو کچھہ اُن دونون کے درمیان مین ہی اور آسمان اور زمین پر اور جو کچھہ اُنکے درمیان ہین ہی سب پر بخشش اور انعام ابتدائی بدون تکلیف اور بے اگلے وعدے اور بے مستحق ہونے کے نہایت اعلی مرتبے پر کیا ہی تو یہ انعام اور بخشش اپنی ان لوگون کے حق مین جو تھوڑی سی لیاقت بھی رکھتے ہین اور وعدہ بھی اُنسے ہوا ہی اور مکلف بھی ہین کسطرح پوری کرے اسیواسطے اُسکا نام یہ ہی الرَّحْمَٰنِ یعنے بخشنے والا مطلق اور جو یہ نام رکھتا ہی بے وعدہ ہزارون احسان کرتا ہی تو جس سے وعدہ کیا ہو کیونکر نہ پورا کرے گا لیکن باوجود اسکی ایسی رحمت کے کہ ماباپ سے زیادہ اپنے فرمان بردار بندون پر شفیق اور مہربان ہی بزرگی اور جلال بھی اسکا نہایت مرتبہ اعلے پر ہی یہانتک کہ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ قدرت نرکھینگے اس سے باوجود اسقدر توجہ اور عنایت اور نزدیکی اور مرتبے کے خِطَابًا بات کہنے کی بدون وسیلے کے اپنے مقدمے مین یا کسی کی شفاعت مین قریب ہو یا اپنا آشنا ہو اور یہ عظمت اور بزرگی ہرچند کہ اسکی ذات کو لازم ہی لیکن ظہور کامل اسکا ہوگا مگر يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ جس دن کھڑی ہو ویگی روح اور روح نام ہی ایک لطیفۂ دراکہ مستیقظہ کا کہ ہر مخلوق کو دی ہی آسمان ہو یا زمین پہاڑ ہو یا دریا درخت ہو یا پتھر اور اسکو دوسری جگہہ پر ملکوت کل شئ کرکے تعبیر فرمایا ہی جیسا کہ سورۂ یٰس کے اخیر مین ہی اور اسی لطیفہ کے سبب ہر مخلوق کو اپنے پروردگار کی تسبیح اور عبادت میسر ہی وان من شئ الا یسبح بحمدہ ع کل قد علم صلوتہ وتسبیحہ ۱۲

اور حقیقت مین وہ لطیفہ ایک جوہر ہی نورانی کہ جواہر اور اعراض سے تعلق رکھتا ہی اور اُوسی جواہر روحانی کے سبب سے قرآن کی سورتین اور نیک عمل جیسے نماز اور روزہ اور کعبہ معظمہ عالم برزخ مین اور قیامت مین شفاعت کرینگے اور گواہی دینگے اور آسمان اور زمین اور دن اور رات سب گواہ ہونگے اور حدیث صحیح مین آیا ہی کہ مؤذنون کے واسطے ہر پتھر اور ڈھیلا اور درخت اور لکڑی جہانتک اذان کی آواز پہونچتی ہی قیامت کے دن گواہی دیگا اور اُسدن وہ جوہر نورانی اپنی اپنی مناسب شکلین پکڑ کے حشر کے میدان مین کھڑے ہونگے اور گواہی دینے مین اور شفاعت کرنیمین مشغول ہونگے اور فرق آدمیون اور جاندارون کی روحون کے تعلق مین اور دوسری مخلوقات کی روحون کے تعلق مین یہہ ہی کہ تعلق پہلا دائمی ہی اور حلول سریانی سے مشابہت رکھتا ہی جو سب قوتے طبیعیہ اور نباتیہ اور حیوانیہ مین در آکے اپنے حکم کا تابع کیا ہی اور دوسرا تعلق دائمی نہین ہی اور حلول طریانی سے مشابہ ہی اسیواسطے دنیا مین بھی بعضے وقت اثر اُس تعلق کا ظاہر ہوتا ہی اور پتھر اور درخت نبیون سے کلام کرتے ہین اور اُنکے حکم پر کام کرتے ہین اور اُنکو سلام کرتے ہین اور قیامت کے نزدیک یہہ تعلق بھی نزدیک ہمیشگی کے اور سریانی کے ہو جایگا اور یہی سبب ہی جو احادیث مین آیا ہی کہ قیامت کے نزدیک ایسے ایسے عجائبات بہت پائے جاوینگے اور اُسکا بھید یہہ ہی کہ اس تعلق کے اثر کا ظہور ایسے وقت مین ہوتا ہی کہ حکم روحانی غالب ہو جائین تو قیامت کے قریب کہ احکام روحی کے غلبے کا وقت ہی زیادہ تر ظاہر ہونگے اور نبیون اور ولیون کی ہمت سے اُنکے سامنے بھی روحی کے حکم غالب ہوتے ہین اور دوسرے مفسرون نے روح کی تفسیر مین باتین مختلفہ لکھی ہین لیکن حق بات یہہ ہی جو اسجگہہ مذکور ہوئی **وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا** اور کھڑے ہوئین فرشتے ساتون آسمان اور زمین کی صفین باندھ کر تا اُسدن کے کامون کے جاری کرنیمین جیسے جزا اور سزا دینا اور عملونکو تولنا اور نامۂ اعمال کو دکھلانا اور پل صراط سے اُتارنا اور سوا اسکے اور کامون مین مستعد اور تیار رہین **لَا يَتَكَلَّمُوْنَ** اُسوقت مین بات نکر ینگے بلکہ دم نہ مارینگے اگرچہ وقت شفاعت اور شہادت کا ہی **اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ** مگر جسکو پروانگی دی رحمٰن نے اور حکم ہووے کہ فلانے شخص کی شفاعت کرو یا گواہی دو اور یہہ حکم رحمت کے تقاضے سے ہوگا اس شخص کے حق مین **وَقَالَ صَوَابًا** اور کہیگا وہ شخص بات سچی اور خلاف قاعدے کے عرض نکریگا مثلاً کافر اور بدعقیدون کے واسطے شفاعت نکریگا بلکہ جو شخص ایمان کے سبب سے لائق بخشش کے ہوگا اُسکے گناہ کی بخشش طلب کریگا اور اسیطرح شہادت مین احتیاط کریگا کم وزیادہ نہ کہیگا اسواسطے کہ **ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ** وہ دن حق کا دن ہی جھوٹھ اور نکمی بات اُسدن پیش نجاویگی اور سرسبز نہوویگی دنیا کے دنون کے برخلاف کہ یہان سچ اور جھوٹھ اور اچھائی اور برائی سب ملی ہوئی ہی کچھ فرق نہین ہی اور ان معنون کا بھی احتمال ہوسکتا ہی کہ وہ روز وہ ہی کہ جدائی اور تفرقہ نیکون اور بدون مین اور امتیاز کرنا مسلمان اور کافر مین حق اُسدن کا ہی اور وہ دن اسی کام کے قابل ہی نہ مانند دنیا کے دنون کے کہ فریب اور دغا اور برابری نیک وبد کی اور شریک ہونا فرمانبردار اور گنہگار کا یہان سب جاری ہی **فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا** پھر جو چاہے بنالیوے اپنے پروردگار کے یہان ٹھکانا تا کہ اُسدن اسکو امتیاز اور عزت ہمچشمون اور برابری والون مین حاصل ہووے اور طرح طرح کے عذابسے کہ نافرمانی اور بے پروائی کے سبب حقتعالی کی طرف سے اُسدن تیار ہوے ہین خلاصی پاوے اور رجوع الی اللہ کا فائدہ اُس عذاب کی خلاصی مین کرتیا انکو نافرمانونکو نصیب ہوگا منحصر نہین ہی بلکہ **اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ** ہمنے بارہا قرآن مجید مین اور پیغمبرونکی زبانی تمکو ڈرا دیا ہی کہ تم رجوع الی اللہ مین قصور کرتے ہو اور اُسکے حکم کی اطاعت سے سرکشی کرتے ہو **عَذَابًا قَرِيْبًا** ایک نزدیک کے عذاب سے کہ ہر شخص کو مرنیکے بعد عالم برزخ مین پیش آویگا اور اُس عذاب مین اہل اور رکن عالم کے خراب کرنیکی احتیاج نہین ہی بلکہ عالم صغیر انسانی کو خراب کرنا اور اُسکے رکن اور بنیاد کو گرا دینا کفایت کرتا ہی اسواسطے کہ اس عذاب کی حقیقت بدعملونکی بری اور کالی شکلون کا ظاہر ہونا ہی جو بدعمل مردے کی ذات پر غالب تھے بدصورتون اور ڈرانی شکلون سے اُسکی قوت خیالیہ مین اسطرح سے کہ وہ قوت انکے اثر سے بھر جائیگی بغیر اسبابکے کہ نامۂ اعمال کھولے جاوین اور تھوڑے بہت پر آگاہ کرین اور گواہ اور شاہد ونکو حاضر کرین اور وہ مالک علی الاطلاق بے پردہ تجلی فرماوے اور اپنے اپنے حقونکے دعوے کرنیوالے جمع ہووین اور سب اگلے اور پچھلے لوگ جمع ہووین اور ایک اچھی جگہہ نیکون کیواسطے اور دوسری خراب جگہہ بدون کیواسطے علیحدہ علیحدہ مقرر کیجاوے اسیواسطے وہ عذاب قریب واقع ہوگا **يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ** جسدن ہر شخص دیکھیگا جو

دوزن

دونون ہاتھون نے یہان دو ہاتھون سے مراد ہی عمل کرنے والی دو قوتین یعنے نیک عمل کی قوت اور بد عمل کی قوت اور تقدیم و ایلا ہی اسیلیے
کہ ہیئت نورانی اور ہیئت ظلمانی اُن عملون کی اُسکی ذات مین پیدا ہوئی اسواسطے کہ تقدیم اور ترجیح عمل کی یہہ دونون چاہتے اُس عمل کی محبت کے
اُسکے دل مین متصور نہین ہی اور وہ ہیئت ایک صورت رکھتی ہی عالم مثال مین اُسکے مناسب توجب نفس انسانی اور ادراکات اور تصرفات اس عالم سے
فارغ ہوکے بالکل متوجہ ادراکات اُس عالم کا ہوگا اُسوقت اُن صورتون کو دیکھے گا اور یہہ عذاب اس قسم کا ہی کہ حکما اور فلاسفہ بھی اسکے قائل ہین اور
عالم خواب پر قیاس کرکے اسکو واقعی جانا ہی مگر اتنا فرق ہی کہ خواب کے عذاب سے بسبب متوجہ ہونے نفس کے ساتھہ ادراکات اس عالم کے جاگنے کیوقت خلاصی
اس عذاب سے متصور ہی اور برزخ کے عذاب سے اسطرح سے خلاصی متصور نہین ہی اسواسطے کہ وہ خواب اپنے پیچھے بیداری نہین رکھتی ہی بخلاف عذاب قیامت
کے کہ کسی کی عقل اُسکو دریافت نہین کرسکتی تو یہہ عذاب بھی قریب ہی زمانے وقوع کے اعتبار سے اور بھی قریب ہی عقل کے باعتبار تصور اور تصدیق کے
لیکن ایمان اور اعتقاد کی درستی کے سبب اس عذاب قریب سے بھی نجات ہوگی اسواسطے کہ ہر چند اُسکے بد عملون نے شکلین تاریک اُس شخص کی ذات مین
پیدا کی تھین لیکن ایمان صحیح اور اعتقاد درست نے بھی بڑی شکل نورانی اُسمین پیدا کی تھی بعد کھینچ کھانچ کے دونون طرفون سے نور ایمان کا گناہ کے
اندھیرے پر غالب ہوگا اور وہ شکل تاریک مانند بدلی سیاہ تہ بتہ کے شدت روشنی آفتاب سے پھٹجائیگی اور کافر کو سوائے اُس شکل تاریک کے کوئی چیز دوسری
پاس نہوگی تا اُسکے نور سے اُس اندھیرے کو دور کرے لاچار حسرت کریگا **وَيَقُولُ الْكَافِرُ** اور کہیگا کافر جب وہ صورتین بُری بُری اپنی کفر اور گناہ کی دیکھیگا
اور اُسکے مقابل مین کوئی صورت نورانی ایمان کی اپنے پاس نپاویگا **يَا لَيْتَنِي كُنتُ تُرَابًا** کیا اچھا ہوتا کہ مین مٹی ہوتا اور کاشکے انسان کی شکل
پیدا نہوتا تو یہہ مجھسے بُری صورتین ظاہر نہوتین اور مٹی کو خاص اسواسطے یاد کریگا کہ اصل آدمی کی خاک ہی اسواسطے کہ اگر نطفہ ہی تو غذا سے پیدا ہوتا ہی اور غذا
یا زمین کی اُگنے والی چیز سے پیدا ہوتی ہی یا حیوانات سے اور یے دونون چیزین خاک سے پیدا ہوتی ہین اور گوشت اور کھال اور خون اور خلط بھی غذا اور دوا
اور میوے سے پیدا ہوتا ہی اور پھر آخر کو یہہ سب خاک ہو جاتا ہی اور جو خاک کے بعد کوئی مادہ دوسرا اُسکے خیال مین نہین ہی لاچار وقت بھاگنے کے صورت انسانیہ
سے ابعد مادے کو کہ خاک ہی آرزو کرتا ہی جسطرح کسیکو سفر مین رنج پہونچتا ہی تو کہتا ہی کہ کیا اچھی بات ہوتی کہ گھر سے مین باہر نہ نکلتا اور یہ نہین کہتا کہ مین راہ سے
پھر جاتا یا راہ مین رہجاتا اسواسطے کہ اس کہنے سے کمال دوری اس بلا سے معلوم نہین ہوتی اور یہہ بھی جان لیگا کہ یہہ سب گرفتاری میری روح کے باقی
رہنے کے سبب سے ہوئی اگر مین صرف بدن ہوتا اور خاک ہوجاتا تو اس عذاب مین گرفتار نہوتا اور حضرت عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے
مرفوعاً اور موقوفاً روایت ہی کہ قیامت کے دن جانورون سے حساب کتاب کے بعد جیسے جو جانور کسی دوسرے جانور کو سینگھہ یا کھر مارا ہوگا وہان قصاص اُسکا
لیکے حکم ہوگا کہ سب کے سب خاک ہو جاؤ اُسوقت کافر اُنکے حال کو دیکھہ کر غبطہ کریگا اور کہیگا کہ کیا اچھی بات ہوتی کہ مجھکو خاک ہونیکا حکم ہوتا اور اس نئی آدمیت
سے کہ میری اس خرابی کا سبب ہوا ہی دور رہتا اور بعضے صوفیے نے فرمایا ہی کہ مراد خاک ہونیسے یہہ ہی کہ مانند خاک کے عاجزی اور فروتنی کرتا مین اور
تکبر اور غرور اور نافرمانی نکرتا اور بعضے واعظون نے کہا ہی کہ مراد کافر سے ابلیس ہی کہ کفر مین سب سے بڑھ کے ہی سو جب حضرت آدم اور اُنکی اولاد پر طرح طرح کی
بخششین اور نوازشین دیکھیگا آرزو کریگا کہ کیا خوب ہوتا کہ مین بھی خاک ہوتا اور خاک سے پیدا ہوتا اور آگ سے نہ پیدا ہوتا کہ اسی سبب سے فخر کیا مین نے اور کہا خلقتنی من نار وخلقته من طين

سُورَةُ النَّازِعَاتِ

یہہ سورت مکی ہی اسمین چھیالیس آیتین اور ایکسو نواسی کلمے اور سات سو ترپن حرف ہین اور ظاہر نظر مین اس سورت کا ربط سورۂ مرسلات سے قوی معلوم ہوتا ہی
اسواسطے کہ ابتدا اس سورے کی اُس سورے کی ابتدا سے بہت مشابہت رکھتی ہی بلکہ تمام قرآن مین اس قسم کی ابتدا پانچ سورتون مین واقع ہوئی ہی پہلے صافات دوسرے ذاریات تیسرے مرسلات
چوتھے نازعات پانچوین عادیات اور صافات مین تین صفتین بیان کی گئی ہین اور ذاریات مین چار صفتین اور باقی تین سورتون مین پانچ پانچ صفتین مذکور ہین
لیکن عادیات کی سورت دو سبب سے مشابہت مین ان دونون سورتون سے کم ہی اول چھوٹا ہونا اُسکا اور بڑا ہونا ان دونون کا دوسرے یہہ کہ دو صفتین ان

فعل کے صیغے سے مذکور ہین جیسے فاثرن بہ نقعا فوسطن بہ جمعا اور ان دونون سورتون مین پانچون صفتین اسم فاعل کے صیغے سے مذکور ہوئی ہین سوان
دونون سورتون کو شروع کی روش اور انداز مین بہت مناسبت ظاہر ہی لیکن باریک بین صحابیون نے بہت غور کرکے دریافت کیا ہی کہ مدار سورۂ
والمرسلات کا قیامت اور اُسکے حکمون کے بیان پر ہی اور سورۂ عم یتساءلون بھی اُسی قیامت کے وقایع اور احوال کی شرح ہی تو گویا سورۂ تساؤل شرح اور
تمامی مرسلات کی ہی اسیواسطے دونون کو ایک جگہ پر لکھا ہی بعد اُسکے ابتدائی مناسبت کی رعایت سے اس سورے کو لائے اور بعد خوب غور کرنیکے بھی معلوم
ہوتا ہی کہ اس سورے کے مضمونون کو سورۂ تساؤل کے مضمونون کے ساتھہ اسقدر مناسبت واقع ہی کہ نوبت اتحاد کی پھونچی ہی اور باوجود اس مناسبت کے رعایت
مناسبت مطلع کی چندان ضرور نہین ہی تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ اس سورت کے اول مین ہی اسمین سوال کرنا کافرون کا قیامت سے مذکور ہی اور اس سورتمین
سوال کرنا کافرون کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکور ہی جیسا کہ یسئلونک عن الساعۃ ایان مرسٰھا اور اُس سورت مین ہی الم نجعل الارض
مھٰدا اور اس سورت مین والارض بعد ذلک دحٰھا اور اُس سورت مین والجبال اوتادا اور اس سورت مین والجبال ارسٰھا اور اُس
سورت مین واللیل لباسا والنہار معاشا اور اس سورت مین واغطش لیلھا واخرج ضحٰھا اور اُس سورے مین سبعا شدادا اور
اس سورت مین ءانتم اشد خلقا ام السماء بنٰھا اور اُس سورے مین بارش کے پانی کا ذکر ہی کہ آسمان سے نیچے آتا ہی اور سبزے کو اُگاتا ہی اور
اس سورے مین چشمون کے پانی کا ذکر ہی کہ زمین سے نکلتا ہی اور سبزے کے اُگانے مین مدد کرتا ہی اخرج منھا ماءھا ومرعٰھا اور اُس سورتمین
یوم ینفخ فی الصور اور اس سورے مین تتبعھا الرادفۃ اور اُس سورے مین جہنم کے حق مین فرمایا ہی للطاغین مآبا اور اس سورے مین
فاما من طغی و اٰثر الحیوۃ الدنیا فان الجحیم ھی المأوی اور اُس سورے مین دوزخ مین ٹھہراو دوزخیون کی دوزخ مین اس عبارت سے ارشاد ہوئی
کہ لابثین فیھا احقابا اور اس سورے مین کم ٹھہراو دوزخیون کا دنیا اور برزخ مین اس عبارت سے فرمایا کہ لم یلبثوا الا عشیۃ او ضحٰھا
اور اُس سورت مین جنت اور اُسکی نعمتون کے حق مین یون فرمایا ہی للمتقین مفازا اور اس سورے مین واما من خاف مقام ربہ ونھی النفس
عن الھوی فان الجنۃ ھی المأوی اور سواے اسکے اور بہت سی مناسبتین مذکور ہین کہ خوب غور کرنیکے بعد ظاہر ہوتی ہین اور اس سورے کے نازعات نام رکھنے کی
وجہ یہہ ہی کہ لفظ نازعات کی اُنھین پانچ صفتون مین سے ہی جو اس سورے کے اول مین مذکور ہین اور دوسب لوگون کے حاصل ہونیکا وسیلہ ہین اور صفتین دوسری
فرع اُسکی ہین گویا یہہ صفت ابجد کے قاعدے کا حکم رکھتی ہی تمام علمون کی نسبت سے کہ حاصل کرنا سب علمون کا بدون سیکھنے اس قاعدے کے ممکن نہین ہی اُس
اجمال کی تفصیل یہہ ہی کہ نفس انسان کا جب اپنی تکمیل کی طرف متوجہ ہوتا ہی ہر کام کے حاصل کرنیمین علم ہو یا عمل کاریگری ہو یا کوئی پیشہ نیک ہو یا بد فائدے والا
ہو یا نقصان والا ہر طرحسے اسکو ضرور ہی کہ یے پانچون مرتبے طے کرے تو اُس مطلب کے کمال درجے کو پھونچے اور رتبہ تکمیل کا اُس فن مین حاصل کرے اول یہہ کہ
اپنے تئین اُن چیزون سے جو اُسکے مطلب کے منافی ہین دور رکھے اور اسحالتمین اُسکو بڑی کوشش کرنا ہوگی کہ طبیعت اُسکی اُنھین منافیات کو چاہتی ہی یا شرع
اُنھین منافیات کے بجا لانیکو حکم کرتی ہی یا عقل اُنھین کی طرف کھینچتی ہی اور وہ شخص خلاف طبیعت کے یا شرع یا عقل کے اپنے تئین اُس چیز کے حاصل کرنیمین مشغول
کرتا ہی اور ممانعت طبیعت اور شرع اور عقل کی ہرگز خیال مین نہین لاتا اُسحالت کو زور سے کھینچنے کرکے تعبیر فرمائی ہی کہ والنازعات غرقا اُنھین معنون پر
دلالت کرتا ہی اور جو یہہ حالت شہوات نفسانی کے سبب واقع ہوتی ہی اسکو اہل سلوک کے عرف مین توبہ اور مجاہدہ کہتے ہین دوسرے یہہ کہ کثرت شغل سے اُس چیز کے
ساتھہ اُسے محبت ہو جاتی ہی اور اس محبت کے سبب سے اُسکو خوشی اور سرور حاصل ہوتا ہی اور دل اُسی کی طرف رغبت کرتا ہی اور اگر اُسے کسی سبب سے جدائی ہو جاتی ہی
بے اختیار اُسی کا مشتاق رہتا ہی اور خطرہ اور تعلق اُسکے دل مین باقی نہین رہتا ہی اور سب طرف سے منھہ پھیر کے اُسی کی طرف مشغول رہتا ہی اور اسی حالت کو
نشاط کرکے تعبیر فرمایا ہی کہ اسکو ہندی مین اُمنگ کہتے ہین اور اہل سلوک کی اصطلاح مین اس حالت کو اگر حق تعالیٰ کی راہ مین ہووے تو ارادہ اور شوق
اور ذوق کہتے ہین اور مشکل کشائی اس راہ کی اسی صفت سے ہی لیکن بدون حاصل ہونے پہلی صفت کے اسکی حقیقت کا دریافت کرنا ممکن نہین
اسواسطے کہ یہہ حالت بڑی محنت اور رنج سے حاصل ہوتی ہی تیسرے یہہ کہ مہارت بڑی اُس شغل مین حاصل کرے اور بے رنج اور مشقت

کے وہ کام اُس سے ہوا کرے اور بسبب کثرت کے اُس کام مین ملکہ حاصل ہو جاوے اور اس حالت کو ساتھ سباحت کے جو شناوری کے معنون مین ہی
تعبیر کیا ہی اسواسطے کہ تیرنے والا بے تکلف اور بے رنج پانی مین سیر کرتا ہی اور اہل سلوک کے عرف مین اس حالت کو سیر احوال ور مقامات کہتے ہین اور کمال
اول سرا یہہ حالت ہی کہ پہلے اسکے سوائے طلب اور تلاش کے کچھ حاصل نتھا اور حصول مطلب کا اس حالت سے شروع ہوا چوتھا درجہ یہہ ہی کہ اس کام
مین برابر والون سے آگے بڑھ جائے اور جو اور ون سے اس صنعت اور فن مین نہوسکے یہ شخص اُسی سہولت اور آسانی سے کرلے اور یہہ حالت
ب سے اعلے ہی اور اسیکو سبقت کہتے ہین اور اصطلاح صوفیہ مین اس حالت کو طیران اور عروج کہتے ہین اور پانچوان درجہ وہ ہی کہ کمال کے
ب[illegible] ون کو طی کرکے تکمیل کے رتبے کو پہونچے اور اُس کام کا پیشوا اور اُستاد ہو جاوے کہ اور لوگ اس سے اپنی حل مشکل کرین اور اس صنعت
مین بے تدبیر اور مشورے اس شخص کے کام نکر سکین اسی حالت کو اس عبارت سے تعبیر فرمایا ہی فالمدبرات امرا اور صوفیہ کی اصطلاح مین اس
مرتبے کو مرتبہ رجوع اور نزول اور دعوۃ الخلق الی الحق اور مرتبہ تکمیل اور ارشاد کا کہتے ہین الغ یہہ پانچون مرتبے ہر کام مین خیر ہو یا شر اور ہر حال مین
احوالون سے نیک ہون یا بد آدمی کو آگے آتے ہین سو بعضے نفوس کم استعدادی سے یا آگے آنے کسی مانع سے ان پانچون رتبے کے حاصل کرنیمین تماد
اور محروم رہتے ہین اور کوئی ایک یا دو تین یا چار مرتبے پر قناعت کرتے ہین اور بعضے توفیق الٰہی سے سب مرتبے طے کرکے مقتدا اور پیشوا ایک عالم
کے ہوتے ہین اور بعضے برائی مین یکتا ہو کے ابلیس کے بھی اُستاد بنجاتے ہین اور جو سورہ عم یتساءلون مین مجمل اشارہ نفس انسانی کے ان مرتبون
الون

قبل آنے اُسوقت کے اور بے لحاظ کرنے اُس قید کے قابل قسم کے نہین ہی تو یوم ترجف الراجفة ظرف ہی اور قسم کے فعل کا متعلق ہی کہ حرف قسم کا
اُس فعل پر دلالت کرتا ہی اور مجموع اس ترکیب کا [illegible] والقمر اذا [illegible] واللیل اذا یغشی والنهار اذا تجلی کی ترکیب کے ہوا تو گویا اس کلام کے معنے
قائم ہوگی اور نشان ان صفتون کے ظاہر ہونگے تو پہلی
صفت والون کا غول علیحدہ ہوگا اور حکم انکے ایکطرح کے ہونگے اور دوسری صفت والون کا غول علیحدہ اور حکم انکے دوسری طرح کے
اسیطرح اور صفت والون کا حال پوچھا چاہیے اور جنمین دو صفتین یا تین یا چار یا پانچ ملکے اکٹھی پائی جاوینگی اُنکے غول علیحدہ ہونگے اور حکم
اور طرحین اُنکی آپسمین مختلف ہونگی کہ دیکھتے ہی ہر ایک کا مرتبہ محشر والون کو معلوم ہو جاوے اور کارخانہ امتیاز اور جدائی کا آپسمین ہر ایک کا ظاہر
ہو جاوے اس مضمون کو یون سمجھا چاہیے کہ جیسے کوئی شخص کسی امیر کے لشکر کی تعریف مین کہے کہ قسم ہی فلانے امیر کے لشکر کی کہ لڑائی کے دن جسوقت نقارہ
اور نقیبون نے پکارا اُسوقت ہر ایک رسالہ دار اپنے اپنے مثل سے غول باندھ کر سوار ہوتے ہین یا کوئی شخص کسی کی کچہری کی تعریف مین کہے کہ قسم ہی فلانے
سردار کے دربار کی کہ جسدن کچہری ہوتی ہی اور لوگ جمع ہوتے ہین اور قلمدان اور بستے کھلتے ہین تو ہر ایک اپنے قرینے سے ہوتا ہی مثلاً متصدی خالصہ
ورتن والے علیحدہ اور بیوتات اور خانسامانی والے علیحدہ اور اسیطرح استیفا اور تقسیم اور بازیافت والے ہر ایک علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے مرتبے اور
قرینے سے بیٹھتے ہین اور اپنے اپنے کام مین مشغول ہوتے ہین اب جاننا چاہیے کہ جو پایا جانا ان پانچون مرتبون کا یا دو یا تین یا چار مرتبون کا انھین
مرتبون سے آدمیون مین باعتبار استعداد کے مختلف
علم کو حاصل کرنا یا تقوے اور طہارت مین کامل ہونا یا اللہ کی راہ مین کافرون سے لڑنا اور جو مانند ان صفتون کے ہین انکو حاصل کرتے ہین اور
اور فجور اور کفر اور بدعت اور گمراہی اور الٹی سمجھ اور اسی قسم کی اور برائیان

اور بدکافر اور مسلمان کسی ایک مرتبے میں ان مرتبوں میں سے اُٹھائے جاوین اور اسی گروہ میں گنے جاوین چنانچہ کہ حدیثین صحیح اسی پر
دلالت کرتی ہین جیسا کہ ایک جگہہ فرمایا ہی بعثہ الله فقیہا اور دوسری جگہہ فرمایا فی زمرۃ الشہدا اور جو لوگ کہ بامین مرتے ہین اُنکا جھگڑا
اور کشاکش اسمین مشہور ہی کہ اُنکو شہدا اپنی طرف کھینچینگے کہ یہ لوگ شہید ہین ہمارے غول مین آوین اور جو اپنے فرش پر مرے ہین وہ لوگ
اپنی طرف کھینچینگے کہ یے اپنے فرش پر مرے ہین ہم مین آوین انکو مرتبہ شہدا کا کہان سے ملا اور برائی مین بھی اسیطرح کشاکش اپنی طرف ظاہر
اور معلوم ہی اور سب یہہ مرتبے والے کسی قسم سے ہووین اچھے یا برے لیکن یوم الفصل کے ہین اور اس سبب سے کہ ظاہر ہونا عدل اور جزاء الٰہی کا
انہی مین ہوگا اسواسطے قابل اس قسم کے ہوے اگرچہ بعضے بعضے اُنمین سے حقیقت مین مردود اور ملعون شقی اور بدبخت ہین اسواسطے کہ اسجگہہ پر فقط بیان کرنا
جزا اور سزا کے تعلق کا اُنکے وجود سے منظور ہی نہ حقیقت حال انکی ذات یا صفات کے کہ انجام کار انکا یہہ ہی اس نکتہ کو خوب سمجھنا چاہیے کہ بہت باریک بات ہی
اور اُسکے مان لینے مین تردد اور بھٹکنا نچاہیے اور قرآن کی لفظ مین کہ دوسری جگہہ پر فرمایا ہی ولا اقسم بالنفس اللوامہ خوب غور کرکے اسبات کو بوجھنا
چاہیے تاکہ وہ شبہہ جو اس بات مین حاصل ہوا ہی بالکل دفع ہوجاوے جب یہہ مقدمہ درست ہو چکا تو اب یہان سے تقریر شروع ہوتی ہی

بسم الله الرحمن الرحیم

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا قسم ہی اس جماعت کی کہ کھینچتے ہین اپنے تئین کام مین سخت کھینچنا اور غرق کی لفظ اسجگہہ اغراق کے معنون مین
لائے ہین جسطرح مصدر مجرد کو مزید کے مقام پر لاتے ہین جیسے فانبتہ الله نباتا اور اغراق عرب کی لغت مین سخت کھینچنے کو کہتے ہین نکالا گیا ہی کمان
کھینچنے سے کہ جب کمان کو خوب کھینچتے ہین تو پیکان کمان کے اندر رہ جاتی ہی گویا غرق ہو جاتی ہی **وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا** اور قسم اُس جماعت کی
کہ شوق اور خوشی پیدا کرتے ہین کام مین یعنے کام ہنسی خوشی سے کرتے ہین **وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا** اور قسم اُس جماعت کی جو تیرتے ہین کام کرنے مین
تیرنا کرکے اور بے رنج اور مشقت کام مین مشغول ہوتے ہین **فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا** پھر قسم اُنکی جو اپنے برابر والونسے کام مین بڑھ جاتے ہین **فَالْمُدَبِّرٰتِ
اَمْرًا** پھر قسم ہی انکی جو تدبیر کرنے والے ہین کام کی کہ جتنے پہلے مذکور ہو چکے سب اپنے اپنے کامونکی تدبیر پوچھنے مین اور مشورے لینے مین انکی طرف رجوع
کرتے ہین اور اپنے اڑے کامونکی تدبیرین اُنسے پوچھتے ہین اور حرف فے کے لانے کا سبب اِن دو قسمون کے آخر مین یہہ ہی کہ ان دونون فرقون کا مرتبہ بہت بلند
ہی پہلے تینون فرقون کی نسبت سے اسواسطے کہ یہہ خود بھی کامل ہین اور دوسرے کو بھی کامل کر دیتے ہین اور آخر والے کا مرتبہ چوتھے سے بھی زیادہ ہی اسواسطے کہ چوتھے
رتبے والے کی سبقت اپنے ہمچشمون سے اِن ہی کی تدبیر بتلانے سے ہوئی ہی اور گویا کہ عالم دنیا مین قائم رکھنے والے اس کام کے یہی ہین اور اعلےٰ اور ادنےٰ کی قسم
کھانےمین فرق ضرور ہی اسیواسطے فے تعقیب کی لائے تاکہ اشارہ ہو اسبات کی طرف کہ اعلےٰ کی سوگند ادنیٰ کی سوگند کے بعد ہی اور ترقی ادنے سے اعلیٰ کی طرف
کرتے ہین ہم **یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ** یعنے قسم اُن جماعتون کی اُسدن ہی کہ کانپنے والا یعنے زمین اور پہاڑ جنبش مین آوینگے پہلا صور پھونکنے سے
اور روحین بدنون سے جدا ہو جاوینگی اور انتظام دنیا کا درہم برہم ہو جاویگا **تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ** بعد اُسکے آوے پیچھے اسکے پیچھے آنیوالا یعنے آنیوالے سے
دوسرے مرتبے کا صور پھونکنا ہی کہ اُسکے سبب سے پھر ارواحین قالب مین رجوع کرینگی اور نئے سرے سے یہہ عالم دوسرے رنگ پر پیدا ہو ویگا اور اس قسم کے جواب کو
مذکور نہین فرمایا ہی اسواسطے کہ قسم خود جواب پر دلالت کرتی ہے یعنے اِن مرتبے والون کے حال اُسدن مختلف ہونگے پھر جن لوگون نے
الله تعالےٰ کی رضامندی مین اُن مرتبون کو حاصل کیا ہی آرام اور چین مین ہونگے اور ہنستے خوشیان کرتے چہرے تازے چمکتے ہوئے اُٹھینگے اور
جن لوگون نے خلاف مرضی الٰہی کے اُن مرتبون کو حاصل کیا ہی حیران اور پریشان ہونگے کہ ہمارا کیا اکارت گیا اور جو آج کے دن کام آوے
وہ ہمسے نہوا جیسا کہ ارشاد فرمایا ہی **قُلُوْبٌ یَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ** کتنے دل اُسدن دھڑکتے ہونگے مارے بیقراری اور گھبراہٹ کے
اور وہ گھبراہٹ اسطرح کی ہوگی کہ اُسکو تھام نہ سکینگے بلکہ انکے چہرون سے ظاہر ہوگی کہ منہہ پر ہوائیان اڑتی ہونگی **اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ**

آنکھین اُن دلون والون کی تاریک اور حیران ہونگی اور آرام اور چین والون کے دلون کا حال اسجگہہ بیان نفرمایا اسواسطے کہ یہان خوف دلانا قیامت کے دن سے اور ڈرانا اُسکے حال سے منظور ہی اور جب معلوم ہوا کہ کتنے دل اُس دن بیقرار اور بےچین ہونگے دہشت سے تو ڈرنا چاہیئے ایسا نہو کہ ہمارے دل بھی اُنھین مین سے ہووین اور اپنے دلون کو مطمئنہ اور آرمیدہ سے یقینًا نجاننا چاہیے اسواسطے کہ یہہ بات یقینی نہین ہی بلکہ شکی ہی اور شک پر توقع اور امید رکھنا چاہیے اسواسطے کہ خوف کی جگہہ شک بھی کافی ہی اور امید کے واسطے ظن غالب ضرور ہی اور بعضے مفسرون نے راجفہ کی لفظ سے زمین اور پہاڑ مراد لیے ہین جیسا کہ دوسری آیت مین مذکور ہی یوم ترجف الارض والجبال اور رادفہ کی لفظ سے آسمان اور ستارے مراد لیے ہین اسواسطے کہ زلزلے کے بعد زمین پھٹکے منتشر ہو جائیگی اور بعضے کہتے ہین کہ راجفہ پہلے زلزلے کا نام ہی کہ زمین اُسکے سبب سے ہلجاویگی اور رادفہ دوسرے زلزلے کا نام ہی کہ ہر ہر جزء زمین کا اُسکے سبب سے ریزہ ریزہ ہو جائیگا اب اس جگہہ پر جاننا چاہیے کہ مفسرون نے اختلاف کیا ہی تعیین ماصدق علیہ مین اُن پانچون صفتون کے کہ اس سورہ کے شروع مین مذکور ہین یعنے اسبات مین اختلاف ہی کہ مراد ان پانچون صفتون سے کیا ہی بعضون نے ایک ہی چیز مراد لی ہی اور بعضون نے کئی چیزین مراد لی ہین لیکن مناسبت کا لحاظ کرکے یعنے آپسمین اُنکے تعلق اور ربط ہو اور ایک ہی کام مین سب مشغول ہون اور بعضون نے اس مناسبت کا لحاظ نہین کیا ہی اور مختلف اور متفرق چیزین مراد لی ہین اور اسیطرح جس سورت کا شروع مثل اس سورت کے ہی جیسے والعادیات اور والمرسلات اُسمین بھی یہی اختلاف ہی اب اس اختلاف کا بیان شروع ہوتا ہی حضرت صوفیہ قدس اللہ اسرارہم کہتے ہین کہ والنازعات غرقا سے اہل سلوک کے دل مراد ہین کہ اپنے نفسون امارہ کو جو خواہشون مین غرق ہو گئے ہین زور سے کھینچتے ہین اور ناشطات سے بھی اُنکے دل مراد ہین جو درگاہ الٰہی مین پہونچنے کے مشتاق ہین کہ روک اور موانع عبادت کے اُنکے نفسون سے دور ہو گئے ہین اور نہایت خوشی اور سرور سے عبادت مین فرض ہو یا نفل اپنے اوقات مشغول رکھتے ہین اور سابحات سے بھی دریاے معرفت کے تیرنے والون کے دل مراد ہین اسواسطے کہ اُس دریاے بےپایان مین غوص کرنا اور غوطہ لگانا ثمرہ مجاہدی کا ہی اور پھل اس کوشش کا اُن احوال اور مقامون کو پہونچ جانا اور سابقات سے وہ دل مراد ہین جو اپنی مراد کو پہونچے ہین یعنے سلوک کی منزلون کے قطع کرنیکے بعد قرب اور وصال کے انتہا کے مرتبے کو پہونچگئے ہین اور نزدیکی اور وصال کے میدانون مین ایکدوسرے سے سبقت کرتے ہین اور مدبرات امر سے کاملون اور مکملون کے دل مراد ہین کہ بعد پہونچنے کے درگاہ الٰہی مین صفات الٰہی سے موصوف ہوکے خلق کی دعوت خالق کی طرف کرنیکے واسطے پھر اُسطرف رجوع کرتے ہین اور قسم کا جواب اس صورت مین یوم ترجف الراجفۃ کے پہلے مقدر ہی یعنے لترجعن الی اللہ مرضیین ان اتصفتم بہذہ الصفات او مطرودین ان تصفتم باضدادھا یعنے پہونچوگے اللہ کی طرف ہنسی خوشی سے اگر متصف ہوگے اِن صفتون سے اور اگر اُسکے خلاف کروگے تو راندے جاؤگے اور علماے ظاہر کے کہتے ہین کہ مراد مراتب سے کامل کرنا قوت علمیہ کا ہی اور نازعات غرقا سے طالب علم مبتدی مراد ہین کہ معنی مشکل کو اپنی فکر کے زور سے متنون اور شرحون اور حاشیون کی عبارت سے کھینچ کر نکالتے ہین اور ناشطات سے طالبعلم متوسط حال کے مراد ہین کہ سخت مطلب کو حل کرتے ہین او مشکل کو آسان کرتے ہین اور نشط کی لفظ نکالی گئی ہی نشط البعیر سے یہہ مثل عرب مین مشہور ہی یعنے اونٹ پاؤن کھولدیے اور سابحات سے منتہی طالبعلم مراد ہین کہ ہر علم کے مسئلون کو خوب دریافت کرکے علم کے دریا مین تیرتے ہین اور سابقات سے بڑے بڑے فاضل یاد مین مراد ہین کہ اُنکا ذہن مشکل اور باریکیات کی طرف سبقت کرتا ہی اور مدبرات امر سے کتابونکے تصنیف کرنے والے اور قاعدون کے بنانیوالے اور اصل اور فرع کے ٹھہرانیوالے مراد ہین اور جواب قسم کا یہان بھی اُسی جگہہ پر مقدر ہی یعنے لتبعثن یوم ترجف الراجفۃ فیکشف لکم عن حسن الاشیاء وقبحہا وتعرفون الحق عن الباطل والہدی من الضلال یعنے البتہ اُٹھائے جاؤگے جسدن کانپنے گا کانپنے والا پھر کھلجاویگی تمپر نیکی اور بدی سب چیزون کی اور پہچانوگے سچ اور جھوٹھ اور ہدایت اور گمراہی اور مجاہد لوگ کہتے ہین کہ ان صفتون سے موصوف ہین غازی اور مجاہدین اور اُنکے گھوڑے اور ہتھیار پھر نازعات غرقا سے غازیونکے ہاتھ مراد ہین کہ کمانون کو زور سے کھینچتے ہین اور ناشطات سے بھی غازیون کے ہاتھ مراد ہین کہ تیرونکو کافرونکی طرف چھوڑتے ہین من نشط الدلو اذا اخرجہ بسھولۃ یعنے نشط الدلو یہہ مثال ہی عرب کی جب ڈول کو آہستگی سے نکالتے ہین تو بولتے ہین یا وہ گروہ غازیون کے مراد ہین کہ خوشی اور کھیل سے لڑائی

میدانونمین آتے ہین اور سابحات سے غازیون کے گھوڑے مراد ہین کہ دشمنون کی صفون مین تیرتے ہین آور سابقات سے قراول کے غول یا انکے
گھوڑے مراد ہین آور مدبرات امرا سے بادشاہ اور امیر اور وزیر مراد ہین کہ لڑائی کے کام انکی صلاح اور حسن تدبیر سے سرانجام پاتے ہین اور کوچ اور
مقام اور چلنا اور ٹھہرنا انکی تجویز سے ہوتا ہی آور نجومی کہتے ہین کہ مراد اس جماعت موصوف سے ستارے ہین کہ پہلے مانند تیر کمان سے چھوٹے ہوے
کے فلک الافلاک کی حرکت کی تبعیت سے بہت جلد حرکت کرتے ہین آور دوسرے خاص اپنی حرکت سے ایک برج سے دوسرے برج مین نقل
کرتے ہین اور اس حرکت کو نشاط کرکے تعبیر کیا ہی انکا لاہی اس لفظ کو ایک مثل سے کہ عرب مین بولتے ہین جب بیل بھاگتا ہی تو ناشط یعنے نکلا بیل
ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف آور سباحت سے حرکت انکے مرکزون کی مراد ہی کہ مچھلی کے مانند اس حرکت مین تیرتے نظر آتے ہین اور جمع ہونے
حرکتون سے اور مخالف ہونے انھین حرکتون کے آپسمین ایکدوسرے سے سبقت کرتے ہین اور وضعون کے اختلاف سے کہ اسحالتمین انکو حاصل ہوتا ہی
عالم کی تدبیر کرتے ہین اور ہر ستارہ اس کام مین کہ اس سے متعلق ہی دخل رکھتا ہی آور ملنا اور جدا ہونا اور بدلنا فصلون کا اور وقتون کا اور پہچاننا دنیا
کی ہونیوالی چیزون کا اور آنے والے حادثون کا انسے سمجھا جاتا ہی آور حضرت ابی النصر الحسن بصری رضی اللہ عنہ سے بھی اسیطرح منقول ہی آور واعظ اور
نصیحت کرنے والے کہتے ہین کہ انسے مراد وہ فرشتے ہین جو کافرون کی روحون کو نہایت سختی سے کھینچتے ہین تو نازعات غرقا انپر صادق آتا ہی اور
مسلمانون کی روحون کو آہستگی سے نکالتے ہین تو ناشطات نشطا ہو جاتے ہین اور بعد قبض کرنے روحون کے ان روحون کو لیکر عالم برزخ کی سیر
کراتے ہین تو سابحات سبحا ہو جاتے ہین اور آپسمین اس جگہہ ایکدوسرے کے آگے ہو جاتے ہین اور سوال اور جواب اور عذاب اور بہتری قبر کی تدبیر
کرتے ہین آور جواب اس قسم کا دونون صورتونمین اسیطرح محذوف ہی یعنے لتبعثن بدليل انقلاب الحرب وانقلاب الحوادث بتدبير الكواكب
وشهادة الموت یعنے ہر آئینہ اٹھائے جاؤگے لڑائی اور حوادثون کے انقلاب کی دلیل سے بسبب تدبیر ستارون اور گواہی موت کے اور بعضے اینسے
کہتے ہین کہ نازعات اور ناشطات وہ فرشتے ہین جو مسلمانون اور کافرون کی روحین قبض کرنے پر مقرر ہین آور سابحات اور سابقات وہ فرشتے
ہین جو رسالت اور کامونکے جاری کرنے پر مقرر ہین آور مدبرات امرا بڑے درجے اور بڑے مرتبے کے فرشتے ہین جیسے حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل
اور حضرت اسرافیل اور حضرت عزرائیل علیہم السلام اپنے لشکر اور اسکے سردارون کے کہ ہر ایک کو انمین سے ہونیوالے کامونکی تدبیر کے واسطے
مقرر فرمایا ہی جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام کہ انتظام ہوا اور لڑائی اور وحی اتارنا رسولون پر ان سے متعلق ہی آور حضرت میکائیل علیہ السلام سے پانی کا
برسانا اور زمین سے اگانا اور رزق کو پہونچانا انسے تعلق رکھتا ہی آور حضرت اسرافیل علیہ السلام سے صور کا پھونکنا اور آدمیون اور جانورونمین روح کا ڈالنا
اور لوح محفوظ اور اندازہ کرنا رزق اور عمر ہر شیٔ کا متعلق ہی آور حضرت عزرائیل علیہ السلام مردونکی روحین قبض کرنے پر اور بیماریون اور آفتون پر مقرر ہین
اور بعضے کہتے ہین کہ نازعات سے غازیون کی کمانین مراد ہین کہ تیرونکو کمان کے اندر کھینچتے ہین آور ناشطات سے اونٹ اور بیل مراد ہین کہ کنوؤن سے
پانی کو کھینچتے ہین اور سابحات سے کشتیان مراد ہین کہ دریا مین تیرتی ہین آور سابقات سے گھوڑے دوڑنیوالے مراد ہین آور مدبرات امرا سے عقل والے اور
حکمت والے مراد ہین کہ ہر مقدمے مین اپنے عقل کے زور سے تدبیر نکالتے ہین اور اڑے کام کیواسطے حیلے بتاتے ہین آور جواب قسم کا وہی ہی جو ذکر ہو چکا اور مناسبت
ان قسمونکی متعلق علیہ سے یعنے جسپر قسم کھائی گئی کہ قیامت کا دن ہی ادنے تامل سے معلوم ہو سکتی ہی جیسا کہ یہہ بات ظاہر ہی کچھ چھپی نہین ہی آور جب اس کلام سے
ظاہر ہوا کہ قیامت کے دن کتنے دل نہایت بے چینی اور بے قراری مین ہونگے اور آنکھین انکی تاریک اور پتھرا جاوینگی تو گمان اسبات کا ہوا کہ شاید سننے والے کے
دل مین یہہ گذرے کہ اسبات کے سننے سے کہ نہایت پرخوف اور مہلک ہی کافرون نے کیا کہا ہوگا آیا دہشت اس واقعہ یقینی آنیوالے سے کوئی فکر اور تدبیر کرتے تھے
یا ابھی تک اسیطرح غافل اور بیخبر ہین اسکے جواب مین ارشاد ہوا کہ **یَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ** کہتے ہین کافر کیا پھر
بنائے جاوینگے ہم اپنی پہلی حالت پر یعنے بعد مرنیکے کیا پھر زندہ ہونگے ہم اور حافر لغت عرب مین راہ کاٹنے کو کہتے ہین اسواسطے کہ حافر اور حافرہ بیل کے
کھر کو کہتے ہین اور جس راہ مین وہ چلتا ہی اسکے کھر کے نقش بنجاتے ہین تو گویا کھر کے نشان کو کھر کا نام رکھا پھر راہ کو کہ اسمین سم کے نشان ہوتے ہین مجاز

مجاز کے طور پر حافرہ کہا اور غرض اس سے یہہ ہی کہ کافر آخرت کے جینے کا انکار کرتے ہین اس شبہہ سے کہ اگر بعد موت کے پھر زندگی ہوتی تو اُسے اپنی پہلی حالتون پر رجوع کرنا ہوتا اور رجوع اس حالت اوّل پر خلاف واقع کے ہی واِلّا تسلسل لازم آوے اور جوان ہونا بڈھے کا اور لڑکا ہونا جوان کا اور لڑکے کا ماکے پیٹ مین پھر جانا سب درست ہوجاوے اور پھر اپنے شبہہ کی قوت اور مضبوط کرنیکے واسطے ایک اور استفہام انکاری اور تعجبی سے پوچھتے ہین **اَئِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً** کیا پھر زندہ ہونگے ہم جب کہ ہوجائینگے ہم ہڈیان کھوکھلا سڑے کہ ہوا کے اندر جانے سے اُن ہڈیون مین سے آواز نکلتی ہی اور نخیر لغت عرب مین ہوا کی آواز کو کہتے ہین کہ جو چیز اندر سے خالی ہی اُسمین سے ہوا نکلتے وقت ہوتی ہی اور اُنکے شبہ کو اس مقدمہ کے بڑھانے سے قوت دینے کی وجہ یہہ ہی کہ جب کسی چیز مرکب کی ترکیب بگڑگئی اور اُسکے جز اُسمین جدا جدا ہوگئے اور صورت ترکیبی اُسکی باطل ہوگئی تو اگر اُسیوقت بے ڈھیل چاہین کہ پھر اُسی صورت پر کردین تو ہوسکتا ہی اسواسطے کہ اجزا اصلی اُسکے ابھی سب موجود ہین کوئی متفرق اور پریشان نہین ہوا اور کسی طرح کا نقصان اُن اجزا اُن مین پہلی صورت پر پھر جانے کے واسطے پیدا نہین ہوا اور جب زمانہ بہت گذرتا ہی اور اُسکے جز اصلی متفرق اور پریشان ہوجاتے ہین اور اُنکے جزون مین نقصان آجاتا ہی یا بعضے جز بالکل خراب ہوجاتے ہین پھر اُس چیز کا پہلے طور پر ہونا مشکل بلکہ محال ہوجاتا ہی جیسا کہ اپنے ہاتھہ کی بنائی ہوئی چیزونمین یہہ بات دیکھی ہوئی ہی اور بار ہا تجربے مین آچکی ہی پھر دعوے پھیرنے اور زندہ کرنے مُردون کا کہ مسلمان کرتے ہین اگر اُسیوقت بعد موت کے ہوتا تو شاید ہوسکتا اور جب یہہ وعدہ بعد گذر جانے قرنون اور زمانون کے کرتے ہین کہ ہڈیان سڑ گلجاوینگی اور رطوبت اور تری کہ شرط زندگی کی ہی بالکل خشک ہوجاویگی تو کس طرح یقین کیا جاوے اور اگر کافرون کو ظاہر دلیلون سے ثابت کیا جاوے اور اس استفہام کے جواب مین کہا جاوے کہ البتہ پھرنا پہلی حالت پر ان معنون سے ہوسکتا ہی کہ ایک حالت جو پہلی حالت سے مشابہت رکھتی ہی تعاقب امثال کی طرح پر حاصل ہوگی نہ پہلی حالت پر پھرنا بعینہا اور تعاقب امثال مین کچھہ جگہہ تردد اور انکار کی نہین ہی اسواسطے کہ پے درپے آنا نیند اور ہوشیاری کا دن اور رات مین اور چاند کا بدلنا شکل پر ہر روز اور مختلف ہونا فصلون کا ہر مہینے مین بسبب جانے آفتاب کے نئے برج مین اور بدلجانا موسم جاڑے اور گرمی کا ہر سال مین ہر شخص پر ظاہر ہی ہرگز جگہہ شبہہ اور تامل کی نہین اور کسی چیز کو بگاڑ ڈالنا اور بعد ایک مدت دراز کے پھر اُسکو اُسی طرح کا بنا دینا کچھہ موجب تعجب کا نہین ہی خصوصاً جسوقت بنانے والا بڑی قدرت والا کامل بلکہ اکمل ہووے تو اُسکے نزدیک بگاڑ کر اُسیوقت بنانا اور بعد گذرنے ہزارون سال کے بنانا یکسان ہی **قَالُوا** پھر دوسری مرتبے ہنسی اور تعجب سے کہتے ہین کہ **تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ** یہہ جینا دوسری مرتبے کا بعد جدا ہونے ہر عضو کے اور خشک ہوجانے سب رطوبات کے تو بڑا ٹوٹا ہی اسواسطے کہ بعضے چیزون اپنی کو نپاوینگے اور بہت سی چیزین ہمسے گم ہوجاوینگی اور مال اور اسباب اپنا کمایا ہوا آپ سے جدا ہوجاویگا تو پھرنا ہمارا دوسرے مرتبے اس جہان مین مانند پھرنے اُس مسافر کے ہوا کہ اپنے گھر سے مال اور اسباب بہت سا لیکر صحیح اور سلامتی کے ساتھہ مسافرت کو گیا اور سب چیز اُسکی لٹ گئی اور آپ تن تنہا سب بدن زخمون سے چور ہوکر بلکہ ہاتھہ پانون کٹوا کر اپنے گھر کو پھر آیا تو یہہ پھرنا بالکل نقصان کا ہی حقتعالے جل شانہ اُنکے تعجب کرنے کے جواب مین فرماتا ہی کہ یہہ تعجب تمہارا اس سبب سے ہی کہ اللہ تعالیٰ کے کام اور تاثیر کو اپنے کام اور تاثیر پر قیاس کرتے ہو اور اُس قادر علے الاطلاق کو اپنی طرح کا پابند اسباب کا جانتے ہو کہ بے آلات اور اسباب کے کوئی چیز بن نہین ہوسکتی اور یہہ فہمید کی غلطی ہی اسواسطے کہ اس مالک الملک کا فعل اور تاثیر کسی چیز پر موقوف نہین ہی کہ جب وہ چیز پائی جاوے تو وہ کام ہوسکے اور نہ پائی جاوے تو نہو سکے بلکہ اُسکے حکم کن مین سب چیز ہوجاتی ہی اور آلات اور اسباب بھی اسی کے حکم سے جمع ہوجاتے ہین **فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ** پھر نہین ہی یہہ زندگی مگر ایک جھڑکی اور مراد اس جھڑکی سے دوسرے مرتبے کا صور پھونکنا ہی کہ بعد اُس آواز کے سب روحین اپنے بدنون سے ملجاوینگی اور ملنا روح کا بدن سے زندگی کے سب شرطون اور اسباب کو جمع کردیگا اور اس تعلق کے سبب زندگی کامل حاصل ہوگی نہ مانند زندگی اُس بچے کے جو ماکے پیٹ مین زندہ ہی یا ابھی پیدا ہوا ہی کہ اُسکی عقل اور دریافت ضعیف ہوتی ہی

اور بڑی مشکل سے ہلتا اور جنبش کرتا ہی اسواسطے کہ وہ سب بمجرد سننے اُس آواز کے زور سے جلدی حرکت کرینگے اور زمین کے نیچے سے بلینگے **فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ** پھر تبھی وہ سب آگئے برابر میدان مین اور ساہرہ لغت مین سفید اور برابر زمین کو کہتے ہین اور حشر کے میدان کا نام ہی اسواسطے کہ اُسدن اُس زمین کی یہی حالت ہوگی اور یہہ بھی احتمال ہوسکتا ہی کہ ساہرہ اس جگہہ جاگنے کے معنون مین ہو سہر کی لفظ سے نکالا گیا ہو جو بیخوابی کے معنون مین ہی مانند کاذبہ اور خاطئہ کے اور اس آیت کے معنے اس احتمال پر یہہ ہونگے کہ جو کافر مسلمانون کو الزام دیتے ہین کہ بعد مرنے کے قیامت تک کہ وہی وعدہ پھر جینے کا ہی ہزارون سال کا فاصلہ اور دوری ہی اور اس عرصے مین ہڈیان گل سڑ جاوینگی اور بدن کے سب جز اور رطوبتین نیست اور نابود ہو جاوینگی پھر دوسرے مرتبے اُس شکل کا درست ہونا کہ زندگی اُسی پر موقوف ہی کس طرح سے ہووے گا اور مسلمان کہتے ہین کہ باوجود ان سب باتون کے پھر زندہ ہونگے اسواسطے کہ اصلی جزون کا باقی رہنا شرط ہی دوسری زندگی کے واسطے سب جزون کا باقی رہنا کچھ ضرور نہین ہی اور اصلی جزون کو حقتعالی اپنی قدرت کاملہ سے محفوظ رکھیگا پھر دوسرے مرتبے کافرون نے کہا کہ **تلك اذا كرة خاسرة** یعنے اسطرح کا زندہ ہونا کہ سب جز باقی نرہینگے ناقص ہی اسواسطے کہ سب جز زندہ نہووین تو دوسری زندگی کہ اصلی جزو نکے سبب سے باقی رہی وہ بھی ناقص ہوگی جیسے پیٹ کے بچے اور جنے ہوے لڑکے کی زندگی ناقص ہوتی ہی اور تم دعوے کرتے ہو کہ وہ زندگی اس دنیا کی زندگی سے بہت زور آور اور کامل ہوگی تو تمھارے مذہب اور دعوے کے خلاف ثابت ہوا حقتعالے نے اُن کافرون کے جواب مین یہہ فرمایا ہی **فانما هي زجرة واحدة فاذا هم بالساهرة** یعنے پھر نہین ہی وہ جینا دوسرے مرتبے کا مگر اثر ایک جھڑکی کا پس تبھی یے سب بیخوابی اور بیداری یعنے کچھ غفلت اور کچھ ہوشیاری مین آوینگے حاصل کلام کا یہہ ہی کہ زندگی کا کمال قوت روحانیہ کے کامل ہونے پر ہی اور اُسکا نقصان اُسکے نقصان پر کچھ بدن کے جزون کی کمتی زیادتی پر نہین ہی اور پیٹ کے بچے اور جنے ہوے لڑکے کی زندگی کے نقصان کا سبب یہہ ہی کہ قوت روحانی اُنکی ابھی اپنے کمال کو نہین پہونچی ہی بلکہ روز بروز ترقی پر ہی بخلاف ارواح موتی کے کہ اپنے اپنے کمال کو پہونچ کے اس جہان سے مرگئے ہین اور اُنکی روحون کا اُنکے بدنون سے جدا ہونا بعد موت کے باعث نقصان قوت روحانیہ کے کمال کا نہین ہوا ہی تاکہ جینے کے وقت ناقص اُٹھین بلکہ اس جینے کو بعد مرنے کے جاگنے پر بعد نیند کے قیاس کیا چاہیے اسواسطے کہ وقت سونے کے تعلق روح کا ظاہر بدن سے بالکل منقطع ہو جاتا ہی اور حس و حرکت ہلنا اور بوجھنا باطل ہو جاتا ہی اور ایک آواز سخت کرنے مین وہ تعلق جیسا تھا ویسا ہی پھر ہو جاتا ہی اور اُسکی قوت روحانیہ مین کچھ نقصان نہین پایا جاتا اور پھر محتاج حاصل کرنے کسی کمال کا نہین ہوتا کہ مانند چھوٹے لڑکے اور پیٹ کے بچے کے انتظار بالغ ہونے کا کھینچے اور رفتہ رفتہ کمال کو پہونچے اور یہہ بھی احتمال ہی کہ ساہرہ کی لفظ اسم فاعل ہی سہر کے لفظ سے نکلی ہی جو بیخوابی کے معنون مین ہی یعنے **فاذا هم متلبسون بالابدان الساهرة** یعنے پھر یکایک اُنکی روحین در آوینگی جگے ہوے بدنون مین کہ صور کے پھونکنے کے پہلے بسبب تعلق نفوس سماویہ قویۃ الادراک کے اور در آنے اُنکے قواے کے مستعد اور تیار زندگی کے قبول کرنیکے ہو رہے تھے یہانتک کہ قابل خواب کے بھی نہ رہے اسی سبب سے وہانکی زندگی دنیا کی زندگی سے کامل ہوگی اسواسطے کہ دنیا کی زندگی تھوڑا سا مثل موت کا بھی رکھتی ہی جیسے نیند کہ موت کے برابر ہی اور وہان کی زندگی نیند بھی نہین رکھتی ہی اسقدر موت اور جو مشابہت موت سے رکھتی ہی اُس سے دور ہی اسیواسطے بہشتیون کو بہشت مین اور دوزخیون کو دوزخ مین نیند نہ آویگی جیسا کہ فرشتے اور نفوس سماویہ کو نیند نہین ہی اور جب کافر باوجود ایسے بیان واضح اور مثالون کے آخرت کے جینے کو یقین نہین کرتے اور اپنے ہی ضد پر قائم ہین اور کہتے ہین کہ ان دلیلون اور تمثیلون سے ہماری خاطر نشان نہین ہوتی اسواسطے کہ ایسی ہڈیان سوکھی بلکہ گلی اور سڑی کہ ہرگز زندگی کے قبول کرنیکی لیاقت نہین رکھتین ایک ہی دم مین سب زندہ ہو جاوین اسطرح کا آنا زندگی کا بعد گذرنے ایک مدت دراز کے ہرگز ہماری عقل مین نہین آتا جبتک اپنی آنکھ سے اسطرح کی کوئی چیز نہ دیکھین ہم اور کیونکر تجھے کسی مردے کو زندہ ہوتے نہ دیکھ لین تب مسلمان عاجز اور رنجیدہ ہو کے اپنے دلون مین کہتے تھے کہ کیا اچھی بات ہوتی کہ حقتعالی ایک مردے کو جسپر صدہا برس گذرے ہوتے اُنکے سامنے زندہ کر دیتا تو سب اُنکا انکار ٹوٹ جاتا اور جھٹ الزام کھا جاتے اسواسطے حقتعالے ایک مسلمان سے خطاب کر کے فرماتا ہی اور بطریق استفہام کے پوچھتا ہی **هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى** کچھ پہونچی ہی تجھکو خبر موسی ع کے قصے کی کہ فرعون کے سامنے جو بڑا سرکش بادشاہ تھا اور ہزارہا آدمی اُسکے دربار مین حاضر ہوتے تھے بارہا اپنے ہاتھ کی لکڑی کو زمین

ڈالدیا بمجرد زمین پر گر نیکے وہ عصا ایک بڑا اژدہا ہوجاتا تھا اور اپنے منھہ کو بسیار تا تھا اور آواز سخت کرتا تھا پھر بعد واقع ہونے ایسی زندگانی پڑی در پڑی کے ایک لکڑی مین کہ کچھہ لیاقت زندگانی کی نرکھتی تھی اور ترتیبی نتھی کون جگھہ تردد اور شک کی باقی رہی تھی لیکن قوم باوجود دیکھنے ایسی زندگی کامل کے کہ ایک لکڑی بمجرد زمین مین پہونچنے کے اژدہا ہوجاتی تھی معتقد روز جزا کا اور قائل عموم قدرت مالک ارض و سما کا نہوا تو ایسے کافر بھی اگر ایک مُردے کو زندہ ہوا دیکھینگے تو بھی راہ پر نہ آوینگے اور اپنے انکار سے باز نرہینگے بلکہ اور مستحق عذاب کے ہوجاینگے اسواسطے کہ عادت الٰہی یون ہی جاری ہی کہ بعد دیکھنے معجزے کے اگر کافر ایمان نہ لاوین اور اُسی کفر اور انکار پر اصرار کیے جاوین تو اُسوقت عذاب الٰہی مین گرفتار ہووین اور ایکدم کی بھی فرصت نپاوین آور اگر وہ قصہ حضرت موسیٰ کا تفصیل سے ہر مسلمان نے نہ سنا ہو تو مجمل و قصہ تھوڑا یہان بیان ہوتا ہی اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى یعنے ابتدا اُس قصے کی اُسوقت سے ہی کہ پکارا اُسکو اُسکے ربنے پاک میدان مین جسکا نام طویٰ ہی آور کیفیت اِس قصے کی جسطرح سورہ طٰہٰ اور سورہ قصص اور دوسری سورتون مین مذکور ہی وہ یہہ ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام شہر مصر سے کہ جگھہ پیدایش اور سکونت آپ کی تھی ایک قبطی ظالم کے خون کے سبب سے کہ آپکے ہاتھہ سے بے قصد دھوکھے مین ہوگیا تھا اور فرعون آپکے قتل کی فکر مین ہوا تھا بھاگ کر شہر مدین کی طرف گئے اور اُس شہر مین حضرت شعیب علیہ السلام کا مکان تھا آنکا قصہ بھی قرآن شریف مین کئی جگھہ بیان فرمایا ہی وہان جاکر اُترے اور حضرت شعیب کی خدمت مین مشغول ہوے اور حضرت شعیب نے اپنی بیٹی کو آپکے نکاح مین دیا جب دس برس یا آٹھہ برس اسمین اختلاف ہی وہان گذرے تب حضرت شعیب سے رخصت چاہی کہ اگر حکم ہو تو مین اپنے وطن کو جاؤن اور اپنے قبیلے کو ساتھہ لیے جاؤن اور اپنی ماکی زیارت کرون اور اپنے بڑے بھائی حضرت ہارون سے ملاقات کرون اسواسطے کہ اتنی مدت گذرنے مین فرعون اور اُسکے لوگ قبطی کے خون کو بھول گئے ہونگے حضرت شعیب نے راضی ہوکر آپ کو رخصت کیا اور آپکی بی بی کو بھی آپکے ساتھہ کردیا اور اپنے دو غلامون کو آپکے ساتھہ کیا کہ مصر مین پہونچا کر پھر آوین حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بی بی کو ساتھہ لیکر وہان سے روانہ ہوے اور آپ کے مزاج مین غیرت بہت تھی اپنی بی بی کو لے چلنا قافلہ کے ساتھہ گوارا نہ کیا کہ شاید سواری پر چڑھتے اُترتے یا چلتے بیٹھتے کسی نامحرم کی نظر اُنپر نہ پڑجاوے اسواسطے وہان سے تنہا آپ اپنی بی بی کو لیکر روانہ ہوے اور شام کے رستے کو چھوڑکر دریا کے کنارے کی راہ لی اِس لحاظ سے کہ ایسا نہو کوئی فرعون کی طرف کا حاکم پہچانلے اور خون کی علت سے گرفتار کرے یا کچھہ ایذا پہونچاوے اور آپکے ہمراہ ایک خچر تھا اُسپر خورجی اپنے اسباب کی لادکے ایک غلام اُسپر مقرر کیا اور کچھہ بکریان آپکے ساتھہ تھین دوسرے غلام کو اُنکی نگہبانی اور ہانکنے پر مقرر کیا اور آپ اپنی بی بی کی سواری کے ساتھہ چلتے چلتے ایکدن راہ بھول گئے اور کوہ طور کیطرف جانکلے کتنا ہی راہ ڈھونڈھی ٹھکانا نہ ملا اور دن آخر ہوا اور رات نمودار ہوئی وہ رات جمعہ کی تھی ذیقعدہ کی اٹھارھوین تاریخ اور موسم جاڑے کا اتفاقاً بکریان جنگل مین متفرق ہوگئین دونون غلام اُنکے جمع کرنے مین مشغول ہوے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بی بی کے پاس ایک جگھہ پر بیٹھہ گئے کہ یکایک آپکی بی بی کو راہ چلنے کی سختی اور سواری کی حرکت سے دردزہ شروع ہوا اور حمل کی مدت بھی تمام ہوچکی تھی تب آپکی بی بی نے آپسے اِس حال کو ظاہر کیا اور کہا کہ اگر کہین آگ ملے تو خوب ہی کہ تاپنے کے کام آوے اور روشنی بھی ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے غلامون سے فرمایا کہ دیکھو تو کہین اِس جنگل مین آگ کا بھی نشان ہی غلامون نے چارون طرف دوڑکے دیکھا کچھہ پتا آگ کا اور آبادی کا معلوم نہوا تب حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ اُٹھے اور آگ کی تلاش کو تشریف لے گئے آپکو ایک پہاڑ پر کہ آپکے سیدھے ہاتھہ کی طرف تھا کچھہ روشنی معلوم ہوئی آپنے بی بی اور غلامون سے فرمایا کہ تم اِسی جگھہ پر ٹھہرو کہ مین اُس پہاڑ پر روشنی دیکھی ہی وہان جاکر آگ لے آتا ہون اور جو وہان ہوگا اُس سے راستہ کا پتا بھی پوچھتا آؤن تاکہ منزل پر پہونچیے یہہ کہکے آپ چلے جونہی حضرت موسیٰ علیہ السلام قریب اُس مکان کے پہونچے دیکھا کہ وہ آگ نہین ہی بلکہ تجلی قدرت الٰہی کی ہی کہ دور سے مثل آگ کے معلوم ہوئی تھی اور حقیقت مین وہ ایک نور ہی بہت بڑا کہ عوسج کے درخت کو گھیر لیا ہی عوسج ایک درخت ہی عناب کے درخت کے مشابہہ شام کی طرف پہاڑون مین بہت ہوتا ہی اور وہ درخت جڑ سے چوٹی تک ترو تازہ ہورہا ہی اور اُس روشنی مین اسقدر چمک اور تابندگی ہی کہ اُسپر آنکھہ نہین ٹھہر سکتی ہی اور گرداگرد اُسکے آواز فرشتون کی تسبیح کی آرہی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام

باوجود دیکھنے اِن سب چیزون کے گھاس پھوس اس میدان مین سے جمع کرکے ایک پولاسا باندھ کے چاہا کہ اُس نورِ آتشی رنگ سے جلالوین
یہہ ارادہ کرکے جون ہی اُسکے نزدیک ہوے کہ یکایک وہ آگ اُنکی طرف لپکی گویا چاہتی تھی کہ اُنکو جلادیوے حضرت موسیٰ علیہ السلام یہہ حالت
دیکھہ کر خوف کھاکے پیچھے ہٹے آگ بھی درخت پر پلٹ گئی پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا جلانے کا پھر وہ آگ اُنکی طرف دوڑی پھر پیچھے
ہٹے اسیطرح کئی مرتبہ ایسا اتفاق ہوا تب حضرت موسیٰ علیہ السلام اسطرح کے ماجرے کو دیکھکر حیران و متحیر کھڑے ہوگئے اور اس اعجوبہ کارخانے
کا تماشا دیکھنے لگے کہ یکایک ایک نور بڑا اُس سے بلند ہوا اور زمین سے آسمان تک سبکو روشن کردیا اور روشنی اُس نور کی یہانتک غالب ہوئی
کہ حضرت موسیٰ کی آنکھہ مین تاریکی آگئی اور آنکھہ دیکھنے سے رہ گئی اور اُنھون نے اپنے ہاتھہ اپنی آنکھہ پر رکھ لیے اور آواز فرشتون کے تسبیح کرنے کی
بہت بلند ہوئی اور حضرت موسیٰ نے اُسوقت اس آگ سے ایک آواز سنی کہ یا موسیٰ انی انا ربک فاخلع نعلیک یعنے اے موسیٰ مین ہون
پروردگار تیرا کہ آگ کے مانند تجلّی کی ہے مین نے اور دونون جوتیون کو پانون سے اپنے دور کرو اسواسطے کہ اس مکان نے تجلّی الٰہی اور حاضر ہونے
فرشتون کے سبب سے کہ اُس تجلّی کے خادم ہین حکم کعبہ اور مسجد الحرام کا پیدا کیا ہے پھر کلام یعنے بات کرنا شروع ہوا اور اُنسے پوچھا کہ تمھارے سیدھے
ہاتھہ مین کیا ہے اُنھون نے عرض کی کہ لاٹھی ہے مین اپنے ہاتھہ مین رکھتا ہون حکم ہوا کہ اسکو زمین پر ڈالدے اُنھون نے زمین پر ڈالدیا بمجرد گرنیکے
زمین پر ایک اژدہا ہوکے دوڑنے لگا حضرت موسیٰ اُس سے ڈر کے بھاگے ارشاد ہوا کہ مُت ڈرو اور اُس اژدہے کو اپنے ہاتھہ سے پکڑلو وہی لکڑی
ہوجائیگی پھر حکم ہوا کہ اپنے ہاتھہ کو اپنے بغل مین رکھو اور پھر نکالو اُنھون نے اُسیطرح کیا اُنکا ہاتھہ مانند آفتاب کے روشن ہوگیا کہ آنکھہ اُسکی روشنی پر
ٹھہر نہین سکتی تھی حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ مین نے بمجرد سننے اُس آواز کے معلوم کیا کہ یہہ آواز حقتعالیٰ کی ہے اسواسطے کہ چھہو طرفون سے سُنتا تھا
مین اور سب جسم اپنے سے سُنتا تھا مین یہانتک کہ ہر ہر عضو اور جوڑ بند میرا کان ہوگیا تھا حاصل کلام کا یہہ ہے کہ بعد دکھلانے اُس کرشمے کے اور
تعلیم کرنے توحید کی حقیقتین اور عبادت کے آداب کے اور بیان قیامت کے آنیکے کے سواے اُسکے جو جو ضرور رسالت کے واسطے تھے سب تعلیم کرکے حکم ہوا
اذھب الی فرعون جا فرعون کی طرف تاکہ اُسکے بہتری کی تدبیر کر اور وہ مرتبہ سابقین اور مقربین کا کہ تجھکو اسوقت حاصل ہوا ہے اُس
اور آگے بڑھ گئے مدبرات امر کے مقام کو پہونچ اور تجھے واسطے تدبیر اصلاح فرعون کے اس سبب سے بھیجتے ہین ہم کہ انّہ طغیٰ بیشک فرعون
حد سے بڑھ چلا ہے فساد کرنے مین یہانتک کہ دعوے خدائی کا کرتا ہے اور جب تو فرعون کے پاس پہونچے فقل پھر پہلے اُسکو اسی قدر کہہ کہ
ھل لک الیٰ ان تزکّی کیا ہے تجھکو رغبت پاک ہونیکی نفس کی برائیون سے کہ وے تیری سرکشی اور خرابی کے سبب بڑی ہین اور مین تیری
برائیان کھودینے ہی پر کفایت نکرونگا کیونکہ اتنی بات سب نیکبختون اور حکمت الٰہی کے واقفون سے ہوسکتی ہے بلکہ مین تجھکو بڑے مرتبے کو پہونچا دونگا
اور ولی کامل اور عارف واصل کردونگا وَاَھدیک الیٰ ربّک اور راہ دکھاؤنگا تجھکو تیرے پروردگار کی طرف تاکہ پہچان ذات اور
صفات اور افعال پروردگار کی تجھکو یقین کی آنکھہ سے حاصل ہووے فتخشیٰ پھر تو ڈرے اور تیرا نفس مرجاوے اور ایسی پوری فنا تجھکو حاصل ہو
کہ پھر کبھی خوف تجھکو پھر آنے سرکشی کے مرض کا نہے بموجب اس قول کے کہ الفانی لایرد یعنے فنا ہوئی چیز پھر نہین آتی یہان پھر باقی رہا قصہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بیان ہوتا ہے یعنے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون تک پہونچے اور حکم حقتعالیٰ جلّ شانہ کا پہونچایا فرعون نے اُسکے جواب
مین پہلے یہہ کہا کہ تو وہ شخص نہین ہے کہ بچپن سے تجھکو پالا اور پرورش کیا اور مدتون تک ہمارے پاس رہا پھر وہ کام کرکے تو یہان سے نکل گیا
کہ تو ہی اُسکو خوب جانتا ہے یعنے قبطی کو مار ڈالا اور ہماری نعمتون کی ناشکری کی اب تجھکو یہہ مرتبہ کہان سے حاصل ہوا کہ میرا ہادی اور مرشد
بنکر آیا حضرت موسیٰ نے اُسکے جواب مین فرمایا کہ سچ ہے مین وہی شخص ہون اور وہ کام کہ مجھہ سے ہوا تھا اُسوقت مین نادان اور نا سمجھہ تھا
پھر جب مین تمسے ڈر کے یہان سے بھاگا اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے مجھکو علم اور حکمت مرحمت فرمایا اور مرتبہ ہدایت اور رہنمائی کا عطا کیا اور رسالت
اور ایلچی گری کی طور پر تمھارے پاس بھیجا ہے فرعون نے کہا اب تو تو نے دعویٰ رسالت کا کیا کہ اللہ کا بھیجا ہوا ہے اگر اس دعوے مین تو سچا ہے تو کوئی دلیل آ

لے فَأَرٰىهُ الْآيَةَ الْكُبْرٰى پھر دکھلائی موسیٰ نے فرعون کو ایک نشانی بڑی اگرچہ حضرت موسیٰ پاس دو نشانیاں تھیں ایک عصا
کہ اژدہا ہو جاتا تھا اور دوسرے آپ کا ہاتھ کہ مانند آفتاب کے روشن ہو جاتا تھا لیکن ایک ہی مجلس میں ایک ہی مطلب کے ثابت کرنیکے واسطے تھیں سو اسواسطے
دونوں کو ایک ہی نشانی اعتبار کیا اور ایک وجہ اور بھی ہے کہ ید بیضا تابع تھا عصا کے ڈالنے کے پیچھے جب پہلے عصا کو زمین پر ڈالتے تھے اور وہ اژدہا ہو جاتا
تھا تب ہاتھ بغل میں ڈالنے سے مثل آفتاب کے چمکنے لگتا تھا تو گویا اصل نشانی وہی عصا تھا اور نکتہ اسمین یہہ ہے کہ جب نبی اور رسول بھیجے جاتے ہیں تو پہلے
قہر اور غضب سے مخالفوں اور منکروں کی طرف مشغول ہوتے ہیں بعد اسکے ہدایت اور رہنمائی طالبوں اور مسترشدوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں سو عصا
قہر کی شکل تھا اور ید بیضا نمونہ تھا ہدایت اور رہنمائی کا اور بھی عصا میں زندگانی غیبیہ خوفناک اور ڈراؤنی شکل سے ظاہر ہوتی تھی اور ید بیضا میں نور غیبی تھا
کہ پرلے درجے کی روشنی اور چمک سے جلوہ گر ہوتا تھا اور قہر اور سیاست ظاہر نبوت سے متعلق ہے اور نور تجلی باطن نبوت سے متعلق ہے کہ وہ مرتبہ ولایت کا ہے
اور فرعون کہ کافر ازلی تھا اسپر لازم کرنا حجت کا اور خوف دلانا غرض تھا تو اسکے حق میں آیت کبرےٰ عصا تھا نہ ید بیضا اور عصا میں دوسرے اور بھی معجزے تھے
ایک یہہ کہ پانی کھینچنے کیوقت موافق گہرائی کنوئیں کے بڑھ جاتا تھا اور اسکی لڑین ڈول بندھ جاتی تھیں اور دوسرے یہہ کہ تاریکی میں دونو شاخیں اسکی مانند
مشعل کے روشن ہو جاتی تھیں اور تیسرے یہہ کہ جب حضرت موسی علیہ السلام سو جاتے تھے تو وہ کھڑا ہوا نگہبانی کرتا تھا اور اگر بکریوں کے پاس چھوڑ آتے تھے
تو کسی درندہ کو مثل بھیڑیے وغیرہ کے آنے نہیں دیتا تھا یہانتک کہ بعضوں نے کہا ہے کہ عصا میں ہزار معجزے تھے چنانچہ دو معجزے عمدہ کلام اللہ میں بھی مذکور ہیں
ایک دریا کا پھٹنا اسکے ضرب سے دوسرے پتھر میں سے جاری ہونا پانی کے چشموں کا اسکے ضرب سے تو آیت کبرےٰ یہی عصا ہوا نہ ید بیضا اور بعضوں نے کہا ہے کہ ید بیضا
بہت بزرگ تھا سو اسواسطے کہ حضرت موسیٰ کی ولایت کے کمال کی صورت تھی اور نبی کی ولایت افضل ہوتی ہے اسکی نبوت سے اور بھی فرعون کے جادوگر ید بیضا کی
نقل نکر سکے اور عصا کی نقل کی اور حق بات یہہ ہے کہ یہ دونوں معجزے بڑے تھے اور آیت کبرےٰ میں داخل ہیں اور یہ دونوں حکم ایک نشانی کا رکھتے ہیں اور معجزوں کی
نسبت سے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عنایت ہوئے تھے یہہ اور سب سے بزرگ معجزے ہیں حاصل کلام کا یہہ ہے کہ فرعون باوجود دیکھنے ایسے دو معجزوں کے کہ حضرت موسیٰ
کے دعوے کے ثابت کرنیکے واسطے دو گواہ عادل تھے اسواسطے کہ در آنا زندگانی غیبی کا انکے ہاتھ سے ایسے جسم میں جو ہرگز قابلیت اور لیاقت زندگی کی نہیں رکھتا تھا
جیسے لکڑی یہہ دلیل صریح ہے اسبات پر کہ انکے سبب سے دل مرے ہوئے بطریق اولی زندہ ہونگے اور نفس کی خباثت اور برائیوں کو دور کرکے پاک صاف کر دینا
ان کے نزدیک بہت آسان کام ہے اور چمکنا نور الٰہی کا انکے ہاتھ میں دلیل ظاہر ہے اس بات پر کہ انکے ہاتھ سے سالکان راہ خدا کو انوار تجلیات الٰہی تک
پہونچا دینا بخوبی ہو سکیگا تسپر بھی ہرگز فرمانبردار نہوا بلکہ فَكَذَّبَ وَعَصٰى پھر انکار کی رسالت حضرت موسیٰ کی اور نہ مانا حق تعالےٰ
کے حکم کو جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی اسکو پہونچا تھا اور اسقدر نافرمانی پر کفایت نکی بلکہ ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعٰى پھر چلا پیٹھ پھیر کر تلاش
کرتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کے جھٹلانے کی تدبیر جب دیکھا کہ حاضروں کے دلوں میں ان دونوں [illegible] کے دیکھنے سے [illegible] موسیٰ کی
سچائی آجائیگی فَحَشَرَ پھر جمع کیا جادوگروں کو حضرت موسیٰ کے مقابلے کے واسطے اور اپنے ملک کے لوگوں کو اکٹھے کیا اس [illegible] دیکھنے
کے واسطے کہ یہہ کام حیلہ اور تدبیر سے بھی ہو سکتا ہے اللہ تعالےٰ کا کیا ہوا نہیں ہے فَنَادٰى پھر پکارا لوگوں کو مقابلے [illegible] جادوگر
مقابلے میں ہار جاویں تو بھی حضرت موسیٰ کا مطلب حاصل نہووے [illegible] سے کہ وہ پروردگار کہ جسکی طرف سے ایلچی [illegible] حضرت
کرتے ہیں ربوبیت میں مجھ سے پست ہے اور کمزور اور تابعداری [illegible] فَقَالَ أَنَا
رَبُّكُمُ الْأَعْلٰى پھر کہا فرعون نے کہ میں ہوں تمہارا رب سب سے اوپر اور بالفرض اگر کوئی رب دوسرا جہان میں ہوگا جیسے وہ شخص
جسنے موسیٰ کو بطریق ایلچی گری کے میرے پاس بھیجا ہے تو مجھسے مرتبے میں کم ہوگا تو موسیٰ اگر اپنی رسالت ثابت بھی کرے تو بھی [illegible]
نہیں ہے یعنے اسکی تابعداری پچاہیے اور اپنی ربوبیت باطلہ کو حضرت رب العالمین کی ربوبیت پر جسطرح سورۂ زخرف وغیرہ میں [illegible]
اسطور سے فوقیت دیتا تھا کہ ربوبیت حق تعالےٰ کی اگر پائی جاوے تو عام ہے سب مخلوقات پر اور میری ربوبیت خاص ہے مصر والوں [illegible]

عام پر خاطرداری اور خدمت گذاری مین آوے دوسرے یہہ بھی ہی کہ ربوبیت حقتعالے کی آنکھ سے غائب ہی اور عقل مین نہین آتی اور میری ربوبیت
ظاہر ہی کہ تم سب دیکھتے ہو اور بھی ایلچی حقتعالے کا کہ حضرت موسے ہین میرے ایلچیونکی طرح طمطراق یعنے ظاہر کا اسباب درست نہین رکھتے نہ سونیکے
کنگن ہاتھون مین ہین اور نہ خزانہ اور لشکر ساتھہ ہی تو اُسکی ایلچی گری مین نقصان ہوا اور اُسکے نقصان سے اُسکے بادشاہ کا نقصان جسکی طرف سے
یہہ آیا ہی صاف بوجھا گیا حاصل کلام کا یہہ ہی کہ فرعون قبل آنے حضرت موسے کے اِن تدبیرون اور حیلہ سازیون سے بچا تھا اور مرتبے سابقات مین
داخل ہوکر گمراہی صریح مین پھنسا تھا اور بعد آنے حضرت موسے کے کہ اُنکے جھوٹے کرنیکی تدبیر مین پڑا تو مدبرات امرا کے درجے کو پہونچا تو دونون شخص ایت
اور گمراہی کے مرتبے مین کمال کو پہونچے یعنے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہدایت کے کمال کو پہونچے اور فرعون گمراہی کے انتہا کو پہونچا لیکن عنایت حضرت پروردگار
برحق کی حضرت موسے کی تدبیر کو شامل ہی کے اعلیٰ درجے کو پہونچایا اور وہ ملعون خسر الدنیا والآخرہ ہو فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ
وَالْاُوْلٰى پھر پکڑا اُسکو اللہ تعالیٰ اپنے عذاب پچھلے اور اگلے مین یعنے دنیا مین پانی مین ڈبوکر رسوا کیا اور آخرت کو دوزخ مین ڈالیگا جسطرح دوسری جگہہ
فرعون اور اُسکے لشکر کے حق مین فرمایا ہی کہ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا اور اگرچہ دنیا کا عذاب مقدم ہی آخرت کے عذاب پر لیکن بیان اسواسطے آخرت کو
مقدم فرمایا کہ مقصود اصلی وہی ہی اور دنیا کا عذاب اُسکا وسیلہ ہی اور یہہ بھی ہی کہ عذاب آخرت کا جاودانی ہی اور ہزارون مرتبے سخت ہی عذاب دنیا سے
اسواسطے مقدم ذکر کرنا اُسکا اولے ہوا اور ہرچند دنیا دار الجزا نہین ہی لیکن ایسے فرعونون کو اور شریرون کو دنیا مین بھی بعد الزام حجت کے
اورون کی عبرت کے واسطے اُنکے بدکامون کی سزا دیجاتی ہی چنانچہ حقتعالے فرماتا ہی اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى بیشک اسمین
سوچ کی جگہہ ہی اُسکو جو حقتعالے سے ڈرتا ہی کئی وجہون سے پہلی وجہہ یہہ ہی کہ گمراہی کے پیشواؤن کی تدبیر چل نہین سکتی اور ایک نہ ایک وقت
اُنکا کیا برباد ہو جاتا ہی اور دوسری وجہہ یہہ ہی کہ حقتعالے اگرچہ اپنی صفت حلیمی سے گمراہون کو ڈھیل دیتا ہی لیکن مہمل نہین چھوڑتا بلکہ ایک نہ ایک دن
سزا اقرار واقعی دیتا ہی تیسری وجہہ یہہ ہی کہ معجزون کا دیکھنا اُس شخص کو مفید ہوتا ہی کہ کفر کی جڑ اُسکے دلمین نہ جم گئی ہو اور اُس جڑ کے ریشے پھیل
نہ گئے ہون والا ہر معجزے کو کسی حیلہ اور مکر سے دفع کردیگا اور ہر دلیل اور حجت کو مغالطہ سے دور کریگا یعنے دھوکا دیکے مقابلہ کریگا چوتھی وجہہ یہہ ہی کہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے کافر سرکش سے کہ دعویٰ خدائی کا کرتا تھا نہایت نرمی اور بردباری سے بات کہتے تھے پھر آخر کو اُسپر فتح اور ظفر پائی تو
پیغمبرون اور اُنکے فرمانبردارون کو چاہیے کہ بے ادبی اور کفر کے کلمات سُنکر غصے مین نہ آجادین اور غمگین نہووین تاکہ آخر کو فتح پاوین اور جب حضرت
موسیٰ علیہ السلام کے قصے مین ثابت ہوچکا کہ فیضان غیب کی زندگی کا جسم کی لیاقت پر موقوف نہین ہی اور البتہ زندگانی غیب کا باربار آنا اور جانا ہوسکتا ہی
چنانچہ عصا مین ظاہر ہوا اب کافرون کو اِس دلیل مین بات کہنے کی گنجائش تھی کہ زندگی حیوان کی ناقص ہی اگر کوئی پتھر یا لکڑی مین یہہ زندگی پائی جاوے
تو ہوسکتا ہی اور اسیطرح باربار آنا اس زندگی کا بھی کچھہ بعید نہین ہی اسواسطے کہ ایام بہار اور برشکال مین ہم خود دیکھتے ہین کہ اس قسم کے جانور جیسے سانپ
بچھو مینڈک خودبخود بیجوڑے کے پیدا ہو جاتے ہین اور زمین خشک ہو یا تر اُن حیوانون کی صورت قبول نہین کرتی ہی پھر جب وہ موسم گذر جاتا ہی وہ
صورت اپنے مادے سے جدا ہو جاتی ہی اور جب پھر وہی موسم آتا ہی وہی اجزا مادیہ کہ اس مکان مین پڑے رہ گئے تھے پھر اسی صورت پر ہو جاتے ہین اور
اُنمین جان آجاتی ہی لیکن پیدایش آدمی کی اسطور پر ہرگز نہین ہوسکتی اسکی تمثیل بیان کیا چاہیے تاکہ ذہن نشین ہو جاوے اُسکے جواب مین ارشاد ہوتا ہی
کہ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا کیا تم زیادہ سخت ہوتے مین اور پیدایش تمھاری زیادہ سخت ہی اَمِ السَّمَآءُ یا آسمان زیادہ سخت ہی بننے مین اور
پیدایش اُسکی تمھاری نظرون مین مشکل معلوم ہوتی ہی اور جواب اس سوال کا ظاہر ہی کہ آسمان اندازے مین بھی آدمی سے بہت بڑا ہی اس حد کو کہ اصلاً اُسکو
اُس سے کچھہ مناسبت نہین اور تفصیل اجزا کے اعتبار سے بھی جیسے بروج اور ستارے مختلف تاثیرون اور حکمون والے اور حد و حدید اجدا اُسکے آدمی
بہت زیادہ ہین اور قوت جسمانیہ بھی اُسکی آدمی کی قوت جسمیہ سے بہت زیادہ ہی کیونکہ حقتعالے نے بَنٰهَا بنا کیا اُسکو ایسی سخت بنا کہ ہرگز
باوجود گذرنے قرنون کے اور سدا پھرنیکے پرانا ہی نہین ہوتا اور ٹوٹتا پھوٹتا بھی نہین اور قوت روحانیہ بھی اُسکی آدمی کی قوت روحانیہ سے بہت

رَفَعَ سَمْكَهَا اونچی کی ہی بلندی اُسکے بغیر ٹیکیون اور دیوارون کے اور سمک لغت مین اُس امتداد کو کہتے ہین کہ طول اور عرض پر اُس امتداد کو قائم اعتبار کرتے ہین اگر نیچے سے اوپر کو نظر کرین تو اُس امتداد کو سمک کہتے ہین اور ارتفاع بھی بولتے ہین چنانچہ مشہور ہی کہ ارتفاع یعنے بلندی اِس دیوار یا چھت کی اسقدر ہی اور اگر اوپر سے نیچے کو دیکھین تو اُس امتداد کو عُمق کہتے ہین چنانچہ بولتے ہین کہ عُمق یعنے گہراپن اِس دریا کا یا اِس کنوے کا اسقدر ہی اور اہل تفسیر اور اہل حدیث نے یون روایت کی ہی کہ دنیا کے آسمان کی بلندی روے زمین سے پانسو برس کی راہ ہی اور اِسیطرح سے ساتون آسمانون کے درمیان مین مفاصلہ ہی اور مُٹاپا اور دَل بھی ہر آسمان کا اسی قدر ہی اسی بات سے بلندی اور چوڑائی ساتوین آسمان کی قیاس کیا چاہیے کہ کیا کچھ ہوگی اور اہل ہیئت کو علم ابعاد اور اجرام مین آسمانون کی مُٹائی دریافت کرنے کے واسطے ایک اور ہی طریقہ ہی کہ علم ہندسہ کی دلیلین اُسپر قائم کی ہین اور جو راہ پانسو برس کی کہ روایتون مین وارد ہی کچھ مقرر نہین ہی کہ کون سے چلنے والے کی راہ ہی اور کون سی چال مراد ہی اور یہہ بھی ہی کہ قطع کرنا چڑھائی کی مسافت کا ہموار زمین کی مسافت قطع کرنے سے زیادہ مُشکل ہوتا ہی اور جتنی دیر کہ اُسکی مسافت قطع کرنے مین لگتی ہی اُس سے دُونی آہستگی ہوتی ہی چنانچہ ہموار زمین کے چلنے مین اور پہاڑ کی چڑھائی مین تجربہ ہو چکا ہی اور اہل ہیئت نے کوسون سے اندازہ اُنکے بُعد کا کیا ہی اور اس صورت مین ہوسکتا ہی کہ روایات شرعیہ اور براہین ہندسیہ دونون مطابق ہو جائین لیکن اہل ہیئت کے نزدیک افلاک کے سطوح آپسمین ملے ہین اور اُنکے درمیان مین مفاصلہ نہین اور روایات شرعیہ کے موافق مفاصلہ بھی ثابت ہوتا ہی لیکن اہل ہیئت کے نزدیک ایکدوسرے آسمان کا چسپیدہ ہونا آپسمین لا فصل فی الفلکیات کے قاعدے پر مبنی ہی اور قاعدہ ظنی ہی کوئی دلیل قطعی اُسکے واسطے نہین اور اس بات کے ساتھ یہہ بھی ہی کہ اہل ہیئت کی نظر مین حاجت مفاصلے کی آسمانون مین متحقق نہین ہوئی اِس جہت سے مفاصلے کو ثابت نہین کیا اور شرع والون کو دور اور سیر فرشتون کا دونون آسمانون کے درمیان مین معلوم ہوا تو مفاصلے کو ثابت کیا ہی پس کسی طرح کی مخالفت نہین رہی مگر ہی کہ براہین ہندسیہ بیان مین ابعاد فلکیات کے ثابت ہوتا ہی کہ بیے فرجہ کے معلوم کیا ہی اُس چیز سے کہ روایات شرعیہ سے ثابت ہی لیکن یہہ مخالفت لفظی ہی کیونکہ جس مقدار کو کہ اہل ہیئت نے آسمان کے مٹاپے مین داخل کیا ہی شاید کہ بعض کو اُسمین سے اہل شرع نے فرجہ اعتبار کیا ہو اور باقی کو مٹاپا فیہ فقع النزاع پس جھگڑا اُٹھ گیا اب حاصل کلام کا یہہ ہی کہ آسمان کی قوت جسمانیہ اور روحانیہ کا زیادہ ہونا آدمی کی قوت جسمانیہ اور روحانیہ سے اظہر من الشمس ہی اور اگر آدمی کو اسبات کا فخر ہی کہ میرا مزاج کمال اعتدال پر واقع ہوا ہی کہ نفس ناطقہ مجردہ کے تعلق کے قابل ہوا ہون جواب اُسکا یہہ ہی کہ آسمان بھی کمال اعتدال اور لطافت مین واقع ہوا ہی چنانچہ فرماتے ہین **فَسَوّٰىهَا** پھر معتدل المزاج کیا ہی اُس آسمان کو اور نفوس کا مادہ کو اُسکے اجرام سے متعلق کیا ہی کہ لطافت اور تجرد مین نفوس انسانیہ سے زیادہ تر کامل ہین اور باوجود اِن سب باتون کے آسمانون کو ایک بڑی زبردست تاثیر بخشی ہی کہ بسبب ظاہر ہونے آفتاب اور ستارون کی شعاع کے ایک حرارت قوی عالم مین ظاہر کرتے ہین اور اُنکی روشنی چھپ جانے سے نہایت خنکی عالم مین پیدا کرتے ہین اور یہہ تاثیر ہر روز آنے جانے مین دن رات کے نظر آتی ہی **وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا** اور اندھیری کی رات اُسکی تا کہ آفتاب کی شعاع گرم جہان والون پر نہ چمکے اور سردی پیدا ہو اور ہر چند کہ شب نام مخروط ظلی زمین کا ہی لیکن چونکہ مخروط آفتاب کی شعاع کے سبب پیدا ہوتا ہی اور غروب آفتاب کا ایک کنارے پر اُس مخروط کے طلوع کا سبب ہوتا ہی اُس کنارے والون پر اور طلوع آفتاب کا اُس مخروط کے غروب کا موجب ہوتا ہی اور آفتاب کی حرکت آسمان کی حرکت کے تابع ہی تو اسلیے رات کو آسمان کی طرف نسبت فرمایا ہی اور بعضون نے ارباب ہیئت سے آسمان کے تسویہ کو اُسکی گرویت پر حمل کیا ہی اور کہتے ہین کہ شکل کروی آفات کو قبول نہین کرتی برخلاف اور شکلون کے پس اِس جہت سے بھی خلقت آسمان کی زیادہ تر محکم ہوئی آدمی کی خلقت سے اور بعضون نے تسویہ کو آسمان کے شقوق اور شگافت نہونے پر حمل کیا ہی برخلاف آدمی کے کہ مسام اور شقوق بہت رکھتا ہی اسی واسطے بہت سی آفتون مین ہی کہ مناسب اور نامناسب ہوا اُسکے بدن مین داخل ہوتی ہی اور کھانا اور پینا اور گرم سرد ہوا اور موذی جانور اُسکے بدن کے سوراخون کی راہ سے گھس سکتے ہین برخلاف آسمان کے کہ اِن سب آفتون سے بالکل محفوظ ہی **وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا** اور نکالی روشنی اُسکی کہ عبارت اُسکے آفتاب سے ہی ... ضحیٰ کے وقت کا

ف
بیان آسمانون کی بلندی کا

ذکر اسواسطے اختیار فرمایا ہی کہ وہ وقت کامل ترہو سب اجزاؤن سے دن کے نور اور روشنی مین اور آفتاب کی شعاع کو ایک تاثیر ہی نہایت محسوس
گرم کرنے مین عالم کے اور تمام عناصر اسکی شعاع کے سبب سے گرم ہوجاتے ہین خصوصًا زمین کہ بسبب کثافت اور یبس کے بہت دیر تک اس کیفیت مقبولہ
کو محفوظ رکھتی ہی اور جو رات دن آسمان کو تبرید اور تسخین یعنے سردی اور گرمی ہم پہونچی اور آسمان قابل ان کیفیتون کے نتھا تو لاچار ان دونون کو
زمین نے قبول کیا اور قابل جوتنے بونے اور چشمے اور نہرین جاری ہونیکے ہوئی **وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا** اور زمین کو رات دن
کی تدبیر کے بعد ہموار و چمن بندی کی کیونکہ جمع ہونے سے گرمی سردی کی زمین مین **اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا** نکالا اس زمین مین سے پانی اسکا
تاکہ زمین مین گھرے ہوے پانیون کو کہ سردی کے سبب سے پانی کی صورت قبول کرنے کے مستعد ہوے تھے آفتاب کی شعاع کی گرمی سے بہہ کر زمین سے
باہر نکل آوین اور جب پانی اور خاک مل گئے اور حرارت نے بہارا اور گرمی کی اسمین اثر کیا تو بس گھاس اور سبزہ اگا چنانچہ فرماتے ہین **وَمَرْعٰهَا**
اور نکالا چارا اوس زمین کا گویا زمین اس تدبیر سے پہلے اوجڑ پڑی تھی اب اسکو باغ بنا دیا کہ پانی بھی اسمین جاری ہی اور طرح طرح کا سبزہ بھی
اگا ہی اور اسواسطے کہ مادہ پانی کا زمین مین محفوظ ہو ایک تدبیر دوسری فرمائی ہی **وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا** اور پہاڑون کو لنگرون کی طرح سے
زمین مین مقرر کیا کہ جو بخارات کہ زمین مین گھرے ہین اگرچہ چاہین کہ باہر نکلین تو پہاڑون کے دباؤ کے سبب سے نکل نہین سکتے ناچار لوٹ کر پانی ہوجاتے
ہین اور سوراخون کی راہ سے جو ان پہاڑون مین پاتے ہین چشمون اور نہرون کے طور سے جاری ہوتے ہین اور یہہ بھی ہی کہ جو پانی کہ آسمان سے نازل
ہوتا ہی تو پہاڑون کے دباؤ کے سبب سے زمین اسکو جذب نہین کرسکتی اور پہاڑون کی چوٹیون پر جمع ہو رہتا ہی پھر آہستہ آہستہ نشیب کیطرف جاری ہوتا ہی
اور اسیواسطے نہرین اور چشمے پہاڑون سے جاری ہوتے ہین اور قرآن مجید مین جابجا چشمون اور نہرون کے ذکر کے ساتھ پہاڑون کا ذکر بھی آیا ہی اور یہ سب
تدبیرین اسواسطے فرمائی ہین کہ **مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ** کام چلانے کو تمھارے اور تمھارے چارپایون کے پس بقا اور معاش تمھاری سب
آسمان سے مربوط ہی اور حیات تمھاری مدد چاہنے والی اسکی حیات سے ہی پھر اپنے کو خلقت مین اس سے زیادہ محکم کسطور سے گمان کرسکوگے اور یہانپر
سمجھا چاہیے کہ دوسری آیتون مین سورۂ بقر اور سورۂ فصلت مین واقع ہوئی ہین زمین کی خلقت کو آسمان کی خلقت سے پہلے بیان فرمایا ہی بلکہ
پہاڑون کے قائم کرنے کو زمین پر اور القا کرنا برکت کا ساتھ پیدا کرنے قوتون کے زمین مین بھی سورۂ فصلت مین آسمان کی خلقت پر مقدم ہی اور وہ
جو کشاف والے اور دوسرے مفسرون نے کہا ہی کہ خلقت زمین کے جرم کی آسمان کی خلقت پر مقدم ہی اور بچھانا اور پھیلانا زمین کا آسمان کی خلقت کے
بعد ہی سو یہہ تقریر ٹھیک نہین جاتی کیونکہ سورۂ فصلت مین زمین کی تمام خلقت کو اور جو کچھ کہ اسمین ہی آسمان کی خلقت سے مقدم فرمایا ہی اور سورۂ بقرہ مین
بھی **خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ** زمین کی تمام مخلوقات کی تقدیم آسمان کے تسویہ پر دلالت کرتی ہی اسیواسطے
ایک جماعت علما کی اسبات کی طرف گئی ہی کہ خلقت آسمان کی زمین سے مقدم ہی مگر تسویہ آسمان کا زمین کے بعد ہی سو اس جماعت کو اس سورے
سے غفلت واقع ہوئی ہی کیونکہ اس جاے پر **فَسَوّٰىهَا وَاَغْطَشَ لَیْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا** فرمایا ہی اور بعد اسکے ارشاد کیا ہی **وَالْاَرْضَ بَعْدَ
ذٰلِكَ دَحٰهَا** پس تحقیق یہہ بات ہی کہ مراد دحو زمین سے کہ آسمان کے تسویہ کے بعد ہی مرتبہ قضا اور ایجاد ما فی الارض کا ہی اور زمین کو بطور باغ
کے مرتب کیا اور مراد خلقت سے **مَا فِی الْاَرْضِ مِنَ الْجِبَالِ وَالنَّبَاتِ وَالْاَقْوَاتِ** سورۂ فصلت اور سورۂ بقرہ مین ہی آسمان کی تسویہ پر مقدم
ہی سو ان چیزون کے اندازہ ... تقدیر کا مرتبہ ہی نہ بالفعل کی ایجاد کا تو ازانجا ہی کہ تکون معادن اور نباتات کا بلکہ کائنات الجو بھی اشعۂ آسمانی پر اور
اوضاع مختلفہ پر اس اشعے کے موقوف ہین کہ حرکات سے آسمان کی مربوط ہین اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ ثم اور بعد ذلک ان آیتون مین ترتیب کے
واسطے نہین ہین بلکہ ... کی گنتی کے واسطے ہین کہ بسبب کثرت عنایت کے رعایت پس و پیش کی ذکر مین نہین کرتے ہین جیسے کوئی شخص اپنے غلام سے کہے
کہ مین نے تجھکو فلانی فلانی ... مین کچھ تیری پرورش نہین کی پھر تجھکو اگلے مالک کے ہاتھ سے کہ تجھپر ظلم کرتا تھا نہین چھوڑایا بلکہ بعضون نے انمین سے
کہا ہی کہ بعد یہان پر ... کے واسطے ہی جیسے **ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا** مین ہی کہ بعد فک رقبہ کے اور دوسری عبادات مالیہ کے مذکور فرمایا ہی

ف بیان علماء اختلاف

اور زمین کا بچھانا آدمیون کے حق مین بہت بڑی نعمت ہو آسمانی نعمتون سے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے منقول ہو کہ بعد
یہان پر مع ذلک کے معنو مین ہو جیسے آیت عتل بعد ذلک زنیم مین اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہو کہ حقتعالےٰ نے پہلے زمین کو
بہت چھوٹا پیدا کیا اور اُسمین پہاڑون کی رگین پیدا کین اور ان رگون مین برکت دی کہ اُنکے سبب سے پانی کو اندر کھینچ لے اور چشمے جاری ہون
اور اندازہ کھانے کی چیزون کا مقرر کر دیا پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور آسمان ایک دھوین کے مانند تھا اُسکے سات آسمان بنائے پھر زمین
کو پھیلایا جسقدر کہ اب ہو اور اول پیدائش زمین کی کعبہ معظمہ کے مقام پر تھی وہین سے پھیلائی گئی ہو اسیواسطے اس خانہ مکرم کے حق مین دوسری
جاے پر فرمایا ہو ان اول بیت وضع للناس اور مکے کے شہر کو اسیواسطے ام القرےٰ کہتے ہین واللہ اعلم اور یہہ بھی سمجھہ لیا چاہیے کہ ان نعمتون کی تعداد
مین بعضے مکانون پر حرف عطف کا لائے ہین اور بعضے مکانون پر حذف کیا ہو سو اس نکتے کے دریافت کرنے کا قاعدہ یہہ ہو کہ جس مقام پر کہ پہلی نعمت
مجمل ہو اور اُسکی تفصیل منظور ہو تو عطف کے حرف کو وہان سے حذف فرمایا اسواسطے کہ مجمل اور مفصل اسمین ایک ہین حرف عطف کی گنجایش نہین
ممکن نہین جیسے والارض بعد ذلک دحٰها اخرج منها ماءها ومرعٰها اور جیسے بناها رفع سمکها فسوٰها اور جس جاے پر کہ پہلی نعمت کے
بیان سے فارغ ہوکر دوسری نعمت کا بیان کرنا مقصود ہو وہان پر عطف کا حرف لائے ہین چنانچہ اور سب آیتون مین مذکور ہوا اور جو دفع کرنے
کافرون کے شبہون کے کہ حیات اخروی مین بیان کرتے تھے فارغ ہوے اور وہ بات کہ مقصود تھی یعنے تفصیل نیکون اور بدون کے حال کی اور
امتیاز ہر ایک کا ان دونون طائفون مین اپنے حال کے اندر ادھورا رہ گیا تھا پھر تمام کرنے کو اس قصے کے رجوع فرماتے ہین کہ کتنے دل اس روز کی
دوبارہ زندگی کے سبب اور نفخہ صور کی آواز سننے سے مضطرب اور بیقرار ہو جائینگے اور ثمرہ بھی اُنکے اس اضطراب کا ظہور کریگا اور جس بلا سے کہ ڈرتے تھے
وہی واقع ہونیکی صورت پکڑیگی **فاذا جاءت الطامة الكبرىٰ** اس آنے سے مراد قرب کے لوگ مضطرب اور بیقرار ہو جاوینگے اور
ہر شخص کو اپنے حال کا اندیشہ علیکہ ہوگا کہ دیکھا چاہیے مجھسے آج کے دن اس مقام پر اس زندگی مین کس طرح کے معاملے سے پیش آتے ہین اور کیا کرتے ہین
اور جب دوسرا حادثہ آویگا کہ وہ بہت بڑا اور سب حادثون پر غالب ہو کہ مراد تجلی قہر الٰہی سے ہی مجازات کے واسطے اور حاضر کرنیکو عملون کے صحیفون کے
اور شاہدون کے اور ارواح اور ملائکہ کے اور نزدیک لانیکو دوزخ کے اُسکے موقف پر یعنے کھڑے ہونیکی جگہہ پر اور دھر پکڑ گنہگارونکی اور سوال اور
مجرمون کی سزا کیواسطے اور طامہ کا لفظ ماخوذ ہو طم سے کہ غلبے اور علو کے معنون مین ہو یقال فی المثل جری الوادی فطم علی القرىٰ یعنے جب نالہ
جاری ہوتا ہو تو گڑھے پر پانی غالب ہو جاتا ہو اور کبرىٰ تاکید پر تاکید اس حادثے کے غلبے اور علو پر ہو اور جزا اس شرط کی کہ حرف اذا کا مدلول ہو
فقط فاما من طغىٰ کا اپنے معطوف کے ساتھہ ہو اور جو یہہ حادثہ بالاصالت نوع انسانی کی مجازات کیواسطے واقع ہوگا اور آسمان کا پھٹنا اور زمین
کا تزلزل اور دوسرے حادثے محض اسکی تمہید اور توطیہ ہین پس واقع ہونا اس حادثے کا نہو سکیگا مگر **یوم یتذکر الانسان**
ما سعىٰ جس دن یاد کریگا آدمی اُن سب چیزون کو جو دنیا مین سعی اور تلاش سے کی تھین گویا کام کرنیکے بعد کہ جزا اسکی نہین دیکھی اور ثمرہ اُسکا
نہین چکھا تو بھول گیا تھا اب جو اُسکا بدلا آنکھون سے دیکھیگا تو اُن سب کامون کو یاد کریگا اور اپنے اعمالون کو اکٹھے کیے ہوے اور صحیفون مین بھی لکھے ہوے
دیکھیگا اور جو چیزین کہ اُسکے ذہن سے جاتی رہی تھین پھر اُسکے ذہن مین نقش جاوینگے اور قواے فلکیہ کے سرایت کرنے سے اُسکے مدرکہ اور خیال مین
ان عملونکی صورتون سے دریافت کریگا اور آسمان کے چیرنے اور زمین کے پھٹنے سے عالم مثال علوی اور سفلی کو دیکھیگا **وبرزت الجحيم**
اور کھول کر دکھائی جائیگی دوزخ **لمن يرىٰ** جو چاہے دیکھے اور سب آدمی اُسوقت دوزخ کے دیکھنے مین برابر ہونگے جیسے دنیا مین انبیا اور اولیا دوزخ کو
دیکھتے ہین اور عوام دوزخ کو نہین دیکھتے اس جہان مین یہہ تفرقہ نرہیگا پس زیادہ کرنا لمن یرىٰ کا اُسکے ظہور کی تعمیم کے واسطے ہو جیسے قد بین الصبح لذی
عینین یعنے ظاہر ہوئی صبح اس شخص کے واسطے کہ دو آنکھین رکھتا ہو ہرچند کہ یہہ حادثہ عظیم تمام محشر والونکو بجوہی دیکھیگا اور دیکھینگے قہر الٰہی کی نشانیون
کو دوزخ کی صورت سے نمودار ہونگی سب شریک ہونگے لیکن اثر اس غضب کا ہر کسی کو نہ پہونچیگا بلکہ لوگ اُسوقت میں دو فریق ہو جاوینگے **فاما من**

طَغٰی پھر جس شخص نے کہ دنیا مین سرکشی اور شرارت کی تھی یا اور اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدون سے تجاوز کیا تھا اور اکثر سرکشی اور شرارت کا
سبب دنیا کی محبت ہی اسواسطے حدیث شریف مین وارد ہوا ہی کہ حُبُّ الدُّنیا رأسُ کُلِّ خَطِیئۃٍ یعنے دنیا کی محبت جڑ ہی سب خطاؤن کی اور یہ طاغی
دنیا کی محبت کے مرتبے سے بھی بڑھ گیا تھا وَاٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا اور بہتر سمجھتا تھا دنیا کا جینا اور اسکی لذتون کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی پر اور اسکے
ثواب پر ترجیح دی تھی فَاِنَّ الْجَحِیْمَ ھِیَ الْمَاْوٰی پھر تحقیق دوزخ وہی ہی اُسکا ٹھکانا کیونکہ دوزخ مظہر ہی قہر الٰہی کا اور دوری
اور مہجوری کی صورت ہی اسکی جناب سے اور جو اس شخص نے غیر اللہ کو کہ دنیا تھی اللہ پر ترجیح دی تو اللہ تعالیٰ سے نہایت دور جا پڑا اور اسکا دیکھنا
دوزخ کو ایسا ہی جیسے چور کا دیکھنا جلاد کو یا سولی کو وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ اور جو شخص کہ دنیا مین ڈرا اپنے پروردگار کے
حضور مین کھڑے ہونے سے اور سمجھا کہ مجھے اُسکے حضور مین کھڑا ہونا ہی بس اسکی مقرر کی ہوئی حدون سے تجاوز اور سرکشی نچاہیے کرنا نہین تو وہان پر
روسیاہی حاصل ہوگی اور دنیا کی زندگانی کو کہ ایک سفر سے زیادہ نہین حق سبحانہ تعالیٰ کی مرضیات پر اور آخرت کے ثواب پر ترجیح دینا نچاہیے کہ
آخر کو کام اُسی سے ہی وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی اور روکا جی کو چاؤ سے یعنے خواہش نامشروع سے کہ اکثر دنیا کی ترجیح کا باعث
وہی نفس کی خواہش ہوتی ہی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰی پس تحقیق بہشت وہی مکان اُسکے لائق ہی اور شیخ ابوبکر وراق نے فرمایا
ہی کہ حقتعالیٰ نے دنیا اور آخرت مین کوئی چیز زیادہ بُری تر ہوا سے کہ مخالف حق کے ہو نہین پیدا کی ہی اور اسواسطے اہل طریقت کے نزدیک آدمی
اُسوقت بالغ ہوتا ہی کہ ہوائے نفس سے خلاص ہو جاوے چنانچہ عام لوگون کے عرف مین اُسوقت بالغ ہوتا ہی کہ محبت سے کھیل کود کی خلاص
ہو جاوے بیت خلق اطفال اند جز مست خدا ﴿ نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا ﴾ بس دیکھنا اسکا دوزخ کو اسطرح سے ہوگا جیسے تماشبین جلاد کو یا سولی
کو دیکھین کہ اور موجب فرحت اور خوشی کا ہو ہر چند کہ اس مقام پر حال بیان کرنا آدمیون کے دو فرقون کا منظور ہی کہ حشر کے دن انجام ہر ایک کا ان
مین سے ایک اور ہی رنگ رکھتا ہی لیکن مفسرون نے کہا ہی کہ ان دونون وصفون مین اشارہ ہی دو حقیقی بھائیون کے حال کیطرف قریش مین سے کہ
دونونکو انکے باپ کا مال بہت سا ہاتھ لگا تھا اور اُنکی ماں اُن پر نہایت پیاری تھی خوش خوراکی اور خوش پوشاکی مین انکے شب و روز مصروف رہتی تھی ایک
انمین سے کہ مصعب بن عمیر نام رکھتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کی صحبت مین حاضر ہو گئے تھے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے دنیا کی لذتین چھوڑ دی تھین اور راتون کو
تہجد گزاری مین بیدار رہتے تھے اور ہمیشہ روزے رکھتے تھے اور اچھا کھانا نہ کھاتے تھے کہ عورتون کی خواہش زیادہ ہو گی آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ واصحابہ وسلم کے فرمانے سے وہ مال و متاع اور دولت و حشمت چھوڑکر اور سارے گھربار سے جدا ہوکر غربت و کربت مین مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور قرآن
پڑھانے مین وہان کے لوگون کے مشغول ہوے اور جنگ اُحد کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نشان اٹھا کر کمال استقلال و جوانمردی اور آزادگی
کے ساتھ دنیا سے گئے اور شہید ہوے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ یہانتک کے انکے کفن کیواسطے سوا ایک لنگ کے کچھ میسر نہوا اور وہ بھی انکے قد کے برابر نتھی اگر
پانون چھپاتے تھے تو سر کھلجاتا تھا اور اگر سر چھپاتے تھے تو پانون کھلجاتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس لنگ سے انکے سر کو چھپاؤ اور انکے
پانوون کو خوشبودار گھاس سے کہ اسکو اذخر کہتے ہین چھپاؤ پھر لوگون نے ویسا ہی کیا اور دوسرا بھائی کہ جسکا نام عامر بن عمیر تھا شب و روز عیش و عشرت مین
مصروف تھا اور محرمات شرعیہ مین مستغرق اور ترک دنیا کیواسطے ہمیشہ اپنے بھائی سے اُلٹا جھگڑتا تھا اور دنیا کی محبت کے واسطے آنحضرت صلعم کی صحبت سے بھاگتا تھا
اور حاضر نہوتا تھا اور ایمان اور ایمان کے حکمونکو قبول نہین کرتا تھا یہانتک کہ جنگ بدر کے دن کافرون کے ساتھ مارا گیا اور کندۂ دوزخ ہوا اَعَاذَنَا اللّٰہُ
مِنْ سُوْءِ الْخَاتِمَۃِ اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کافرون کے سامنے قیامت کا احوال بیان فرماتے اور کہتے کہ دوزخ طاغیون اور سرکشون اور دنیا طلبونکی
جا ہی اور بہشت متقیون اور ڈروالون کا مقام ہی تو کافر پوچھنے لگتے کہ یہ سب تو قیامت کے بعد ہوگا پھر تم ہمکو بتاؤ کہ قیامت کب ہوگی اور اُسکے آنیکا کونسا وقت
ہی اللہ تعالیٰ نے انکے اس بیہودہ سوال پر خفگی فرمائی اور ارشاد ہوا کہ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ پوچھتے ہین تجھسے قیامت کے آنیکا وقت اَیَّانَ
مُرْسٰھَا کب ہوگا برپا کرنا اس قیامت کا اور کسدن سے وقت ہوگی حالانکہ یہ سوال انکا محض بیجا ہی کیونکہ آیندہ کی باتین بتانا تجھ تیرا کام نہین ہی کہ تجھے

ف اور مصعب بن عمیر

اس قسم کی باتین پوچھتے ہین یہہ تو نجومیون اور رمالون اور جفریون اور فال کے لکھنے والون اور کاہنون کا کام ہی تیرا کام تو احکام الٰہی پہونچا دینے کا ہی اور ڈرا دینا اللہ کے عذابون سے بغیر تعیین وقت کے فِیمَ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰیہَا تو کس بات مین ہی اس قیامت کا وقت بیان کرنے مین کیونکہ انبیا اور اولیا کا یہہ کام ہی آگے ہونے والی بات کے وقت کو بیان کر دیتے ہین سو محض اسواسطے کہ جب وہ بات اسی وقت ہو جاتی ہی تو لوگون کو انکی نبوت اور ولایت پر اعتقاد آجاتا ہی اور انسے اللہ کی راہ سیکھتے ہین اور ہدایت پاتے ہین جیسے ظاہری اطبا کہ بعضے وقت بطور تقدمۃ المعرفت کے مریض کے تغیرات مزاجی آئندہ کو بتا دیتے ہین اسواسطے کہ لوگونکو اس بات کے ظہور مین آنیکے بعد انکی طبابت پر اعتقاد آجاوے اور مخلوق انکے معالجے سے نفع اٹھاوین والا بیان کرنا آئندہ کے حادثون کے وقت کا نبوت اور ولایت کی شرطون سے نہین ہی چنانچہ بیان تقدمۃ المعرفت کا یعنے آگے کی بات پہچاننے کا بیان کچھہ طبابت کی شرطون سے نہین ہی اور ایک بات ہوتی ہی کہ اسمین تو فی الجملہ کچھہ فائدہ بھی ہوتا ہی اور قیامت کیوقت بیان کرنے مین کچھہ فائدہ بھی نہین کیونکہ اگر کسی کو بعد واقع ہونے قیامت کے انبیاؤن کی نبوت پر اعتقاد آیا تو کیا حاصل کہ ایمان کا وقت تو فوت ہو گیا اور اگر قیامت کے واقع ہونے کے قبل موافقت اسوقت بیان کیے گئے کی معلوم ہو نہین سکتی پس قیامت کے وقت کا ذکر ہرگز نبوت کے کام سے موافقت نہین رکھتا اور ان سب باتون کے ساتھہ خود یہہ علم بھی ایسا نہین کہ کسی بشر کا مدرکہ اسکا احاطہ کر سکے کیونکہ تمام حادثے کہ عالم مین واقع ہوتے ہین سو اسباب بھی ان حادثون کے عالم مین موجود ہین تو ان حادثون کے واقع ہونیکا وقت مقرر کر سکتے ہین اور یہہ کہہ سکتے ہین کہ جب یہہ اسباب جمع ہو وینگے اور یہہ موانع دور ہو جاوینگے جسوقت مین ہون تب خواہ مخواہ یہہ حادثہ واقع ہوگا برخلاف اس حادثے عام کے کہ تمام ارکانون پر اس عالم کے صدمہ پہونچاویگا اور اسباب مانند مسببات کے درہم برہم ہو جاوینگے پس اسکیواسطے ایک سبب ہی اس عالم کے اسباب کے ماسوا کہ بشر کے فکر کی حد وہان نہین پہونچتی ہی اسواسطے کہ جو شخص اس عالم مین اسی سوال کیا جاتا ہی باواسطہ یا بیواسطہ اسکو علم الٰہی کے حوالے کر دیتے ہین اور اسیواسطے فرمایا ہی اِلٰی رَبِّکَ مُنْتَہٰہَا تیرے رب ہی کی طرف ہی انتہا اسی قیامت کی اسواسطے کہ قیامت کے وجود کا سبب ارادہ ٹہری اسی ذات پاک کا ہی کہ عوض لینے کیواسطے بنی آدم کے گنہگارون کی طرف متوجہ ہوگا اور اس ارادے کے وقت کا جاننا کہ کب ہی اور بنی آدم کی برائیون کے اندازے کو معلوم کرنا کہ کتنی ہین اور کون برائی قابل سزا دینے کے ہی یہہ سب خاصہ اسی ذات پاک کا ہی تیرا کام اور دوسرے آدمیون کا نہین ہی کہ اس علم کو جان سکین مگر ایک طور سے کہ اگر اللہ تعالی کی طرف سے انکو یہہ علم عنایت ہوا اور وہ ہونیوالا نہین کیونکہ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ یَّخْشٰہَا نہین ہی تو مگر ڈرانیوالا اس شخص کا جو قیامت سے ڈرتا ہی اور یہانپر ایک شبہہ بیان کرتے ہین کہ ڈرتے کو ڈرانا کیا معنے جواب اسکا یہہ ہی کہ علم اجمالی کے سبب سے کہ ہر عاقل کو مجازات پر حاصل ہی یہہ جانتا ہی کہ دنیا مین مجازات واقع نہین ہو سکتا سو ایک اور عالم اسکے واسطے چاہیے پس خوف قیامت کا اسے پیدا ہوتا ہی اور انبیا اور مرسلین کا ڈرانا بیان کرنیسے مجازات کی تفصیل اور مضرات اور نافعات سے اس جہان کی ہی پس جو شخص کہ علم اجمالی مجازات پر نہین رکھتا انبیا اور مرسلین کے ڈرانیسے بے بہرہ ہی اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ مراد من یخشٰہا سے یہہ ہی کہ خوف آخرت کی استعداد کا بالقوۃ اسمین موجود ہی نہ یہہ کہ بالفعل ڈرتا ہی اور جو ڈرانیسے انبیاؤن کے سوا اُن لوگون کے کہ استعداد خوف کی رکھتے ہین فائدہ مند نہین ہوتے تو گویا انبیا اُنکو دوسرون کے ڈرانے کا منصب نہین ہی حاصل کلام کا یہہ ہی کہ ڈرنیوالے اور ڈرانیوالے کو سوال اس چیز کے وقت کا اصلا درکار نہین ہی جیسے کسی مسافر کو چورون کا ڈر ہو یا کوئی دوسرا اسکو قزاقون سے ڈراوے اور وہ پوچھے کہ مجھپر کس وقت پڑینگے جبتک اسکا وقت بیان نکریگا تب تک مین ہرگز یقین نکرونگا اور ظاہر ہی کہ اگر کافرون کا سوال قیامت کے وقت کا اس واسطے تھا کہ اگر وقت کا بیان کرینگے تو ہم ایمان لاوینگے پس یہہ صاف بیجا ہی کیونکہ بیان کا وقت اس صورت مین موجب ایمان کا ہوتا ہی کہ وقوع واقعہ کا موافق اسوقت کے ہووے اور اس سے پہلے بیان کرنا اور نکرنا وقت کا برابر ہی اور بعد واقع ہونے قیامت کے ایمان کا اعتبار نہین ہی اور اگر اسواسطے کہ اسکا بُعد اور قرب معلوم کر لین اگر دور ہو تو خاطر جمع سے بیٹھہ رہین اور اگر نزدیک ہو تو اسکی فکر کرین تو یہہ بھی بیجا سوال ہی کیونکہ قیامت قائم ہونیکے وقت یہہ مدت دراز جو گذری ہی انکو بہت تھوڑی معلوم ہوگی کَاَنَّہُمْ یَوْمَ یَرَوْنَہَا گویا کہ وہ لوگ جس روز کہ دیکھینگے نشانیان اس

قیامت کو تو جانینگے کہ اُنکے ٹھہرنیکی مدت دنیا مین نہایت تھوڑی تھی اور ایکروز کامل کو بھی نہین پہونچی تھی بلکہ ایسا گمان کرینگے کہ لم یلبثوا دیر نہین کی تھی دنیا اور برزخ مین الا عشیۃ مگر ایک عشا کہ آفتاب کے زوال سے غروب تک ہوتی ہے او ضحٰھا یا برابر اسکی ضحی کے کہ طلوع آفتاب سے زوال کے قریب تک اُسکا وقت ہوتا ہے اور تردد اُنکا عشا اور ضحی مین اسواسطے ہوگا کہ اگر عمر اُنکی مشقت اور رنج مین گذری تھی اور برزخ مین بھی عذاب مین گرفتار تھے اسواسطے اپنی بقاکی مدت کو آدھے عشا یعنے پچھلے آدھے دن کی برابر جانینگے کہ وہ ماندگی اور رنج کا وقت بھی ہے اور اگر اُنکی عمر راحت مین گذری تھی اور برزخ مین بھی چندان معذب نہین ہوے تو اپنی بقاکی مدت کو ضحے سمجھینگے اور بعضے علما نے کہا ہے کہ شروع رات دن کے دوریکا اکثر لوگون کے نزدیک جیسے ہنود اور یونانی وغیرہ ہین دوپہر دن سے ہے اور شریعت مین اول صبح سے اور جو اہل محشر منظور رکھینگے کہ اپنی بقاکی مدت کو آدھے دن سے بھی کمتر بیان کرین تو کہینگے کہ اگر شروع دن کا نصف النہار سے ہے تو ہمنے دیر نہین کی مگر برابر ایک عشا کے اور اگر ابتدا اول صبح سے ہے تو ہمنے دیر نہین کی مگر ایک ضحی اور ظاہر بھید مقدم ہونیمین عشا کے ضحے پر یہی ہے لیکن اضافت ضحی کی عشا کی طرف اس جہت سے ہے تاکہ آگاہی ہو اس بات کی طرف کہ بالکل دنیاکی مدت اُنکے گمان مین ایک روز کے برابر ہوگی چنانچہ دوسری جاپر اُنکی زبان سے فرمایا ہے کہ ان لبثتم الا یوما اور اپنے نوع کی بقا کا زمانہ دنیا مین اس روز کی ایکساعت کے برابر جانینگے نہ یہہ کہ عشا ایکدن کی اور ضحی دوسرے دن کی اور اگر عشیۃ و ضحے فرماتے اور اضافت ضحے کی عشیۃ کی طرف نکرتے تو اتحاد ایکروز کا بوجھا نجاتا اور احتمال ہے کہ معنی اس آیت کے اسطور سے ہون الا عشیۃ او ضحٰھا ای ضحی مع العشیۃ اور حاصل یہہ کہ اپنی دنیاکے باقی رہنے کی مدت مین تردد کرینگے کہ آدھا روز تھا یا سارا روز چنانچہ دوسری جاپر انھین کی زبان سے نقل فرمائی ہے کہ لبثنا یوما او بعض یوم فاسأل العادین واللہ اعلم

سورۂ عبس

یہہ سورۃ مکی ہے اسمین بیالیس آیتین اور ایکسو تئیس کلمے اور پانسو پینتیس حرف ہین اور اس سورہ کا ربط سورۂ والنازعات سے کئی طور سے ظاہر ہے اول تو یہہ کہ آخر مین سورۂ والنازعات کے انما انت منذر من یخشٰھا فرمایا ہے اور اس سورے مین عتاب اور خطاب ہے ترک کرنے پر اس منصب کے لوازمات کے کہ اما من جاءک یسعی وھو یخشی فانت عنہ تلھّی دوسرے یہہ کہ اس سوریکا قصہ اُس سورے کے قصے سے تقابل رکھتا ہے وہانپر ایک پیغمبر جلیل القدر کو کہ حضرت موسے علیہ السلام تھے روبرو ایک بادشاہ صاحب اقتدار کے بھیجا اور اُسکی خوشامد کا حکم فرمایا فقل ھل لک الی ان تزکی اور یہانپر ایک فقیر اندھے خاکسار کو آگے خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے اور اُسکی خاطرداری کا حکم ہوا اور اغنیا اور ثروت والون سے توجہ کرنے پر عتاب فرمایا وہان حضرت موسی علیہ السلام بطور آرزو کے کہتے تھے ھل لک الی ان تزکی اور یہان حق جل و علی امیدوار کرتا ہے کہ لعلہ یزکی اور اُس بادشاہ کو طغیان اور سرکشی سے وصف فرمایا اور اس فقیر کا خوف و خشیت سے وہ بادشاہ جبار اپنے مکان پر تھا اور پیغمبر کو اُسکے پاس جانیکا حکم ہوا کہ اذھب الی فرعون اور یہانپر وہ فقیر خود دوڑا چلا آتا ہے کہ اما من جاءک یسعی تا معلوم ہو کہ کاروبار انبیا کا تمام تابعداری اور فرمانبرداری ہے جسطرح سے ارشاد ہوتا ہے اسیطرح سے بجالاتے ہین اگر اغنیا اور سرکشون کی ملاقات کا حکم ہوتا ہے تو بسرو چشم ادا اگر فقیرون خاکسارون کی تعظیم اور توقیر کو ارشاد ہوتا ہے تو علی الراس والعین نہ تابعداری اور فرمانبرداری سے فقیرون کی خوشدل ہوتے ہین اور نہ سرکشی اور جباری سے متکبر و تنگدل فرعون کو دیکھا چاہیے کہ کس صفت سے موصوف ہوا کہ ثم ادبر یسعی پھر پیٹھ پھیر کر راہ حق سے بھاگتا تھا اور اس مسکین اندھے کو غور کیجیے کہ کسطور سے آتا ہے جاءک یسعی یعنے حق کی طرف منہہ کرکے دوڑتا ہے تیسرے یہہ کہ ان دونون سورتون مین دھڑکے قیامت کے دن کے اور تکلیفین اس روز کی ایک ہی طور پر مذکور ہین جیسے اس سورے مین فاذا جاءت الطامۃ الکبری یوم یتذکر الانسان ما سعی الی اخرھا فرمایا ہے اور اس سورے مین فاذا جاءت الصاخۃ یوم یفر المرء من اخیہ الی الاخر ارشاد ہوا ہے چوتھے یہہ کہ تعداد اللہ تعالی کی نعمتون کا درست کرنیمین آدمی کی معاش اور خلقت کے اور اُسکے اصول کے بھی ان دونون سورتون مین

مناسبت قریب اتحاد کے رکھتے ہین گویا دونون ایک ہین اور اُس سورے مین اخرج منہا ماءہا ومرعٰہا متاعا لکم ولانعامکم مذکور ہی اور اِس سورے مین وفاکہۃ وابا متاعا لکم ولانعامکم اور اُس سورے مین خلقت آسمان کی اور رات و دن اور زمین اور پہاڑون کی بیان فرمائی ہی اور اِس سورے مین خلقت آدمی کی نطفے کی حالت کے وقت سے تا دمِ مرگ ارشاد ہوئی اور پہلے اسبابِ کہ سبب اِس سورے کے نازل ہونیکا مذکور ہو تمہید ایک مقدمے کی ضرور ہے اول سمجھ لیا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوبون مین کہ انکو ہدایت اور ارشاد کے کام کے واسطے چن لیا ہی اور درمیان مین سب لوگون کے جنسیت مین اوصاف بشریت کے اور صفات نفس کے کچھ فرق نہین ہوتا بلکہ فرق اِس جہت سے ہی کہ محبوبون کو خود تربیت فرماتے ہین اور جب کبھی کوئی صفت نفس کی صفاتون مین سے اُنسے موافق مقتضاے جبلت بشری کے کچھ ظاہر ہوتی ہی اور اپنی خودی سے کوئی حرکت کر بیٹھتے ہین کہ موجب نورِ حق کے احتجاب کا ہو تو جلد تادیب اور عتاب سے آگاہ کر دیتے ہین اور اسکا تدارک فرماتے ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسبات کی طرف اشارہ فرمایا ہی کہ ادبنی ربی فاحسن تادیبی وعلمنی فاحسن تعلیمی تو یہانتک کہ اول تخلق باخلاق الٰہیہ انکو حاصل ہو کہ مرتبے وصول کو اور فناے نفس کو لازم ہی اور بعد اسکے تحقق ساتھ اُن اخلاق کے میسر ہو کہ مرتبہ بقا کے تابع ہی اور اسکو حالت استقلال اور تمکین کی رکھتے ہین پس صادر ہونا اِس قسم کی حرکتون کا آنحضرت صلعم سے کچھ اُس جناب کے مرتبے اور منصب کے منافی نہین بلکہ تادیب اور عتاب الٰہی اُن حرکات پر عین دلیل ہی اِس منصب اور اُس رتبۂ عظیم کی اور جو یہہ مقدمہ تمہید کیا گیا ہو اتو سمجھ لیا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایکروز مسجد الحرام مین تشریف رکھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کئی ایک سردار قریش کے جیسے عتبہ اور ربیعہ شیبہ کے بیٹے اور ابوجہل ہشام کا بیٹا اور حضرت عباس عبد المطلب کے بیٹے اور دوسرے رئیس بیٹھے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکو دین اسلام کی خوبی اور بت پرستی کی برائی سمجھاتے تھے اور کمال توجہ سے انکے ساتھ باتون مین مشغول تھے کہ اتنے مین ایک اندھا یعنے عبد اللہ بن شریح بن مالک بن ربیعہ زہری کہ انکو ابن ام مکتوم بھی کہتے تھے اسواسطے کہ مکتوم اندھے کو کہتے ہین اور اُنکی ماکو ام مکتوم کہا کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسوقت کئے نہیسے ناخوش ہوئے اور جانا کہ یہہ شخص نابینا ہی مجلس کے رنگ ڈھنگ تو جانیگا نہین بیمحل اور بیموقع کلام کریگا اور بات مین بات کر بیٹھے گا اور یہہ جو مین اِن سردارون سے باتین کر رہا ہون اور دعوت اسلام کی کرتا ہون ناتمام رہجاویگی آخر اُس نابینا نے کچھ مجلس کے پس وپیش کا خیال نہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آکر بیٹھا اور کہنے لگا کہ مجھکو کلام اللہ کی فلانی فلانی سورت سکھلاؤ اور میری طرف کو توجہ فرماؤ کہ مین بغیر رہبر کے بڑی محنت اور مشقت سے پوچھتا پوچھتا آپ تک آیا ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سردارون کی خاطرداری کے واسطے کچھ جواب ندیا اور فرمایا کہ ٹھہر وہ نابینا تھوڑی دیر تو ٹھہرا پھر اُسی طرح سے کہنے لگا یہانتک کہ کئی بار یہہ مقدمہ اسی طور سے ہوا آخر اُسکی اِس حرکت بیجا کے سبب سے کہ اُن سردارون کی تنگدلی اور رنجش کا باعث تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چین بجبین ہوئے اور چہرۂ مبارک پر آثار خفگی کے نظر آنے لگے اور اپنا مُنہ اس نابینا کی طرف سے پھرا کر اُن سردارون کی طرف متوجہ ہوئے بس اسی حال مین یہہ سورت نازل ہوئی اور اِس معاملے پر سخت خفگی اُتری اور روایت کیا گیا ہی کہ جون جون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِن آیتون کو جبرئیل علیہ السلام کی زبان سے سنتے تھے تون تون رنگ مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف سے زرد ہوتا جاتا تھا یہانتک کہ جب کلا انہا تذکرۃ کو زبان سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی سنا تو خوش ہوئے اور وہ خوف دل سے کم ہوا اور رنگ ٹھکانے آیا اور سمجھا کہ یہہ خفگی فقط نصیحت کے واسطے ہی مہربانی اور عنایت کی راہ سے کچھ غضب کی راہ سے نہین ہی بعد اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس نابینا کے گھر کو جو مایوس ہو کر چلا گیا تھا تشریف فرما ہوئے اور عذر کیا اور اُسکو ہمراہ لیکر دولتخانے کو تشریف لائے اور اپنی چادر مبارک بچھا کر اُسکو اُسپر بٹھایا پھر جب کبھی وہ نابینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مین آتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسکی نہایت تعظیم وتکریم کرتے تھے اور ارشاد فرماتے کہ مرحبا بمن عاتبنی فیہ ربی یعنے خوش آیا تو وہ شخص ہی جسکے واسطے میرے پروردگار نے مجھکو عتاب فرمایا اور جسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس نابینا کو دیکھتے تو فرماتے تھے کہ اگر تیری کچھ حاجت یا کام ہو تو کہہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس نابینا کو دو بار مدینہ منورہ مین اپنے قائم مقام امام نماز کا مقرر کر کے تشریف فرما ہوئے ہین

اور انس بن مالک نے ایک عجیب احوال اُس نابینا کا روایت کیا ہی کہ مینے اسکو قادسیہ کی لڑائی مین دیکھا زرہ پہنے اور ایک تازی گھوڑے پے سوار اور آگے آگے اسکے ایک سیاہ نشان تھا اور باوجود اس نابینائی کے کافرون کی صفون پر حملے کرتا تھا اور یہہ بھی روایت کیا گیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قصّے کے بعد کسی فقیر سے چین بجبین نہین ہوئے اور کسی دولتمند سے تملق اور مدارت نہین کی اور اس مقام پر مفسرون کو اس خفگی اور عتاب ہونیکے مقدمے مین بڑا اشکال ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملے مین کوئی ایسی بات کہ خلاف قواعد شرعیہ کے ہو عمل مین نہین آئی پھر اسقدر خفگی اُنپر کس واسطے فرمائی کیونکہ شرع کا قاعدہ ہی کہ عام نفع مقدم ہی خاص نفع پر پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کو جو اُن سردارون کو کرتے تھے قرآن سکھانے پر اس نابینا کے اسواسطے مقدم رکھا کہ اُنکے اسلام لانے مین سارے شہر مکے کے اسلام لانیکی توقع تھی کہ الناس علی دین ملوکہم اور تعلیم کرنے مین قرآن کی سورتون کے اس نابینا کو خاص اس نابینا ہی کے واسطے فائدہ تھا اور پس دوسرے یہہ کہ اسلام کی دعوت مقدم ہی قرآن سکھانیسے کیونکہ وہ اصل ہی اور یہہ فرع اور فقہا کے نزدیک یہہ بات ٹھہر چکی ہی کہ اگر کوئی شخص کسی کے پاس آوے اور کہے کہ مجھکو اسلام کی تعلیم کر اور دوسرا شخص اسیوقت کہے کہ مجھکو قرآن پڑھا یا کچھہ ارشاد اور نصیحت کی خواہش کرے تو اسوقت اسلام کی تلقین کو مقدم کرنا چاہیے کہ اسکے دیر کرنے مین بڑا نقصان ہی اور باتون مین دیر کرنیکی نسبت سے کیونکہ کافر کی حالت اپنی مرض روحانی کے مبتلا ہونے مین کہ کفر ہی سرسام والے کے مانند ہی کہ ذرا سی غفلت اور سستی مین علاج کے درجے سے گذر جاتا ہی اور اس شخص کی حالت جو مسائل شرعیہ یا قرآن پڑھنا نہین جانتا مانند اُس مریض کے ہی کہ مرض اُسکا چندان سخت نہین آہستہ آہستہ تدارک اُسکا ہوسکتا ہی اور ترش روئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ اُس نابینا کی حرکات نا ملائم کے سبب سے ظاہر ہوئی تھی دو جہت سے خفگی کے قابل نہین تھی اول تو یہہ کہ یہہ تغیر بے اختیاری ہی اختیاری نہین پس اس قسم کے کامون کی تکلیف دینا تکلیف مالایطاق کی قسم سے ہی دوسرے یہہ کہ نابینا کے سامنے ترش رو ہونا اور مُنہہ پھیر لینا یا کشادہ پیشانی ہونا اور اسکی طرف رخ کرنا برابر ہی کیونکہ وہ کچھہ دیکھتا نہین ہی کہ اسکو ترش روئی کا رنج ہو اور ان سب سے علاوہ یہہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُسوقت تک جناب الٰہی مین اس فعل کا ناپسند ہونا بھی معلوم تھا اسواسطے کہ ممانعت اُسوقت تک اس فعل کی نازل نہین ہوئی تھی پس ابتدا نہی مین اسقدر خفگی کا کیا محل تھا جواب اس اشکال کا یہہ ہی کہ شعر کار پاکان را قیاس از خود مگیر + گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر ہر چند کہ وہ نابینا چہرۂ مبارک کے تغیر کو نہ دیکھتا تھا لیکن دوسرے لوگ تو دیکھتے تھے اور اغنیا کی خاطر داری اور فقرا کی طرف سے بے پروائی دریافت کرتے تھے حق تعالی نے اپنے محبوب کے حق مین اتنی تہمت کو بھی پسند نہ رکھا اور یہ ارادہ کیا کہ ظاہر و باطن میرے محبوب کا میری رضامندی ڈھونڈھنے مین مصروف رہے اور ہرگز کسی کو میرے محبوب کی طرف ریا کی تہمت کا گمان بھی نہ رہے اور یہہ بھی ہی کہ نفوس قدسیہ کو چاہیے کہ سیکھنے والے کی استعداد کے موافق فیض اور فائدہ پہونچانا منظور رکھین اور کام کے انجام پر نظر کرین کہ بہت سے فقیر خاکسار اپنی استعداد عالی کے سبب سے شمع اور چراغ عالم کا ہوئے ہین پس قوت استعداد سے شاگرد کی اُمیدوار عام نفع کا چاہیے رہنا اور کثرت پر تابعدارون کی کہ بالفعل اغنیا کو حاصل ہی فریب کھانا ظاہر بینون اور ناواقفون کا کام ہی جو استعداد نفوس کے مراتب کو نہین جانتے ہین اور یہہ بھی ہی کہ اس نابینا کو فائدہ ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض صحبت سے یقینی امر تھا اور ان سردارون کا فائدہ اُٹھانا دعوت اسلام سے پھر فائدہ اُٹھانا شہر والون کا اُنکی پیروی سے ایک خیالی بات تھی اور موہوم بات کو معلوم پر ترجیح دینا خوب نہین اور کُنہہ بات کی یہہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حرکت گناہ اور خلاف شرع ہونیکا لگاؤ بھی نہین رکھتی تھی لیکن محبوبون کے فقط گناہ سے بچنے پر اکتفا نہین کرتے ہین بلکہ اُن سے تخلق باخلاق الٰہی چاہتے ہین جیسے شفیق باپ اگر کوئی بات اپنے فرزندون سے خلاف اپنی وضع اور آئین کے دیکھتا ہی گو کہ وہ مشروع اور اچھی ہو غصہ کرتا ہی چنانچہ بادشاہ اپنے فرزندون کے واسطے نہین چاہتے کہ صلحا اور مشائخون کی طرح سے مسجدون مین معتکف ہون یا گوشہ گیری اختیار کرین اور مشائخ اور صلحا نہین چاہتے کہ ہماری اولاد سپاہیون اور نوکری پیشون کے مانند تلاش معاش مین مشغول ہون گو کہ وجہ حلال سے ہو وعلی ہذا القیاس پس یہہ عتاب اور خطاب کچھہ گناہ اور

اور تقصیر پر نہین ہو کہ وجہ اسکی بے گناہی کی صورت مین مشکل ہو جاوے بلکہ یہہ تو اس قسم سے ہو جیسے والدین کی تربیت اپنے فرزندون کے واسطے ہوتی ہو سو وجہ اسکی ظاہر ہو اور وجہ اسکی نام ہونے کی ساتھہ عبس کے یہہ ہو کہ خفا ہونے کا اس ذات پاک کے ایسے نبی عظیم القدر پر اسباب پر کہ ادنے سے ادنے شاگرد سے مُنہہ پھرایا اور امیرون کی طرف متوجہ ہونے نام ایک سورے کا قرآن مجید کے سورون سے ہوا اور مدتون اور قرنون تک عنایت اور مہربانی اللہ تعالی کی شاگردون اور طالبعلمون پر پیش نظر ہر مسلمان کے خصوصًا مرشدون اور معلمون کے ہو کہ فقط اس سورے کا نام سنتے ہی وہ قصہ اُنکو یاد آئے اور عبرت پکڑین اور یہہ بھی ہو کہ کمال محبوبیت اس پیغمبر کی حضور خداوندی مین ثابت ہو کہ اسقدر تغیر چہرے کو اُنکی اتنا شاق جانا کہ باربار قاریون اور پڑھنے والون کی زبان سے یاد فرماتے ہین اور اسکی خبر دیتے ہین اور اس کلام کو کہ اسمین یہہ قصہ مذکور ہی اسطور سے شروع کیا جیسے کہ عاشق شیدا اپنے محبوب کے معاملہ نامرغوب کو شاق جان کر اس معاملے کے وقت اور مکان کا بھی پتا اس معاملے کے ساتھہ بتاتا ہی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَبَسَ تیوری چڑھائی پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور اسقدر پر بھی اکتفا نہ کی بلکہ **وَتَوَلّٰی** اور مُنہہ موڑا **اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی** اس سے کہ آیا اُس پاس اندھا اور مفسرین کا اختلاف ہی اسبات مین کہ نابینا کا آنا کسواسطے اس جاے پر مذکور فرمایا بعضے کہتے ہین کہ محض بیان واقع کا ہی اور بعضے کہتے ہین کہ کثرت عتاب کے واسطے ہی کہ ہمنے اس پیغمبر کو رحمۃ للعالمین کیا اور مخلوق کی ہدایت کے واسطے بھیجا اور زیادہ تر لائق رحمت کے ضعیف اور فقیر اور اندھے ہین اور مستحق رہنمائی کے اندھے ٹھہرا کر دہین پس اس قسم کے لوگون سے مُنہ پھرانا پیغمبری کے مرتبے سے نہایت بعید ہو مثال اُسکی ایسی ہی جیسے ایک شخص اپنے خادم کو فرماوے کہ جو راہ بھولے اُسکو بتادیا کر اور وہ خادم دیکھنے بھالنے والون کو راہ بتاوے اور اندھے دھندے کی طرف التفات نکرے اور بعضون نے کہا ہو کہ کمال خفگی کے سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کو اس کلام مین مخاطب بھی نہ فرمایا کیونکہ اسوقت آنحضرت اللہ تعالی کی مرضی سے غائب ہو گئے تھے اگرچہ اسکے بندون کو اسکی طرف بلاتے تھے لیکن حضور حق سے غائب کے حکم مین قرار دیا ہی اسواسطیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوقت حضور حق کے طالبعلمون کے مطلب سے غفلت کی تھی اور غائب کو خطاب لائق نہین ہی پھر جب گلہ شکوہ کرنا شروع ہو گیا تو اچھی طرح سے دھمکانیکے واسطے خطاب فرمایا جیسے کوئی شخص کہ اول اپنے گنہگار بندے کی شکایت لوگون کے سامنے کرتا ہی اور اسکو کمال خفگی کے سبب سے مخاطب نہین کرتا پھر جب شکایت کے وقت جوش مین آجاتا ہی تو خطاب اُس بندے کیطرف شروع کرتا ہی اور جو یہان پر دوسرا کوئی مخاطب تھا کہ اُنکی شکایت اُنکے سامنے بیان فرماتے تو اول شکایت اُنکی اُنھین کے سامنے بطور غیبت کے بیان فرما کے پھر خطاب عتاب آمیز شروع کیا تاکہ اشارہ اسطور کیطرف ہو اور شدت خفگی کی معلوم ہو اور محققین نے کہا ہو کہ اس قصے کا لانا تمہید عذر کے واسطے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس معاملے مین کہ اس نابینا کی ساتھہ کیا اور یہہ نہایت رحمت اور محبت کا مقتضا ہی کہ عین عتاب مین اُنکا عذر بھی بیان فرماتے ہین جیسے کوئی شفیق باپ شکایت نامناسب اپنے بیٹے کی لوگون کے سامنے کرتا ہی اور عین شکایت مین اپنے بیٹے کا عذر بھی بیان کیے جاتا ہی تاکہ لوگ جانین کہ یہہ لڑکا قابل خفگی کے نہین ہی اور اِن کامون کے کرنے مین معذور ہی لیکن یہہ شفقت پدری کا کمال ہی کہ اُسکے حق مین اسقدر پر بھی راضی نہین ہی اور چاہتا ہی کہ تربیت اُسکی کمال کے درجے کو پہونچا دے اور وجہ عذر کی یہہ ہی کہ گویا یون ارشاد ہوتا ہی کہ حسن خلق اس پیغمبر کا اصلا اس بات کو نہین چاہتا تھا کہ فقیرون محتاجون سے کہ طلب حق کی کرتے ہین اور دین کی راہ ڈھونڈھتے ہین اسطور سے پیش آوے لیکن اس پیغمبر نے جانا کہ یہہ شخص نابینا ہی مُنہہ پھرانے مین اور توجہ نکرنے مین اور ترش روئی اور خندہ روئی مین امتیاز نہین کر سکتا ہی تو اسکی بیجا حرکتون کے سبب سے تیوری چڑھائی اور مُنہہ موڑا اور اپنی جان کو زور سے اس عمل سے روکا اور بسبب کمال رحمت اور عنایت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس مقام مین حذف کر کے فعل غائب کو فاعل سے خالی لائے ہین تاکہ صریح نسبت اس فعل کی اس محبوب کی طرف نکریں گویا اسطور سے ارشاد ہوتا ہی کہ تیوری چڑھائی اور مُنہہ موڑا ایک تیوری چڑھانیوالے اور مُنہہ موڑنیوالے نے اور اگر خطاب کا لفظ فرماتے تو اس فعل کی نسبت صریح اس محبوب کیطرف سمجھی جاتی اور وہ کمال رحمت اور شفقت کے خلاف ہی پس عین شکایت اور عتاب

لطف اور محبت کے مراتب کی رعایت کیسے چلے جاتے ہین اور بعضون نے کہا ہو کہ اندھے کی تعلیم مشکل ہو کیونکہ وہ فقط یاد کرنے ہی پر اکتفا کرتا ہو مراجعت
طرف مکتوب کے اُس سے ممکن نہین پس عذر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس نوع سے ارشاد ہوا کہ تونے اُس نابینا کو کم استعداد جان کر اُسکی تعلیم سے
منہہ پھرایا حالانکہ آنکھون کا اندھا پا موجب اس منہہ پھیرانے کے نہین بلکہ دل کا اندھا پا موجب اس منہہ پھیرانے کے ہو اور وہ امیر اور سردار ہیں کہ دل کے اندھے تھے
پس تمکو یہہ لائق تھا کہ اُنسے منہہ پھیرتے نہ اس آنکھون کے اندھے سے کیونکہ شاید کہ یہہ اندھا بینا دل ہو **وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّهُ يَزَّكَّى** اور کیا جانتا ہے
تو شاید کہ وہ اندھا پاک ہو جاوے اور آئینہ اُسکے دل کا ایسا صاف ہو جاوے کہ کچھہ آنکھون والے مو غیبیہ اور کشفیہ سے نہین دیکھہ سکتے ہین وہ دیکھے اور مقتدا
ایک عالم کا بنجاوے اور وہ ایک اندھا ہزارون آنکھیارون سے بہتر ہو جاوے اسواسطے کہا گیا ہو بیت فدای کوری خفاش چشم بینائی + کہ ہیچ زرخ
آفتاب نیم شبی ست **أَوْ يَذَّكَّرُ** یا وہ نابینا نصیحت قبول کرے اور اگرچہ صیقل قلب کے مرتبے کو نہ پہونچے لیکن قرآن کے معنے اور امر و نہی اسکی اسکے ذہن مین
ایسے قائم ہو جاوینگی کہ وہم و خیال اسمین آمیزش نکریگا **فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرَى** پس نفع دے اُسکو یہہ نصیحت پکڑنا کہ اُسکے سبب سے عمدہ عمدہ منفعتین
دین کی حاصل کرے اور ضرر پہونچانے والی چیزون کو دفع کرے اور لطیفہ اُسکی عقل کا روشن ہو جاوے اور ہزارون آنکھیارون سے بہتر ہو جاوے اور
عالم ربانی بنجاوے جیسے کہ اول شق مین لطیفہ قلب اسکا صاف ہو کر مرتبہ ولی صاحب کشف اور عرفان کا حاصل ہوا اور جو حاصل ہونا ایک شق کا بالخصوص
اس اندھے کے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور دوسرے احوال دیکھنے والون کو اسکے یقینی معلوم نتھا تو اس مضمون کو کلمے سے اَو کے کہ دلالت
شک اور منع خلو پر کرتا ہو ارشاد فرمایا لیکن اُس نابینا کے کمال شوق اور کثرت حرص سے فیض حاصل کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے اور
اسکی تلاوت پر قرآن کی اور تامل کرنے سے اُسکے معنون مین اسقدر یقین تھا کہ آخر کچھہ ہو رہیگا اور ان دونون مرتبون سے محروم مطلق نرہیگا اور
کشاف والا بھی کلمہ اَو کے مدلول سے متنبہ ہو کر اپنی تفسیر مین بطور سوال کے لایا ہو کہ پاک ہونے سے زیادہ کونسا نفع پند کا متوقع ہو اور جواب لکھا ہو
کہ پاک ہونا عبارت ہو پرہیزگاری اور گناہون کے بچنے سے اور نفع کرنا نصیحت کا عبارت طاعت اور بندگی کے کامون سے ہو کہ اُنکے سبب سے ثواب حاصل ہونیکی
امید ہو اور ثواب منفعت دائمی ہو لیکن اس بات پر اسکی ایک ایراد کی ہو کہ حاصل ہونے سے علم کے دونون چیزین حاصل ہوتی ہین گناہون سے بچنا بھی اور
عمل طاعت کا بھی پس یہہ مقام تھا واو کے حرف لانے کا نہ اَو کے حرف لانے کا جواب مین اس ایراد کے کہا گیا ہو کہ طالبعلم کو یقینی معلوم نہین ہو کہ کیا سنیگا
اگر نہی سنیگا تو گناہ سے باز رہیگا اور اگر امر سنیگا تو بندگی مین زیادہ ہوگا اور اگر دونون سنیگا تو دونون کام کریگا پس استعمال کو حرف اَو کے
کہ منع خلو کے واسطے ہو نہ منع جمع کے واسطے ایک وجہ پیدا ہوئی اور حق وہی بات ہو جو پہلے مذکور ہوئی **أَمَّا مَنِ اسْتَغْنَى** مقرر جو شخص کہ
بے پروائی کرتا ہو تیرے ارشاد سے بلکہ تیری راہ سے اور اپنے مال و جاہ پر ریجھہ رہا ہو **فَأَنْتَ لَهُ تَصَدَّى** پس تو اُسکی
ہدایت کیواسطے تصدیع کرتا ہو اور شوقین شاگردون سے منہہ پھیرتا ہو اس خیال پر کہ بے پروا کو طالب اور شوقین اس راہ کا چاہیے کرنا اور اُسکے حال پر
متوجہ ہونا چاہیے اور شوقین طالب کو اُسکا شوق ہی راہ پر لے آویگا آخر مطلب کو پہونچ رہیگا **وَمَا عَلَيْكَ أَلَّا يَزَّكَّى** اور تجھپر الاہنا نہین اس بات کا
کہ وہ بے پروا پاک نہو کیونکہ تیرا کام تو احکام الٰہی پہونچا دینے کا ہو اور تربیت مستعدون شوقین کی کرنا اور وہ مستغنیون کے یعنے بے پرواؤن کی قبول اور
ناقبول کرنیکی صورت مین تجھکو حاصل ہو **وَأَمَّا مَنْ جَاءَكَ يَسْعَى** اور مقرر جو شخص کہ تیرے پاس دوڑتا آتا ہو محنت اُٹھاکر
جیسے وہ نابینا کہ ہاتھہ پکڑنے والا بھی نہین رکھتا تھا اور جا بجا ٹھوکرین کھاتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مین پہونچتا تھا **وَهُوَ
يَخْشَى** اور وہ ڈرتا ہو اول تو خدا تعالےٰ سے تاکہ مرضیات سے اُسکی دور نہ جا پڑے اور منہیات مین مبتلا نہو جاوے اور یہہ خوف طلب
کرنیمین علم کے اور حاضر ہونے مین تیری صحبت کے موجب اُسکے شوق کا ہوتا ہو پھر راہ مین کافرون کی ایذا سے ڈرتا ہو کہ مبادا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس جانے سے اُسکے مطلع ہو جاوین اور ایذا دین پھر گرنے اور ٹھوکرین کھانے سے ڈرتا ہو اور جب تیری حضور مین آتا ہو تو اپنے سبق کا وقت فوت ہونے سے
ڈرتا ہو کہ مبادا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی شغل درپیش ہو جاوے اور مین محروم رہون **فَأَنْتَ عَنْهُ تَلَهَّى** پھر تو اُس سے منہہ پھیرکر دوسرون کیطرف مشغول ہوتا ہو

اور اُسکے حال کیطرف مشغول نہین ہوتا کو بلکہ فائدہ کلّی اسی بات مین دیکھتا ہی تو کہ بے پرواؤن اور بھاگنے والونکو تابع کرے اور راہ پر لاوے اور مشتاقون اور سچے
طالبون کو تاخیر اور درنگی سے کمال شوق مین مضطرب رکھے **كَلَّا** بعد اُسکے ایسا نکر کیون کہ **اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ** تحقیق یہ آیات قرآنی خداکے
اور اُسکے نامون کے اور اُسکی صفتون اور افعال اور احکام اور اُسکی جزاؤن کے یاد کرنیکے واسطے ہین تاکہ لوگون کو راہ معرفت اور عبادت اور محبت اور خوف
مین جا کی کھل جاوے اور اللہ کی راہ پر چلنا اختیار کرین اور اس بات مین چاپلوسی اور التجا اور زاری مفید نہین بلکہ اختیار دل کا اور رغبت طبیعت کی درکار ہی
فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ پھر جو شخص کہ خواہش صادق رکھتا ہی پڑھے اس قرآن کو کہ حقیقت مین ذکر اللہ ہی اور ذکر الٰہی بغیر دل کی رغبت کے اور صدق
ارادت کے مفید نہین اور وجہ تانیث کی ضمیر ہونیکی اِنَّهَا مین اور تذکیر کی ذَكَرَهٗ مین باوجود اس بات کے کہ مرجع واحد ہی یعنی قرآن یہ ہی کہ تذکرہ ہونا
قرآن کا باعتبار آیتون کے اور اُسکی سورتون کے ہی کہ ہر ایک علٰحدہ علٰحدہ مضمون رکھتی ہین بعضیون مین بیان اسما اور صفات کا ہی اور بعضیون مین بیان احکام اور
شریعتون کا اور بعضیون مین وعدہ وعید اور ذکر ہونا قرآن کا باعتبار اُسکی وحدانیت کے ہی کہ تمام قرآن اسمین برابر ہی اور مضامین کے اختلاف کو ذکر ہونے
مین اُسکے کچھ دخل نہین اس واسطے کہ کسی مضمون کا ہو کلام الٰہی ہی اور متصل ہونا کلام کا متکلم سے اقوی اور اشد ہی متصل ہونے سے نام کے نام والے سے
اور جو التفات کہ کسی کا نام لینے کے وقت اُسکی طرف حاصل ہوتا ہی اُس سے بہت کم ہوتا ہی جو اُسکے کلام پڑھنے کے وقت اُس سے حاصل ہوتا ہی چنانچہ یہ بات
تجربہ کارونکو خوب معلوم ہی اور یہ بھی ہی کہ کلام شخص کا ایک عمدہ نشان ہی اُسکی ذات کے نشانون سے کہ اُس کلام کے پڑھنے کے وقت پڑھنے والے کے دل پر روشن
ہوتی ہی اسیواسطے بزرگون کا کلام دلون مین زیادہ تاثیر کرتا ہی اُنکے نام سے اور اسی سبب سے حدیث شریف مین وارد ہی کہ قرآن کے حق مین فرمایا ہی هو حبل الله
المتين اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا ہی کہ تجلی الله لعباده في كلامه ولكنهم لا يبصرون اور اگر کسی کے اس بات کے
سننے سے یہ خطرہ خاطر مین گذرے کہ عمدہ اور سردار اور غنی اور دولتمند شوق کسی کتاب یا کلام کا یا شعر کا کرتے ہین تو قدر اور عزت اُس کلام اور کتاب
کی بڑھ جاتی ہی اور اسکو خوشنویسون زرین رقم کے ہاتھ سے حریری طلاکاری کاغذون پر لکھاتے ہین اور مطلا اور مذہب اور مجدول کرکے
زرین غلافون مین رکھتے ہین اور جڑاؤ جلدون پر دھرے ہوتے ہین اور مکلف صندوقون مین احتیاط سے دھرے ہوتے ہین اس سبب سے
عزت اور مرتبہ اُس کلام کا زیادہ ہوتا ہی اور لوگون کے دلون مین عظمت اور بڑائی اُسکی سماتی ہی جیسے کوئی دلچسپ شعر جو خوش آوازی سے پڑھا جاتا ہی
تو اس سے زیادہ تاثیر کرتا ہی کہ سرسری پڑھا جاوے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اس بات مین کہ امیرون سردارون کی دعوت مین مشغول
تھے اور فقیرون محتاجون سے منہ پھراتے تھے یہی غرض ہوگی ہم کہتے ہین کہ یہ قرآن اُس قسم کا نہین ہی کہ ان چیزون سے عزت اور بزرگی اُسکی زیادہ
ہو بلکہ عزت اور قدر اُسکی اُس عالم مین کہ وہان سے زمین والون کے پاس آتا ہی دیکھا چاہیے **فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ** یعنی آیتین قرآن کی
لکھی گئی ہین عزت کے ورقون مین کہ حق تعالی نے خود اُنکی عزت بڑی کی ہی **مَّرْفُوْعَةٍ** یعنی وہ صحیفے اونچے دھرے ہین بیت العزت
مین کہ ایک عمدہ جاے ہی آسمان دنیا مین اور قرآن مجید کو اول لوح محفوظ سے نقل کرا کے اُس مقام مین پونچایا وہان سے تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا تھا
مُّطَهَّرَةٍ وہ صحیفے پاک کیے گئے ہین تمام آلودگیون اور پلیدیون سے اور اگر دنیا کے سردار اور امیر اس قرآن کی آیتون کو حریری طلائی
کاغذون پر لکھا دین ہرگز اُس کرامت اور بزرگی کو نہ پونچیگا اور اگر جلدون پر اور صندوقچون مین رکھین لیکن ہرگز اُس بلندی اور اُس مرتبے کو نہ پاسکیگا
اور اگر عطر ملین گے اور نجاستون سے پاک رکھین گے تو بھی اُس پاکیزگی کو نہ پونچیگا کہ ہرگز ہاتھ کسی کمینہ کا انکو نہین پہنچتا بلکہ وہ ورق
بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ سونپے گئے ہین ہاتھون مین ایسے لکھنے والون کے **كِرَامٍ بَرَرَةٍ** کہ بڑے قدر والے اور نیکوکار ہین کبھی
سوائے کرم اور نیکی کے اُنسے ظہور مین نہین آتا اور دنیا کے لکھنے والے گناہون اور خباثت ذاتی مین آلودہ ہین اگرچہ ظاہر اپنا آراستہ کرین اس سے کیا
حاصل پس قرآن کے حق مین دنیادارون کی رغبت اور اہل دول کی عزت اور قدر کی توقع رکھنا محض بیجا ہی بلکہ اہل دول قدر کو اسکے جانین تو غنیمت ہی کیونکر
کہ آدمی بالطبع کفران نعمت پر مجبول ہی **قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ** مارا جائیو آدمی کیسا ناشکرا ہی کہ ایسے اس کلام عظیم القدر سے اُسکو انکار ہی اور خطر حکم ارشاد

ہوا تین اُسمین فرمائی ہین نہین جانتا اور اُسکے حقوق ادا نہین کرتا اور مال وجاہ پر اپنے مستغنی اور بے پروا ہو جاتا ہی بلکہ اپنی اصل کی خبر نہین رکھتا کہ کیا تھا
مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ کس چیز سے پیدا کیا ہی اُسکو اور اگر انسان جہل کے سبب سے اس سوال کا جواب نہ دے تو ہم کہے دیتے ہین
مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ نطفے کے بوند سے پیدا کیا ہی اُسکو کہ ایک پیشاب کی راہ سے نکلا اور دوسرے پیشاب کی راہ مین گیا اور لہو اور نجاستون
کے ساتھ ملکر ایک گوشت کا ٹکڑا ہو گیا **فَقَدَّرَهٗ** پھر اندازہ کیا اُسکو اعضا مین بھی یعنی ہاتھ اور پانون اور آنکھ اور کان اور قد وقامت اور روزی
رزق اور موت اور زیست اور نیک و بد عمل اُسکے معین کئے اور ماکے پیٹ مین رہنے کی مدت اُسکی نو مہینے یا کم و زیادہ معین فرمائی **ثُمَّ السَّبِيْلَ**
يَسَّرَهٗ پھر نکلنے کی راہ آسان کر دی اُسکو کیونکہ لڑکا جب ماکے پیٹ مین ہوتا ہی تو اُسکا سر ماکے سر کی طرف ہوتا ہی اور پانون ماکے پانون کی
طرف پھر جب پیدا ہونے کا وقت قریب آتا ہی تو اُسکو الہام ہوتا ہی پس وہ بچہ خود بخود پھر جاتا ہی سر نیچے اور پانون اوپر کیطرف کر لیتا ہی کہ نکلنا اُسکو آسان ہو جاوے
پھر جب ماکے پیٹ سے باہر آتا ہی تو معاش کی تلاش کی راہ اُسکو آسان کر دی جاتی ہی اور اگر بھوک کے وقت پستان اُسکے ہاتھ مین آجاتی ہی تو ایک ہاتھ سے
پستان کو مضبوط پکڑ کے پینا شروع کرتا ہی اور رونے دھونے سے اپنے بھوکے پن کو ظاہر کرتا ہی اور اسی طرح سے سال بسال طرح طرح کی راہین اُسکو
آسان کر دیتا ہی یہانتک کہ کمال کے درجے کو پہونچ جاتا ہی اور راہ بُری بھلی حق باطل کی بھیجنے سے پیغمبرون کے اور نازل ہونے سے کتابون کے اور
مرشدون شفیق کی صحبت سے اور علماء باتحقیق کی شاگردی سے آسان ہو جاتی ہی پھر بعضونکو بہشت اور نجات کی راہ آسان ہو جاتی ہی اور اُس راہ پر چلنے کی
توفیق پاتے ہین اور بعضون کو ہلاکت اور دوزخ کی راہ سہل و آسان نظر آتی ہی اور اُس راہ مین جا پڑتے ہین حاصل کلام کا یہ ہی کہ حاصل کرنا کمالات کا آخر
عمر تک آسان ہوتا چلا جاتا ہی **ثُمَّ اَمَاتَهٗ** پھر مار ڈالتا ہی اُسکو تاکہ اپنی محنتون کا کہ کمالات حاصل کرنے کو اس دار دنیا مین کی تھین پھل پاوے اور
عالم برزخ مین نشانیان اپنے اعمالون کی دیکھے پس موت بھی ایک بڑی نعمت ہی کہ تجارت کا فائدہ اسی سفر کے سبب سے حاصل ہوتا ہی اگر موت نہوتی تو آدمی ہمیشہ
کشمکش مین اعمال شاقہ کی گرفتار رہتا اور پھل اُس مشقت کا ہرگز نہ پاتا اسی سبب مرنے کو بھی نعمتون کی گنتی کے مقام پر یاد فرمایا ہی اور بزرگون سے منقول ہی کہ
الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب اور بعضے ظاہر بین مفسر اس مقام پر موت کے نعمت ہونے کی وجہ سے غافل ہو کر بطور سوال کے لائے ہین
کہ نعمتون کی گنتی مین موت کو کس واسطے گنا ہی جواب اس سوال کا اس طور سے دیا گیا ہی کہ بلغاء کے نزدیک مدار کلام کا اور فائدہ حاصل ہونے کی جگہ
انجام اُس کلام کا ہوتا ہی اور بعد موت کے حکم گور کرنے کا جو فرمایا ہی یہ بھی ایک بڑی نعمت ہی کہ آدمی کو ساتھ اُسکے معزز و مکرم کیا ہی گو کہ فی نفسہ موت نعمت
نہو جیسے کوئی شفیق باپ اپنی نعمتین بیان کرنے کے وقت اپنے بیٹے سے کہے کہ مین نے تجھ سے اس طرح کا سلوک کیا پھر تو بیمار ہوا تو تیرے دوا دارو کی
پس حقیقت مین نعمت مقصود علاج ہی لیکن جو نعمت ہونا علاج کا لاحق ہونے پر مرض کے موقوف ہی تو کلام مین مرض کا ذکر کرنا بھی ضرور ہوا اور اسی بات کے
اشارے کیواسطے اماتت اور اقبار کے درمیان مین ثم کی لفظ کو نہ لائے اور فے کے حرف کو ارشاد فرمایا **فَاَقْبَرَهٗ** پھر گور کرایا اُسکو پس گویا اشارہ
فرماتے ہین کہ مجموع اماتت اور اقبار کا نعمتون مین داخل ہی نہ فرد فرد اور بیان پر جاننا چاہیے کہ گڑوانے کو اقبار کہتے ہین اور گاڑنے کو قبر یقال
اقبر الرجل عبدہ اذا حکم بان یقبرہ وقبر الرجل عبدہ اذا دفنہ فی القبر یعنی کہا جاتا ہی اقبر الرجل عبدہ جب اپنے غلام مرے ہوے کو گاڑنے کا حکم کرتا ہی
اور بولا جاتا ہی قبر الرجل عبدہ جب گاڑ دیتا ہی اُسکو اور اللہ تعالی سے حکم کرنے کی صورت مردونکے گڑوانے کے واسطے اول بار اس طرح سے واقع ہوئی
ہی کہ جب قابیل نے ہابیل کو مار ڈالا اور آدمی کا مرنا دنیا مین پہلی بار یہی ہوا تھا تو قابیل کو کچھ معلوم نہ تھا کہ اُس مردے کو کیا کرے تو لاچار اُس لاش کو ایک چادر مین باندھ
کے اپنے ساتھ لیے پھرتا تھا آخر کو جب اُس لاش کے لیے پھرنے سے تھک گیا تو ایک جنگل مین غمگین ہوکر بیٹھ گیا کہ ناگاہ دو کوّے آموجود ہوے اور آپس مین
لڑنے لگے یہانتک ایک کوّے نے دوسرے کو مار ڈالا پھر اپنے پنجون اور چونچ سے ریت کو ادھر اُدھر ہٹا کر اُس مرے کوّے کی لاش کو اُس گڑھے مین ڈال دیا پھر وہ
ریت پر ڈالکر خوب ایک تودہ بنا دیا قابیل نے معلوم کیا کہ مردے کو اسی طور سے دفن کرنا چاہیے پس اپنے بھائی کی لاش کو بھی اُسی طور سے دفن کر دیا اور قبر
بنا دی پھر حضرت آدم علیہ السلام نے وفات پائی تو فرشتے آسمان سے نازل ہوے اور اونکی اولاد کے سامنے

انکو تجہیز و تکفین کر کے قبر میں دفن کیا اُس روز سے یہی طریقہ معمول ہو گیا اور یہ تعلیم تہی پہلے بار قابیل کی اولاد کو اُسکی استعداد کی قصور کے سبب سے کوے کے واسطے سے واقع ہوئی اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کو فرشتوں کے واسطے سے تعلیم فرمائی پس یہ ایک نہایت بڑی نعمت ہے کہ اپنے بندوں پر رحمت کی سی والا مردیکی لاش کو دوسرے جانوروں کیطرح سے گھسیٹ واکے پھینک دیا کرتے اور وہ لاش ادہر اُدہر ماری ماری پھرتی اور جب سڑتی گلتی تو لوگ اُسکی بدبو سے بہ تنگ آتے اور بدگوئیاں کرتے پھر درندے اور پرندے اُسکے اعضا اور بند بند کو گلی کوچے میں لیے پھرتے اور ناپاک جانوروں مردار خوار کی خوراک ہوجاتی اور ہر خاص عام کے سامنے اُسکے عیب ظاہر ہوتے وہ عزت اور توقیر اُسکی لوگوں کی نظروں میں کم ہوجاتی پس اُسکی عزت اور تکریم کیواسطے یہ بات غیب سے تعلیم فرمائی اب آئے ہم اس بات پر کہ ہندو اپنے مردے کو جلاتے ہیں گاڑتے نہیں اور کہتے ہیں کہ آگ ہر ناپاک کو پاک کرنیوالی ہے اور ہر بدبو کو مٹانے والی ہے سو جن لوگوں کو سڑانا بدبو کرانا منظور ہے وے دفن کرتے ہیں اور آگ میں جلا دینا بہتر ہے جواب اسکا یہ ہے کہ آگ خائن ہے جو چیز اُسکو سونپو وہ کھا جاتی ہے اور زمین امانت دار ہے جو چیز اُسمیں دفن کرو وہ باقی رہتی ہے پس مردیکو زمین میں رکھنا بہتر ہے اس بات سے کہ خائن کو سونپیں اسواسطے آدمی کی بلکہ دوسرے جانوروں کی بھی عادت ہے کہ جس چیز کو چاہتے ہیں کہ محفوظ رکھیں جیسے مال خزانے تو زمین میں دفن کرتے ہیں اور جب چاہتے ہیں کہ اُسکو نیست و نابود کر ڈالیں تو آگ میں جھونک دیتے ہیں اور آدمی کو اُٹھنے کا انتظار اور ارواحوں کے داخل ہونیکا اپنے چھوڑے ہوے بدنوں میں درپیش ہے پس مردیکو آگ میں جلا دینا اس انتظار کے خلاف ہے اور دوسرے یہ کہ مردیکی کمال بیقدری ہے کہ اُسکو اپنے ہاتھوں سے آگ میں جلا دیں اور اُسکی خاک کو ہوا میں اُڑا دیں کیونکہ ایسا معاملہ ناکارہ ناپاک چیزوں سے کرتے ہیں اور جب کسی عمدہ پاکیزہ چیزوں کا باقی رکھنا منظور ہوتا ہے تو زمین میں دفن کرنے کے سوا معمول نہیں اور جو کہتے ہیں کہ آگ بدبو کو دفع کرتی ہے اور زمین اُسکے برخلاف سڑاتی ہے اور بدبو کرتی ہے پس یہ بات اُس وقت ہو کہ اُس چیز کا پھر نکالنا منظور ہو اور جب اُسکو زمین ہی میں چھوڑنا مقصود ہو تو پھر سڑنے گلنے سے کیا علاقہ کیونکہ اسکا کچھ اثر زمین کے لوگوں پر ظاہر نہیں ہوتا اور باوجود اس بات کے بہی کتنی رطوبتیں بدنکی گل سڑکر خشک ہو جاتی ہیں اور ساتھ پھر جوڑ بند سب اپنی شکل و صورت پر رہتے ہیں پس ایسا ہوتا ہے جیسے آدمی اپنی زندگانی میں سوتا تھا ویسا ہی اب بھی سوتا ہے برخلاف جلانے کے کہ آگ اُسکے انداموں اور شکل و صورت اور ہیئت مجموعی کا کچھ اثر باقی نہیں رکھتی اور یہ بھی ہے کہ خلقت آدمی کی خاک سے ہے تو موافق کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ کے اُسکو اپنی اصل کیطرف پہنچا دینا چاہیے برخلاف آگ کے کہ جن و شیاطین کی خلقت کا مادہ ہے پھر جب آدمی کے بدنکو موت کے بعد اُسمیں جلاتے ہیں تو اُسکی روح لطیف آگ کے دھوئیں سے ملکر شیاطین اور جنات کے ساتھ کمال مشابہت پیدا کرتی ہے اور اسی سبب سے اکثر روحیں اُن لوگوں کی کہ جلائے جاتے ہیں بعد موت کے شیاطین کا حکم پیدا کرتی ہیں اور آدمیوں سے چمٹتی ہیں اور ایذا دیتی ہیں پس دفن کرنے میں اُس شی کا رجوع کر دینا ہے اُسکی حقیقت کیطرف اور جلانے میں اُسکے برخلاف ہے نقل کرتے ہیں کہ اسلام کے زمانے کی ابتدا میں ایک لشکر اسلام کے لشکروں میں سے سیستان کے ضلع میں وارد ہوا تھا تو ایک عاقل ہند کے عاقلوں میں سے اسلام کی چال ڈھال دیکھنے کو کہ اُس وقت میں وہ مذہب نیا تھا وہاں گیا پھر اہل اسلام کی وضع اور آئین دریافت کرنیکے بعد کہنے لگا کہ تمہاری سب چیزیں اچھی ہیں مگر ایک بات کہ مردیکو دفن کرتے ہو اور آگ میں نہیں جلاتے حالانکہ دفن کرنا بدبوی اور ناپاکی کا موجب ہے اور جلانا بدبو اور تعفن کو مٹا دیتا ہے اتفاقا ایک فقیہ فقہاے اسلام سے اُس وقت حاضر تھا اُس ہندو سے کہا کہ میں تجھ سے ایک بات پوچھتا ہوں پہلے تو اس بات کا جواب دے پھر میں تیرے اعتراض کا جواب دونگا اُس ہندو نے کہا پوچھ تب عالم نے کہا بھلا اگر کوئی شخص کسی ملک میں وارد ہو اور وہاں کسی عورت سے نکاح کرے اور ایک عورت کو پالنے کے واسطے رکھے اور اُس منکوحہ سے اُسکو ایک لڑکا ہو پھر اگر اُس شخص کو سفر کا اتفاق پڑے تو اس لڑکے کو کسکے سپرد کرے اُس پالنے والی کے یا اُس لڑکے کی ماں کے ہندو نے کہا کہ ماں کے ہوتے پالنے والی کو ہرگز نہ سونپنا چاہیے کیونکہ وہ لڑکا اپنی ماں کا بیٹا ہے کچھ پالنے والی کا بیٹا نہیں ہے فقیہ نے کہا تو نے خوب بات کہی اب اپنے اعتراض کا جواب سن لے کہ روح آسمانی جب دنیا کے گھر میں آئی تو ایک بدن زمین سے بنا کر اُسکو عنایت کیا اور ہمیشہ غذا اور دوا اور لباس اور رہنے سہنے کی جاے اور طرح طرح کے فائدے اُسکو زمین سے پہنچائے اور آگ سواے پخت و پز کے آدمی کے اور کچھ

ف بیان مردے کے جلانے کا

ف [illegible]

کام نہین آتی کمال فائدہ آگ کا یہ ہی کہ جو کچھ چیزین کہ زمین سے آگی ہین آنکو بچا دیتی ہی بس آدمی کی مازمین ہی اور باپ جن اُسکی آگ ہی جس وقت روح
نکلے بدن کے باپ کے مانند ہی جا پاکر عالم برزخ کو جاوے ناچار اپنے بیٹے کو کہ بدن ہی اُسکی ماکے حوالے کیا چاہیے نہ اُس بچانے والی کو ہندو نے سنا اور
قبول کیا اور قائل ہوا اور یہ بھی ہی کہ آگ سے جلانا میت کے بدن کو پراگندہ کر دیتا ہی کہ اُسکے سبب سے روح کا علاقہ بدن سے بالکل چھوٹ جاتا ہی اور آثار اُس
عالم کے اُس روح کو کم پہونچتے ہین اور کیفیتین اُس روح کی بھی اس عالم مین بہت کم سرایت کرتی ہین اور جو دفن کرنے مین اجزا بدن کے اس اپنے مقام
کے سبب اپنے حال پر برقرار ہو جاتے ہین تو روح کا علاقہ بدن سے از راہ نظر و عنایت کے بحال رہتا ہی اور زیارت کرنے والون اور دوستون اور فائدہ لینے والون
کیطرف توجہ روح کی آسانی سے ہوتی ہی کہ بدن کے مکان معین ہونے سے گویا روح کا مکان بھی معین ہی اور آثار اس عالم کے جیسے صدقہ اور فاتحہ اور تلاوت قرآن مجید
کی جو اُس مقام پر کہ اُسکے بدن کا مدفن ہی واقع ہوتی ہی تو آسانی سے فائدہ بخشتی ہی بس جلا دینا گویا روح کو بے مکان کر دینا ہی اور دفن کرنا گویا رہنے کا ٹھکانا بنا دینا ہی
اور اسی واسطے اُن اولیاء اللہ اور صلحای مومنین سے کہ دفن کیے گئے ہین نفع اور فائدہ لینا جاری ہی اور مدد اور فائدہ بھی اُن سے متصور ہی برخلاف جلائے
ہوئے مردون کے یہ چیزین انکے مذہب والون کے نزدیک بھی اصلا ان سے وقوع مین نہین آتی ہین حاصل کلام کا یہ ہی کہ دفن کرنے کا طریقہ
آدمی کے حق مین ایک بڑی نعمت ہی پھر اگر بعضے آدمی اس نعمت کا بھی کفران کرین جیسے اور نعمتون کا کرتے ہین تو اُنسے کچھ شکوہ نہین کیون کہ
آدمی کی جبلت مین کفران نعمت ہی اور فقط اسی نعمت پر اُسکے حق مین اکتفا نہین فرمایا بلکہ **ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنشَرَهُ** پھر جب چاہے گا زندہ کر کے
اُسکو قبر سے باہر نکالے گا کہ بدلا اپنے کامون کا آخرت کے عالم مین ابد الاباد تک چکھے اور ہمیشہ کی زندگانی پاوے ہر چند کہ یہ نعمت اب تک وقوع مین نہین
آئی ہی کہ نعمتون معلومہ مذکورہ کی تعداد مین گنی جاوے لیکن عاقل کو تھوڑے سے خیال کرنے مین معلوم ہو جاتا ہی کہ جو اس حالت مین کسی چیز نے اللہ تعالی کی مشیت
سے مخالفت نہین کی ہی تو اس حالت مین اُٹھنا اور جینا اس کی مشیت سے مخالفت نکرے گا اسی واسطے اس نعمت کو مشیت کے وقت پر متعلق فرمایا ہی اور آدمی
کی ابتدا کی خلقت دلیل صریح اور برہان واضح ہی اُسکی دوسرے بار کی خلقت پر اور اس نعمت کا بھی اگر آدمی نادانی اور جہل سے انکار کرے تو اُسکی حماقت اور
نادانی سے خالی نہین ہی اور جو بیان پر گمان اس شبہے کا تھا کہ مبادا آدمی کے خیال مین گذرے کہ جو ہم کو پیدائش کی شروع سے بزرگی اور کرامت کے ساتھ
سرفراز فرمایا ہی اور جینے اور مرنے مین دوسری مخلوقات سے معزز و ممتاز کیا ہی تو آخرت مین بھی ہمارے ساتھ اسی طرح سے بخوبی پیش آوینگے کہ نو اختہ را نباید
انداخت و عزیز کردہ خود را ذلیل نباید ساخت اور یہ بھی ہی کہ مین دوسرے بار روح بدن مین ڈالنے کے بعد بھی انسان ہی ہونگا اور انسانیت البتہ موجب
اکرام و تعظیم کا ہی تو اس گمان کے دفع کرنیکے واسطے فرماتے ہین کہ **كَلَّا** یعنی نہین نہین ایسا گمان کرنا نچاہیے اسواسطے کہ اول کا اکرام اس جہت سے تھا کہ
ابھی وہ مصدر گناہون کا نہین ہوا تھا اور بعد گناہ کرنیکے پھر لانے کے وقت ہر چند کہ اُسکو پھر بھی انسان ہی کرینگے لیکن گنہگار انسان کہ مصدر گناہون کا
ہوا ہی بس حال کے اعادے مین حالت کو پہلی حالت پر قیاس کرنا نہ چاہیے اور کرم سابق کے پانے سے کرم لاحق کا امیدوار نہ ہونا چاہیے اور کس طرح سے آدمی کرم
لاحق کی امید سے اپنی خاطر جمع کریگا اور کرم پر بھولے گا اور اسکا یہ حال ہی **لَمَّا يَقْضِ مَا أَمَرَهُ** ہنوز تمام نہین کیا اور سرانجام کو نہین پہونچایا ہی اُس چیز کو
کہ اُسکو فرمائی ہی اسکے خالق اور عزت بخشنے والے نے اور اگر اسکے فرمان کو سرانجام کو پہونچاتا اور عہد سے بندگی کے برآتا تو البتہ توقع عزت اور اکرام
کی اُسکو بجا تھی اور اب تقصیر اور نافرمانی برداری کی صورت مین خوف کرنا اور ڈرنا چاہیے اور امیدوار ذلت اور خواری کا رہنا چاہیے اور وہ جو کہتے
ہین کہ نو اختہ را نباید انداخت و عزیز کردہ خود را ذلیل نباید ساخت واقع کے خلاف ہی بلکہ بہت سی چیزین ہین کہ بعد اکرام کے سزاوار تذلیل و تحقیر کے
ہو جاتی ہین اور اگر اس بات مین کچھ شک ہو تو **فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ** پھر چاہیے کہ آدمی اپنی خوراک کیطرف دیکھے کہ کسطرح کا
ناپاک فضلہ ہو جاتی ہی بعد اس بات کے کہ نہایت عزت اور ستھرائی اور احتیاط سے پالی جاتی ہی اور وہی عنایتین اللہ تعالی کی اُسکے پیدا کرنے مین صرف
ہوتی ہین جو آدمی کے پیدا کرنے مین صرف ہوئی تھین چنانچہ اس باتمین بخوبی غور کرے کہ **أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا** تحقیق ہمنے بہایا
پانی آسمان سے جیسا کہ حق دینے کا ہی کہ آدمی کے نطفے کے بونے سے کہین زیادہ اور بہت ہی **ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا** پھر پھاڑا

سینے زمین کو جیسا کہ پھاڑنے کا حق ہی کہ گھونٹنے سے بچہ دان کے کہ آدمی کے تولد کے وقت کھولا جاتا ہی بہت زیادہ ہی اور پھر عنایت میں جیسے ایک ضعیف
گھاس کہ کمال نرم کہ زمین سے باہر نکلنے کی قدرت نہین رکھتی تھی **فَاَنۡۢبَتۡنَا فِيۡهَا حَبًّا** پھر اگائے ہمنے اُس زمین میں سے دانے کہ قوت کے قابل
ہین جیسے گیہون اور چنے **وَّعِنَبًا** اور انگور کہ قوت بھی ہی اور میوہ بھی ہی اور دوا بھی ہی اور شراب بھی **وَّقَضۡبًا** اور جڑین جو قابل کھانے کے
ہین جیسے شلجم اور گاجر اور چقندر اور شکرقند کہ کھانے مین نہایت قوت بخشتی ہی پھر اگر انکو کچی کھاؤ تو حرارت اور تشنگی کو دفع کرتی ہین اور اگر پکاؤ تو معقول
سالن ہی اور اگر مربا یا اچار بناوین تو میوہ کا حکم پیدا کرتے ہین **وَّزَيۡتُوۡنًا** اور زیتون کو کہ تیل بھی ہی اور سالن بھی ہو سکتا ہی **وَّنَخۡلًا**
اور کھجور کہ قوت بھی ہی اور میوہ بھی اور سالن بھی اور اس سے نبیذ اور دوشاب بناتے ہین اور پینے کے خرچ مین لاتے ہین اور سرکہ بھی بناتے
ہین **وَّحَدَآئِقَ** اور باغ چار دیواریون کے کہ انمین طرح طرح کے میوون کے اور دواؤن کے درخت بوتے ہین اور جمتے ہین **غُلۡبًا** گھنے
درختون والے کہ انکی ٹہنیان موٹی موٹی ہین اور عرب کی لغت مین اُس اونٹنی کو کہ جسکی گردن پر بہت بال ہون غلبا کہتے ہین اور جس اونٹ کی گردن پر
جو بہت بال ہوتے ہین تو اسکو بھی اسیطرح اغلب کہتے ہین اور یہان پر اُس باغ کو کہ جسکے درخت گنجان اور ڈالے موٹے موٹے ہون بطور استعارے کے
اُسکو غلبا فرمایا ہی **وَّفَاكِهَةً** اور دوسرے قسم کے میوے کہ باغون مین نہین ہوتے بلکہ صحرائی اور کوہستانی ہوتے ہین **وَّاَبًّا** اور
سب طرح کی گھاس کہ خود بخود اُگتی ہی اور کوئی اُسکو بوتا نہین **مَّتَاعًا لَّكُمۡ وَلِاَنۡعَامِكُمۡ** کام چلانے کو تمہارا اور تمہارے چارپایون
کا کہ بعضی قسمین اُن چیزونمین سے جو مذکور ہوئی ہین خاص ہین جانورون کے واسطے جیسے گھاس پھوس اور بعضی مشترک ہین آدمیون اور جانورون
مین جیسے اناج کے دانے اور بعضی اس قسم کی ہین کہ اُنکا اچھا اچھا آدمی کھاتے ہین اور بھوسی اور چھلکے اور گٹھلیان اور بیج اُن کے جانور کھاتے ہین
پھر کھانے کے بعد کس قدر ذلیل و حقیر ہو جاتے ہین کہ نجاست اور گوبر ہو جاتا ہی اور اُسکو گھرون سے دور پھینک دیتے ہین اور اُسکی بدبو کے سبب سے
اُس سے نفرت کرتے ہین اب اُس پہلے کرم کو اور اس پچھلی ذلت کو قیاس کرے اور غرور نہ کرے بڑا فرق ہی اس بات مین کہ آدمی کی خوراک کو عزت اور بزرگی دیے بعد
ذلیل اور خوار کر ڈالتے ہین کہ غلیظ ناپاک ہوکے باہر نکلتا ہی اور آدمی خود اُسکو جانتا ہی اور بزرگی آدمی کی بعد مدت دراز کے ذلت سے بدل جائیگی اور اس مدت کی
معین ہی وہ یہ ہی **فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ** پھر جب آوے وہ غل کہ بہرے کر دے جہان والون کے کان اور یہ اشارہ صور پھونکنے
کیطرف ہی **يَوۡمَ يَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِيۡهِ** جسدن کہ بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے باوجود اس بات کے کہ اُسکو سب غیرون سے زیادہ دوست رکھتا ہی
اور بچپن سے اُسکے ساتھ انست رکھتا تھا اور مدد اور تائید اور مشورت ایک دوسرے کی آپسمین تھی **وَاُمِّهٖ** اور اپنی ماسے کہ اُسکو بھائی سے بھی زیادہ دوست
رکھتا ہی اور اُسکے ذمے پر اُسکے حق بھی بہت ہین **وَاَبِيۡهِ** اور اپنے باپ سے کہ اُسکی تعظیم ما سے بھی زیادہ ہی اور حق بھی اُسکا بڑا ہی بلکہ گویا بیٹا اُسیکا ہی **وَصَاحِبَتِهٖ**
اور اپنی جورو سے کہ آدمی کو ماباپ سے بھی زیادہ عزیز ہوتی ہی کیونکہ اُسکے ساتھ دم مرگ تک صحبت منظور ہوتی ہی اور ماباپ کے حق کو جانتا ہی کہ خواب و خیال تھا کہ گذر گیا اب
اُنسے کچھ واسطہ نہا **وَبَنِيۡهِ** اور اپنے بیٹونسے کہ بیٹے آدمی کو عورت سے بھی زیادہ پیارے ہین اسواسطے کہ انکو اپنے مرنے کے بعد اپنا قائم مقام جانتا ہی اور ذکر کرنے
مین ان قرابتون کے ترقی ادنی سے اعلی کیطرف ہی چنانچہ ظاہر ہی کہ جو آدمی باوجود ان قرابتونکے اپنے اقربا سے بھاگے گا تو غیرون سے بطریق اولی بھاگے گا اور
کہتے ہین کہ اوّل جو شخص کہ اپنے بھائی سے بھاگے گا وہ قابیل ہوگا کہ ہابیل سے بھاگیگا کہ دنیا کے خون کی ۔۔۔ اوّل جو شخص اپنے ماباپ سے بھاگیگا
حضرت ابراہیم علیہ السلام ہونگے کہ مبادا شفاعت کے واسطے آذر کی وزاری کریں اور کافر کے حق مین شفاعت مقبول نہین ہی اور اوّل جو شخص کہ اپنی عورت سے بھاگیگا
حضرت نوح اور لوط علیہما السلام ہونگے کہ ان دونون کی عورتین منافق تھین اور منافق کے حق مین بھی شفاعت قبول نہین اور اوّل جو شخص کہ اپنے بیٹے سے
بھاگیگا حضرت نوح علیہ السلام ہونگے کہ انکا بیٹا کنعان کافر تھا اور علما نے اختلاف کیا ہی ۔۔۔ کہ اُسدن اپنے اقربا سے بھاگنے کی کیا وجہ ہوگی بعضے کہتے ہین
کہ حق کے طلب کرنے کے خوف سے کہ ہر ایک سے جو کچھ اُسکی حق تلفی ہوئی ہی مبادا کہ دیکھکر طلب کرنے لگے جیسے ۔۔۔ آدمی قرضخواہ سے بھاگتا ہی اسواسطے
حدیث شریف وارد ہوا ہی کہ قیامت کے دن آدمی اپنے آشناون دوستون سے زیادہ بھاگے گا غیرون ناآشناون کی نسبت کیونکہ دنیا مین اُنسے

کچھ معاملہ نہ رکھتا تھا کہ مطالبہ کا خوف ہو اور بعضون نے کہا ہی کہ درد اور شفاعت کے خوف سے بھاگیگا کہ ایسا نہو کہ اُس ناتے والے کو یا آشنا کو دوزخ کو
لے چلیں اور مجھ کو اُسکے چھڑانیکے واسطے اپنی نیکیون مین سے کچھ دینا پڑے یا اُسکے کچھ گناہ اپنے ذمے پر لینا پڑین چنانچہ قحط سالی کے دنون مین بھی اسی قسم کے
خوف سے اپنے اقربا سے کم التفاتی کرتا ہی اور بعضے کہتے ہین کہ اس سبب سے کہ تکلیف و عذاب اُنکا دیکھا نہ جاویگا اور قدرت شفاعت کی اور طاقت
نیکیان دینے کی بھی نہ رکھتا ہوگا ناچار اُنکی نگاہون سے چھپ جاویگا اور صحیح یہ بات ہی کہ ان سب جہتون کے سبب سے بھاگیگا کوئی تو ایک جہت سے
کوئی دو جہت سے اور کوئی تینون جہتون سے بلکہ اس اور دیگر کے دن ہر شخص اپنے حال مین گرفتار ہوگا اور دوسرے کی طرف کچھ التفات نہ کریگا چنانچہ فرماتے ہین
لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ ہر شخص کیواسطے نزدیک لوگون کے مذکور ہوئے ایک حالت ہوگی کہ کفایت کریگی اُسکو غم اور
تشویش کھینچنے مین اور اتنی فرصت نہ پاویگا کہ دوسرے کے حال کی طرف متوجہ ہو اور خبر لے پس جب ایسا حادثہ ہوگا تو لوگ عزت اور ذلت مین مختلف ہو جاوینگے
وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ کتنے منہ اُسدن مُّسْفِرَةٌ روشن ہونگے اس واسطے کہ ایمان کا نور اُنکے باطن سے ظاہر کیطرف جلوہ فرماویگا اور
اُنکے چہرون کو روشن کریگا ضَاحِكَةٌ ہنستے ہونگے انعام و اکرام کی توقع پر کہ آثار اُسکے اپنے مین دیکھینگے مُّسْتَبْشِرَةٌ خوشیان کرتے
اسواسطے کہ دمبدم انعام و اکرام میں برکتی پاوینگے اور اسباب خوشی اور خورمی کا روز بروز بڑھتا جاویگا وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ اور کتنے
منہ اُسدن عَلَيْهَا غَبَرَةٌ اُن پر سیاہی اور گرد و غبار ہوگا بسبب ظاہر ہونے گناہون کی تاریکی کے کہ باطن مین اُنکے گھر کر گئی تھی اور دنیا مین نہ ہوئی
تھی اسوقت ظہور کریگی تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ چڑھی آتی ہو اُسپر سیاہی اور یہ سیاہی ہر چند کہ کفر کا اثر ہو اور کفر دل کی تہ مین ہوتا ہو کہ گناہون کی سیاہی
سے بھی پاوہ پوشیدہ ہو لیکن کفر کے غلبے کے سبب سے غالب ہو کر ظہور مین گناہون کی تاریکی کے اوپر آجاویگی جیسے تیل کہ ہر چند اُسکو پانی کے نیچے کرین اوپر
آجاتا ہی أُولَئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ وہ لوگ منکر اور بدکار کہ کفر بھی کرتے تھے اور گناہ بھی اور … مثال ذلت اور خواری
کے سزاوار ہوئے اور اُنکی انسانیت کچھ کام نہ آئی اور اکرام کے لائق نہوئے باوجود اس بات کے کہ پہلی بار دنیا کی پیدایش مین وہ لوگ معزز و مکرم تھے
اور عنایت الٰہی اُنکی پرورش کیواسطے مصروف ہوئی تھی اور جمع ہونا اس قسم کے دو رنگون کا خاصہ اُن لوگون کا ہی کہ کفر اور گناہ دونون کرتے تھے
اور جو لوگ کہ فقط کفر یا فقط گناہ کرتے تھے اُن کے واسطے ایک ہی رنگ پر کفایت کی جاویگی اور گناہون کا رنگ سیاہ مٹیلا ہوگا اور کفر کا رنگ کالا بھونرا
اب باقی رہا بیان پر ایک سوال اور وہ یہ ہی کہ اول مین اس سورت کے جناب باری کا عتاب ایسے پیغمبر جلیل القدر پر مذکور ہی پس نازل کرنے مین اس قصے
کے قرآن مجید مین کیا حکمت ہی بظاہر تو عقل سے یون مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اس عتاب و خطاب کو پوشیدہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زبانی ارشاد
فرماتے اور وہ پیغمبر علیہ السلام کو خبردار کر دیتے اور حال یہ ہی کہ یہ قصہ قرآن مجید مین نازل ہوا اور مدتون قرنون تک زبان پر تلاوت کرنیوالون اور
قاریون کی جاری رہیگا اور بار بار یہ قصہ لوگون کو یاد آویگا جواب اسکا یہ ہی کہ اس قصے اور خفگی مین بہت سے فائدے آداب اور تعلیم اور ارشاد
کے اور قاعدے حسن اخلاق کے تھے تو چاہا کہ اس قصے کو تمام فائدون کے ساتھ قرآن مجید کا جز کر دین تاکہ لوگ دمبدم اُس سے فیض یاب ہون اور
محروم نہ رہین اور اُن سب فائدون مین سے کہ اس قصے مین ہین کتنے اُنمین سے بیان کیے جاتے ہین اور باقی کو سننے والے کی عقل کامل اور فہم صائب
کو سونپتے ہین اول فائدہ یہ ہی کہ کبھی کبھی پیغمبر بھی اجتہاد کرتے ہین اور اپنی عقل کے رو سے شرع کے قاعدے سے ایک حکم دریافت کرتے ہین اور وہ حکم
خطا ہو جاتا ہی تو حضور خداوندی سے پیغمبرونکو اُس خطا پر جلد آگاہ کر دیتے ہین چنانچہ اس قصے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یون سمجھے کہ عام کے
نفع کو خاص کے نفع پر مقدم رکھنا چاہیے اور اسلام کی دعوت کو قرآن کی تعلیم پر ترجیح دینا چاہیے اور راہ سے بڑے ہوئے لوگون کو تابعدار کرنا چاہیے
اور جو شخص کہ خود بخود طالب و شوقین ہی فی الفور اُسکی طرف اسقدر التفات نہ چاہیے کرنا کہ ارادت اور شوق اسکا اُسکو ٹھکانے لگا دیگا اور اس توجیہ
مین یہی خطا واقع ہوئی کہ اس صورت مین عام کا نفع موہوم تھا اور خاص کا نفع ظاہر اور عام کے نفع کو خاص کے نفع پر اُسوقت مقدم کرتے ہین کہ دونون
معلوم ہون یا دونون موہوم پس موہوم کو معلوم پر ترجیح دینا شرع کے قاعدے کے خلاف ہی اور اسلام کی دعوت کو قرآن کی تعلیم پر اُس وقت

ترجیح دینا چاہیے جس وقت دعوت اسلام قبول ہونا یقینی ہو اور جو یقین قبول ہونیکا نہو تو الزام حجت کا ایک بارے بھی ہو جاتا ہی حاجت خوشامد اور
چاپلوسی کرنیکی نہین دوسرا امورات دین کو اس وقت چھوڑ دینا کچھ ضرور نہین اور سیاق سے تابعدار کرنا بد لوگون کا اس وقت ضرور ہی کہ انکی تابعداری کی
توقع ہو اور نا امیدی کی صورتین گویا ٹھنڈے لوہے کو پیٹنا ہی اور اسپر بھی جو غرض صالح ظاہر مین غرض فاسد سے مشتبہ ہو جاوے تو اس غرض صالح کو
بھی موافق حکم شرع کے چھوڑ دینا چاہیے اور اس جگہ پر خاطرداری کرنا غنیا کی اور اندھے ضعیف محتاج فقیرون بینواؤن سے منہ پھیرنا محل بدگمانی تہمت کا
اور دنیادارون کی پاس خاطر کا ہو جاتا تھا تو ایسے وقت مین اس غرض صالح کو بھی چھوڑ دینا چاہیے تھا کہ اتقوا من مواضع التھم یعنی بچو تہمت کے مکانون
سے دوسرا فائدہ یہ کہ کبھی ایسی چیز پر کہ گناہ ہونا اسکا ابھی معلوم نہین ہوا ہی لیکن باعتبار اس گناہ کرنیوالے کے حال اور اسکی استعداد کی قوت اور عالی منصبی کے
سبب گو کہ نا معلوم ہو تو بھی خفگی اور شکوہ متوجہ ہو سکتا ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منع ہونا اس فعل کا معلوم نہ تھا اسپر بھی خفگی ہوئی تیسرا
فائدہ یہ کہ واجب التعظیم کے واسطے رعایت تعظیم کی ضرور ہی گو کہ وہ اس تعظیم پر مطلع نہو کیونکہ وہ اندھا اندھاپے کے سبب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے چہرہ مبارک کی کیفیت سے کہ ترش ہی یا خندان ہی اور میری طرف متوجہ ہین یا منہ پھیرے ہین کچھ خبر نہ رکھتا تھا کہ رنجیدہ ہو لیکن از بسکہ ایماندار تھا
اور خدا کی راہ کا طالب تھا تو تعظیم اسکی ضرور تھی پس اسکی تعظیم ترک کرنے پر خفگی ہوئی اسی واسطے حدیث مین وارد ہی کہ ترک السلام علی الضریر خیانۃ
یعنی سلام علیک ترک کرنا اندھے سے اسلام کے حق مین خیانت ہی کیونکہ اگرچہ وہ سلام علیک کے ترک کرنے سے رنجیدہ نہوا لیکن اسلام کا
حق تو تلف ہوا چوتھا فائدہ یہ کہ کفار کیطرف میل کرنا اگرچہ باعتبار ایک غرض شرعی نیک کے رخصت ہی لیکن ضرر سے خالی نہین ہی پانچوان فائدہ
یہ کہ اہانت اور منہ پھیرنا مسلمان سے اگرچہ بے قصد واقع ہو تو بھی قباحت سے خالی نہین چھٹا فائدہ یہ کہ دوستون کو خفگی اور تنبیہ انکی تقصیرات
پر کرنا چاہیے کہ دوستی کے باقی رہنے کی نشانی ہی ویبقی الود ما بقی العتاب یعنی جب تک غصہ اور شکوہ باقی ہی دوستی بھی باقی
ہی غصہ کرنا اس وقت موقوف کرتے ہین کہ دوستی موقوف کرنا منظور ہوتا ہی ساتوان فائدہ یہ کہ اگر کسی کو ایک عہدے پر مقرر
فرماوین ہرچند کہ وہ سرکار کا مقرب ہو اور عالی مرتبت ہرگز باز پرس سے احوال کے اور پوچھنے سے اسکے کامون کے غافل ہونا نچاہیے
کہ پوچھ پاچھ بادشاہی کی شرط ہی اور ملک داری کو لازم مطلق العنان کرنا عہدہ دارون کا اور کارپردازون کا مملکت مین رخنہ ڈالنا
ہی آٹھوان فائدہ یہ کہ کسی کو اگرچہ ظاہر مین حقیر نظر آتا ہو حقیر نہ جاننا چاہیے کیا معلوم ہی کہ اسکا اللہ تعالی کے نزدیک کیا مرتبہ ہی بیت
خاکساران جہان را بحقارت منگر * توچہ دانی کہ درین گرد سواری شد * وہ نابینا ظاہر مین فقیر و حقیر معلوم ہوتا تھا اور اسکے سبب سے
سب مخلوقات کے سردار پر عتاب ہوا نوان فائدہ یہ کہ طالب علم کو اگرچہ موانع پیش آوین لیکن علم کی طلب نہ چھوڑے کیونکہ وہ اندھا فقیر بھی
تھا اور اسکا ہاتھ پکڑنے والا بھی کوئی نہ تھا اسپر بھی علم کی طلب کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتا تھا اور اگر علم کی طلب مین
اور خدای تعالی کی راہ ڈھونڈنے مین موانعات کا بہانہ کرے تو ہرگز مطلب کو نپہونچے گا کیونکہ کوئی شخص اپنے حال موافق موانع سے خالی نہین دسوان
فائدہ یہ کہ استاد اور مرشد کو لازم ہی کہ طالب علم کو اور اللہ کی راہ کے طالب پر جسقدر ہوسکے شفقت اور عنایت کرے اور جو مطلب کہ اسکا مطلوب
ہی اسکو پہونچاوے گیارھوان فائدہ یہ کہ معلم اور مرشد کو چاہیے کہ طالب علمون اور مریدون مین دنیا کے مال و جاہ کے شرف کے سبب سے فرق
نکرے بلکہ شوق کی کثرت اور استعداد کی قوت پر امتیاز کرے بارھوان فائدہ یہ کہ اگر کسی ضعیف کو کسی بزرگ سے کوئی سبب سے کچھ رنج پہونچ جاوے
تو اس بزرگ کو لازم ہی کہ اسی وقت اسکا تدارک کرے کہ یہ بات کچھ اسکے مرتبے کو مضر نہین بلکہ اسکے علو مرتبے کی زیادتی کا موجب ہی اس واسطے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان آیتون کے نازل ہونے کے ساتھ ہی اس نابینا کے پیچھے دوڑے گئے اور ان امیرون سردارون سے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مین بیٹھے تھے کچھ پروا نکی اور کیا خوب کہا ہی بیت تواضع ز گردن فرازان نکوست * گدا گر تواضع کند خوی اوست
تیرھوان فائدہ یہ کہ جب روٹھے کو مناوین تو چاہیے کہ اسکے مرتبے کو زیادہ کرین اور قدیم معمول سے اسکی تعظیم اور تکریم بڑھاوین

تاکہ اُسکے زخم کا مرہم ہووے اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس نابینا کو راستے سے پھیر لاکر اپنی چادر پر بٹھایا اور فرمایا کہ انت فی عیال محمد البقیۃ
یعنی تو میری عیال کے حکم مین آیا جب تک کہ تو زندہ ہے تیرا بوجھ میں اُٹھاؤنگا چودھوان فائدہ یہ کہ ان آیتون کے باقی رہنے سے قرآن مجید مین معلوم ہوا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسد تعالیٰ کی وحی پہونچانے مین نہایت امانت دار تھے والا اس عتاب وشکایت کو کہ آپ کی ذات مبارک پر نہایت گران تھا
اور آنکی کسر شان کا موجب ہے ہرگز عوام الناس کے کان مین نہ ڈالتے چنانچہ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسی قسم کی باتین فرمایا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کچھ وحی مین سے پوشیدہ رکھتے تو حضرت زینب ہی کے قصے کو پوشیدہ رکھتے کہ موجب کمال حیا کا تھا پندرھوان فائدہ یہ کہ طالب علم کو چاہیے کہ
خدا ترس ہو کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اُس طالب علم کے حق مین مدح کے طور سے فرمایا ہے کہ اما من جاءک یسعی وھو یخشی سولھوان فائدہ یہ کہ اس مجلس مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب اور دوسرے نزدیک کے ناتے والے جیسے ابوجہل وغیرہ حاضر تھے اختلاط اور صحبت انکی سے
باوجود قریب قرابت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عتاب فرمایا پس معلوم ہوا کہ جب کسی شخص کے اقربا اللہ تعالیٰ سے روگردان ہو جاوین تو انسے اختلاط اور صحبت
کرنا نچاہیے اور غیر لوگ ایسے کہ حق کے طالب ہون صحبت اور اختلاط کرنا چاہیے کہ دوست کے دشمنونکو دوست رکھنا خطا ہے اور دوست کے دوست سے منہ پھیرنا رنجش کا
مقام ہے اسواسطے قرآن مجید مین دوسری جاپر فرمایا ہے لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا
اباءھم وابناءھم واخوانھم وعشیرتھم اور یہین سے معلوم ہوا کہ تعلیم اور ارشاد مین اہل استعداد اور شوق والون کو قرابت والون پر مقدم رکھنا
چاہیے سترھوان فائدہ یہ کہ اس شخص کو کہ اُسکے سبب سے جناب الٰہی سے یا پیغمبر کے حضور سے یا اُستاد و مرشد کیطرف سے اس شخص پر خفگی کی جاوے تو اُس شخص
سے بغض کرنا نہ چاہیے بلکہ اُس سے زیادہ دوستی کرنا چاہیے کہ اُسکے سبب سے ایک عمدہ غرض کہ ادب ہے حاصل ہوا چنانچہ اس خفگی کے وارد ہونے کے بعد
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس نابینا کو دوست رکھتے تھے اور تعظیم کرتے تھے اور مرحبا کہتے تھے اور اُنکی حاجتین روا کیا کرتے تھے واللہ الموفق والمعین وبہ نستعین

سُورَۃ اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ

مکی ہے اس مین اُنتیس ۲۹ آیتین اور ایک سو چار کلمے اور پانسو چونتیس ۵۳۴ حرف ہین اور حدیث صحیح مین وارد ہے عبد اللہ بن عمر رض کی روایت سے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص چاہے کہ قیامت کے دن کو دنیا مین ان آنکھون سے دیکھ لے تو اسکو چاہیے کہ سورہ اذا الشمس کورت کو پڑھے اور یہ بھی
حدیث مین ہے کہ حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز جناب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرض کی کہ یا رسول اللہ
بڑھاپے نے آپ پر شتابی کی یعنی آپ کے مزاج مبارک کی قوت سے یہ توقع نہ تھی کہ اتنی عمر مین کہ قریب ساٹھ کے ہے آثار بڑھاپے کے آپ پر ظاہر ہونگے
لیکن یہ بات ہمارے قیاس کے خلاف وقوع مین آئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھکو ان پانچ سورتون نے بوڑھا کر دیا سورہ ہود اور سورہ واقعہ اور
سورہ والمرسلات اور سورہ عم یتساءلون اور سورہ اذا الشمس کورت نے بس ان سورتون مین عذاب الٰہی دنیا اور آخرت مین کہ امتیون پر بسبب مخالفت کرنے
پیغمبرون کے جو گذرے اور گذرینگے مذکور ہے مجھکو انکے سننے سے اپنی امت کا غم نہایت غلبہ کرتا ہے اور غم کا خاصہ ہے کہ آدمی کو بوڑھا کر دیتا ہے چنانچہ نقل کرتے ہین

سألت من الاطباء ذات یوم + احبائی مما شیبنی قال بلغم + فقلت لہ علی ضیر اختتام + لقد اخطأت فیما قلت بل غم

لیکن مراد بوڑھے ہونے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ضعف قوی کا اور بدن کی سستی مراد ہے نہ سفید ہونا بالون کا کیونکہ موے مبارک آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے سفید نہین ہوئے تھے کہ دیکھنے والے پر ظاہر ہون چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
خاص خادم ہین فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے قریب سر مبارک اور ریش مبارک مین سفید بال بیس تک نہین پہونچے تھے اور ظاہر ہے
کہ اس قدر بال دیکھنے والے کو بھی معلوم نہین ہوتے اور عرف مین بھی اس قدر سفیدی کو بڑھاپا نہین کہتے ہین اور اس سورت کے ربط کی وجہ سورہ عبس سے
یہ ہے کہ اول مین اسکے وصف قرآن مجید کے اعلیٰ درجے سے مذکور ہے کہ کلا انھا تذکرۃ فمن شاء ذکرہ فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطھرۃ بایدی سفرۃ

کرام بررۃ اور آخر مین اس سورے کے بھی یہی مضمون ساتھ ترتیب معکوس کے مذکور ہے کہ انہ لقول رسول کریم اور ھو الا ذکر للعلمین اور آخر مین
اس سورے کے قیامت کا اور اوسکے اصناف اور ہول اور سختیون کا مذکور ہے کہ یوم یفر المرء من اخیہ و امہ و ابیہ و صاحبتہ و بنیہ اور اس سورۃ مین
اول اسی مضمون کو خوب شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور اسکے نام کی وجہ ساتھ تکویر کے یہ ہے کہ اس سورے مین اول اسی حادثے کو مذکور
کیا ہی کہ آفتاب کا نور زایل ہو جائیگا اور اس سورت مین قیامت کی بارہ حادثے یاد فرمائے ہین لیکن ان سب حادثون سے یہ حادثہ نہایت سخت ہی اور تفصیل اس اجمال
کی یہ ہی کہ حادثہ مقصود بالذات پر واقع ہوتا ہی وہ بہت سخت ہوتا ہی اس حادثے سے کہ مقصود بالذات کے غیر پر واقع ہو مثلاً ضایع ہونا جان کا کہ آدمی کا مقصود بالذات
ہی زیادہ سخت ہی ضایع ہونے سے مال کے کیونکہ مال جان کے نفع کیواسطے مطلوب ہی نہ بالذات اور دوسری یہ کہ جس حادثے کو دوسرا حادثہ معارض نہو تو بہت سخت
ہوتا ہی اس حادثے سے جسکو دوسرا حادثہ معارضہ کرے کیونکہ معارضہ کی صورت مین شدت حادثے کی کم ہو جاتی ہے مثلاً ایک طرف سے آدمی کو خوف جان کا ہو
اور دوسری طرف توقع مال و جاہ کی دامن گیر ہو تو اوس وقت مین جانی حادثے کو بھی چندان سخت نہین جانتا بلکہ اوس حادثے سے بھی نہین ڈرتا اور ہر حادثہ ان
بارہ حادثون مین سے قیامت کے کہ اس سورت مین یاد فرمایا ہے یا تو غیر مقصود بالذات کو صدمہ پونہچاتا ہی جیسے پوست اتارنا آسمان کا کہ آسمانکو خراب کر ڈالیگا
اور آسمان بہ نسبت اہل دنیا کے مطلوب بالذات نہین ہے کیونکہ فائدہ لینا اہل دنیا کا محض ستارون سے ہی اور آسمانکی مثال مانند ایک صندوق کی ہی کہ اسمین
جواہر اور عمدہ لباس رکھے ہین اگر وہ صندوق ٹوٹ گیا اور جواہر اور اسباب سلامت رہا تو کچھ ٹوٹنا اسکا چندان گران نہین گذرتا اور یا معارض دوسرے کے ساتھ ہی
کہ موجب فرحت اور خوشی کا ہی جیسے تسعیر جحیم کی کہ مقابلہ مین اُسکے ازلاف یعنی پاس لانا جنت کا بھی ہوگا سوای اس حادثے کے کہ ایک تو مطلوب بالذات کو کہ آفتاب
کی شعاع ہے صدمہ پونہچاویگا دوسرے یہ کہ مقابلے مین اسکے کوئی اور حادثہ فرحت افزا بھی موجود نہوگا اور بے نور کرنا آفتاب کا کہ نہایت عمدہ اسباب ہی حالات
وجدانی نفس انسانی کے کھولنے کا کہ چمک سے آفتاب کے شعاع کی آنکھون کے دیکھنے کی چیزین تو نظر آتی ہین مگر معقولات وجدانیات کے ادراک کے واسطے
حجاب ہوتی ہین اور اسی سبب سے یہ بات ہی کہ عقلی چیزون مین فکر کرنے کے واسطے رات کا وقت مقرر کیا ہے اور خواب دیکھنے کا بھی وہی وقت ہی اور زیادہ کیفیات
نفسانیہ کا ان چیزون سے کہ عاشقون کو یا مریضون کو اور دردمندون کو یا مصیبت زدونکو جو پیش آتی ہین تو وہ بھی وہی وقت ہی اور اہل مراقبہ اور توجہ بھی
اسیوقت نسبت باطنیہ کو اپنی بڑھاتے ہین اور ساحر اور تاثیرات نفسانی والی بھی اسیوقت کام مین مشغول ہوتے ہین اور سیاہ ہو جانا ستارونکا اور تفرقہ کرنا
دریای شور کے اور جنبش سے پہاڑون کے بھی مقابلے مین اس حادثے کے کچھ بزرگی نہین رکھتا کیونکہ ستارے اکثر تیرہ اور بے نور ہو جاتے ہین اور دریای
شور چندان حوایج مین بنی آدم کے نافع نہین ہے کہ اسکو مقصود بالذات تصور کیجئے اور علی ہذا القیاس پہاڑ اور سنگینی دوسری حادثون کی خود اظہر
ہے اب بیان کرتے ہین ہم اسبات کو کہ ان بارہ حادثون کو کس واسطے اس مقام پر خاص کر کے مذکور فرمایا ہے وجہ اُسکی یہ ہے کہ منظور بیان کرنا
انقطاع نفس انسانی کا توجہ سے طرف مالوفات اور مضرات کے ہی اور کشادہ ہونا اُسکے شعور اور فہم کا ارواح سماویہ کی مدد سے اور ظاہر ہونا اعمالون کی صور
مثالیہ کا اور کھلنا مقدار ہر نیک اور بد کام کی جزا کا کہ مضمون علمت نفس ما احضرت کا ہے اور ہر حادثہ ان بارہ حادثون سے اس امر مین دخل رکھتا ہی
پس بسبب آفتاب کی تکویر کے اور سیاہ ہونے ستارون کے تعلق نفس انسانی کا کہ اپنے حوایج مین آسمان کے ساتھ تھا منقطع ہو جاویگا کیونکہ نفع لینا اُسکا
دیکھنے کی چیزون مین اور بدلنے مین فصلون اور موسمون کے اور معین ہونے مین مہینون اور چاندون کے اور پہلے سے معلوم کر لینا آنیوالے حادثونکا
محض چمک اور حرکتون سے اُن اجرام کے تھا اور سقف اُسکے عالم مالوف کی اس انقلاب سے خراب ہو جائیگی اور بسبب تسییر جبال
و تزلزل زمین یعنے بسبب چلنے پہاڑون اور تھرتھرانے زمین کے امید اُسکی سکونت سے زمین کی اور استخراج معادن اور اُگنے سے
کھیتی اور میوونکے اور بہنے سے چشمون کے اور نہرونکے ٹوٹ جاویگی اور صحن اُسکے گھر کا خراب ہونا شروع ہوگا اور بسبب
تعطیل عشار کے توجہ اُسکی خبرگیری سے گھر کے جانورون کی اور حاصل کرنے سے دودھ اور گھی اور صوف اور پشم اور نسل
کے سست ہو جاویگی اور اس انقلاب سے گویا مطبخ اور خزانہ خانہ اُسکا خراب ہو جاویگا اور بسبب جمع ہونے وحوش کے

ہمت اسکی شکار اور سیر سے جنگل کے جانورون کی اور جو نفع کہ پوست اور پشم اور مشک نافہ یا اور اجزاے انکی حاصل کرنا تھا بالکل منقطع ہو جاینگی اور
بسبب روشن ہونی دریاؤن کے سفر کشتی کا اور تجارتین بحری اور صید کرنے سے جانورون بحری کی اور انکالنے سے موتی مونگا اور عقیق اور عنبر کے
مایوس ہونگے اور بے چہ حاوے متعلق عالم دنیا سے اور انسان کی جسم سے ہین اور بعد اسکے ملنے سے نیک نفسون کی انکے ہم جنسون سے اور شریر
نفسون کو اپنے ہم جنسون سے اور ایک کی کیفیات نفسانیہ کی منعکس ہونے سے دوسری کی قلب پر ہر شخص کو وجدانیات انکی کما حقہ ظاہر ہو جاوینگے اور
انکو بالاجمال اہل خیر و شر سے معلوم کریگا اور سوال کرنے سے موودہ کی کہ نفس اسکا اس جہان سے نہایت سادہ گیا تھا معلوم کریگا کہ فہم شعور انسانی
نے ایک وسعت عظیم پیدا کی ہے کہ اس قسم کی الواح سادہ بھی نقش پذیر سوال و جواب کی ہوئی ہین اور یہ بھی معلوم کریگا کہ اس عالم مین بھرپائی
سے حقوق کے ادنی اعلی چھوٹا بڑا باوجود اس بات کی کہ تلف کرنے والے کو حقوق کے اشد علاقی درمیان مین ہین جیسے پدری اور مادری ہرگز
خالی نچھوڑینگے اور بسبب کھولی جانی صحیفون اعمال کی تفصیل اپنے افعال و اقوال کی دریافت کریگا اور بسبب پوست اترنے آسمان کی کہ کنایت
ہے عالم مثال کی تجلی سے کہ معدن اور اصل اسکی افلاک کی قوت خیالیہ ہے اپنے اعمال کی صور مثالیہ کو دیکھ لیگا اور حقیقت کو حال کی معلوم
کر جاینگا ع کہ با کہ باختہ ام عشق در شب دیجور اور بھڑکانے سے دوزخ کی آگ کی اور نزدیک لانے سے بہشت کی اور آرایش اور سجاوٹ سے موافق جزاون
عملون کی کہ خواہش ان کی صور مثالیہ کی ہے نہایت روشنی پیدا کریگا اور اس وقت مضمون عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ کا جلوہ گر ہوگا اور یہ
چند انقلاب تعلق آخرت کی عالم سے اور قوای عقلیہ اور خیالیہ سے انسان کی رکھتی ہین اور اسی تقریر سے وجہ اس ترتیب کی رعایت کی بھی ظاہر ہوئی
اور یہ بھی ثابت ہوا کہ عالم برزخ مین نفس انسانی کو باوجود بدن کی مفارقت کی یہ اطلاع احوال پر انکے اعمالون کی ممکن نہین ہے کیونکہ ہنوز آسمان
و زمین قائم ہین اور تعلق اسکا مکانات اور اپنی رغبت کی چیزون کی طرف اور توجہ حال پر اقربا اور اپنے بنی نوع کی اور یاد کرنا اپنے گذری حالات کا ہنوز
منقضی نہین ہوا اور ملنا عالم غیب سے بطور خلوص اور کمال کی اسکو حاصل نہین ہوا اسیواسطے اس عالم کو برزخ کہتی ہین کہ من جہ احکام دنیا کی رکھتا ہی اور من وجہ
احکام آخرت کی جیسے کسی شخص نے ایک شہر مین یا ملک مین بہت مدت گذران کی پھر کسی اور شہر یا اور ملک کو چلا گیا اور ہنوز گھر اسکا اس پہلی شہر مین موجود ہی اور
اقارب بھی اسکے وہان رہتے ہین اور خط کتابت کی بھی آمدورفت ابھی جاری ہے ایسی حالت مین انقطاع کلی اسکو اس شہر سے ممکن نہین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ جس وقت کہ آفتاب لپیٹا جاویگا اور معنی تکویر کے عرب کی لغت مین کسی چیز کو گرد لپیٹنے کے ہین جیسے رسی یا پگڑی کہ س
آنکو جامہ کی گرد لپیٹتے ہین و کَوَّرَ الْعِمَامَةَ معنی مین پگڑی کی پیچ کی اسی لفظ سے ہے اور جو آفتاب کہ شعاعین دراز رکھتا ہے موقوف کرنے کو اس شعاع کی ذہنت ع
تشبیہ لپیٹنے سے پگڑی کی دی ہے اور اس لفظ کو بطور استعارہ کی استعمال فرمایا ہے گویا کہ جب تک کہ شعاع اسکی پھیلی ہوئی ہے تو مانند اس تھان یا پارچہ کی
ہے کہ اسکو کھول کر پھیلا دیا ہے اور جب وہ شعاع زائل ہوگئی اور جرم اسکا بنیر کی چکتی کی مانند بے نور رہ گیا تو گویا اس تھان کو تہ کر لیا اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ ح
الشمس والقمر ثوران مکوران یوم القیمة یعنی اور آفتاب اور ماہتاب بنیر کی دو چکتون کی مانند بے نور پڑے ہونگی قیامت کے دن اور بعضے روایتون مین ہے
ثوران عقیران بھی واقع ہوا یعنی مانند دو بیلون کونچین کٹے ہوؤن کی پڑے ہونگے اور دوسیر انکا منقطع ہو جاویگا اور ثور عرب کی لغت مین بیل کو بھی
کہتے ہین اور بنیر کے چکتے کو بھی اور جب تعلق ستارون کی ارواح کا جرمون سے انکی منقطع ہو جاویگا تو شعاع اور نور بھی زائل ہو جاینگا اور دوسیر بھی موقوف تو
کبھی زوال نور پر خیال کر کے بنیر کی چکتے سے نسبت دی ہے اور کبھی حرکت کی موقوف ہونے پر نظر کر کی کونچین کٹی بیل سے تشبیہ دی ہے اور اسمین خبر ہے کہ آفتاب و ماہتاب دونو
حدیث کی اس حادثہ مین شریک ہونگی لیکن بیان پر اکتفا فقط آفتاب ہی کی تکویر پر ذکر فرمائی کیونکہ شعاع آفتاب کی جرم سیاہ کو ماہتاب کی نور اور روشنی بخشتی ہے پس
تکویر آفتاب کی مستلزم ہے ماہتاب کی تکویر کو حاجت علیحدہ بیان کی نہین وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ اور جس وقت کہ ستارے میلے ہو جاوینگے اور نور بھی انکا

زائل ہو جائیگا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہی کہ انھون نے فرمایا ہے کہ ستارے قندیلون مین نور کی زنجیرون سے لٹکے ہین اور وہ زنجیرین
فرشتون کے ہاتھون مین ہین جب فرشتے مرجاوینگے تو وہ قندیلین اُنکے ہاتھون سے گرجاوینگے اور ستارے گر کے بکھر جائینگے اور نور اُنکا زائل ہو جائیگا
پس اس سورت مین بیان اس انقلاب کی انتہا کا ہے کہ ستارون پر ظاہر ہوگا اور اگلی سورت مین بیان ہے اس انقلاب کی ابتدا کا اور اختلاف
لفظ مین نجوم اور کواکب کے تفنن کلام کے اسلوب کیواسطے ہے اور اسواسطے بھی ہے کہ نجم کے لفظ سے ظہور اشراق کا سمجھا جاتا ہی تو انکدار
اسکو مناسب ہی اور کوکب کے لفظ مین استقرار اور استحکام بوجھا جاتا ہے تو انتشار اُسکے ساتھ مناسب ہے وَاِذَا الۡجِبَالُ سُیِّرَتۡ اور
جب پہاڑ چلائے جائینگے اور بادلون کی طرح سے ہوا مین اُڑائے جائینگے اور پہاڑ زمین کے لنگر اور سنگ فرش کے مانند تھے جب اُنکی یہہ
حالت ہوگی تو زمین کی حالت کو بھی اسی پر قیاس کر لیا چاہئے کہ کیا کچھ اُسکے خرابی ہوگی وَاِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ اور جب گابھن
اونٹنیان جنکا حمل دس مہینے کا ہو نہ چھوٹی پھرین اور اُن کے مالک اُن کی طرف کچھ التفات نکرینگے اور وجہ ایسی اونٹنی کی تخصیص کرنے کی یہ ہے
کہ منظور تعلق انسانی کے انقطاع کا بیان ہے اپنے مالون سے اور سب مال مین سے جو زیادہ محتاج خبرداری کا ہے سو جانور ہین کیون کہ زر
و جواہر اور دوسرے اسباب دمبدم محتاج محافظت کے نہین ہوتے اور زراعت اور درخت اور عمارت اور مکانات بھی محتاج محافظت اور خبرگیری
کے ہوتے ہین لیکن نہ ہر لحظہ اور ہر ساعت برخلاف جانورون کے کہ ہمیشہ دھوپ سے چھانون مین اور چھانون سے دھوپ مین باندھنے کے محتاج ہوتے
ہین اور ہر دم دانے پانی گھاس کی خبرگیری چاہتے ہین اسیواسطے تجربہ والون نے کہا ہے کہ غم نداری بز بخر اور اُون سب جانورون مین اعلی اور عمدہ
عرب کے نزدیک جننے کے قریب والی اونٹنی ہے کہ اُسمین دو طرح کی خوشی ہے ایک تو بچہ کی دوسرے دودھ کی اور بسبب بڑے پن کے دودھ اُنکا
اور جانورون کے دودھ سے دو چند سہ چند زیادہ ہوتا ہے اور جو مخاطب اس کلام ہدایت فرجام مین اول فرقہ عرب کا ہے تو رعایت اُس چیز کی
کہ اُنکے ذہن مین جلد آجاوے زیادہ چیز ان کے خیال مین ایسی ہے ضرور پڑی کیون کہ مقتضا بلاغت کا یہی ہے اور یہان پر ایک اشکال ہی کہ بعضے اذکیا اسکو
مشکل جانتے ہین حاصل اُسکا یہ ہے کہ بعد اسکے کہ حضرت اسرافیل نفخ صور فرماوینگے تو سب جانور مرجاوینگے اونٹنیان کہان ہونگی جو چھوٹی پھرینگی اور
صور پھونکنے سے پہلے قیامت کہان ہی کہ اونٹنیان معطل پھرین پھر یہ بات کون سے وقت کی ہے اکثر دانشمندون نے کہا ہے کہ یہ کلام فرضی اور خیالی ہے
یعنے بالفرض اگر اسوقت اونٹنیان اس صفت کے ساتھ موجود ہون تو شدت ہول سے اُس روز کوئی اُنکی طرف متوجہ نہوگا جیسے یَوۡمًا یَّجۡعَلُ الۡوِلۡدَانَ
شِیۡبًا مین فرمایا ہے لیکن بعد تامل کے معلوم ہوتا ہے کہ یہان پر حاجت اس تکلف کی نہین ہی اسواسطے کہ جسوقت حضرت اسرافیل پہلی صور پھونکینگے تو
آدمی اور حاملہ اونٹنیان اکٹھی مرجاینگے اور جب دوسری بار صور پھونکینگے تو سب اکٹھے جی اُٹھینگے تو وہ اونٹنیان کہ جن کے حمل پر دس مہینے گذر گئے تھے وہ بھی
اُسیطور سے زندہ ہونگی چنانچہ حدیث صحیح مین ہی یحشر الناس یوم القیمۃ علی ما ماتوا علیہ اور مالک اُنکے اُس وقت اُنکی طرف متوجہ نہونگے اور معطل چھوڑ دینگے
اور بعضے اہل تفسیر نے کہا ہے کہ مراد عشار سے ابر ہین کیون کہ عرب ابر کو حمل والی جانور سے نسبت دیتے ہین اور ان کے خیال مین ابر کی صورت مادہ
کی سی ہے اور ہوا کی صورت نر کی بس جیسے نر مادہ سے مل کر حاملہ کر دیتا ہے اسیطرح ہوا سے ابر مین پانی بھر جاتا ہے بس غرض یہ ہی کہ اسوقت ابر پانی سے
خالی ہونگے اور کچھ کام نہ آوینگے اور اس تفسیر مین جو کچھ کہ بُعد ہے سو ظاہر ہے اور عشار جمع عشرا کی ہی جیسے نفاس جمع نفسا کی اور عشرا دس مہینے کی حاملہ
اونٹنی کو کہتے ہین تمام سال تک اور تمام ہونا سال کا اونٹنی کے حمل کے تمام ہونے کی پوری مدت ہی تو اسی نام سے اسکو مذکور فرمایا وَاِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ
اور جس وقت کہ وحشی جانور کوہی اور دریائی جمع کیے جاوین اور وجہ اُنکے جمع کرنے کی یہ ہی کہ رہنے کی جاگہ اُنکی کہ پہاڑ اور جنگل تھے خراب ہو جاوینگے اور آگ اور
دھوان ہر طرف سے اُنکے پیچھے پڑیگا ناچار آدمیون کے مجمع مین مکان امن کا سمجھ کر بھاگ آوینگے جیسے سردی کے ملک مین برف پڑنے کے وقت وحشی
جانور طبیعت اصلی کو اپنی کہ نفرت اور وحشت ہے چھوڑ کر بستیون اور گھرون مین گھستے ہین اور اس واقعے مین دلیل صریح ہے اس بات پر کہ
ہول اُس روز کا اس مرتبہ کو پہونچیگا کہ وحشیون کو انسان سے نفرت نہ رہیگی اور بعضے جو بعضون سے عداوت طبعی رکھتے تھے اُس روز کچھ خوف

دوسرا ایک دوسرے کا باقی رہیگا اور قتادہ اور دوسرے مفسرون نے کہا ہے کہ مراد حشر سے وحوش کے انکا زندہ کرنا ہے بعد مرنے کے کہ قصاص کے واسطے انکو پھر زندہ کرینگے اور حدیث شریف مین ہے کہ جانورونمین بھی قصاص جاری ہوگا یہانتک کہ منڈی بکری سینگون والی بکری سے بنا بدلا لیگی لیکن قصاص ہوچکنے کے بعد سب کو خاک کر دینگے اور جو خدا کے نام پر ذبح ہوئی ہین وہ بہشت کی خاک ہونگی مگر وہ جانور جو بہشتیونکی خوشی کا باعث ہونگے یا سبب اُن کی لذت کا سو وہ جانور بہشت مین باقی رہینگے جیسے طاؤس یا گھوڑا یا اور کوئی جانور خوب صورت خوش آواز یا وہ جانور کہ جنکا گوشت بہشتیون کو مرغوب ہوگا وہ اُنکی غذا کے واسطے چھوڑ دیے جاوینگے چنانچہ قرآن مجید مین سورۂ واقعہ مین مذکور ہے وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ اور وہ چیزین باقی رہنگی جو دوزخیون کے عذاب زیادہ ہونیکا سبب ہون سو دوزخ مین جاوینگی جیسے سانپ اور بچھو اور مکھی کہ انکے جلی ہوئی بدن پر بیٹھیںگی اور انکو رنج و دکھ دینگی بغیر اسبات کے کہ اُن جانورون کو اُس دوزخ کی آگ سے کچھ رنج و کلفت ہو اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہے کہ الذباب کله في النار اور یہ بھی حدیث صحیح مین وارد ہے کہ ان في الجنة طيرا عمة واكلها انعم منها وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ اور جس وقت کہ دریا بھڑکائی جاوینگے اور پانی انکا دھوان اور آگ ہو جاویگا اور ہوا اُس آگ اور دھوین کے ملنے سے حدت اور حرارت پیدا کریگی اور اہل محشر کی تکلیف اور رنج کا سبب ہوگی لیکن باایمان لوگ شر سے اس دھوین کے محفوظ رہینگے چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ اُس روز کے دھوین سے باایمان لوگون کو اسیقدر تکلیف پہونچیگی کہ زکام ہو جاویگا وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ اور جسوقت کہ نفوس انسانی نفوس سماوی اور ارضی سے ملائے جاینگے تاکہ قوت خیر و شر کے ادراک کی زیادہ ہو جاوے اور پوری جزا ہر عمل کی نہایت کے درجے مین پہنچے اور بعضون نے کہا ہے کہ مراد تزویج نفوس سے ارواحون کا ملنا ہے جسمون کے ساتھ اور بعضون نے کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ لوگون کو ازواج ثلثہ کر دینگے یعنے تین قسم کر دینگے کہ تفصیل اُسکی سورۂ واقعہ کی آیت وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثَةً مین مذکور ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ ہر شخص کو اپنے ہم مشرب اور ہم مذہب کے ساتھ جمع کر کے جدی جدی غول بناوینگے اور خیر و شر کے طبقون کو اس ترتیب مین رعایت رکھینگے اور بعضون نے کہا ہے کہ ہر شخص کا اُس شخص کے ساتھ حشر کرینگے جسکے ساتھ دنیا مین نہایت محبت رکھتا تھا پھر وہ خواہ نیک ہو خواہ بد جیسے پیر اور استاد اور بادشاہ اور امیر اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ نفوس کو مومنین کے حور عین کے ساتھ جوڑ لگاوینگے اور کافرون کے نفوس کو شیطانون کے ساتھ ملا دینگے اور زجاج نے کہا ہے کہ ہر نفس کو اُسکے عملون کی صورت مثالی سے خواہ نیکی ہو خواہ بدی جوڑ لگاوینگے وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ اور جب موؤدہ پوچھی جاویگی اور موؤدہ عرب کی لغت مین جیتی گاڑ دی ہوئی لڑکی کو کہتے ہین مشتق ہے وَأَدَ يَئِدُ سے اور عرب مین رسم تھا کہ لڑکیون کو پیدا ہوتی ہی گاڑ دیتے تھے بعضے تو تنگدستی اور شادی بیاہ کے اخراجات کے خوف سے یہ کام کرتے تھے اور بعضون کو یہ عار تھی کہ ہم اپنی بیٹی کسی کو دینگے اور وہ ہمارا داماد کہلاویگا اس خیال فاسد مین گرفتار ہو کر اس امر شنیع مین مبتلا تھے اور اس امر قبیح نے اُس زمانہ مین اُس ملک مین ایسا رواج پایا تھا کہ اسکو فخر اور غیرت جانتے تھے اور ہرگز اُس گناہ کے عذاب کا خوف نہین رکھتے تھے اس گمان پر کہ ہماری اولاد ہماری ملک ہے اس مین ہمکو اختیار ہے جو چاہین سو کرین حق تعالی نے انکے اس فعل شنیع پر جا بجا قرآن مجید مین مذمت فرمائی اور وجہین اُسکی برائی کی کھول کر بیان کر دین کہ ضمن مین اس فعل قبیح کے سوائے قطع رحم اقرب کے کہ والد ہے اور بہت سی قباحتین موجود ہین اُنمین سے ایک تو ظلم و ستم ہے بے گناہ معصوم پر کہ وبال اُسکا معلوم ہے اور مکروہ جاننا اللہ تعالی کی پیدائش کو بلا وجہ اور ناخوش ہونا اللہ تعالی کی خواہش سے اور مقابلہ کرنا اُسکے فعل کا ضد کے ساتھ کہ اُس خالق نے نو مہینے مین اُسکو بنا کر تیار کیا اور اُسنے پیدا ہونے کے ساتھ ہی ارادہ اُسکی ہلاکت کا کیا اور دوسرے بے اعتمادی ہے اللہ تعالی کی رزاقی اور کارسازی پر اور یہ کہ مال کا بخل اس درجے کو ہے کہ اپنی اولاد پر مال خرچ کرنا روا نہین رکھتا بس اسیطرح کی اور بہت سی باتین ہین اور اسیواسطے جو عرب مین سمجھ والے لوگ تھے اُسکی قباحت کو دریافت کر کے اپنے کو اس کام سے روکتے تھے لیکن قوم کے رسم سے ناچار تھے یہانتک کہ زید بن عمرو

بن بقیل بچا از انجملہ حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہ گھر مین پیدا ہوئی اور جہان سنی کہ فلانے کے گھر مین لڑکی پیدا ہوئی ہے اور وہ جیتی گاڑی جائیگی تو جھپٹ کے وہان جاتے اور کہتے کہ اسکو مین نے اپنی بیٹی کیا جو کچھ کہ اسکے کھانے پینے کا اور بیاہ شادی کا خرچ ہے وہ سب میری سر تمکو کچھ کام نہین اسی طور سے بہت لڑکیان بچالین اسیواسطے انکو محی الاموات کہتے تھے اور انکے اس رسم صالح کی اور قبیلون کے بھی بعضے بعضے عرب اتباع کرتے تھے چنانچہ صعصعہ فرزدق شاعر کا دادا بھی یہی کام کرتا تھا اسیواسطے فرزدق نے اپنے دادا کی اس فعل کی بڑائی اپنے اشعار شعرون مین کی ہے اور اب اس امت مین اس فعل شنیع نے دوسری صورت سے نمود پکڑی ہے اور شیطان کا قاعدہ ہے کہ جو کسی بری کام کو لوگ ممانعت شرعیہ یا دلائل عقلیہ کے سبب سے قبیح جان کر چھوڑ دیتے ہین تو وہ لعین اسی کام کو دوسری صورتین انکی نظرون مین بھلا دکھاتا ہے تاکہ اسکا اصل مطلب فوت نہوا اور وہ صورت جو اس امت مین رکھتی ہے یہہ ہے کہ اگر کسی لونڈی باندی یا کسی اور کم اصل عورت کو کسی سے حمل رہ گیا تو مارے غیرت کے کہ مبادا لڑکی پیدا ہو تو کسی کم اصل سے رشتہ کرنا پڑیگا بس اس بات کو ننگ و غیرت شرافت کی جان کر بعد جان پڑنے کے کہ مدت اسکی اکثر چار مہینے گذرنیکے بعد ہی گرا دیتے ہین اور اس امر شنیع کے مرتکب ہوتے ہین اور بطور فخر اور بڑائی کے اسکو بیان کرتے ہین حالانکہ خون ناحق مین یا دوسری قباحتون مین سر مو موؤدہ سے یہ فعل کم نہین ہے لیکن اگر روح پڑنے سے پہلے ہو تو صحابہ کو گرانے مین عذر شرعی سے جیسے جنے کی سختی یا کثرت عیال کی یا قلت مال کی یا مسافر کے سبب سے یا جانے کہ اگر یہ لونڈی جنیگی تو خدمت نکر سکیگی اختلاف واقع ہوا تھا اور حضور مین حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی تعالی عنہ کے اس امر مین بہت گفتگو ہوئی یہان تک کہ حضرت امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ واللہ لا تکون موؤدۃ حتی تاتی علیہ التارات السبع اس کلام کو حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پسند فرمایا اور یہی بات ٹھہر گئی اور بعضے صحابہ اسکو بھی احتیاطا کیواسطے حرام جانتے تھے اور اسکو موؤدہ صغری کہتے تھے کیونکہ اگرچہ قتل نفس کا اس عمل مین نہین ہے لیکن اسکی رزاقیت پر عدم توکل اور معارضہ انکی فعل کا ساتھ ضد کی لا وجہ اور سوا اسکے دوسری قباحتین بھی موجود ہین لیکن صحیح یہ بات ہے کہ جائز ہے عزل کو قیاس کے اعتبار سے اور وہ جو حدیث شریف مین عزل کے حق مین وارد ہے کہ ذلک الوأد الخفی وہ عزل کی حرمت پر دلالت نہین کرتا بلکہ کراہیت اور اولاد کی ترک ہونے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ خفی ہر امر کا اسکی جلی کا حکم نہین رکھتا جیسے ریا کہ شرک خفی ہے حکم شرک جلی کا نہین رکھتا اور جائز ہونا عزل کا دلیلات صحیحہ مشہورہ سے ثابت ہے لاشبھۃ فیہ اور استعمال کرنا دواؤن کا قبل جماع کے یا بعد جماع کے کہ حمل نہ رہے یہ بھی مانند عزل کے جائز اور روا ہے اور یہان پر ایک شبہہ ہے کہ اکثر خیال مین گذرتا ہے وہ یہ ہے کہ موؤدہ بیچاری مظلوم ماری گئی ہے اس سے سوال کرنا کوئی وجہ نہین رکھتا چاہیے تھا کہ سوال اسکے قاتل سے کیا جاتا تاکہ اسکو سرزنش ہوتی پس جواب اس شبہہ کا یہ ہے کہ سوال موؤدہ سے اس وضع پر نہوگا کہ تو کیون ماری گئی تاکہ خلاف قاعدے کے ہو بلکہ اس وضع سے ہوگا کہ **بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ** کس گناہ پر ماری گئی ہے وہ موؤدہ اور لائق اس سوال کی مظلوم ہے نہ ظالم کیونکہ غرض اس سوال سے تلقین دعوی کی اور ظاہر ہونا ظلم کی وجہ کا منظور ہوتا ہے کہ مظلوم کہدے کہ مجھ پر فلانے نے فلانی وجہ سے ظلم کیا ہے اور موؤدہ سے سوال کرنے اس طور سے یہ بعید ہے کہ نفس صغیر ہر چند کہ اس جہان مین شعور اور فہم اور ادراک پیدا کریگا لیکن تو بھی ادراک اسکا ادراک سے دار القضا کے مشتاقون کے اور دنیا کے جھگڑنیوالون سے کہ انہین کامون مین تمام عمر اپنی صرف کی البتہ کم ہوا چاہیے اور جو کچھ کہ دکھ درد اسکو جان جانے کا گذرا تھا سو چندان اسکو گران نہین گذرا تھا کیونکہ وہ زندگی اسکی ایک خواب و خیال تھی کہ دیکھی اور گذر گئی اور یہ بھی ہے کہ پہلے ہی دعوی ماباپ پر کرنے مین حیا کے سبب سے پیش قدمی نکر سکیگی تو ضرور ہوا کہ اس طرف سے اس طور سے اسکو تلقین اور یاد دلانا دعوے کا ہوگا جیسے کوئی مظلوم نا سمجھ کو کہ بیان کرنے مین اپنی حجت کے اور پورا کرنے مین اپنے دعوی کے قصور کرتا ہے تو حکام بانصاف اسکو اس قسم کی تلقین عند کیا کرتے ہین کہ حقوق اسکے برباد نجاوین اور اسی طور سے اگر کوئی مظلوم بسبب کسی علاقے کے کہ ظالم رکھتا ہے صاف صاف بیان کرنے سے اسکے ظلم کے شرماتا ہے یا خوف کھاتا ہے اسکے حق مین بھی ارباب عدالت کا یہی وتیرہ معمول ہے اور فقہا نے بھی لکھا ہے کہ قاضی کو تلقین مدعی اور شاہد کی اس قسم کی صورتون مین درست ہے

کیونکہ مظلوم کا حق کہ ہو بجا بدون اسکے ہو نہین سکتا اور باوجود اسبات کہ اس سوال مین بھی مراتب اسکے ادب کہ والدین کے ساتھ موجود ہین
کیونکہ اول ذکر اسکے قاتل کا نفرمایا گویا قاتل سے سوال منظور ہی نہین ہے تاکہ فضیحت نہو اسیواسطے مجہول کے صیغے سے لاتے ہین کہ قُتِلَت
یا سوال اس مین گناہ کا فرمایا کہ بموجب اسکی قتل کا ہو اگر یا کہ اشارہ فرماتے ہین کہ والدین کو تو اپنی اولاد سے کمال شفقت اور محبت ہوتی ہی بغیر کسی گناہ
عظیم کے ایسے یہ معاملہ نکیا ہوگا اسواسطے نجسے پوچھتے ہین کہ وہ کیا گناہ تھا لیکن رعایت اس ادب کی ماباپ کے حق مین موؤدہ کی طرف سے موجب ماباپ کی
کمال رسوائی اور فضیحتی کا ہوگا خصوصاً موؤدہ کو گناہ کو سوال کرنے مین کہ وہ ہرگز محل گناہ کا نہین ہو سکتی تھی تعریض الزام صریح سے انکی ہوگی اور
اگر پہلے ہی سوال والدین سے واقع ہوتا کہ تمنے بے گناہ اپنی بیٹی کو کیون مار ڈالا تو یہ فضیحتی اور رسوائی اور اتنا زیادتی خوف اور دہشت حاصل نہوتا اور
یہ بھی سبب ہے کہ ترک کرنے مین سوال کے انسے اور توجہ کرنا سوال اور خطاب کا موؤدہ سے انکی کمال شقاوت اور بدبختی کی نشانی ہے کہ ان سے بسبب
کمال قہر و غضب کے اس حرکت بی برکت سے سوال خفگی اور عتاب کا بھی نہین فرماتے ہین کیونکہ کلفت عذاب اور عتاب کی لذت سے کلام و
خطاب کی سبک معلوم ہوگی اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ چنانچہ کسی کا قول ہے شعر پرسش اگر نیست بگو تا سزا ئم کز دہنت یک سخنم آرزو ست اور
بیان پر سمجھ لیا چاہیے کہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ الوائدۃ والموؤدۃ فی النار یعنے جس عورت نے کہ اپنی بیٹی جیتی گاڑ دی ہو وہ اور اسکی بیٹی
دونون دوزخمین جاینگی معتزلہ اس حدیث کے سننے سے متحیر ہوتی ہین اور مقابل مین اس حدیث صحیح کے اس آیت کو سند پکڑتے ہین اور کہتی ہین کہ جو
حق تعالی بسبب موؤدہ کے کافرون کو زجر و توبیخ فرمائیگا تو ممکن نہین کہ موؤدہ عذاب کی جاوے اور اس دلیل پکڑنے سے انکی کمال جہل و ناوانی ثابت
ہوتی ہی کیونکہ ماباپ پر عذاب اسواسطے ہی کہ خون ناحق کیا ہے اور موؤدہ پر عذاب اس جہت سے ہے کہ کفر مین ماباپ کی تابع ہی جیسے ظالم اور مظلوم کہ
دونون کافر ہون تو ایک پر دوسر یکیے واسطے عذاب کرینگے اور اصل عذاب مین دونون شریک ہین بسبب کفر کے اسیواسطے اہل سنت کے نزدیک فرونکا لڑکون
کو معذب ہونا باعتبار شریعت کے قاعدے کے ظاہر ہے کیونکہ نفس طفل کا خصوصاً وہ طفل کہ ایسی چھوٹی عمر مین اس جہان سے گیا ہو ویسے تو گویا ماباپ کے
وجود کا ایک ٹکڑا ہے ابھی استقلال و تکمیل حاصل نہین کی ہی جب والدین عذاب کیے جاینگے تو یہ نفس سادہ بھی انکی تبعیت سے عذاب مین ہوگا جیسے تو ابین
کہ ساتھ ہنستے ہین اور ساتھ روتے ہین اور بھوکھی پیاسے بھی ایک ہی وقت مین ہوتے ہین کیونکہ اتصال نفسانی انکا مفارقت استقلال سے ہنوز مبدل نہین ہوا واللہ
اعلم اور یہان ایک نکتہ ہی کہ قابل بیان کے ہی وہ یہ ہی کہ قتلت کو غائب کے صیغے سے کسواسطے لائے خطاب کے ان بات کو چاہتا تھا کہ قتلت مونث مجہول مخاطب
صیغہ سے فرماتے جواب اسکا یہ ہے کہ منظور تو واقعات قیامت کا بیان ہی اور موؤدہ کا حال غیبت کے صیغے سے بیان فرماتے ہین بس ہمارا خبر دینا ہی موؤدہ کی
سوال سے کہ واقع نہو گا نہ حکایت خطابی کہ اسکے ساتھ درمیان مین آویگی اور حکم فقہ کا یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے ہاتھ سے اسکی اولاد خطا سے تلف
ہوجاوی جیسے چار مہینے کا حمل گرا دینا یا اندازہ سے زیادہ افیون کھلا دینا یا محافظت مین قصور واقع ہونا مثلاً کوئی عورت چھپر پر بیٹھی اپنے لڑکے کو
کھلاتی تھی اور وہ لڑکا اسکے ہاتھ سے چھوٹ کے زمین پر گر پڑا اور مرگیا اور علی ہذا القیاس تو ان پر کفارہ لازم ہوتا ہے اور قتادہ سے روایت ہے کہ
قیس عاصم تمیمی کا بیٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھسے ایک بڑا سخت گناہ ہوا ہی کہ کفر کی حالت مین آٹھ بیٹیان میری
جیتی گاڑ دی ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عوض مین ہر لڑکی کے ایک ایک غلام آزاد کر اسنے عرض کی کہ یا رسول اللہ مین تو اونٹ والا ہون
غلام تو میرے پاس نہین ارشاد ہوا کہ ہر لڑکی کے عوض ایک ایک اونٹ اللہ کی راہ مین دے وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ اور جس وقت کہ صحیفے
اعمالون کے کہ لپٹے ہوئے سجین اور علیین مین رکھی تھی کھول جاوینگے اور ہر شخص جو کچھ کہ اسکے صحیفون مین ہے معلوم کریگا اور قتادہ سے مروی ہے کہ آدمی کے اعمال کے
صحیفون کو اسکی مرنے کے بعد لپیٹ کے دفتر مین نگاہ رکھتی ہین اور بعضے مفسرون نے نشر کو پراگندہ کے معنون مین لیا ہے یعنی اعمال نامون کو بکھیر دینگے اور جس دن
کہ انکے جمع تھی وہان سے نکال کر بانٹ دینگے کسیکو بائین ہاتھ مین پیٹھ کے پیچھے سے اور کسی کو داہنے ہاتھ مین منہ کے سامنے سے دینگے اور مرثد بن وداعہ سے مروی ہی کہ قیامت کے
دن صحیفون کو عرش کے نیچے سے اڑا دینگے پس جو صحیفہ کہ ایماندار کے ہاتھ آویگا اسمین یہ لکھا ہوگا کہ فی جنۃ عالیۃ اور جو کافر کے ہاتھ مین آویگا

اسمین یہ لفظ لکھا ہوگا کہ فی سموم وحمیم اور یہ صحیفے فال کے فرعون کی مانند ہونگے اعمال کے صحیفے نہونگے چنانچہ کشاف مین مذکور ہو **وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ** اور جب آسمان کا پوست اتارا جائیگا جیسے جانور کا کہ بعد ذبح کے پوست اتار لیتے ہین اور تمام اجزا اوسکے اعضا اور رگ و ریشے اسکے ظاہر ہو جاتے ہین اسیطرح سے اور خیالات فلک کے مکنونات کہ اشیا کی صور مثالیہ ہین ظاہر اور منکشف ہو جاوینگے اور فرشتے حاملان صحف اور دوسری قسمونکے فرشتے نازل ہونگے **وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ** اور جس وقت کہ دوزخ بھڑکائی جائیگی اور شدت اسکی سوزش کی زیادہ تر ہو جائیگی **وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ** اور جس وقت کہ بہشت محشر کے نزدیک لائی جائیگی پس مسلمانونکو خوشی پر خوشی زیادہ ہوگی اور کافرون کو حسرت پر حسرت اور جو بارہ حادثے تحقق ہونگے کہ چھ انمین سے دنیا مین قبل صور پھونکنے کے ہونگے اور چھ انمین سے بعد صور پھونکنے کے ہونگے **عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ** جان لیگا ہر جی جو لیکر آیا ہے نیکی سے اور بدی سے اور بعضے اہل تاویل نے کہا ہے کہ ان بارہ حالتون کو موت کے وقت کہ قیامت کا نمونہ ہے معلوم کر لینگے اسیواسطے اسکو قیامت صغری کہتے ہین اور حدیث شریف مین بھی وارد ہوا ہے کہ من مات فقد قامت قیامتہ بھی اعتبار سکے کہ ابس آفتاب آدمی کی روح کے مانند ہے کہ شعاع سے اسکی بدن زندہ ہوتا ہے اور جو علاقہ اسکا تدبیر سے بدن کی منقطع ہوگیا تو گویا آسمان کے بدن کا آفتاب کورا اور بے نور ہوگیا اور تکدر نجوم کا نمونہ ہے حواس و قوای انسانی کی بیکاری کا کہ موت کے وقت نمودار ہوتا ہے اور جنبش پہاڑونکی باطل ہو جانا اعضار رئیسہ کا اور اسکی بدن کی ہڈیون کا ہے کہ اپنے کام سے معزول ہوکر برباد جاتی ہین اور تعطیل عشار کی نمونہ ہے دودھ اور چربی کے خشک ہو جانے کا اور افعال طبعی کے باطل ہونے کا کہ کار پرداز اسکا جگر اور دوسری آلات غذا کے ہین اور حشر وحوش ظہور افعال بہیمیہ اور سبعیہ کے نتائج کا ہے اور بھڑکانا دریاؤن کا خشک ہونا خون کا اور بدن کی دوسری رطوبتون کا باطل ہونا اور خیالات اور امیدون اور آرزون کا کہ ہر ایک ایک دریا بے پایان ہے کہ بغیر موت اختیاری یا اضطراری کے انقطاع انکا متصور نہین اور تزویج نفوس جمع ہونا ملکات مکسوبہ کا ہے آپس مین ظلمانی کا ظلمانی سے اور نورانی کا نورانی سے اور موؤدہ ایک قوت ہے کہ آدمی نے اسکو اسکے غیر مصروف مین صرف کرکے برباد کیا اور بعضے دانشمندون سے منقول ہے کہ جو کوئی نکتہ نفیس مقدمات علمیہ کا خاطر اوسکی مین گذرے اور اسکو قید کتابت مین مقید نکر دے یہانتک کہ وہ بھول جاوے تو وہ بھی موؤدہ مین داخل ہے اور آسمان کا کشط کنایت ہے روح کے احکام ظاہر ہونے سے اور تسعیر جحیم دیکھنے دوزخیون اور دوزخونکا بعد موت کے ظاہر ہونگا اور نزدیک لانا بہشت کا عبارت فرحت اور خوشی سے ہے کہ نیکون کی ارواح کو اس وقت پہنچے وینگی اور بدون کو اس سے محروم رکھینگے اور بعضے اہل تصوف نے ان سب حالتون کو طے ہو جانے پر سلوک کے مرتبون کے انتہای فنا تک کہ انکے نزدیک اول منزل وصول کی ہے تطبیق دی ہے اور تفصیل اس تطبیق کی نہایت طولانی چاہتی ہے کہ اس تفسیر کی وضع سے خارج ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ جو اسباب کھلنے خیر وشر کی حقیقت کے نفس انسانی پر بیان کیے گئے اور تحقیق اس باب کی خبر مخبر صادق سے کہ اصدق الصادقین ہے یعنی حق تعالی کی ذات پاک سے متیقن ہوئی تو حاجت قسم کی نرہی اسیواسطے یون فرمایا ہے کہ **فَلَآ اُقْسِمُ** پھر قسم نہین کھاتا ہون مین کیونکہ باوجود میرے خبر دینے کے حاجت قسم کی نہین ہے اور اگر ان سب باتون کے ساتھ بھی تم قسم کے محتاج ہو تو میری قسم **بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ** ہٹی ستارون پیچھے ہٹ جاتے سیدھے چلتے دبک جانے والون کی ہے اور حضرت امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ اور اکثر مفسرین سے صحابہ کے منقول ہے کہ وہ ستارہ خمسہ متحیرہ ہین یعنی زحل اور مشتری اور مریخ اور زہرہ اور عطارد کہ انکو اپنی حرکت مین ایک حیرت نمودار ہوتی ہے اول وہ مغرب سے مشرق کو ترتیب سے برجونکے حمل سے ثور مین اور ثور سے جوزا مین جاتے ہین اور بعد اسکے تھوڑی دنون حرکت انکی نمودار نہین رہتی ہے جائم پر کھڑے رہتے ہین پھر رجعت قہقری کرتے ہین یعنی الٹے پھر آتے ہین اور مشرق سے مغرب کو آتے ہین پہلی حالت کو علم ہیئت کی اصطلاح مین استقامت کہتے ہین اور دوسری حالت کو وقوف اور اقامت کہتے ہین اور تیسری حالت کو رجعت اور یہ تینون حالتین اور کسی ستارے مین نہین ہین جیسے ماہتاب تو اسکو توقف نہین لیکن رجعت نہین رکھتا اور دوسرے ستارے نہ وقوف رکھتے ہین نہ رجعت یہ صحبت ان پانچ ستارونکی بہت دلیل ہے اس بات پر کہ آسمانی جسم ان کا ایک حال سے دوسرے حال پر ممکن ہے تو بس انقلاب جائز ہونے مین آسمان کے تمام اجزا مین اور زائل ہونے مین ستارون کے کچھ تعجب نرہا

اور خاص ہونا ان پانچ ستارون کا رجعت اور استقامت اور دوسری باتون کے ساتھ ہر چند کہ نزدیک تلاش کرنے والون ہیئت آسمانی کے ایک وجہ رکھتا ہے کہ وہ
اختلاف انکے حاملون کی حرکت اور انکے دائرون کی حرکت ہے اسواسطے کہ انکے حوامل یعنے اٹھانیوالے مغرب سے مشرق کو جاتے ہین اور دائرے انکے زمین
کے شامل نہین ہین لہذا اوپر والے انکے مغرب سے طرف مشرق کے جاتے ہین اور نیچے والے انکے مشرق سے طرف مغرب کو اور جو یہ ستارے دائرون مین
گڑے ہوئے ہین اور یہ دائرے حامل کی گذارگی مین گڑے ہوتے ہین تو بالضرور ان ستارون کو دونون حرکتین بالتبع ہوتی ہین تو جب تک کہ حامل کی
حرکت اور دائرونکی حرکت موافق ہوتی ہے سریع السیر استقامت سے معلوم ہوتی ہین اور جب دونون حرکتین مخالف ہوتی ہین تو بطی السیر معلوم ہوتے ہین
اور جب دونون حرکتین آپسمین مخالفت کرتی ہین اور ایک دوسری کی معارض ہوتی ہے یعنے جسقدر ستارہ ایک حرکت کے سبب سے آگے بڑھا اسیقدر
دوسری حرکت کے سبب سے پیچھے ہٹا تو واقف اور ساکن معلوم ہوتے ہین گویا جنبش نہین رکھتے اور جب دوسری حرکت غلبہ کرتی ہے تو انکی حرکت الٹی معلوم
ہوتی ہے اور ستارہ راجع یعنے الٹا پھرا معلوم ہوتا ہے لیکن مطلب اس سبب کے معلوم کرنے سے زیادہ تر کھل جاتا ہے اور ظاہر ہوجاتا ہے اس واسطے کہ
جب آسمان کے ستارے تغیر اور انقلاب کے قبول کرنیوالے ہوئے اور انکی حرکتون اور وضعون کے اسباب مختلف ہوئے اور تخالف اور تجاذب طبعی اور ارادی
آپسمین ثابت ہوا تو البتہ صدمون کے قبول کرنیکے آمادہ ہوئے یعنے خراب ہوسکتے ہین جو چیز کہ اختلاف اور تغیر سے بچی ہوئی اسکے خراب ہونے مین
اور صدمے کے قبول کرنے مین اگر تعجب کیا جاوے تو البتہ کچھ جگہ تعجب کی نہین ہے اسواسطے کہ کبھی اسمین صدمے کو راہ نہین پائی تھی اور ان پانچ ستارون کا
ذکر اس مقام پر لانا اسواسطے ہے کہ آسمان کے ستارے دو قسم کے ہین ایک قسم کو سیارہ کہتے ہین یعنے چلنے والے وہ سات ہین اور دوسری قسم کو
ثوابت کہتے ہین یعنے ایک جگہہ پر ثابت رہنے والے قسم اول کو یعنے سیارون کو تعدد افلاک کے سبب سے حرکتین مختلف لاحق ہوتی ہین اور ثوابت
کو حرکت مختلف نہین ہے بلکہ انکے آسمان کی حرکت بھی بہت سست ہے اور کم دکھلائی دیتی ہے اور ثوابت کو رجوع اور استقامت
اور وقوف اور انتقال سرعت سے بطوء کی طرف اور بطوء سے سرعت کی طرف لاحق نہین ہوتا ہے اور سیارون کو یہ سب لاحق ہوتا ہے
اور سب سیارون مین سے آفتاب اور ماہتاب کو بارہا قرآن مجید مین تغیر اور انقلاب کے مقام پر ذکر فرمایا ہے اور اکثر دونون کے تغیرات
سب خاص و عام مین مشہور ہین علی الخصوص تغیر چاند کا کہ ہر مہینے مین گھٹنا بڑھنا اسکا سب دیکھتے ہین اور سورج گہن اور چندر گہن بھی سب
پر ظاہر ہے تو اس مقام پر کہ اجرام آسمانی کے تغیر کا بیان کرنا منظور ہے ان پانچون ستارون کا ذکر کرنا کہ یہ بھی تغیر اور اختلاف رکھتے ہین ضرور ہوا اور
تامل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ثوابت کو آپسمین ربط اور میل نہین ہے اسیواسطے ہر ایک کا انمین سے ایک ہی حال ہے اور ان پانچون ستارونکو سورج
اور چاند سے اور آپسمین بھی انکے ربط اور میل مختلف اور متعدد ہوتا ہے اور مصدر قوتون متعددہ کے ہوتے ہین اور ارتباطات عجیبہ آفتاب سے رکھتے ہین اور ہر ارتباط مین
ایک نئی تاثیر ظاہر ہوتی ہے تو یہ پانچ ستارے عالم آسمانی مین مرکبات عنصریہ کی مانند ہین جیسے معادن اور نباتات اور حیوان اور انسان اور ان چارون
کی برزخین اور سورج اور چاند مرکبات ناقصہ کی مانند ہین جیسے بخار اور غبار اور دھوان اور ثوابت عنصریہ بسائط کے مانند ہین اور تاثیرین اور فعل ان
پانچون ستارون کے بہت مشابہت رکھتے ہین ارادے اور اختیار والون کے فعل سے اور حرکتین انکی گویا حرکت اختیاری ہین کہ مرکب ہین صعود
اور ہبوط اور توجہ اور رجوع اور ہرب اور طلب سے پس ذکر ان پانچ ستارون کے انقلاب و تغیر کا قریب ہے مطلب سے کیونکہ انکا انقلاب ارادی
ہے نہ طبعی حاصل کلام کا یہ کہ احوال ان پانچ ستارون کا اول دلیل ہے اجرام آسمانی کے حالات بدلنے پر اور جو اجرام آسمانی
قابل تغیر اور انقلاب کے ہوئے تو انقلاب مین اجرام سفلی کے کونسا اشکال باقی رہا کہ رات دن انقلاب اور تغیر انکا آنکھون
سے دیکھتے ہین اور اگر اس انقلاب کذائی مین کہ موجب ایسے تغیر عظیم کا ہوگا کسی کو تردد اور شک ہو تو دوسری قسم کھائی جاتی
ہے **وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ** اور قسم ہے رات کی جب اسکی اٹھان ہوتی ہے اور جہان کو اندھیرا کر دیتی ہے
وہ ایک بڑا انقلاب نمود کرتا ہے بازار اجڑ جاتے ہین چور چکارون کا قصد اور درندون کا خوف پیدا ہوتا ہے راستے بند ہوجاتے ہین

اور تلاش روزی کی یک قلم موقوف اور تمام لوگ چپ چاپ مردونکی مانند بیحس وحرکت پڑی ہوتی ہین اور جن وشیاطین پھیل پڑتے ہین پس یہ ایک انقلاب ہے کہ ہر رات دن کے دور مین زمین اور زمین والونکو الٹ پلٹ کر ڈالتا ہے اگر بالفرض کوئی شخص دن ہی مین ہوشیار ہوا ہو اور اُسنے رات نہ دیکھی ہو اگر اُسکے سامنے یہ انقلاب بیان کیا جاوے تو ایسا تعجب کریگا کہ کافر قیامت کا احوال سنکر عشر عشیر بھی اُسکا نہین کرتے اور رات کے عجائبات سے ایک یہ بات ہے کہ جو چیزین کہ دور ہین جیسے آسمان کے تارے اور ماہتاب اُسمین ظاہر ہوتے ہین اور وہ جو نزدیک کی چیزین ہین جیسے زمین و آسمان کے درمیان یا زمین مین چھپ جاتی ہین اور دن کو اُسکے برخلاف معلوم ہوتا ہے پس تفاوت دنیا اور آخرت کا ظاہر ہونے مین پوشیدہ چیزون کے اور چھپ جانے مین ظاہر چیزون کے اسی نمونہ سے ظاہر ہوتا ہے اسیواسطے بطور پورا بیان کرنیکے فرماتے ہین **وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ** اور قسم کھاتا ہون مین صبح کی جس وقت کہ دم بھرے کہ اسوقت بھی ایک انقلاب عظیم ظاہر ہوتا ہے اور لوگ خواب سے بیدار ہوتے ہین اور بازار اور مجالس آباد ہو جاتے ہین اور مسافر بھی چل نکلتے ہین اور ہر مخلوق تلاش معاش کے درپے ہوتی ہے اور قوائے حیوانیہ مین ایک فرحت عظیم پیدا ہوتی ہے اور ہر چیز روشن اور ظاہر ہو جاتی ہے اور روشن ستارے بے نور اور پوشیدہ اور ہر طرف سے لشکر اور قافلے بہارون کی مانند چلنا شروع ہوتے ہین اور دم صبح کنایت اُسکے ظاہر کرنے سے ہے آفتاب کو کہ صبح اُسکی علامت ہے مچھلی سے کہ دریا مین تیرتی ہے ذہن مین تشبیہ دی ہے اور اُسکے انتشار نور کو قبل طلوع کے دم ماہی سے نسبت کی ہے جیسے مچھلی دریا مین آنکھون سے پوشیدہ گذرتی ہے اور اُسکی سانس لینے سے پانی اُڑتا ہے اور منتشر ہو جاتا ہے اسی طرح سے آفتاب کی حالت ہے قبل طلوع کے اور قبل روشنی پھیلنے کے اور بعضون نے کہا ہے کہ دم صبح کنایت نسیم سے ہے کہ طلوع صبح کے قریب بہار کے دنو نمین چلتی ہے اور اس نسیم کو تشبیہ دم سے دی ہے کہ لوگون کی فرحت و راحت کا سبب ہوتی ہے گویا کہ صبح مانند ایک مریض یا دردمند کے تھی کہ اب فرصت دم لینے کی پائی اور راحت حاصل کی غرض کہ ثابت ہونا دم کا صبح کیواسطے فارسی و عربی شعرو نمین رائج اور مشہور ہے اور عسعس کا لفظ مشترک بین الضدین ہے آنیکو بھی کہتے ہین اور جانیکو بھی پھر اگر صبح کے مقابلہ اور تنفس کی رعایت کرین تو آنے پر حمل کیا چاہیئے اور اگر مناسبت اور تلازم اُسکا منظور رکھین تو قیاس جانے پر چاہیئے کرنا اور یہ کمال اعجاز ہے کلام اللہ کا کہ اس مقام ذی وجہین مین لفظ کیا مشترک بین الضدین ارشاد ہوا لیکن تقدیر ثانی پر محض ایک انقلاب مذکور ہوگا کیونکہ جانا رات کا ابتدا ہے اس انقلاب کی اور دم لینا صبح کا اُسکی انتہا اور جو یہ انقلاب آخرت کے انقلاب سے کمال مشابہت رکھتا ہے کہ نمونہ حیات کا ہے بعد موت کے اور جو ظہور چھپی چیزون کا اُسمین بہت ہوتا ہے تو اکتفا اُسکا کمال مناسب ہے پس غرض بیان پر یہ ہے کہ حقیقت کھلنے مین خیر وشر کی نفس انسانی پر بعد واقع ہونے بارہ انقلابون کے ہے کہ اُن انقلابون کی مانند دنیا مین بھی واقع ہوتے ہین تو حاجت قسم کی اور تاکید کلام کی نرہی کیونکہ امکان ان انقلابون کا دلیل عقلی سے ثابت ہے اور ہونا اُن انقلابون کا سبب خیر وشر کی حقیقت کھلنیکا نفس انسانی پر نظر مین عقل کی بعد تامل کے ظاہر ہے اور جو مخبر صادق سات واقع ہونے ایک شی ممکن کے کہ سبب ایک خیر کا ہو خبر فرماوے تو واقع ہونے پر اس خبر کے یقین حاصل ہوتا ہے اور نہین سے ہے کہ قسم کی حاجت نہونیکے واسطے بطور تعلیل کے فرماتے ہین **اِنَّهٗ** تحقیق یہ قرآن کہ متضمن قیامت کی خبرون کا ہے **لَقَوْلُ رَسُوْلٍ** البتہ یہ بات لائی ہوئی اللہ کے ایلچی کی ہے کہ اللہ کی طرف سے پہونچاتی ہے پس کذب و افترا کے احتمال کو یہان گنجایش نہین کیونکہ کلام الٰہی قطعی الصدق ہے یعنی بیشک سچا ہے اور اگر کسی کے یہ شبہہ دل مین کھٹکے کہ یہ کلام بواسطہ حضرت حق سے ہمکو نہین پہونچا تا ہمکو اُسکے مضمون پر یقین حاصل ہو بلکہ ہمارے اور حق تعالی کے درمیان واسطے واقع ہوئے ہین اور سند ثابت ہے ہم کہتے ہین کہ تم جو بواسطہ یہ کلام اپنے پیغمبر سے سنتے ہو تو درمیان دو واسطون سے زیادہ نہین اول تو وہ شخص ہے کہ بطور ایلچی گری کے اللہ تعالی کی طرف سے اُسکے پیغمبر پاس کلام لاتا ہے دوسرا پیغمبر اب ان دونون واسطون کے نقصان اور عدل مین خود فکر کرلو اول واسطہ جو ایلچی ہے وہ تو ان صفتون سے موصوف ہے **کَرِیْمٍ** بڑے مرتبے والا اور عالی قدر ہے کہ عدالت اور تقوی اُسکا نہایت کو پہونچا ہے کیونکہ بزرگی اُسکے مرتبے کی بغیر تقوی کے ہو نہین سکتی چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے الکرم التقوی والحسب المال اور قرآن مجید مین بھی اشارہ ہے اسی بات کی طرف کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ پس عدالت اور تقوی تو اس راوی مین موجود ہے اب اُسکے حافظے کی قوت کو

معلوم کیا چاہیے تو دوسری صفت اُسکی یہ ہے کہ **ذِي قُوَّةٍ** یعنی قوت والا کہ اُسکے حفظ مین ہرگز خلل کو دخل نہین جو کچھ کہ سنتا ہے بے گھٹتی بڑھتی
کے یاد رکھتا ہے اور بسبب کامل ہونے ہر قوت کے وہ یاد رکھی ہوئی کو اپنی بے کم وزیادہ کے ادا کرتا ہے اور ہر چند منظور اس مقام پر بیان اس ایلچی کی
قوت حافظہ اور قوت بیانیہ کا ہے لیکن کمال ان دونون قوتون کا علی الاطلاق نہین ہوتا اسیواسطے مطلق قوت کے ساتھ اسکو موصوف فرمایا ہے
اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہ مراد وہی ایلچی ہین کہ ذات عالی صفات
انکی موصوف ان صفتون کے ساتھ ہے فرمایا کہ حق تعالی نے تمہاری قوت اور امانت کا وصف فرمایا ہے اور ثنا اور صفت کی ہے کچھ اپنی قوت اور امانت کا
ہمارے سامنے بیان کرو انھون نے فرمایا کہ قوت تو مجھہ مین اتنی ہے کہ حق تعالی نے مجھکو خراب کرنے کو قوم لوط کے شہرونکے کہ چار شہر تھے بھیجا اور ایک شہر اُن شہرونمین
سے کہ اُسکا نام سدوم تھا اُسمین عورتون اور بچون کے سواے چار لاکھہ آدمی سلح پوش تھے مین نے اُن شہرون کو ساتوین زمین کے تہہ سے ایک پر کے اوپر اٹھا کر
اس قدر آسمانکے نزدیک لے گیا کہ آسمان کے رہنے والے اُن شہرون کے مرغون اور کتون کی آواز سنتے تھے پھر اُن سب شہرونکو اُسی غار مین اوندھا ڈال دیا اور مجکو کچھہ
تکلیف اور بوجھہ معلوم نہوا اور امانت داری میری اس درجے کو ہے کہ مجھہ کو کبھی کسی کام کو نہین فرمایا کہ بے گھٹتی بڑھتی کے اُسکو بجا نہین لایا اور کوئی بھید مجھہ
سے نہین فرمایا کہ مین نے اپنے سینے مین اُسکو پوشیدہ نہین رکھا تب ذکر کرنے سے ان دو وصفونکے دو شرطین روایت کی کہ عدالت اور قوت حفظ ہے ثابت ہوچکین
اب بطور علاوہ کے کئی صفتین دوسری بھی ذکر فرماتے ہین کہ پرکھنے والے سند اور روایت کے علم کے ان صفتون کو بھی مقام مین ترجیح اور کمال تصحیح کے اعتبار
کرتے ہین اُنمین سے ایک یہ بھی ہے کہ **عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ** یعنے وہ ایلچی تخت والے کے نزدیک رودار عالی مکان ہے اور ظاہر
ہے کہ جو روشناسون کو حضور کے کہ ہمیشہ دربار مین حاضر رہتے ہین ایلچی کرکے بھیجتے ہین تو اعتماد اُس چیز پر زیادہ تر متحقق ہوتا ہے اُس سے کہ زبان سے ہرکارے کی
یا کسی عہدیکی معرفت وہ پیغام بھیجا جاوے دو جہت سے اول تو یہ کہ وہ رودار بلا واسطہ بادشاہ کا کلام سنتا ہے اور احتمال اسبات کا کہ اس کلام مین کسی طرح
کمتی زیادتی کی ہوگی نہین رہتا دوسرے یہ کہ وہ رودار عالی مرتبہ اپنے منصب اور مرتبے کی محافظت کیواسطے سرکاری پیغام پہونچانے مین کمال احتیاط کرتا ہے
اسیواسطے بخاری اور مسلم شاگردون سے امام مالک اور دوسری حدیث والون کے اُن لوگون کو کہ استاد کے پاس بیٹھتے تھے اور صحبت دایمی سے اُن استادون کی مشہور
و معروف تھے اور استادون کے نزدیک قدر اور منزلت پیدا کی تھی روایتین مرجح اور مقدم کرتے ہین اور روایت کے اضطراب اور اختلاف کے وقت انکی روایتون کو سند
پکڑتے ہین اور دنیاداروں کے عرف مین بھی جو پیغام حضور بادشاہی سے امیر یا وزیر کیواسطے سے پہونچتا ہے وہ زیادہ معتبر ہوتا ہے اُس سے کہ کسی خواص یا دربان
باری دار کیواسطے سے پہونچے اور اُنھین مین سے ایک یہ بھی ہے **مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ** وہ ایلچی سب کا مانا اُس عالم مین کہ مملکت الٰہی کے دربار کی سوجھی
ہے اور امانت دار بوجھا گیا ہے اُس دربار کے ارکانون مین کہ بے پوچھے اور دریافت کیے فقط اُسکے کہنے پر عمل کرتے ہین اور رسالت اُسکی اسقدر ذہنون
مین اُس دربار والونکے اور اس سرکار کے متوسلون کے جم گئی ہے کہ اُسکے حکم کو بے پوچھے اور تحقیق کیے حکم الٰہی جانکے فرمان بردار ہین اُسکی دوڑتے ہین چنانچہ
جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات اپنے ساتھ لیکر گئے تو آسمانون کے دربانون نے اور بہشت اور دوزخ کے خازنون نے انکے حکم سے
دروازے کھول دیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہان چاہتے تھے سیر کرتے تھے چنانچہ معراج کی حدیثون مین اسکا مفصل بیان ہے اور ہمیشہ
احکام الٰہی ساتون آسمان والون کو پہونچانا اُنھین کا کام ہے گویا حضرت جبرئیل سب فرشتون سے اس صفت مین کہ اللہ تعالی کا پیغام پہونچاتا ہے
ممتاز اور مشہور ہین اور تمام قسمون مین فرشتون کی اُنکا آنا علامت ہے اللہ تعالی کیطرف سے پیغام لانے کی پھر جس وقت کہ راوی اس
درجے کو ثقہ ہو کہ تمام ثقات پیغام کو اُسکے قبول کرتے ہین اور اُسسے سند نہین مانگتے پھر احتمال کذب اور افترا کا اس کی خبر مین کرنا سواے
مالیخولیا کے کچھہ اور نہین اور دوسرا واسطہ کہ تمہارا پیغمبر ہے وہ بھی ایک شخص ہے کہ چالیس برس سے زیادہ ہوئے کہ تمہارا ہم صحبت ہے
اور کبھی دروغ اور کذب پر اُسکے کیا خلوت اور کیا جلوت کیا غرض کیا بے غرض مطلع نہین ہوئے سو پھر ایسے شخص کو خبر اور روایت مین
معتبر نہ جاننا خلاف عقل کے ہے مگر یہ کہ وہ شخص خفقانی یا سودائی ہو کہ بسبب فاسد ہونے حواس درونی کے صورتین عجیب

بے اصل اُسکی خیال مین گذرتی ہین اور آواز عجیب و غریب سنتا ہے اور جو اُسکے خیال مین آتا ہے اُسکو ہونے والا سمجھتا ہو **وَمَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ** اور نہین ہے یہ ہمنشین تمھارا سودائی اور خیالی کہ اس احتمال کو اسکی خبر مین راہ دو کیونکہ اتنی صحبت دراز مین کمال اُسکی عقل اور دانائی کا دم بدم اور ساعت بساعت تجربہ کر چکے ہو اور صحت اُسکے خیال اور مدرکے کی معلوم کر چکے ہو کہ تمام عقلا سے بالاتر ہے اور اگر باوجود ان سب باتون کے تمھارے دل مین شبہ گذرے کہ یہ پیغمبر ایک صورت کو دیکھتا ہی اور اس صورت کی زبان سے کلام الٰہی سنتا ہے مگر ہم کو کیون کر معلوم ہو کہ یہ صورت حضرت جبرئیل ہی کی ہو شاید کہ اُنکو کسی جن یا شیطان نے یہ صورت بنا کر فریب دیا ہو یا آواز کیا ہو کہ پیغمبر نے اُسکو جبرئیل کی آواز سمجھ ہو تو ہم کہتے ہین کہ یہ سب شبہے تمھارے اُس وقت پیش جاتے کہ اس پیغمبر نے کبھی حضرت جبرئیل کو اپنی صورت اصلی پر نہ دیکھا ہوتا **وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ** اور تحقیق دیکھا ہو اس پیغمبر نے اُس ایلچی کو اپنی اصلی صورت پر کھلی کنارے آسمان کے یعنے افق شرقی مین اور بسبب ہونے آفتاب کے اس طرف اصلا احتمال شک اور شبہے کا نہین رہا تھا اور جو حقیقت چیز کی ایک بار دیکھ لی اور پہچان لی پھر پہچاننا اس حقیقت کا ہر صورت اور ہر لباس مین آسان ہوتا ہی جیسے کوئی لڑکا پانی کو دریا مین دیکھے پھر اگر اُس پانی کو پیالی یا آبخورے مین اُسکے سامنے لاوین تو وہ فی الفور پہچان لیگا کہ یہ وہی پانی ہے اور اسیطرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا حضرت جبریل علیہ السلام کو صورت اصلیہ پر بوجب کھلنے حقیقت جبرئیلیہ کا ہوا تھا کہ بعد اُسکے ہر صورت اور لباس مین اُنکو پہچان لیتے تھے شعر تو خواہی جامہ و خواہی قبا پوش * بہر رنگی کہ آمی میشناسم * الا ایک بار کہ اعرابی کی صورت پر سوال کرنے کو دین کے مسائل کے آئے تھے اور بھید اس بار کے نہ پہچاننے مین یہ تھا کہ اُس وقت وہ اپنی حقیقت سے کہ شناسائی اللہ تعالیٰ کی لازم ہی اس حقیقت کو تنزل فرما کر اپنے کو سائل کی صورت سے نمودار کیا تھا اور مقدمہ وحی اور احکام الٰہی کا نتھا کہ پہچان جبرئیلیہ ضرور ہوتی اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ مین نے جبرئیل کو کبھی اُنکی اصلی صورت پر نہین دیکھا مگر دو بار زمانے مین شروع وحی کے کہ بیتاب ہو کر چاہتا تھا مین کہ اپنے کو پہاڑ پر سے گرا دون اس ارادے سے موضع اجیاد مین کہ ایک مکان ہی مکہ معظمہ مین گذرا مین اُس وقت جبرئیل کو دیکھا مین نے کہ ایک سونے کی جھلکی ہوئی کرسی پر زمین و آسمان کے درمیان مین مشرق کی طرف بیٹھے ہین اور جسم نے اُنکے تمام کنارون کو آسمان کے گھیر لیا ہی اور اُنکے چھ سو پر ہین اور اُنکے پر سب یاقوت اور موتیون سے سُنے ہوئے ہین بس ایک عجیب نورانی شکل دیکھی مین نے اور دوسری بار شب معراج مین سدرۃ المنتہی کے پاس بھی اسی صورت سے دیکھا اور قرآن مجید مین اول مین سورۂ والنجم کے ان دونون بار کا مذکور فرمایا ہے مگر یہ کہ وہان پر ذکر مین پہلی بار کے دیکھنے کو بالافق الاعلی مذکور فرمایا ہے اور یہان پر بالافق المبین اور نکتہ تغیر اس عبارت کے اسلوب کے یہ ہے کہ اُس سورے مین بیان صدق پیغمبر صلعم کی خبر کا اور واضح ہونا اُنکے مضمون کا منظور ہے بس مبین کا لفظ مناسب پڑا اور اس سورے مین بیان پیغمبر کے علو رتبت کا اور چڑھنا اُنکا آسمانون کے طبقون پر منظور ہے تو اعلی کا لفظ نہایت چسپان ہوا اور یہ بات بھی ہو کہ ابتدا اُنکی استوا کا کہ کنایت حقیقت جبرئیلی کی تجلی سے ایک صورت مین ہے کہ مقتضا اُس حقیقت کا افق اعلی مین تھا اور انتہا اس صورت کی قرب اور نزدیکی کا موافق مبین مین ہے اور بعضے ارباب شہود نے کہا ہے کہ عالم مثال کے دو کنارے ہین افق اعلی اُسکا متصل عالم تجرد اور تقدس کے ہی اور افق ادنی اُسکا ملا ہوا عالم شہادت سے تو بس حقیقت جبرئیلی نے جو چاہا کہ اپنی صورت کو مناسب کمال اس حقیقت کے جلوہ دے تو اول افق اعلی مین لباس شکل و جسم و مثالی کا پہنا اور آہستہ آہستہ نزدیک ہوئے یہان تک کہ اتصال تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اور مراد افق مبین سے کہ ظاہر کرنے والی اس حقیقت اور معنی کی تھی وہی نیچے کی جانب عالم مثال کی ہے نہ افق آسمان کا بس فقط واسطے تشبیہ کے اسکو افق سے تعبیر فرمائی ہے کیونکہ غیب کے عالم اکثر نظر مین اہل کشف و شہود کے دائرون کی صورت پر نمودار ہوتی ہین اور نظم قرآنی بھی سورۂ نجم مین مددگار اسی تقریر کا ہے پھر جب تمام وجہین قرآن نازل ہونے کی اشتباہ کی سب صورت سے زائل ہو گئین تو بس اُسکے خبر دینے مین احتمال کذب کا نہ رہا مگر یہ کہ بعضے کافر بطور شبہہ کے اس کو بطور کاہنون کی باتون کے جانتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کاہن کہتے تھے اور حقیقت کاہن کی یہ ہی کہ بعضے انسانون کو بعضے شیطانون سے مناسبت حاصل ہو جاتی ہی اور وہ نفوس شیطانی مجلسون سے ملائکہ کے کہ تدبیرین آیندہ کے کامون کی اُن مجلسون مین مذکور ہوتی ہین چوری سے

کچھ آمین سے سنکر اس اپنے دوست سے بیان کر دیتے ہین پہر وہ شخص اسبات کو لوگون مین کہتا ہے اور کبھی کبھی وہ برابر بھی پڑجاتی ہے اور یہ معاملہ شیطانی
انسانون کے ساتھ قبل پیدا ہونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مروج تھا اور کئی آدمی اسبات مین مشہور گذرے ہین جیسے شق اور سطیح کہ عجائب عجائب
قصے انکی اخبار بالغیب مین مشہور و مذکور ہین اور دوسری دو آیتون مین بھی اسی شبہے کو دفع فرمایا ہے اور تقریر اس شبہے کے دفع ہونیکی یہ ہے کہ علم کاہن کا کانی
اور گہیر سننے والا غیب کے اقسامون کو نہین ہوتا یہان تک کہ اگر اس سے نام اور صفتین اللہ تعالی کی یا احکام شرعیہ کو کہ عالم غیب مین مقرر ہین یا حقیقت
اور بطلان اہل مذاہب اور ملتون کا یا احوال بہشت اور دوزخ کا یا وہ جو اور واح کو بعد موت کے پیش آتا ہے اور مانند ان علمون کے پوچھین تو گونگے اور لاجواب
رہ جاوین بلکہ تواریخ بادشاہون اور اگلے لوگون کی بھی نہین جانتے کیونکہ انکے علم کی جڑ تو ملائکہ کی باتون مین سے کچھ چوری سے سن آتا ہے کہ تدبیرین آگے
ہونے والے کامون کی کرتے ہین اور بس سو علم اسکا فقط بیان کرنا قریب ہونے والی باتون کا کہ ملایکہ کو ان پر اطلاع دی ہے اور انکی تدبیر اور جاری
کرنیکا حکم فرمایا ہے اور جو حاصل کرنا اس علم کا چوری سے ہے اسیواسطے انکی خبر مین پورا پورا بیان اس واقعی کا نہین ہوتا بلکہ بطور رمز و اشارہ کے ایک دو
کلمے کہ دلالت اصل پر اس واقعی کی کرین بطور اجمال کے کچھ انکے ہاتھ لگ جاتے ہین پہر اپنی طرف سے بھی کچھ کچھ اسبات مین مشاقی اور قیاس عقلی سے
بڑھا دیتے ہین تو کبھی وہ بات خارج مین موافق انکے قیاس کے ہو جاتی ہے اور کبھی دوسری طرح سے ظہور مین آتی ہے پس کاہن کا علم غیب کی باتون
مین رمز و اشارے سے زیادہ نہین ہوتا سو وہ بھی مخصوص جزئیات عالم کے احوال مین سے ہے جو قریب ہونے والے ہوتے ہین اور یہ قرآن گہیر لینے والا ہے
تمام فنون کو علم غیب کے اور بیان بھی وسیع رکھتا ہے کہ ہدایت اور ارشاد مین کافی ہے **وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ**
اور نہین ہے یہ قرآن علم غیب بیان کرنے مین بخیل اور قصور کرنیوالا جو کچھ کہ آدمی کو واسطے معاش و معاد کے علم و عمل سے چاہیے اسمین موجود
ہے پس حق مین ایسے کلام کے کہ سراسر ارشاد ہے گمان کہانت کا لیجانا نہی زرباف و بوریاباف کا قصہ ہے اور یہ بھی ہے کہ جو کچھ کہ کاہن کی زبان
سے نکلتا ہے وہ سخن شیطان کا ہوتا ہے کہ فرشتونکی مجلس سے چرالاتا ہے **وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ**
اور نہین ہے یہ قرآن بات شیطان کھدیڑے گئے کی کیونکہ شیطان بے تعظیمی کرنے سے آدم علیہ السلام کی راندہ گیا تو اسکو آدم علیہ السلام
سے کمال عداوت پیدا ہوئی اور جناب الہی سے بھی بغض اور دشمنی پیدا کی پس ہر بات مین اسکی ایک تہہ آدمیون کی دشمنی کی پوشیدہ ہوتی ہے اسکو ہدایت
اور ارشاد اور امر و نہی سے انکی کیا مناسبت اسکا کام تو بہکانا اور گمراہ کرنا ہے اسکو توحید سے اور ذکر کرنے ناموں اور صفتون سے باریتعالی کے اور
ذکر سے بہشت اور دوزخ کے اور ثابت کرنے سے آخرت کے عالم کے اور بدگوئی سے بتون کی اور کفار کی اور قباحت بیان کرنے سے شہوت اور غضب
کے کامون کی اور خوبی بیان کرنے سے ریاضت اور مشقت کے عملون کی اور تعریف سے انبیا اور صلحا کی اور بدانجامی سے فرعون اور بدکارونکی
کیا غرض کہ یہ کام تو اس ملعون کے خاشاک چشم اور جگر کا کانٹا ہین اور اسکے مکر و فریب کے بازار کو درہم برہم کرنیوالے ہین خصوصاً ڈرانا شیطان
کے مکر کے فریب کھانے سے اور اسکی دشمنی کا بیان آدم کی اولاد سے اور ہجو اور مذمت اسکے تابعدارون کی اور برائی ان کامون کی جو اسکو پسند
ہین کیا امکان کہ اسکی زبان سے نکلین بلکہ شیطان ایسی باتون سے کانوں مین انگلیان دے کے بھاگتا ہے مصرع دیو بگریزد ازان قوم
کہ قرآن خوانند آب ایسے کلام ہدایت فرجام کو شیطان کا کلام سمجھنا کمال حماقت اور بیوقوفی ہے چنانچہ کافرون کو انکے اس گمان فاسد پر بطور خفگی
اور گھرکی کے فرماتے ہین **فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ** پہر کدھر کو جاتے ہو اور کن خیالون مین سرگردان ہوتے ہو امر واقعی کو چھوڑ کر ایسے
احتمالون پر کہ جن کا ہونا ہرگز ممکن نہین اور لڑکے بھی اسپر ہنستے ہین فریب کھاتے ہو گویا کہ گھر کی راہ بھول کر کوئے مین گرتے ہو اور یہان پر سمجھ لیا چاہیے کہ اکثر
قرا معتبر نے وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ کو بدلے ضاد نقطہ دار کے کہ ہم شکل صاد کا ہے ظا نقطہ دار سے کہ ہم صورت طا کی ہے پڑھا ہے اور معنی ظنین کے جھوٹا کی ساتھ
ہے متہم کیے ہین اور اس صورت مین ضمیر ہو کی صاحب کی طرف راجع ہوگی کہ مراد پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہے یعنے نہین ہے تمہارا پیغمبر غیب کی
بات پر متہم کہ بن دیکھے کہدے کہ مین نے دیکھی ہے کیونکہ چھوٹی چھوٹی اور آسان آسان باتون مین تو اسکو جھوٹا نہین جانتے ہو پہر ایسے امر عظیم مین

لیے اُسکو جھوٹھا جانتے ہو اور تہمت لگاتی ہو پس یہ شبہہ بھی زائل ہوا کہ شاید کہ یہ پیغمبر جبرئیل کی صورت اصلی پر دیکھنے کے دعوے مین دروغگو ہو اور
فرق مخرج مین ضاد اور ظا کی بہت مشکل ہے اکثر اس ملک کی پڑھنے والی دونون کو ایکسان نکالتی ہین نہ مقام پر ضاد کے ضاد ہوتا ہی نہ مقام پر
ظا کے ظا ان دونون کا مخرج پہچاننا قرآن پڑھنے والے کو بہت ضرور ہے پس مخرج ضاد کا زبان کی کنارے کی جڑ ہے امداد سے داڑھون کی کہ اُسکو اضراس
کہتے ہین خواہ سیدھی طرف سے لین خواہ اُلٹی طرف سے اور نکالنا اس حرف کا اکثر لوگون پر بائین طرف سے آسان ہوتا ہی اسیواسطے اکثر اُسیطرف سے
نکالتے ہین اور مخرج ظا کا کنارہ ہے زبان کے سرے مدد سے اگلی دانتون کی جڑون کے اوپر کی جانب سے کہ انکو ثنایای علیا کہتے ہین مانند دال و رتا کی اور
یہ بھی سمجھ لیا چاہیئے کہ اکثر مفسرین نے ان قسمون کو مضمون پر انہ لقول رسول کریم کے قرار دیا ہے اور مقسم علیہ اسی مضمون کو ٹھہرایا ہی
لیکن تعقیب مین ان قسمون کی کہ مدلول حرف فا کی ہین فلا اقسم مین ایک پوشیدگی ہی اپنی ماسبق پر اور سکی کہنا کہ جو انکشاف جزای اعمال کا قیامت کے دن
بارہ اسباب پر معلق رکھا ہے تو معلوم ہوا کہ قبل واقع ہونی واقعہ کی تدبیر اسکی کیا چاہیئے اور یہ تدبیر بغیر ظاہر کرنے جناب الٰہی کی ممکن نہین کہ دریافت ہو اور ظاہر
کرنا حق تعالی کا نہین ہی مگر وحی سے اور قرآن بھیجنے سے پس صحت پر قرآن کے مضامین کی قسم کھانا ضرور ہوا تاکہ مکلفین موافق اُسکے عمل کرین اور قیامت کے
دن ندامت اور حسرت نہ کھینچین آب آئے ہم اسبات پر کہ ان قسمون کو اس مضمون سے کیا مناسبت اور کونسی دلالت ہی وجہ اُسکی یہ ہے کہ رجوع
اور استقامت اور اقامت ان پانچون ستارونکی نمونہ ہے وحی کے بار بار آنے کا اگلی انبیاؤن پر اور باقی رہنا اس وحی کی نشانیون کا اُنکے امتون پر
ایک مدت دراز تک پھر منقطع ہو جانا اُن نشانیون کا بعد ایک مدت کے اور رجوع ہونا اس علم کا طرف پوشیدگی کی اور آثارات کا نمونہ اس وقت کا
ہے کہ قبل پیدا ہونے خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جہان مین تھا کہ کسی شخص کو تمیز حق و باطل کی نرہی تھی اور نشانیان وحی کی بالکل
مٹ گئی تھین اور دم بھرنا صبح کا مانند نزول قرآن کے اور پیدا ہونی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے کہ ہر چیز کو دن کی مانند روشن کر دیا کہ کسی
طرح کا شک و شبہ باقی نرہا گویا کہ اگلی انبیاؤن کا نور ستارون کا سا تھا اور یہ نور جیسے آفتاب درخشان ولنعم ما قیل فانہ شمس فضل ھم
کواکبھا + یظھرن انوارھا للناس فی الظلم + حتی اذا طلعت فی الکون عم ھداھا + العالمین واحیت سائر الامم
اور جو بیان سے اس کلام اعجاز نظام کے صدق کی اور باطل کرنے سے مخالفون کی بہتانون کے فارغ ہوئی تو اب بطور حصر کی تھوڑی سی خوبیان
اس کلام کی بیان فرماتی ہین کہ اُسکے حق مین اس قسم کے احتمالون کی گنجایش نہین **اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ** نہین ہے یہ قرآن مگر ایک نصیحت کہ بسبب
شامل ہونیکے اسما اور صفات الٰہی کو حکم ذکر اور درود کا پیدا کیا ہے کہ وسیلہ تقرب اور وصول الی اللہ کا ہو سکتا ہی **لِلْعَالَمِيْنَ** جہان کے
لوگون کو مراد انسان اور جن اور فرشتے ہین کیونکہ پند و ذکر کو سوای ان تین فرقونکے کوئی نہین جانتا آدمی اور جن اس کلام سے نصیحت بھی
پکڑتی ہین اور گناہون سے بھی بچتی ہین اور طاعت پر رغبت کرتی ہین اور اُسکی تلاوت سے قرب معنوی اپنے خاوند حقیقی سے پیدا کرتے ہین
اور فرشتے بھی اُسکی تلاوت سے اُنس رکھتی ہین اور دور دور سے اُسکے سننے کو آتے ہین اور اُسکے حرف وکلمون کی خدمت کرتی ہین اور آسمان پر لیجاتے
ہین اور مقبولیت کی مقام پر پہونچاتی ہین اور یہ سب باتین عند اللہ موجب انکی قرب کی زیادتی کا ہوتی ہین لیکن حاصل ہونا ان فائدون کا قرآن سے
خاص ہے **لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ** اُس شخص کیواسطے کہ تم مین سے جو سیدھا چلتا ہی کیونکہ کجروی قرآن کی معنی سمجھنے
مین زیادہ تر موجب سخت ہونی دل کا اور دور ہونی کا نصیحت سے اور بعد اور حجاب اور سرکشی کا خاوند حقیقی سے ہوتی ہے پس قرآن کی مثال غذای
لطیف کی مانند ہے کہ بدن صالح مین موجب زیادہ ہونی قوت کا اور کمال صحت کا ہوتی ہی اور نقصان والی بدنین سبب مرض بڑھنی اور ضعف کا ہوتی
ہی چنانچہ دوسری جای یہ فرمایا ہی فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا اور یہ بھی فرمایا ہی واما الذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجسا الی رجسھم اور اسیواسطے
محققون نے کہا ہی کہ قرآن مجید اور نور پیغمبر کا اور صحبت اولیا کی اور وعظ و نصیحت علما کی یہ سب مانند غذا کے ہی حفظ مذاہب کی تکمیل کیواسطے اور وہ
جو جہل و گمراہی کے مرض کی دوا کی مانند ہی دعا اور چیزیں ہی ان چیزون کے سوا اور اگر یہ چیزین دوا کی مانند ہوتین تو کوئی شخص عالم مین گمراہی کے مرض مین گرفتار

نہ رہتا اور سب اچھے ہو جاتے اب ارشاد اُس چیز کی طرف فرماتے ہین کہ وہ چیز اللہ تعالی کے ہاتھ مین ہے کسی کو اسمین دخل نہین **وَمَا تَشَاۤءُوْنَ** اور نہین چاہتے ہو تم سیدھی چلنے کو علم و عمل مین **اِلَّاۤ اَنْ یَّشَاۤءَ اللّٰہُ** مگر جب اللہ چاہی کیون کہ تم اُسکے قبضۂ قدرت مین مجبور ہو اور تمہارا ارادہ اسکے ارادے کے تابع ہے جیسے بازیگر کے پتلے کہ بازیگر کے ہاتھ مین ہوتے ہین لیکن اتنا فرق ہے کہ اللہ تعالی اپنے ارادے سے تمہارے اندر ارادہ اور اختیار پیدا کرتا ہے اور تم موافق اس ارادے اور اختیار کے نیک و بد کام عمل مین لاتے ہو اور مستحق ثواب و عقاب کے ہوتے ہو اور بازیگر کو قدرت پیدا کرنے ارادے اور اختیار کی پتلیو مین ممکن نہین فقط حرکت دے سکتا ہے اسیواسطے پتلیون کے کام بازیگر کی طرف منسوب ہوتے ہین اور خوبی اور برائی کی نسبت پتلیونکو کوئی نہین کرتا بلکہ بازیگر کی طرف کرتے ہین برخلاف آدمیون کے کہ جو اپنے ارادے اور اختیار سے کام کرتے ہین تو مورد برائی اور تعریف اور ثواب اور عقاب کے ہوتے ہین اسیواسطے عقلا نے کہا ہے کہ واسطہ ہونا مختار کا درمیان مین فعل اور سبب کے علاقے کو اُس فعل کے اس سبب سے قطع کر دیتا ہے چنانچہ تدبیرات دنیوی مین خطا اور صواب کو مشورت کرنے والون کی طرف منسوب نہین کرتے بلکہ خطا اور صواب کے کرنیوالے کی طرف بھلائی اور برائی کی نسبت کرتے ہین آور اسی طرح سے سب کامون مین یہ قاعدہ جاری ہے اور باوجود تخصیص مشیت کی ہدایت ساتھ بعض افراد کے اور عام ربوبیت اس ذات پاک کی سب جہان والون سے بحال اور برقرار ہے کیون کہ وصف اُسکا **رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ** ہے یعنی پالنے والا ساری عالمون کا ہی بس رضامندی اُسکی تابعدارین سے ہے اور غضب اُسکا اُسکی نافرمانی مین تاکہ ربط عالمون کا آپسمین برہم نہو جاوے اور اگر گنہ گارون سے بھی عابدون کی طرح سے راضی ہوتا اور اُن پر غصہ نفرماتا تو عالم قہر و سیاست اور حکمت اور عدالت کا کہ دوزخ اور اُسکے طبقے کہ نشانیان اُسی قہر و سیاست کی ہین بیکار رہجاتے اور اگر اہل طاعت کو نوازش اور کرم سے تخصیص نکرتا اور نعمتین بہشت کی انکو عنایت نفرماتا تو عالم اُسکے لطف و قدردانی کا کہ بہشت اور اسکے درجات اور حور و غلمان کہ آثار سے اس عالم کے ہین بیکار و معطل ہو جاتا ++

سُوْرَۃُ الْاِنْفِطَارِ

یہ سورت مکی ہے اسمین انیس[۱۹] آیتین اور تین سو انتیس[۳۲۹] حرف ہین آور ربط اس سورے کا سورۂ اذا الشمس کورت سے اس قدر ظاہر اور کھلا ہے کہ بیان کی کچھ حاجت نہین ہے بلا تشبیہ اس سورے کو دوسرا مصرعہ اس سورے کا کہا چاہیے اور ایک جان دو قالب بلکہ ان دونون سورتون مین جدائی کی وجہ کا بیان کرنا ضرور ہے کہ باوجود ایک ہونے مضمون ان دونون سورتون کے علیحدہ علیحدہ کیون نازل کیا سو اُسکی وجہ یہ ہے کہ ان دونون سورتون مین قیامت کے شروع حادثون کا بیان کرنا منظور ہے کہ کس طرح سے یہ دنیا کا عالم خراب ہوکر دوسرا عالم بنیگا اور اُس عالم مین سمجھ بوجھ انسان کی مرتبۂ کمال کو پہونچیگی اور قوت عملیہ اُسکی قوت خیالیہ کے اور اجتماع اسباب کے زور سے حکم قدرت رب العالمین کا پیدا کریگی کہ ایک آن کن فیکون مین درستی تمام کامون کی کر دیتا ہے اور خلافت انسان کے معنے اُسدن بالکل کھل جاوینگے لیکن اتنا فرق ہے کہ اس سورت مین مجمل اصول عالم کی خرابی کا بیان فرمایا ہے آور اُس سورت مین تفصیل سے خرابی اصول اور فروع اس عالم کی اور بنانا اس عالم کے دونون مکانون کا کہ بہشت اور دوزخ ہین ارشاد فرمایا ہے آور اس سورتمین انسان کے احاطۂ علمی کے بیان پر کفایت کی ہے کہ کیا کیا کام دنیا مین اُسنے ہوا ہے اور کیا کیا کام نہین ہوا اور اُس سورتمین اُس چیز کے احاطہ علمی کا بیان ہے جو اُسکے وقت پر کام آوے جیسے زندگانی جو وجدانیہ ملی ہوئی ہے اور کرنا کام کا اور چھوڑنا اُسکا کہ اُسکے جوہر نفس کو لازم ہوگا منظور رکھا ہے آور اس سورت مین بھی اس بیان سے مجازات ثابت کرنیکی طرف اور اُسکے منکرون کے اعتقاد کو رد کرنیکی طرف انتقال فرمایا ہے آور اس سورت مین اسی بیان سے طرف ثابت کرنے رسالت اور نازل کرنے قرآن کے اور اُسکے منکرون کے رد کی طرف انتقال فرمایا ہے انہین اختلافون کے سبب سے ان دونون سورتونکو جدا جدا نازل فرمایا آور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب چاہتے ہین کہ ایک عالم کو خراب کرین اور اُسکی

اُسکی اسباب سی اسی قسم کا دوسرا عالم بناوین تو بالضرور پہلی اُس عالم کی جڑ بنیاد کو کھود ڈالتی ہین اور اسکے اسباب کو کمی زیادتی کرکے دوسری جگہہ پر لیجاتی ہین اور اسکی شکل وصورت مین بھی تصرف کرتی ہین تاکہ وہ اسباب اول جس شکل پر تھا دوسری اسباب سی مل کر ایک شکل دوسری جو اس عالم کے مناسب ہو پیدا کرنے اور جو جو کام کہ اُس عالم مین کرنا منظور ہین اس نئی صورت سی سرانجام پاوین جیسے کہ جب کسی حویلی کو باغ بناتی ہین یا باغ کو مقبرہ یا خالی زمین پر حویلی یا پڑی زمین پر کھیتی کیا چاہتی ہین تو اسی قسم کا معاملہ کرتے ہین اور دنیا کا عالم نوع انسانی کی نسبت سے ہمیشہ رہنی کی جگہہ نہین ہی بلکہ صرف اُسکی کمال کی حاصل کرنے کو اس جگہہ مین اسکو لائی ہین تاکہ اپنی تئین کامل کرکی حق تعالیٰ کے خلافت کی لیاقت پیدا کرے اور دوسری عالم کو نہایت کشادگی علم وعمل سے آباد کرے اور وہان ہمیشہ رہا کرے تو دنیا مین آدمی کو پہلی دو چیز سے ملا ہوا پیدا کیا ہے ایک تو روح کہ آسمانی ہے اور دوسری جسم کہ زمینی ہے اسیواسطے اُسکے جسم کی غذا ہمیشہ زمین سے پہونچتی ہی اور اُسکی روح کی غذا ہمیشہ آسمان سے اُترتی ہی اور واسطے خوگر ہونی کاروبار خلافت کی وہ دونون آسمان وزمین کی چیزونمین اسکو تصرف دیا ہے تاکہ جمع اور تالیف کا سلیقہ پیدا کرے اور لائق خلافت کبریٰ کے ہو اور یہی وجہ ہے کہ آدمی تمام مخلوقات کو کھان کی چیز ہو یا پتھر گھاس کی قسم سی ہو یا درخت چشمہ ہو یا نہر جانور چلنی والا ہو یا اڑنے والا سب کو اپنے کام مین لاتا ہے اور ہمیشہ انکی جمع اور تالیف مین مشغول رہتا ہے اور عجیب وغریب صناعتین اور کاریگریان نئی نئی قسم کی کھانی اور پوشاک اور سواری اور گھر مین ایجاد کیا کرتا ہے اور جناب خالق الاصول والفروع کی ساتھ بنا ڈالنی مین صورت کی مادہ سے اور ایجاد کرنی مین نئی نئی طرح کی چیزون کی جو کئی کئی طرح کی حکم اور خواص رکھتی ہین مشابہت پیدا کرتا ہے اور اسیطرح آسمانی مخلوقات سی کہ ستاری ہین ثوابت ہون یا سیارہ اور فرشتے جو بڑی بڑی مرتبے رکھتی ہین اکثر کو اُنمین سی اپنی کام مین لاتا ہی اور اس عالم آسمانی کی تسخیر کے طریقو کو باوجود اس بلندی اور دوری کی جانتا ہی لیکن بعضے آدمی کو اس کام مین بڑا نقصان لاحق ہوتا ہے کہ بسبب اس تصرف بیجا کی خلافت کی مرتبی سی بلکہ بندگی کی رتبے سے بھی گر پڑتا ہی اور جو کرنا چاہیے نہین کرتا ہی اور جو نچاہیے وہ کرتا ہی اور مستحق سزا اور عذاب کا ہوتا ہی اسیواسطے دار الجزا آخرت کو مقرر فرمایا ہی کہ وہان فرق اور امتیاز دونون فرقون نیک اور بد مین کیا جاوے اور خلافت کبریٰ کی لیاقت جو نیکون نی حاصل کی ہی کشادگی اور ہمیشگی سی ظہور کرے اور سرکشی اور نافرمانی اور دوری مرضیات خاوند حقیقی سی جو بدون کو نصیب ہوئی ہی وہ بھی موافق اپنی اپنی عملون کی رنج وعذاب مین ہمیشگی کی گرفتار ہووین پس اس کام کیواسطی دار الآخرت مین ضرور ہوا کہ تمام جسمون اور ارواحون کو اس مخلوق کا یعنی انسان کا خادم اور تابعدار کردین اسواسطے کہ بنیاد اس مخلوق کی نہایت ضعیف ہے طاقت دوام اور ہمیشگی کی نہین رکھتی اور روح بھی اسکی ضعیف ہی بڑی کام ہمیشگی کے اس سی ہونا ممکن نہین اسواسطے ایسا قرار پایا ہے کہ آسمانی ارواح سب اسکی روحون کی مددگاری کرین اور عقلی اور خیالی قوتین اُسکی عقلی اور خیالی اُس مخلوق کی قوتون مین ود آکے مل جاوین اور تمام اسباب زمین کی اس مخلوق کی جسم مین اور اسکے متعلقات مین کہ اُسکے صناعت کی موضوع اور موقوف علیہ ہین کھانون سی ہو یا پہنی سی گھرون سی ہو یا پاکی کی چیزون سی بلکہ زنجیرین اور طوق اور سانپ اور بچھو اور آگ اور شعلہ سب کی سب اس مخلوق کی مدد کرین اور اسی کی کام مین مصروف ہون تاکہ نیکون کی خلافت کی معنے اور بدونکی سرکشی اور بھاگنا اچھی طرح سی ظاہر ہو جاوی پس اس سورت مین چار انقلاب بیان فرماتے ہین کہ وہ چارون اس عالم کے اصول سے متعلق ہین اول آسمان کا پھٹنا کہ اس سبب سی عقلون اور نفسون سماوی کا تعلق اُنکی اجرام سی باطل ہو جائیگا اور اُنکے عقلون اور نفسون کا تعلق انسانی نفوس سی ظاہر ہوگا اور اہل شرع نی اس مطلب کو اس مضمون سے بیان کیا ہے کہ ساتون آسمان کی فرشتی اُسدن اُتر ینگی اور آدمیون کی گرد ہونگے اور آدمیون کی روحون سی نزدیکی پیدا کرینگے اور اُنکی نزدیکی کے سبب سی بوجھہ اور فکر ہر ایک آدمی کی زیادہ ہوگی کلیات اور جزئیات اچھائی اور برائی کی جو انسی دنیا مین ہوی ہون گی خوب طرح سی ان پر کھل جاوینگے دوسرا یہ کہ سب آسمان کی ستاری بی نور ہوکر گر پڑینگے اور نورانی روحین کہ ان ستارون سے علاقہ رکھتی تھین انسان کے بدن سے متعلق ہو جاینگی لیکن اسی انداز کی مناسبت سے جو ہر ایک ارواح انسانی کو دنیا مین حاصل ہوا تھا اور جناب الٰہی سے دیا گیا تھا اور اس ملنے ارواح کو کبیہ سے روحین انسان کی بڑی قوت پکڑینگے اور اس مطلب کو

قرآن مجید مین نزول روح اور قیام روح سے اس عالم مین بیان فرمایا ہی اور یہ دونون انقلاب آسمانی ہین کہ روح انسانی کو انکے سبب سے خوشی اور خرمی حاصل ہوگی تیسرا انقلاب دریای شور کا ہے کہ معہ کھاریون کے جوش کھا کے اور اوٹ کے دھوان ہو جائیگا اسمین سے کچھہ پانی زمین مین خشک اور جذب ہو جائیگا تاکہ اس سبب سے زمین مین رطوبت اور نرمی پیدا ہووی اور منقش ہونا صورتون کا اور شکلون کا اسپر آسان ہو جاوی اور باقی رہا پانی آگ ہوکے بھڑک اٹھیگا اور دوزخ کی آگ بھڑکانیکا سبب پڑیگا اسی مطلب کو کبھی تفجیر بحار سے اور کبھی تسجیر بحار سے بیان فرمایا ہی اور حدیث شریف مین بھی آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے دریای شور کے حق مین فرمایا ہے کہ ان تحتہ نارًا یعنی مقرر نیچے اسکے آگ ہے اور بعضون نے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب دریاے شور کو دیکھتے تھے تو فرماتے تھے یا کبھہ متی تعود نارًا یعنے ای دریا کب پھر ہو جائیگا تو آگ چوتھا انقلاب ہلنا زمین کا ہے کہ جابجا قرآن مجید مین زلزلۃ الساعۃ کر کے اسی سے تعبیر فرمایا ہے اور اسکی نشانیون سے بہت سی چیزین ارشاد فرمائین ہین انہی مین سے بعثرۃ القبور یعنے جمع ہونا اجزاے بدنیہ کا جیسے گوشت ہڈیان چمڑے وغیرہ اور ظاہر ہونا انکا یعنے زمین کے نیچے سے اوپر آنا کہ اس سورے مین بھی مذکور ہے اور انہی مین سے ہے تسییر جبال یعنے پہاڑون کا چلنا اور اپنے اندر کی چھپی چیزونکا نکالنا جیسے مردے اور خزانہ اور جواہر وغیرہ اور زمین کا برابر ہونا اور کسی نشان اور علامت کا باقی نرہنا اور قوت نامیہ کا زمین سے باطل ہو جانا اور انہی نشانیون مین سے ہی جو صحیح حدیث مین آیا ہے کہ اُسدن زمین سفید مائدہ کی روٹی کی مانند ہو جائیگی کہ محشر والون کی اُس میدان مین غذا ہوگی اور اُسکے سوا بہت نشانیان ہین کہ اگر سب تفصیل سے اس مقام پر بیان کی جاوین تو کلام بہت بڑھ جاوے اور یے دونون زمین کے انقلاب مین کہ جسم انسانی کے مواد کی وسعت اور کشادگی اسی کے سبب سے حاصل ہوگی تاکہ اُس نفس وسیعہ اور روح کاملہ کی صناعت کا موضوع ہو سکے اور ان چارون انقلاب کے بعد نئے عالم کی بنیاد رکھی جائیگی جسکا نام آخرت ہی اور اس عالم کی بنیاد کا اصل الاصول نیک و بد کے عملون کا کھل جانا ہے کہ انسان کے نفس پر ظاہر کرینگے اسیواسطے اس سورے مین ان چارون انقلابون کے ذکر کے بعد اسی مطلب کو بیان فرمایا ہے اور انہی چار انقلابون پر کفایت کرنیکی وجہ یہ ہی کہ تحقیق کرنے سے عالم کی اصول یہی چار چیزین معلوم ہوتی ہین آسمان اور ستارے پانی اور زمین اور جتنی چیزین پائی جاتی ہین سب انہی چار چیزون کے اجزا جمع ہونیکے سبب سے پیدا ہوئی ہین جیسے معدنی چیزین اور بڑھنی والی اور جاندار اور آسمان و زمین کے بیچ کی مخلوقات یہ سب عاقلون کے نزدیک بیشک انہی چارون سے پیدا ہوتی ہین لیکن ہوا اور آگ کے عنصر کو کارخانۂ عقل کے ظاہر بینون نے ارکان مستقلہ گمان کیا ہے مگر تحقیق بات یہ ہی کہ ہوا ایک جسم ہے کہ پانی کی لطافت سے یا بعضے ستارون کی تاثیر سے کم اور زیادہ پیدا ہوتی ہے کوئی جگہہ پیدائش کی بالاستقلال اپنے واسطے نہین رکھتی ہی اور کوئی صورت بھی قبول نہین کرتی ہے اسکا کام صرف سیر کرنا اور پھرنا ہے اور عالم کی مخلوقات کی کیفیت کو ایک جگہہ سے دوسری جگہہ پہونچا دینا جیسے بو کو ناک مین اور آواز کو کان مین اور سردی اور گرمی اور خشکی اور تری کو قوت لامسہ مین یعنے جاندار کی جلد تک پہونچا دینا ہے اور اسی پر اور چیزون کو قیاس کیا چاہیے اور آگ تو وہی ہوا ہے کہ سخت حرکت کے سبب سے یا آفتاب کی تاثیر سے سلگ گئی ہے اور یہ صورت اُسکی ہو گئی ہے اور اسکا کام کچی چیزون کا پکا دینا اور بیکار چیزونکا جلا دینا ہے جیسے کھانیکا مصالح کہ آپ اپنی ذات سے کسی کام کا نہین بلکہ غذا پائی جای تو یہ بھی کام آوے اور نہین تو بیکار محض ہے اسیواسطے کوئی جگہہ معین آگ کیواسطے نہین ہے جیسا حکما نے خیال کیا ہے کہ آگ اور ہوا کے کرے پانی اور زمین کے کرون کو گھیرے ہوئے ہین یہ انکی ایک بات ہی بے دلیل جسکی کچھہ اصل نہین ہے جیسا کہ خرق اور التیام آسمان اور ستارون کا انکی خیال مین محال ہے سو یہ بھی انکا خیال خام ہے اور دعوی بے دلیل ہے اور اس سورےکا نام اسواسطے انفطار رکھا ہے کہ اسمین آسمان کے پھٹنے کا بیان ہے جو نفوس اور عقول آسمانی کے نفوس اور عقول انسانی سے مل جانیکے واسطے بڑے عمدہ اسبابون سے ہی اور حقیقت مین یہی علاقہ علم ما قدمت و اخرت کے حاصل ہونیکا سبب ہی کہ اس سورتمین اسیکا بیان کرنا منظور ہے واللہ اعلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ جب آسمان چر جاوے اور آسمان کے چرنے کی کیفیت دوسری جگہہ اسطرح پر بیان فرمائی ہی کہ ایک چیز بدلی
کی مانند عرش کے نیچے سے نازل ہوگی اور سب آسمان اُسکے صدمے سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاوینگا اور وہ بدلی حقیقت مین تجلی ہی قہر الٰہی کی کہ اس عالم کو
خراب کرنے کو اس شکل سے متوجہ ہوگی اس جگہہ پر بعضے طالب علم تیز ذہن ایک سوال کرتے ہین اُسکا جواب دینا ضرور ہی وہ سوال یہ ہی کہ اس عالم کی پیدائش
پہلے زمین سے شروع ہوئی خرابی اوسکی آسمان سے کس واسطے شروع ہوگی اُسکا جواب یہ ہی کہ جب کسی عمارت کا بنانا منظور ہوتا ہی تو پہلے نیو سے
بناتے ہین اور جب کھودنا اور ڈھانا منظور ہوتا ہے تو اوپر سے شروع کرتے ہین **وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ** اور جب تارے جھڑ پڑین
چھٹک کر اور آسمانی نفسون کا تعلق جو تارون اور آسمانون سے ہی ان دو انقلاب کے سبب سے باطل ہو جاویگا اور اس علاقے کے ٹوٹنے کے سبب سے عقلون کا
تعلق جو نفوس آسمانی کے ساتھ ہی وہ بھی بیکار ہو جائیگا اور نفسون کی پیروی سے افلاک کی خیالیہ قوتین اُنکے جرمون سے جدا ہو جاوینگی اور وہ نفوس
وہان سے جدا ہو کے نفس انسانی سے ربط اور میل پیدا کرینگے اور عقلون کے فیضان اور آسمان کے خیال کی کارپردازیان سب نفس انسانی
سے متعلق ہو جائینگی بس انسان کے نفس کو ان سببون سے بڑی وسعت اور کشادگی حاصل ہوگی اور ما قدمت واخرت کے معنون پر کلیۃً اور جزئیۃً
جیسا چاہیے قرار واقعی اطلاع حاصل ہوگی **وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ** اور جب دریا بہائے جاوین اور ٹھہراؤ اور رکاؤ پانی کا جو اس وقت
مین ہی وہ نہ رہے شیخ ابو المنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہی کہ پہلے سب دریا ایک جگہہ اکٹھے کیے جاوینگے اور اس جمع ہونے کے سبب سے زمین ایک
جوش ہوگا اور سمین سے شعلہ اُٹھیگا کہ سب دریا جل کے کچھہ پانی اُسمین سے دھوان ہو کے قیامت کے میدان کو پر کر دیگا اور کچھہ پانی دوزخ کی آگ ہو جائیگا
سو اس سورہ مین پہلی دریا کے انقلاب کا ذکر ہی کہ اپنے ٹھہراؤ اور رکاؤ سے متغیر ہو کے بہ نکلین گے اور سب کے سب مل کے ایک دریا ہو جائیگا اور سورۂ تکویر
مین اس انقلاب کے پیچھے جلانا اور دہکانا بیان کیا ہی اور اس سورہ مین بعثرۃ القبور کی مناسبت سے بہانے کو اختیار فرمایا ہے اس واسطے کہ جب
پانی مکان کی جڑ مین پہونچتا ہی تو اُسکو خراب کر دیتا ہے اور اس سورہ مین تسعیر جحیم کی مناسبت کے واسطے جلانے اور دہکانے کو اختیار فرمایا ہے
اور عرب کی لغت مین بحر خاص نام ہے دریاے شور کا اور جتنی ندیان میٹھی ہین کتنی ہی لنبی چوڑی گہری ہووین اُنکو نہر کہتے ہین بحر نہین کہتے اور دریاے
شور جسکو سمندر کہتے ہین وہ ایک ہی لیکن اُسکے ٹکڑون اور کھاریون کی رعایت سے جمع لائے ہین جیسا کہ تاریخ والون نے لکھا ہی کہ سمندر کے ایک
ٹکڑے کا نام بحر چین ہے اور ایک ٹکڑے کا نام بحر ہند اور ایک ٹکڑے کا نام بحر فارس ہی اور ایک ٹکڑے کا نام بحر قلزم جو درمیان مین حبش اور عرب کے جاری ہی اور
ایک ٹکڑے کا نام بحر روم ہی جسمین فرنگیون کی جزیرے واقع ہین اور ایک ٹکڑے کا نام بحر خزر والان ہے اسیطرح اور بھی نام ہین اور دریاؤن کے بہنے کے سبب سے انسانی
بدنون کے مادے اور ان کے بدنون کی عذاب اور عقوبت کے اسباب زیادتی قبول کرینگے اور سماوی نفسون کا تعلق ان بدنون سے صحیح ہو جائیگا **وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ**
اور جب قبرین اُٹھائی جاوین یعنی قبر والے اور جو کچھہ زمین کی تہ مین ہی سب زمین کے اوپر آجاوے اور بدنون کے اجزا آپسمین مل جاوین اس وقت ایک پانی عرش کے
نیچے سے برسیگا اُسمین زندگانی کی قوت سپرد کی گئی ہوگی اور مرد کی منی کا حکم رکھیگا اُسکے بعد حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکینگے اور انسان کی روحین اپنے
بدنون سے مل جاوینگی اور آسمانی روحین انکی خادم اور مددگار ہووینگی اور حشر قائم ہوگا اس وقت **عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ** جان لیویگا ہر جی
آگے بھیجا ہے حق تعالیٰ کی طرف نیکی اور بدی سے اور آگے بھیجنے سے مراد اُسکا کرنا ہی اسواسطے کہ جو کچھہ نیکی اور بدی کی گئی ہی سب نامۂ اعمال مین لکھی ہی اور وہ نامہ
لکھنے والون کے ہاتھہ سے حق تعالیٰ کی دربار مین پہونچا ہے **وَاَخَّرَتْ** اور جو کچھہ چھوڑا ہی نیکی اور بدی سے اور پیچھے چھوڑنے سے نکرنا مراد ہے یعنے اس
کام کو نکیا اسواسطے جو نہین کیا ہے وہ نامۂ اعمال مین لکھا بھی نہین گیا اور حق تعالیٰ کے دربار مین بھی نہین پہونچا اور بعضے مفسرون نے کہا ہی

کہ تقدیم سے خرچ کرنا مال اور اسباب کا مراد ہے اللہ تعالی کی رضامندی مین کہ وہ سب آخرت کا ذخیرہ ہے اور تاخیر سے چھوڑ جانا مال اور
اسباب کا مراد ہے وارثون کے واسطے اور بعضون نے کہا ہے کہ ما قدمت سے اولاد مراد ہے جو ما باپ کے سامنے مرگئی ہے اور
ما اخرت سے پیچھے چھوڑی اولاد مراد ہے اور بعضون نے تقدیم سے اول عمر کے کام اچھے ہون یا برے مراد لیے ہین اور تاخیر سے آخر عمر کے
کام اور بعضون نے کہا ہے کہ نیکی اور بدی کرنا کسی چیز کا ہو یا چھوڑنا سب ما قدمت مین داخل ہے اور رسم نیک ہو یا بد اور مذہب یا طریقہ جو کسی
شخص نے نیا نکالا اور اسکے بعد لوگون نے اسکو اختیار کیا اور اسی راہ پر چلے یہ سب ما اخرت مین داخل ہے اور حدیث شریف مین حضرت عبد اللہ
بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہے کہ ما قدمت من خیر او شر وما اخرت من سنة حسنة استن بها بعده فله اجره واجر
من اتبعه من غير ان ينقص من اجورهم شيء او سنة سيئة عمل بها بعده فعليه وزره ووزر من عمل بها بعده
لا ينقص من اوزارهم شيء یعنی جو آگے بھیجا نیکی اور بدی سے اور جو پیچھے چھوڑا طریقہ نیک سے جسکو لوگون نے اختیار کر لیا بعد اسکے پس اسکو اجر ہے اپنی
نیکی کا اور اجر ہے ان لوگون کا جنھون نے پیروی کی اسکی بغیر اسکے کہ کم ہوئے انکے اجر سے کچھ اور جسنے رسم بری ڈالی اور اسکو لوگون نے اختیار کیا بعد اسکے
تو اس شخص پر ہے گناہ اسکی بدی کا اور گناہ ان لوگون کا جو اس رسم بد پر چلین اسکے بعد بدون اس بات کے کہ کم کیا جاوے گناہ ان لوگون سے کچھ اور دوسری
حدیث مین آیا ہے کہ ایک سوال کرنیوالا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر کھڑا ہوا اور سوال کیا جتنے شخص آپ کی خدمت مین اسوقت
حاضر تھے سب چپ رہے ایک شخص حاضران مجلس سے اٹھا اور اسکو کچھ دیا پھر اورون نے بھی اسکو دیکھ کر اس سائل کو دینا شروع کیا تب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نیک رسم نکالتا ہے اور آدمی اس رسم پر عمل کرتے ہین تو اس رسم نکالنے والے کو ایک ثواب اپنا ملتا ہے اور ثواب دوسرے
عمل کرنے والونکا بھی بدون اسکے کہ انکے ثوابون مین کچھ کمی ہو اور اسیطرح جو شخص بد رسم نکالتا ہے اور لوگ اسپر عمل کرتے ہین تو اسکا وبال اس رسم کے نکالنے
والے پر ہے اور ان لوگون کا وبال بھی اسکی گردن پر ہے جو اسپر عمل کرتے ہین بدون اسکے کہ انکے وبال سے کچھ کمی کی جاوے راوی اس حدیث کا کہتا ہے کہ اس قصے کے نقل
کرنیکے بعد حضرت حذیفہ بن الیمان نے یہ آیت پڑھی کہ علمت نفس ما قدمت واخرت حاصل کلام کا یہ ہے کہ نفس انسانی کو اپنی نیکی اور بدی
پر آگاہی بخوبی حاصل ہوگی اور جب دیکھیگا کہ جو مین نے کیا وہ سب برا تھا اور جو چھوڑ دیا وہ اچھا تھا اور نیکی کی جزا یہان یہ ہے اور برائی کی
سزا یہ ہے تب اسکو بڑی ندامت ہوگی اور اپنی الٹی بوجھ پر شرمندہ ہوگا اسوقت اسکو کہا جائیگا یا ایها الانسان اے آدمی تیرا نام
تو انست سے نکالا گیا تھا کس واسطے تو نے حق کی یاد سے انست نہ پکڑی اور نیکیان نکین تو نے اور حق کے سوا کہ سب تیری
حق مین سانپ اور بچھو تھے انکو جواہرا اور سونے کے نگینے خیال کرکے انسے مانوس ہوا تو اور محبت کی تو نے ما غرك کس
چیز نے فریب دیا تجھکو نفس نے یا شیطان نے خلق نے یا دنیا نے بربك الكريم اپنے پروردگار پر جسنے طرح طرح سے تجھکو پرورش اور تربیت فرمایا
اور تیرے ساتھ وہ معاملہ کیا جو اسکے کرم کی صفت کا مقتضا تھا پھر تو نے اسکے عوض مین معصیت اور مخالفت کا داغ اپنے پر لگایا اور اپنی
فضیلت اور بزرگی جو سب مخلوقات پر تجھکو ملی تھی سب برباد کی تو نے اور کریم کے معنون مین اختلاف ہے بعضے کہتے ہین کہ کریم وہ ہے کہ جسکے ہر
کام مین انعام واحسان ہووے اور اسکی ہر حرکت اور سکون مین بھی خیر منظور ہو اور بعضون نے کہا ہے جو احسان اور انعام کرنے مین اپنا نفع
یا اپنے نقصان کا دفع منظور نرکھے وہ کریم ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ کریم وہ ہے کہ دوسرون کا حق اپنے اوپر رکھے بلکہ جو انکو چاہیے دے
اور جو اسکا حق دوسرے پر ہو اسکو طلب نکرے اور بعضون نے کہا ہے کہ کریم وہ ہے جو دوسرے سے تھوڑی خیر قبول کرے اور اسپر عوض بہت دیوے اور یہ اللہ تعالی کے کرم کا
مقتضا ہے کہ گنہگارونکے گناہونکو بھی بخشتا ہے اور اسی پر کفایت نہین کرتا بلکہ باوجود اس تمام نافرمانی بندونکے دمبدم احسان اور تربیت اور پردہ پوشی انکی بدکاری کی
کیے جاتا ہے اور یہان ایک سوال ہے جواب طلب جسکا حاصل یہ ہے کہ مغرور ہونے پر منکر کرنا اور سرزنش کرنی پر اس غرور کے قہر کی صفت کا ذکر کرنا زیادہ مناسب تھا
اسواسطے کہ قہار سے مغرور ہونا البتہ انکار اور توبیخ کی جگہ ہے بخلاف اسکے کہ کوئی اللہ کے کرم پر مغرور ہووے کہ وہ غصے اور انکار کی جگہ نہین ہے اسواسطے کرم کا

کرم تو خود غرور کا سبب پڑتا ہے جیسا کہ تاریخ کی کتابون مین مذکور ہے کہ ایک دن نوشیروان بادشاہ کے سامنے اُسکے خدمتگار اور خواص آپسمین ہنس رہے تھے ایک وزیر نے جو وہان حاضر تھا عرض کیا کہ ان خدمتگارون کو آپ کا کچھ خوف اور رعب نہین ہے کہ آپ کے سامنے ایسی حرکتین کرتے ہین نوشیروان نے کہا کہ ہمکو چاہیے دشمنون کو خوف دلاوین نہ اپنے خدمتگارون کو اور حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ ایک دن آپ نے اپنے غلام کو کسی کام کیواسطے دو تین بار پکارا اُسنے باوجود سننے کے جواب ندیا آپ باہر تشریف لائے اور جانا کہ غلام کہین گیا ہوگا دیکھا تو غلام حجرے کے دروازے پر کھڑا ہے آپ نے فرمایا کہ تجھکو کیا ہوا تھا کہ جواب مجھکو ندیا غلام نے عرض کی کہ آپ کے کرم کے اعتماد پر علاوہ اُسکے یہ بھی مجھے خاطر جمع ہے کہ آپ مجھکو مارینگے بھی نہین حضرت علی نے اُسکے جواب کو پسند کیا اور اُسکو اسیوقت آزاد کر دیا تو معلوم ہوا کہ اُس چیز کا ذکر جو آپ ہی غرور کا سبب ہووے غرور کے انکار کی جگہہ پر مناسب نہین ہے جواب اس سوال کا یہ ہے کہ کرم کی صفت کا ذکر اس جگہ پر غرور کی وجہ کے بیان کرنیکے واسطے ہے یعنے اُسکے کریم ہونیکے سبب سے تو مغرور ہو گیا جیسا کہ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ فرماتے تھے اللھم غرّنی حلمك لو اخذتنی بالاولی ما اجترأت على الثانية یعنے اے اللہ مغرور کیا مجھکو تیرے حلم نے اگر پہلے گناہ پر تو مجھکو پکڑتا تو دوسرے گناہ پر جرأت نکرتا مین اور حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالی عنہ سے منقول ہے کہ ان سے پوچھا لوگون نے کہ اگر تمکو حق تعالی قیامت کے دن اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھے کہ ما غرّك بربك الكريم تو کیا جواب دوگے اُنھون نے کہا کہ مین کہونگا غرّنی ستورك المرخاة فریب دیا مجھکو تیرے چھوٹے ہوے پردون نے یعنے کتنا ہی مینے گناہ کیا مگر تو نے مجھکو فضیحت اور رسوا نکیا تو جان لیا مین نے کہ کبھی تو فضیحت نکریگا اور اسی قسم کا مطلب حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے بھی منقول ہے کہ کم من مغرور بالستر علیہ وکم من مستدرج بالاحسان الیہ یعنے بہت سے مغرور ہو رہے ہین. بسبب تیری پردہ پوشی کے انپر اور بہت سے استدراج مین گرفتار ہین بسبب تیرے احسان کے انپر اور جب استفہام انکاری مجموع کلام پر وارد ہوا تو موافق قاعدے عربیکے اُس کلام کے معنی توبیخ اور سرزنش کے ہوئے اُس غرور پر جو کریم کے کرم کے ملاحظہ سے پیدا ہوتا ہے اور جب غرور کا انکار کرم کہ غرور کے بڑے عمدہ اسباب سے ہے متوجہ ہوا غرور کی نفی مین بہت مفید پڑا اسواسطے کہ جب کرم پر غرور کرنا نچاہیے تو قہر پر غرور کرنا کس طرح چاہیے اور اللہ تعالی کی صفت جس طرح کرم ہے اسی طرح قہر بھی تو وہ کریم بھی ہے اور قہار بھی اور منتقم بھی ہے اور باوجود ان سب صفتون کے حکیم بھی ہے اور جب اسکی حکمت قہر اور انتقام کی خواہش کرنیوالی ہوئی اُسوقت کرم کے آثار ظاہر نہین ہوتے اسواسطے کہ احسان اور کرم بدکارون کے حق مین خلاف قاعدے حکمت کے ہے اسی جگہہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو تلاوت کرنیکے وقت فرمایا کہ غرّہ جہله یعنے آدمی کو مغرور کیا ہے اُسکی نادانی نے اسواسطے کہ وہ ایک صفت پر اپنے پروردگار کی تکیہ کرکے بیٹھا ہے اور دوسری صفتین اسکی کہ حکمت اور عدالت ہین بھول گیا دوسرا جواب اور بھی ہے وہ یہ ہے کہ توبیخ کسی کام پر اس جگہہ کرتے ہین کہ اُس کام کے ہونیکا گمان ہووے اور کریم کے کرم پر غرور کا مظنہ ہو سکتا ہے اسواسطے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی کے کرم پر کوئی مغرور ہووے لیکن قہر اور انتقام پر مغرور ہونا ہرگز نہین ہو سکتا اسپر انکار اور توبیخ کیا نسبت رکھتے ہے شلا عرف مین کہتے ہین کہ فلانے کے حلم پر اعتماد مت کرو اسواسطے کہ محل اعتماد کا حلم ہو سکتا ہے اور یہ ہرگز نہین کہتے ہین کہ فلانے کے غصے پر مغرور مت ہو اور اعتماد مت کرو اسواسطے کہ غصہ اور غضب محل اعتماد اور غرور کا ہرگز نہین ہوتا بلکہ پرہیز اور بچنے کا محل ہے اور بعضے بزرگون نے کہا ہے کہ اس صفت کا لانا جواب کی تلقین کیواسطے ہے تاکہ بندہ خود کہے کہ غرّنی کرمك لیکن یہ جواب بن نہین سکتا اسواسطے کہ اسکا کرم بھی حکمت سے خالی نہین اور اسکی حکمت ہرگز اسبات کو نہین چاہتی ہے کہ اپنے بندون کو بُرا اور سزا مہمل چھوڑ دے اور ظالم سے مظلوم کا بدلا نلے اور مخلوقات کے حق کو ضایع کرے اور نیک کو بد سے اور پرہیزگار کو بدکار سے جدا نکرے تو معلوم ہوا کہ اس جواب مین فی الفور الزام کھاتا ہے کہ کرم کے ثابت کرنے مین میری حکمت کا انکار کیون کیا تو نے اور یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی کا کرم آدمی کی خواہش سے پہلے ہے بے عوض اور غرض کے اسکو پہلے پیدا کیا اور طرح طرح کی نعمتون سے نوازا اور پہلا کرم پچھلے کرم کا سبب نہین ہو سکتا کہ اُسکے گناہون کو بالکل چھوڑ دین اور اسکی بدیون پر اسکو تنبیہ نکرین

بلکہ اللہ تعالیٰ کا پہلا کرم زیادہ تر دہشت اور خوف کا باعث ہے اس واسطے کہ اگر آدمی ایسے شخص کی مخالفت کرے جسکا حق اور احسان کچھ اسپر ہو تو ہو سکتا ہے کچھ تعجب کی جگہہ نہین ہے لیکن اپنے محسن اور منعم کی مخالفت اور ولی نعمت کی نافرمانی بڑا کفران ہے اور بڑی خوف کی جگہہ اور اسکا پہلا کرم اسبات کو نہین چاہتا کہ ایسے ناشکر سے درگذر کرے بلکہ عرف مین ایسی جگہہ چشم پوشی کرنے کو بیحیائی اور ذلت کہتے ہین علی الخصوص اُس وقتین کہ خود اپنے ولی نعمت کو نہ ماننے اور اسکی نعمتین دی ہوئین دوسرون کی طرف نسبت کرے یا اسکی غیر مرضی مین خرچ کرے اعاذنا اللہ من ذلک اب جاننا چاہیئے کہ اس جگہہ پر تین چیزین ہین غرور اور تمنی اور رجا سو جابجا قرآن شریف مین غرور تمنی کو بُرا فرمایا ہے جیسا کہ ان آیتون مین ہے ولا یغرنکم باللہ الغرور لیس بامانیکم ولا امانی اہل الکتاب تلک امانیہم سوای اسکے اور بھی آیتین ہین اور رجا جو امید کے معنو نین ہے وہ قرآن اور حدیث دونو نمین پسند ہی جیسا کہ جابجا مومنون اور نیکون کی مدح مین مذکور ہے جیسے یرجون رحمۃ اللہ اور سوای اسکے بھی ہے تو ان تینون چیزون مین تفرقہ اور جدائی کھلی کھلی بیان کرنا چاہیئے تا کہ کام ممدوح اور مذموم آپس مین ملتبس نہووین اور مل نجاوین اب جاننا چاہیئے کہ امید کی حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کی انتظار مین آدمی کا دل خوش رہے اور ہر مرغوب کے حاصل ہونے کے واسطے ایک سبب درکار ہے والا انتظار ثابت نہووے پھر اگر ایک چیز کے اسباب بہت جمع ہوے ہون اور اسکا انتظار کھینچے اور اس انتظار مین خوش رہے جیسا کہ ایک کسان نے اچھا بیج اچھی زمین مین بویا اور پانی بھی وقت پر دیا ہے اور غلہ کا منتظر ہے اسکو رجا اور امید کہتے ہین اور اگر ایک چیز کہ بہت سے اسباب جاتے رہین اور اوسکا انتظار کھینچے تو وہ غرور اور حماقت مین گرفتار ہی جیسا کہ ایک کسان نے اوسر زمین مین بیج بویا اور وقت پہ سینچا بھی نہین پھر اس سے غلہ کی انتظاری کرے اسکو غرور اور حماقت کہتے ہین اور اگر اسباب کے حاصل ہونے مین شک واقع ہو پھر اس چیز کا انتظار کرے جیسا کہ ایک کسان نے اچھی زمین مین بیج بویا لیکن سینچا نہین یا اوسر زمین مین بیج بویا اور سینچا پھر اس سے غلہ کا منتظر ہے اسکو تمنا اور آرزو کہتے ہین پھر جب یہ مثالین خوب سمجھہ مین آگئین تو ایماندار کو چاہیئے اپنی نجات اور فلاح کی سعی المقدور فکر کرے اور اُسکے اسباب کو اپنے مین جمع کرے جیسا کہ فرمان برداری امر کی اور احتراز نہی سے پھر رحمت الٰہی کا امیدوار رہے اور اس انتظار مین خوشی اور خرمی سے گذران کرے اور جس شخص نے اپنی نجات اور فلاح کے اسباب کو کھو دیا اور اپنی عمر کو نا مرضیات الٰہی مین صرف کیا پھر منتظر نجات اور فلاح کا ہے وہ احمق ہے اور غرور مین گرفتار ہے اور شک کی صورت مین جیسے نماز روزہ کیا لیکن اسکی شرطونکو خوب بجا نہ لایا تو وہ آرزومند ہے یعنی شاید کہ اسکو نجات ہو لیکن یہ دونون صورتین اللہ تعالیٰ کے نزدیک بُری ہی اور نامقبول ہین نقل کرتے ہین کہ سلیمان بن عبدالملک حج کے واسطے ملک شام سے آتا تھا مدینۂ منورہ مین حضرت ابو حازم سے ملاقات ہوئی اُن سے پوچھا کہ قیامت کے دن بندونکی ملاقات پروردگار سے کس طرح پر ہوگی ابو حازم نے کہا اگر بندہ نیک ہے کہ دنیا مین نیکی کرکے گیا ہے اُسکی ملاقات اس طرح پر ہوگی جیسا کہ کوئی شخص بہت دنون مین سفر سے پھر کر اپنے گھر مین آوے اور بہت سا مال اور اسباب کما کر اپنے ساتھہ لاوے اس وقت خیال کیا چاہیئے کہ اسکے گھر والے اس سے کس طرح سے خوش ہون گے اور اسکی کس کس طرح سے خاطرداری کرینگے اور اگر بندہ بدکار ہے کہ دنیا مین بہت برائیان کرکے گیا ہے اُسکا سامنا ویسا ہوگا جیسا کہ کسی کا غلام چوری کرکے چھپ کے بھاگا ہوا اور اُسکے خاوند نے اُسکے پیچھے پیادے اُسکو پکڑنے کو دوڑائے ہون اور وہ پیادے اُسکو پکڑ کے ہاتھون مین ہتکڑیان اور پیرونمین بیڑیان اور گلے مین طوق ڈال کے اُسکے خاوند کے حضور مین لاوین اس وقت کی حالت کو خیال کیا چاہیئے کہ کیسا اپنے دل مین شرمندہ ہوگا اور اپنے خاوند کے نزدیک کس طرح سے لائق لعنت اور نفرین کے ہوگا سلیمان کو اسبات کے سننے سے رقت غالب ہوئی بہت رویا اور کہا کہ کیا اچھی بات ہوتی کہ مین اپنا حال جانتا کہ مجھکو ان دونون صورتون مین سے کون سی طرح پر اس مالک مطلق کے سامنے لیجاوینگے ابو حازم نے کہا کہ اسبات کا معلوم کرنا بہت آسان ہے اور قرآن شریف

ف نجات کی امید ... [illegible]

ف حکایت سلیمان بن عبدالملک و ابو حازم کی

مین خوب کھول کے بیان فرمایا سلیمان نے پوچھا کس آیت مین ابو حازم نے کہا حق تعالی فرماتا ہے ان الابرار لفی نعیم و ان الفجار لفی جحیم اب اپنے عملون کا جائزہ دیکھو کہ ابرار مین ہو یا فجار مین سلیمان نے کہا کہ اگر ہمارے عمل برانجام کام کا ٹھہرا تو رحمت الٰہی کہان ہے ابو حازم نے کہا کہ اسکا بھی پتا قرآن مجید مین بتا دیا ہے سلیمان نے کہا کس آیت مین ابو حازم نے کہا ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین سلیمان کو اس بات کے سنتے ہی خوف غالب ہوا اور روتے روتے حالت متغیر ہوگئی اٹھکے پاس سے چلا گیا اور کہا کہ اس قسم کی تمھاری باتین سننے کی مجھکو طاقت نہین ہے کہ میرا پتا پھٹا جاتا ہے اور جب اس آیت مین آدمی پر توبیخ اور سرزنش متوجہ فرمائی اسپر کہ کریم اللہ تعالی کے کرم پر مغرور ہوا چاہیے تو اب کئی نعمتین جو اسپر انعام کی ہین اور وہی غرور اور فریب کو مانع ہین بیان فرماتے ہین انمین سے ایک یہ ہے الذی خلقک وہ کریم کہ اپنی محض کرم سے تجھکو پیدا کیا اور ہرگز خواہش اور سوال اور دعا اس نیستی کی حالت مین تجھسے متصور نتھی اور منفعت کی تجھ سے توقع نتھی فسوٰک پھر تیری بدن کو ٹھیک بنایا اور سب جوڑ بند برابر پیدا کئے اندازے سے ہاتھ برابر ہاتھ کی اور پانون برابر پانون کے اور کان برابر کان کے اور آنکھ برابر آنکھ کے کسی کو ان مین سے کم زیادہ نہین کیا جیسے اگر ایک پانون چھوٹا ہوتا اور دوسرا بڑا تو چلنے مین بھی رنج ہوتا اور دیکھنے مین بھی عیب دار اور ناقص ہوتا یہ اسی کا کرم ہے کہ ایک قطرۂ ناپاک سے تجھکو ایسا خوبصورت اور سڈول پیدا کیا فعدلک پھر معتدل مزاج بنایا تجھکو اور تیرے بدن کی مزاج کے حفظ کی رکنون کو یعنی گرمی اور سردی اور تری خشکی کو طبیعت مین ایکسان اور برابر کیا تاکہ جو احوال کہ اعتدال سے خارج ہین انکو پہچانے اور بوجھے کہ ظاہری اعتدال سے خارج ہونا کس قدر رنج اور الم دیتا ہے پھر معنوی اعتدال سے خارج ہونے کو اسی پر قیاس کیا چاہیے فی ای صورۃ ما شاء رکبک جس صورت مین چاہا تیری پروردگار نے تجھکو بنایا اس وقت مین تو حاضر تھا جو عرض کرتا کہ فلانی صورت اچھی ہے اور فلانی صورت بری مجھکو اچھی صورت چاہیے بری نچاہیے یہ اسیکا کرم ہے کہ احسن اور اچھی صورت پر تجھکو بنایا ہاتھ دیئے تکبیر مین اٹھانیکو مصحف کے پکڑنے کو اور ہتھیار کی اٹھانیکو جہاد مین اور سوای انکے بہت چیزین بندگی کی ہین کہ ہاتھ سے تعلق رکھتی ہین اور زبان دی ثنا اور صفت اور تسبیح اور ذکر اور تلاوت قرآن کرنیکو اور اچھی بات کی حکم کرنیکو اور بری بات سے منع کرنے کو اور ذات اور صفات الٰہی کی حقیقتین بیان کرنیکو اور پانون دئے نماز مین کھڑی ہونے کو جہاد مین دوڑنیکو بیت اللہ کی طواف کرنیکو مریضون کی عیادت کو اولیاء اللہ کی زیارت کو اور سوای انکے جو اچھی چیزین ہین اسی سے متعلق ہین اسیطرح ہر ایک عضو کو طاعت اور بندگی کے واسطے پیدا کر دیا اور تو نے ان نعمتون کو اسکے عکس مین خرچ کیا اور گناہ کا واسطہ بنایا سو جسنے ایسی نافرمانی اپنے مالک کی کی ہو وہ ہرگز صفت کریمی کے سزاوار نہین ہوتا اور ایسے شخص کو فریب کھانا اور مغرور ہونا کریم کے کرم پر زیب نہین دیتا ہے اور اس مقام پر کہ اللہ تعالی کی نعمتون کا بیان اور شمار کرنا منظور ہے خاص پیدایش کی نعمت کو بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس نعمت مین کسی طرح کی خواہش اور سوال بندیکی طرف سے پایا نہین گیا تھا اور اسکی پیدایش مین اللہ تعالی بھی کسی منفعت کی توقع یا کسی ضرر کا دفع متصور نہین تھا بخلاف اور نعمتون کے کہ بعد پیدا ہونے کے اور بعد سوال حالی یا قالی کے عنایت ہوئی ہین کہ وہ نعمتین چندان کرم پر دلالت نہین کرتی ہین اور یہ بھی ہے کہ انسان کی پیدایش کی نعمت ایسی بہتر اور معقول طبیعت کی اعتدال اور اعضا کی تناسب کے ساتھ صریح دلیل ہے اس بات کی کہ ایسی مخلوق کو مہمل اور بیفائدہ نہین پیدا کیا ہے بلکہ اعتقاد اور عمل کی سیدھی راہ پہچاننے کو اور بری راہ سے اعتقاد اور عمل کی احتراز کرنیکو پیدا کیا ہے اس واسطے کہ غیر معتدل کو سوا معتدل کے کوئی پہچان نہین سکتا اور طب کی کتابون مین قاعدہ ٹھہرا ہوا ہے کہ غیر معتدل اس کیفیت سے جو اعتدال سے خارج ہے چندان تاثیر نہین قبول کرتا ہے اسواسطے کہ وہ کیفیت ہمجنس اس غیر معتدل کے نہین ہے بخلاف اپنی ہمجنس کے کہ اس سے زیادہ تاثیر قبول کرتا ہے اور تھوڑے کو بہت جانتا ہی بس انسان نے جو اس کام مین قصور کیا اور اپنی مالک کی نافرمانی کی تو زیادہ تر لائق غصے اور غضب کی ہوا پھر اسکو پہلے کرم پر فریفتہ اور مغرور ہونا ہرگز مناسب نہین ہے اور اس مقام پر ایک سوال ہے جواب طلب اسکا حاصل یہ ہے کہ ان نعمتون کے بیان کرنے مین حرف عطف کا کہ ف ہے ہر جگہ پر مذکور فرمایا

کو فِي اَيِّ صُوْرَةٍ مَّاشَاءَ رَكَّبَكَ مین کہ حرف عطف کو نہین لائے ہین اسکی وجہ کیا ہے اسکا جواب یہ ہی کہ پیدایش اور اعضا کا برابر ہونا اور کیفیت کا معتدل ہونا یہ تینون فعل ترتیب سے بیان ہوئے ہین انکے درمیانین مدلول ف کی کلمہ کا کہ تعقیب ہی گنجایش رکھتا ہے اور بعد ان تینون فعل کے صورت کی ترکیب لازم ہے اس واسطے کہ جب تسویہ اور تعدیل سے فراغت پائی تو تصویر حاصل بلکہ وہی تسویہ اور تعدیل عین تصویر ہے پس گنجایش حرف عطف کی نرہی اور جب یہ نعمت یعنی پیدایش کی تسویہ اور تعدیل دونون سے مل کر پیدا ہوئی تو اسواسطے اسکو بطور ان دونون نعمتون کے بیان کے بے حرف عطف کے بیان فرمایا اور مفسرون کی ایک جماعت نے فِي اَيِّ صُوْرَةٍ مَّاشَاءَ رَكَّبَكَ کی تفسیر مین کہا ہے کہ یہان مراد یہ ہے کہ لڑکا کبھی باپ کو مشابہ ہوتا ہے اور کبھی ماکے اور کبھی چچا کے اور کبھی ماموکے اور کبھی ان مین سے کسی کے مشابہ نہین ہوتا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ ایک شخص سے آپ نے پوچھا کہ مَا وُلِدَ لَكَ یعنے کیا ہے اولاد تیری اس نے عرض کی کہ یارسول اللہ وما عسٰی ان یولد لی اما غلام واما جاریۃ یعنے ابھی تک تو کچھ بھی نہین مگر قریب ہی کہ پیدا ہوگا لڑکا یا لڑکی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ فَمَن يُشْبِهُ یعنی کسکے مشابہ ہوتا ہی اسنے عرض کیا کہ يُشْبِهُ اُمَّهُ اَوْ اَبَاهُ یعنی مشابہ ہوگا ماکے یا باپ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَقُلْ هٰكَذَا اِنَّ النُّطْفَةَ اِذَا اسْتَقَرَّتْ فِي الرَّحِمِ اَحْضَرَ اللّٰهُ كُلَّ نَسَبٍ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اٰدَمَ اَمَا قَرَأْتَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ فِيْ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّاشَاءَ رَكَّبَكَ یعنے ایسا مت کہہ مقر نطفہ جب ٹھہرتا ہے رحم مین حاضر کرتا ہے اللہ تعالی سب نسب کو جو اسکے اور آدم کے درمیانین ہین کیا نہین پڑھی تونے یہ آیت فِيْ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّاشَاءَ رَكَّبَكَ اور بعضون نے کہا ہے اس سے خوبصورتی اور بدصورتی مراد ہے یعنی ہر ایک انسان اچھی صورت ہونے مین اور بری صورت ہونے مین متفاوت ہے اور بعضون نے کہا ہی کہ اس سے مراد انسان کی صورتون کی زیادتی ہی یعنی اللہ تعالی کی قدرت کے عجائبات مین سے ایک یہ ہی اور حقیقت مین بھی یہی ہی کہ اس قدر لاکھون کروڑون آدمیون کے چہرے حضرت آدم علیہ السلام سے اسدم تک باوجود یکسان ہونیکے صورت اور شکل مین اور بدنکی جوڑ بند مین جیسے آنکھ ناک کان منہ چہرہ پھر ہر شخص کی صورت اور شباہت دوسرے سے جدا اور علیحدہ ہے اس جگہہ سے حق تعالی کے خزانونکی وسعت اور کثرت دریافت کیا چاہیئے کہ کس قدر نقشے بے انتہا اسکے خزانے مین موجود ہین اور بعضون نے کہا ہی کہ مختلف ہونا صورت نر اور مادہ کا مراد ہی اور اس صورت مین اس آیت کا ربط پہلی آیتون سے اس طرح پر ہوگا کہ تسویہ اور تعدیل نر کی مخالف مادہ کی تسویہ اور تعدیل کی ہی لیکن یہ مخالفت صنفی ہی یعنے نر کی قسم اور ہی اور مادہ کی قسم اور ہے اسیواسطے مادہ کے مزاج کو طب والے رطب جانتے ہین یعنی بہت تر اور نر کے مزاج کو یابس یعنی بہت خشک بوجھتے ہین اور نر کے بدنکی صحت کو مادہ کے بدنکی صحت سے جدا جانتے ہین لیکن اصل تسویہ اور تعدیل مین کہ نوع انسانی کا مقتضا ہی دونون قسم آپسمین شریک ہین اور بعضون نے اس آیت کو انسان کے رنگون کے مختلف ہونے پر حمل کیا ہے جیسے کہ پہلی اور دوسری اقلیم کے رہنے والے سیاہ ہوتے ہین سو واسطے کہ ہمیشہ آفتاب انکے سر کے مقابل مین رہتا ہی یا مقابل سے کچھ ہٹا ہوا اور آفتاب کی سوزش اور گرمی کی ہمیشگی رنگ کو سیاہ کرتی ہی جیسا کہ دھوبیون مین اور ان گنوارون مین جو ہمیشہ ننگے بدن دھوپ مین کام کیا کرتے ہین یہ بات ظاہر ہی اور سب دیکھتے ہین اور تیسری اقلیم کے رہنے والے اکثر گندم گون ہوتے ہین اور چوتھی اقلیم کے رہنے والے گورے ہوتے ہین مگر سرخی کے ساتھ اور پانچوین اقلیم کے رہنے والے سرخ رنگ ہوتے ہین اور چھٹی اور ساتوین اقلیم کے رہنے والے زرد رنگ ہوتے ہین کچہ اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ بعضون کو ایسی صورت پر پیدا کیا ہے کہ اپنی بندگی کیواسطے انکو چن لیا ہے جیسا کہ حضرت موسی علیہ السلام کے حق مین ارشاد فرمایا ہی وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ یعنی اور بنایا مینے تجھکو اپنے واسطے اور دوسری جگہہ انکی اور دوسرے انبیاؤن کے حق مین فرمایا ہی اِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا بیشک تھا وہ چنا ہوا اور اِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ اور بیشک تھا وہ ہمارے چنے ہوئے بندون سے اور یہ گروہ بادشاہی خاص بندون کی مانند ہین کہ حضور کی خاص خدمتون کیواسطے مقرر ہوتے ہین اور بعضون کو ایسی صورت پر پیدا کیا ہی کہ اسکے غیر کی طرف مشغول ہین جیسا کہ بعضے مال کی تجارت مین اور بعضے کھیتی مین اور بعضے کسی اور کسب اور پیشہ مین مشغول ہین کہ دنیا کا کام چلے اور جو اس کلام مین گمان اسبات کا تھا کہ کرم کی صفت سے جو اس تو بیخ اور

حال مین مذکور ہو شاید کافر کہنے لگین کہ ہمارا غرور اور اعتماد سب اسکے کرم پر تھا اسواسطے دوسری تنبیہ اور توبیخ پہلی سے بھی زیادہ سخت ارشاد ہوئی كَلَّا یعنی ایسا نہین ہی کہ اسکے کرم پر اعتماد کرکے تم یہ گناہ کرتے ہو اسواسطے کہ یہ اعتماد تو آخرت کی جزا کے اقرار کرنے پر اور اسکے اعتقاد لانے پر موقوف ہی اور تم آخرت کا اقرار اور اعتماد نہین کرتے ہو بَلْ تُكَذِّبُونَ بِالدِّينِ بلکہ تم انکار کرتے ہو جزا کا اور حال یہ ہے کہ جزا کا وعدہ بھی اسکے کرم کا مقتضا ہی تاکہ اچھی جزا کی امید پر طاعت اور بندگی کرو اور دل دنیا کے تمہارے کام اچھے بنا رہین اور عذاب کے خوف سے گناہ اور نافرمانی سے بچتے رہو تاکہ کام دونون جہان کے تمہارے بگڑنے نپاوین اور جزا کا انکار تم سے کس طرح بن پڑیگا وَإِنَّ عَلَيْكُمْ اور حال یہ کہ اللہ تعالی کی طرف سے تم پر لَحَافِظِينَ چوکیدار مقرر ہین تاکہ نیک اور بد کامون پر تمہارے خبردار ہین اور کوئی اچھا کام تمہارا ضایع نجاوے اور کوئی برا کام بھی رائگان نہووے كِرَامًا عزتی چوکیدار بھی حق تعالی کی صفت کے موافق تم سے کرم کا معاملہ کرتے ہین سو انکی کرمون سے جو تم سے کرتے ہین ایک یہ ہی کہ تم سے چھپے رہتے ہین اور اپنے تئین تم پر ظاہر نہین کرتے تاکہ کہین تم شرمندہ ہوکے عورتونکی صحبت اور حاجت و پیشاب اور اپنی مزیداریان اور لذتین چھوڑ ندو اور انکے کرمون سے یہ ہے کہ باوجود تمہارے سب کام جاننے کے تم کو فضیحت اور رسوا نہین کرتے ہین اور کسی آدمی کے سامنے تمہارے بھیدونکو نہین کھولتے اور انکے کرمون سے یہ ہی کہ جب کوئی نیکی تم سے ہوتی ہے اسکو دس گنی کرکے لکھتے ہین جیساکہ اگر ایک روپیہ اللہ کی راہ مین تم نے دیا ہو اسکو دس روپے لکھتے ہین اسی پر اور خیر کو بھی قیاس کرنا اور اگر کسی نیکی کا تم نے قصد کیا اور کسی سبب سے وہ نیکی تم سے ہونہ پائی تو تمہارے اس نیک ارادے کو بھی نیکیون مین گنتے ہین اور ایک نیکی اوسکی عوض مین لکھ لیتے ہین اور اگر کسی گناہ کا تمنے ارادہ کیا اور پھر اوس سے چھوڑ دیا یعنے نکیا تو اوس چھوڑ دینیکو بھی نیکیون مین گنتے ہین اور ایک نیکی لکھ لیتے ہین اور اگر کوئی گناہ تم سے ہوتا ہی تو چھہ ساعت تک تمکو مہلت دیتے ہین اور اتنی دیر تک اس گناہ کو نہین لکھتے کہ شاید اس عرصہ مین تم توبہ استغفار کرو یا اس اپنے کرنے پر شرمندہ ہو یا اسکے بعد اتنے عرصے مین کوئی ایسی نیکی تم سے ہو کہ اسکے سبب سے برائی تمہاری معاف ہوجاوے اور اگر اتنی دیر مین ان باتون مین سے تم سے کچھہ نہوا تو ایک گناہ لکھتے ہین اور پھر جب توبہ اور استغفار تم کرتے ہو یا کوئی اور نیکی تو اوس لکھے ہوئے کو مٹا ڈالتے ہین اور وہ چوکیدار تمہارے کامون کے یاد رکھنے مین بہت احتیاط کرتے ہین اور باوجود فرشتے ہونے کے کہ انمین نسیان اور فراموشی ہرگز نہین ہوتی اپنی یاد پر اعتماد نہین کرتے بلکہ كَاتِبِينَ یعنی لکھ رکھتے ہین اور اس کام کیواسطے دفتر تیار کر رکھتے ہین اور صحیح روایتون کے موافق یہ ہے کہ ہر آدمی کیواسطے یہ لکھنے والے چار نفر ہین دو دن کو آتے ہین اور دو رات کو اور ہر دن اور رات کے دونون دفتر علیحدہ علیحدہ رکھہ چھوڑتے ہین اور بعضے روایتون مین وارد ہوا ہے کہ انکے بیٹھنے کی جگہہ آدمی کے دونون کندھے ہین اور بعضون نے کہا ہی کہ ہر آدمی کے اوپر کے دونون بڑے دانت انکے بیٹھنے کی جگہہ ہے اور آدمی کی زبان انکا قلم ہے اور تھوک آدمی کا انکی سیاہی ہے اور جب یہ دفتر رات اور دن کا حق تعالی کی حضور مین لیجاتے ہین باوجود اسکے کہ حق تعالے اپنے بندے سے جان کی رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہے لیکن احتیاط کے واسطے حکم ہوتا ہے کہ اس دفتر لکھے ہوئے کا لوح محفوظ سے مقابلہ کرو اسواسطے کہ اسمین جو کچھ کہ بندہ کریگا بے کمی اور بیشی کے لکھا ہے بعد مقابلہ کے حکم ہوتا ہے کہ بندگی اور گناہ کے سوا جو کچھ ہو اسکو مٹا ڈالو اور صرف بندگی اور گناہ رہنے دو کہ اسپر ثواب اور عذاب ہوگا اور ان چوکیدارون کو کسیطرح پر تمہارے احوال سے پردہ اور پوشیدگی نہین ہے اور یہ بھی گمان مت کرنا کہ جس طرح دنیا کے اخبار نویسون اور خفیہ نویسون سے کسی حیلہ اور مکر سے اپنے کام چھپا رکھتے ہو ان سے بھی چھپا رکھوگے اسواسطے کہ وے چوکیدار يَعْلَمُونَ مَا تَفْعَلُونَ جانتے ہین جو کچھہ تم کرتے ہو اگرچہ ہزار پردون مین کرو اب یہان پر جاننا چاہیے کہ لکھنے والے فرشتون کا آدمی کے سب کامون پر خبردار ہونا اس آیت سے ثابت ہوتا ہے اور آدمی کی سب باتون پر نگہبان دار ہونا انکا دوسری آیت سے جو سورۂ ق مین ہے بوجھا جاتا ہے وہ آیت یہ ہے مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ یعنے نہین بولتا آدمی کوئی بات مگر اسکے پاس ایک راہ دیکھنا تیار ہے لکھنے کو اور کسی کام چھوڑ دیجیے

ف کراماً کاتبین کا بیان

خبردار ہونا جیسے روزہ اور اعتکاف اور جو احرام کے اندر منع ہین اُنسے بچنا اور جو اُسکے مانند ہین یہ سب دلیل عقلی سے ظاہر ہین اسواسطے کہ
جب کوئی شخص ایک کام کی حاجت کے وقت بدون کسی عذر اور مانع کے اس کام کو نکیا صریح معلوم ہوتا ہے کہ اس کام کو اُسنے چھوڑا
لیکن آدمی کی نیت کا حال دریافت کرنا اور اُسکے دل کی چھپی بات پر خبردار ہونا اسمین علما کا اختلاف ہے اکثر عالمون نے اسکا انکار کیا ہی
یعنے دلکی بات کی انکو خبر نہین ہوتی اور صحیح حدیث مین وارد ہے کہ یہ لکھنے والے نیکی کے ارادیکو نیکی لکھتے ہین اور اس بدی کے ارادیکو
جسکو چھوڑ دیا ہے اُسکو بھی نیکی لکھتے ہین اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان فرشتونکو دل کے احوال پر بھی خبر ہوتی ہے لیکن اسکے منکر کہتے
ہین کہ یہ خبر انکو اللہ تعالی کیطرف سے ہوتی ہے الہام کے طور پر یعنے فلانے شخص نے اس وقت فلانی نیکی کا ارادہ کیا ہی یا فلانی بدی کا ارادہ
کرکے پھر اسے چھوڑ دیا ہی وھو الاظھر یعنی یہی ظاہر بھی معلوم ہوتا ہے اور جب کلام جزا کے ثابت کرنے تک پہنچا تو اب تھوڑی نیکون کی جزا اور
بدونکی سزا کی تفصیل اس مقام پر بیان کرنی ضرور ہوا اس واسطے ارشاد ہوتا ہے اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ مقرر نیک لوگ بڑی نعمت
مین ہونگے وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ اور مقرر برے لوگ دوزخ مین ہونگے یَّصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ پیٹھینگے
اُسی دوزخ مین انصاف کے دن یعنی قیامت کو وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِیْنَ اور نہونگے وہ سب اس دوزخ سے غائب ہونیوالے
حاصل اسکا یہ ہی کہ جس طرح دنیا کی آفت اور مصیبت سے بھاگ کر یا چھپ کر بچ جا سکتے ہین اُسدن یہ حیلہ اور مکر انکو پیش نجاوینگے اور اس
بلا سے کسیطرح انکو خلاصی نہوگی اس واسطے کہ اُس آگ کی لپک بدکارونکو دور دور سے اپنے اندر کھینچ لاویگی اور وہ فرشتے جو دوزخ کے
دروازون پر مقرر ہین زنجیرون اور طوقون مین انکو باندھکے دوزخ مین ڈال دینگے نہ وہان بھاگنے کی جگہہ ہوگی اور نہ طاقت مقابلہ کی اور بعض
مفسرون نے غائب ہونیکو دوزخ سے نکلنے پر حمل کیا ہے تو اس صورت مین تخصیص کفار کی فجار سے ضرور ہوئی اسواسطے کہ فاسق ایماندار دوزخ
سے ضرور نکلینگے اور بہشت مین داخل ہونگے اور علم بدیع کے عالمون نے کہا ہی کہ اس کلام مین جمع اور تقسیم کی صنعت ہی یعنے پہلے ان علیکم لحافظین
فرمایا اسمین سب آدمیونکو نیک ہون یا بد ایک حکم مین جمع کیا ہے پھر بعد اُسکے جزا اور سزا کے بیان کرنے مین دونون کو جدا جدا بیان فرمایا ہی یعنے
ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم اور اس کلام مین ترصیع کی بھی صنعت ہی اور علم بدیع کی اصطلاح مین جس کلام مین یہ صنعت
پائی جاتی ہی اُس کلام کو مرصع کہتے ہین اسواسطے کہ اسمین دونون فقرون کی لفظین سجع ہین یعنے آخر کے حرف مین اور وزن مین برابر ہوتی ہین جیسا
کہ اس کلام مین موجود ہی یعنی ابرار فجار سے اور نعیم جحیم سے وزن اور سجع مین برابر ہے اور اسی صنعت مین کسی شاعر نے کہا ہی شعر ای منور بتو نجوم جلال +
وی مقرر بتو رسوم کمال + اسمین بھی منور مقرر سے اور نجوم رسوم سے اور جلال کمال سے وزن اور سجع مین برابر ہین اور تضاد کی صنعت بھی اسمین پائی
جاتی ہی اور اسکو طباق اور تطبیق بھی کہتے ہین حاصل اس صنعت کا یہ ہی کہ کئی چیزین جو آپس مین ایک دوسرے کی ضد ہوتی ہین انکو جمع کر دیتے ہین جیسے
اس مصرع مین ہی مصرع ہشیار درون رفت برون آمد مست + اور اس آیت مین بھی نعیم جحیم کی ضد ہی اور ابرار فجار کی اور جو بدکارون کی جزا کے درمیان مین
دین کے روز کا بھی ذکر آگیا تھا اور اُس دنکی سختیان اور مصیبتین خاطر خواہ بیان نہین ہوئی تھین تو سننے والون کو خبردار کر دینے کے واسطے تھوڑی سی
سختیان اس دن کی استفہام تہویلی کے طور پر مجملا بیان فرماتے ہین کہ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ اور کیا جانا تو نے کہ کیا ہی دن انصاف
کا حاصل اس کلام کا یہ ہی کہ اپنی عقل سے سختیان اور مصیبتین اُسدن کی آدمی دریافت نہین کر سکتا ہے اسواسطے کہ جو جو دکھ درد کی سختیان اور
آفتین مصیبت کے دنون مین اُسپر گذری ہین یا کسی اپنے ہم جنس سے سنی ہین وہ سب اسدن کی مصیبتون اور سختیون کی نسبت سے
کچھ حقیقت نہین رکھتین تا کہ ان کو ان پر قیاس کرے اور عقل کا کام تو یہی ہی کہ بن دیکھی چیز کو دیکھی چیز پر قیاس کرے اور بن سنی کو سنی پر
ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الدِّیْنِ پھر بعد مہلت کے ہم کہتے ہین کہ تو نے کیا جانا کہ کیا ہے انصاف کا دن اس مقام پر ثم کے لفظ کا
حاصل یہ ہی کہ بہت سی چیزین ایسی ہین کہ انکو سنتے ہی آدمی دریافت نہین کر سکتا ہی اور اسکی فکر مین نہین آتا بعد تھوڑی دیر کے اور تامل کرنیکے اُسکی حقیقت

معلوم ہوتی ہے لیکن جو چیز ایسی ہو کہ وہم اور خیال کی اُس مین گنجایش نہو ایسی چیز مین مدتون تک فکر اور تامل کرنا اور سنتے ہی اسکے
دریافت سے مایوس ہونا دونون برابر ہین اسی سبب سے فرمایا ہے کہ بعد مہلت اور فرصت دراز کے بھی اسکی حقیقت حال کو دریافت نا سکوگے
مگر تھوڑی سی شدت اور سختی اُسدن کی تجھ سے بیان کرتے ہین ہم کہ وہ دن **يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا**
جس دن نہ مالک ہو کوئی جان کسی جان کے واسطے کچھ اب اس مقام سے شدت اُس دن کی بوجھا چاہیے اس واسطے کہ دنیا مین
اگر کوئی شخص کسی بلا مین گرفتار ہوتا ہے تو پہلے عوام الناس سے اُس شہر کے اُس بلا کے دفعیہ کی تدبیر پوچھتا ہے اور اپنی خلاصی
ڈھونڈھتا ہے اور جب دیکھتا ہے کہ عوام الناس سے کچھ کاربراری نہین ہوتی تب خواص کی طرف جو اُس بلا کا دفعیہ جانتے ہین
التجا لیجاتا ہے جیسے طبیب حاذق کی طرف رجوع کرتے ہین بیماریون کے دفع کرنیکے واسطے اور چابکدست جراحون کی طرف پھوڑے اور ورمون
مین اور تیز نظر کحالون کی طرف آنکھون کی مصیبتون مین اور عادل حاکمون کی طرف ظلم اور زبردستی کے مقدمے مین اور ہر کام کے تجربہ کارون
کی طرف دوسرے کامون مین اور جب دیکھتا ہے کہ ان آدمیون سے کوئی میرے حال پر متوجہ نہین ہوتا ہے تب لاچار ہو کے انکے یار دوستون
سے سفارش کراتا ہے اور ان سے مدد چاہتا ہے اور یہی کاربراری کرتا ہے لیکن اُس دن جتنے ناتے رشتے خویشی آشنائی کے ہین سب نیست
اور نابود ہو جاوینگے اور سوا نفسی نفسی کے کسی کو دوسرے کے حال پر شفقت اور مہربانی نہوگی یہان تک کہ ماباپ کو اپنی اولاد پر رحم نہوگا اور
نہ اولاد کو ماباپ کا کچھ غم سب اپنے اپنے حال مین مبتلا ہونگے اور وہان کے مقدمات مین کسی کو ادنی ہو یا اعلی کچھ دخل نہوگا خاص بندے
عوام کی طرح حیران اور پریشان ہونگے اور بڑے بڑے سردار رعایا کی مانند سرگشتہ اور حیران ہونگے اُسدن بدون حکم اُس مالک الملک کے کوئی کسی کی
سفارش نکر سکیگا اور عاجزی اور چاپلوسی اور صبر اور استقلال دونون بے فائدہ اور بیکار ہونگے اُسدن وہی ارحم الراحمین جسپر رحم کرے اُسکی
نجات اور رہائی ہے اور جسپر قہر اور غضب ہو اُسکی خرابی اور رسوائی اور اس آیت مین تین عموم واقع ہوئے ہین پہلا عموم مالک کی ذات مین اور
دوسرا مملوک کی ذات مین اور تیسرا چیز مملوک مین اور ان تینون عموم سے پرلے درجے کی مایوسی اور ناامیدی حاصل ہوئی اپنی مصیبت کے دفع
کرنے مین کسی دوسرے کی طرف التجا کرنے سے اس دن کے معاملہ مین چنانچہ یہ بات ظاہر ہے **وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ**
اور حکم اُس دن اللہ ہی کے واسطے ہے اور دنیا مین جس طرح بادشاہ کا حکم رعیت پر اور ماباپ کا حکم اولاد پر اور آقا کا حکم نوکر پر اور خاوند کا حکم
جورو پر اور میان کا حکم لونڈی غلام پر جاری ہوتا ہے اُس دن یہ سب حکم منقطع ہو جاوینگے اور سوا اس مالک علی الاطلاق کے حکم کے
کسی کو قدرت دم مارنیکی نہوگی جسکو اس مالک نے سب طرح سے پسند کیا اُسکی نجات ہے اور جسکو سب طرح سے ناپسند کیا اُسکی ہلاکت اور خرابی ہے
اور جسکو بعضی وجہ سے پسند کیا اور بعضی وجہ سے ناپسند کیا انکے واسطے پیغمبرون یا اولیاؤن یا عالمون یا حافظون یا شہیدون یا فرشتونکو حکم ہوگا
کہ فلانے شخص کی شفاعت کرو تاکہ تمھاری بھی عزت اور مرتبہ بڑھے اور اس طرح کی شفاعت جو حاکم کے حکم پر موقوف ہوا ہے مین کسی کو دخل نہین ہوتا
اور اعتماد کرنا بھی نچاہیے اور اسی مضمون سے معلوم ہوا کہ اس آیت مین شفاعت کی نفی نہین ہے جو معتزلہ نے سمجھا ہے بلکہ شفاعت کا ہونا
حاکم کے حکم پر موقوف رکھا ہے اور یہی ہے اہل سنت اور جماعت کا صحیح مذہب اور اعتقاد واللہ اعلم بالصواب

سورۂ مطففین

اس سورت مین اختلاف ہے کہ مکی ہے یا مدنی اکثر معتبر تفسیرون مین مذکور ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینے مین تشریف
لے گئے اور اس وقت مین وہان کے لوگ ماپ اور تول مین دغابازی بہت کرتے تھے تو یہ سورت نازل ہوئی اور اول سورت جو مدینے مین نازل
ہوئی سو یہی سورت ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کے لوگون کو یہ سورت تعلیم فرمائی اور وہ لوگ ہدایت سے قرآن اور رسول کی سند

اور وہ دغابازی چھوڑ دی چنانچہ اس روز سے آج کے دن تک تمام دنیا مین کوئی پورا ماپنے تولنے والا مدینے سورہ کے لوگون کے برابر نہین اور جو لوگ کہ اس سورہ کو مکی کہتے ہین سو انکا قول یہ ہے کہ یہ سورت مکہ معظمہ مین نازل ہوئی تھی جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینے کو تشریف فرما ہوئے اور وہان کے لوگون کو اس بلا مین مبتلا دیکھا تو یہ سورت انکے سامنے پڑھی پس اس سبب سے لوگون نے یہ جانا کہ یہ سورت اسی وقت نازل ہوئی ہے اور عطا سے مکی نے کہا ہے کہ نزول اس سورت کا مکی اور مدنی کے درمیان مین ہوا ہے ہجرت کے سفر مین اور اسکے ربط کی وجہ سورۂ انفطار سے یہ ہے کہ اس سورت مین نیکوکار اور بدکارون کے نامۂ اعمال کی ابتدا کا مذکور ہے کہ دنیا مین لکھے جاتے ہین اور اس سورت مین ان اعمالون کے درمیان کا بیان ہے کہ ہر شخص کی موت کے بعد خواہ نیک ہو خواہ بد ان دونون دفترون مین سے کہ سجین اور علیین ہین ایک دفتر کے متعدیون کے حوالہ کیے جاتے ہین چنانچہ سورۂ انشقت مین ان نامون کی انتہا کا بیان ہے کہ حشر کے روز ہر شخص کے ہاتھ مین دیے جاوینگے اور اس سورت کا نام سورۂ مطففین اس واسطے رکھا ہے کہ اسکے شروع مین بدحالی مطففین کی مذکور ہے اور وہ دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ جو شخص اتنا تھوڑا سا حق بھی مخلوق کا تلف کریگا اسکا بھی یہ برا حال ہوگا پھر جو شخص کہ حق عظیم اپنے پروردگار کا کہ ایمان لانا اسکی آیتون اور اسکے رسولون پر ہے تلف کریگا تو انجام اسکا کیا کچھ ہونے والا ہے اور مناسبت ان دونون سورتون مین کلام کے نظم ونسق کے اعتبار سے بھی ظاہر ہے کہ اس سورت مین کلا بل تکذبون بالدین وان علیکم لحافظین مذکور ہے اور اس سورت مین ویل یومئذ للمکذبین الذین یکذبون بیوم الدین وما ارسلوا علیہم حافظین واقع ہے اور اس سورت مین ان الابرار لفی نعیم اور اس سورت مین بھی بعینہٖ یہی لفظ مذکور ہے اور اس سورت مین ان الفجار لفی جحیم یصلونہا یوم الدین آیا ہے اور اس سورت مین ثم انہم لصالوا الجحیم ہے اور اس سورت کا ختم اس کلمہ پر ہے کہ والامر یومئذ للہ اور اول مین اس سورت کو یوم یقوم الناس لرب العلمین مذکور ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ویل للمطففین خرابی ہے گھٹانیوالون کی کہ لوگون کے حق ناپنے تولنے مین گھٹاتے ہین ہر چند کہ تطفیف کا لفظ عرب کی لغت مین ناپ اور تول مین خیانت کرنے کے معنون مین آتا ہے لیکن شیخ ابو القاسم قشیری قدس سرہ العزیز نے اور دوسرے بزرگون نے فرمایا ہے کہ ظاہر کرنا لوگون کے عیب اور وہی عیب اپنے اندر ہو اسکو چھپانا اور لوگون سے انصاف چاہنا اور خود انصاف نکرنا اور دوسرونکے عیبونکو دیکھنا اور اپنے عیبونکو نہ دیکھنا اور لوگونسے تعظیم چاہنا اور آپ واجب التعظیمونکی تعظیم نکرنا اور جو اپنے واسطے چاہنا وہ دوسرون کے واسطے نہ چاہنا اور نوکرون مزدورون سے کام پورا لینا اور انکی مزدوری اور ماہ وارے مین قصور کرنا اور رزق مقدر کو جناب الٰہی سے پورا چاہنا اور آپ اسکی طاعتون مین نقصان کرنا یہ سب تطفیف مین داخل ہین چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ الصلوۃ مکیال فمن وفی لہ ومن طفف فقد علمتم فیہ ما قال اللہ تعالی اور یہ بھی حدیث قدسی مین آیا ہے کہ اوف یا ابن آدم کما تحب ان یوفی لک واعدل کما تحب ان یعدل لک اور دوسری حدیث مین واقع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کی تلاوت کے بعد مدینے کے لوگون سے ارشاد فرمایا کہ خمس بخمس یعنی پانچ چیزین بدلے مین پانچ چیزون کے ہوتی ہین کوئی قوم سب ملکر عہد شکنی نہین کرتی مگر دشمن انکے اوپر مسلط کیے جاتے ہین اور کوئی فرقہ خلاف شریعت کے حکم نہین کرتا اور رشوتین کھاکر حکم شریعت کا تبدیل نہین کرتا مگر کہ فقر وافلاس انمین سرایت کرتا ہے اور کسی فرقے مین زنا اور لواطت رائج نہین ہوتی مگر کہ موت ان پر مسلط ہوتی ہے اور کوئی فرقہ ناپ اور تول مین نقصان نہین کرتا مگر کہ زراعت انکی برباد ہوجاتی ہے اور قحط مین مبتلا ہوتا ہے اور کوئی فرقہ زکوۃ کا مانع نہین ہوتا مگر کہ بارش انپر بند کی جاتی ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ مقدمہ ناپ اور تول کا نہایت عمدہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر جو عذاب نازل ہوا تھا سو اسی گناہ کی شامت سے تھا اور علما کو اسکے کبیرہ ہونے مین اختلاف ہے بعضون نے از راہ مبالغہ کے کہا ہے کہ قصد اس فعل شنیع کا بھی گناہ کبیرہ سے ہے اور بعضون نے فرق کیا ہے قلیل اور کثیر مین کہتے ہین کہ اگر نقصان ناپ اور تول کا چوری کے نصاب کی حد کو پہونچے کہ اس ملک کے تین روپے رائج ہوتے ہین

وکبیرہ ہو جاتا ہے اور اگر اس سی کم ہے تو صغیرہ ہے اور اکثر ظاہرین اس مقام پر گھبرا کر کہتے ہین کہ تھوڑا سا حق دبا رکھنا کسی کا اس قدر وبال نہین اور بالاجماع صغیرہ ہی تطفیف کو کیون کبیرہ مین گنا ہے اور ایسی سخت وعید فرمایا ہے جواب اسکا یہ ہی کہ غصب ایک گناہ ہی شریعت کی ٹھہرائی ہوئی صورت کا بدلنے والا نہین ہے اور یہ تطفیف ایک ظلم ہے عدل کی صورتین تفصیل اُسکی یہ ہے کہ تول اور ناپ کی چیزون کو اللہ تعالیٰ نی انصاف اور عدل کی قائم کرنیکے واسطے مقرر فرمایا ہے اور مخلوق کے معاملات کا مدار انہین دونون چیزون پر رکھا ہے بس ان دونون کو وسیلہ ظلم کا قرار دینا ایسا ہے جیسے عبادت کو وسیلہ گناہ کا ٹھہرانا اور یہ بھی ہے کہ تطفیف مین خیانت اور دغا اور مکر ہے کہ نفس کی خیانت پر دلالت کرتا ہی برخلاف غصب کے دوسرے نہایت خست اور اوچھاپن مزاج کا ہے کہ ایک پیسا بعدانون کے واسطے اپنی ایمان کو بیچتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عدل کو ظلم کی صورتین نمودار کرتا ہی بس اس قسم کی باتون سی اس گناہ نے ایسی عظمت پیدا کی ہے کہ دوسری صغیرہ گناہون مین نہین پائی جاتی پھر چند کہ بعضے بزرگون سے منقول ہی کہ اپنے زمانے کے بادشاہون سے وعظ و نصیحت کی وقت فرمایا ہے کہ تمکو کچھ معلوم ہے کہ مطفف کی حق مین کیا وعید وارد ہوا ہے تم جو لوگون کا مال بے تول کھاتے ہو تمھارا کیا حال ہونی والا ہے لیکن مراد ان بزرگون کی یہ ہے بادشاہ کا ظلم بھی تطفیف کی مانند شریعت کے حکم کے برخلاف اور اُلٹا ہے کیونکہ قدرت سلطنت کی اُسکو اسواسطے دی ہے کہ قائم ہونا عدل کا اور دفع ہونا ظلم کا ظہور پاوے پھر جو اس قدرت کو عدل کی مٹنے مین اور ظلم کے قائم کرنے مین خرچ کرین تو قلب موضوع کا اور خلاف مقصود کا لازم آتا ہے غرض کہ یہ صورت اس قسم کی گناہون مین سعی اوی خلق اللہ کی حق تلفی کی تلبیس اور مکر اور رخنہ حکمت الٰہی مین کرنا ہے اور ظلم کو عدل کی صورتین نمودار کرنا ایسا ہی جیسے قرآن درمیان مین دیکر دغا کرے بس ایسی ایسی خباثتین جمع ہونی کی سبب سی کبیرہ ہوا ہے اور اسی طرح سی مسجد کو نجاست گاہ بنانا حرام ہے نہ غیر مسجد کو اور دین کی کام دنیا کی غرض کے واسطے اور اپنے کو صلحا کی صورت سی نمودار کرکی داد ابلیسی کی دینا نہایت بدتر کھلم کھلا بندھون دنیا طلب کرنے اور ظاہر فسق و فجور کرنے سے اور جو تطفیف یعنی گھٹانا ناپ اور تول مین کبھی بی پروائی کی راہ سے بھی ہوتا ہے چنانچہ بعضا شخص وارستہ مزاج ہوتا ہے لین دین مین چندان احتیاط نہین کرتا اور یہہ تطفیف اپنا حق لینی مین مضایقہ نہین رکھتی لیکن دوسرے کے حق مین کرنا حرام اور ممنوع ہے مگر اس قدر شدت اور عذاب اُسکے واسطے نہین ہی کہ اُسکی گرنی والی بی پروائی کا لفظ کہا جاوی ہی سو اس قسم کی تطفیف کی احتراز کے واسطے مطففون کو ایک دوسری علامت اور صفت سی موصوف فرمایا ہی تاکہ معلوم ہو جاوی کہ کم کرنا انکا ناپ اور تول مین مزاج کی بی پروائی اور وارستگی کی راہ سے نہین ہی بلکہ کمال زیرکی اور ہوشیاری سی جان بوجھ کر یہ کام کرتے ہین اور کمال حرص رکھتی ہین کیونکہ انکی صفت یہ ہے کہ **اَلَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ** وہ گھٹانے والے ناپ اور تول کے جب ناپ کر لیتے ہین لوگون سے اپنا حق کہ اُنکے ذمے پر رکھتے ہین تو **يَسْتَوْفُوْنَ** پورا بھر لیتے ہین اور چاہتے ہین کہ ہماری حق مین سے ایک دانہ کم نہو بلکہ پورا کرنی کی بہانے سے تھوڑا سا اپنے حق سے زیادہ لیتے ہین اور تقریر کرتی ہین کہ ہمکو اپنا حق پورا آنا یقینی معلوم نہین ہوتا جب تک کہ تھوڑا سا زیادہ نہ لین اور جب کہ ناپ مین یہ حیلہ کرتے ہین اور اپنے حق سے زیادہ چاہتے ہین تو تول مین تو بطریق اولیٰ پورا کرنے کی بہانے سے زیادہ چاہتے ہین کیونکہ ناپ مین مسامحہ اور مساہلہ رائج ہے اور تول مین کھینچ اور تنگی بھید اسمین یہ ہے کہ ناپ چیزون کی طول اور عرض سے علاقہ رکھتا ہے اور تول چیزون کی ثقل اور اعتماد سی سو جو چیزین کہ آدمی کا تعلق اُنکے ساتھ پوشاک اور سکونت کی سبب سی ہی جیسے کپڑا اور زمین تو انمین پیمایش اور ناپ رائج ہے اور جو چیزین کہ آدمی کی باطینہ قوتون سے علاقہ رکھتی ہین جیسے غذا یا دوا یا مالیت سے رکھتی ہین مثل سبعہ متطرقہ کی یعنو وہ سات چیزین کہ بغیر اُنکے دنیا کا کام نہین چلتا جیسے سونا چاندی تانبہ لوہا وغیرہ کہ بھاری پن کے سبب سے اکتناز اجزا کا رکھتی ہین اور اکتناز اجزا کے سبب سے اُنمین بقا کا طول پایا گیا اور طول بقا کے سبب سے اُنکی مالیت زیادہ ہوئی یعنے ہر شخص اسکا خواہان ہوا اس سبب سے ان چیزون مین وزن رائج ہوا سو یہی سبب ہے کہ جو چیزین ناپی جاتی ہین اکثر خسیس ہوتی ہین اور جو تولی جاتی ہین وہ اکثر نفیس ہوتی ہین اللهم الا نادرا یعنے کبھی بعضے چیزونمین اس قاعدیکا عکس جاری ہوتا ہے اور خسیس

چیزون مین تول اور نفیس مین ناپ جاری ہوتا ہے جیسے شالم اور گاجر تولی جاتی ہین اور کمخواب اور کناری ناپی جاتی ہین حاصل کلام کا یہ ہے
اس جگہہ پر فقط ناپ کے ذکر پر اکتفا کرنا اور وزن کا ذکر نہ کرنا اسکا یہی بھید ہے اور بعضے اذکیا نے کہا ہے کہ اپنا حق لیتے وقت تول کی چیزون
کی قسم سے ترازو بیچنے والیکے ہاتھہ مین ہوتی ہے تول سے زیادہ لینا خریدار کا ممکن نہین کیونکہ ترازو کا پلہ اگر دو دانے زیادہ پڑین تو جھک جاوے
اور زیادتی ظاہر ہو جاوے اور ناپ کے لینے مین خریدار کو بھی البتہ کچھہ تھوڑا سا دخل ہوتا ہے کہ پیمانیکو ذرا ہلاوے کہ چار دانے زیادہ
سما جاوین یا کپڑے کو ذرا جھول دیدے کہ کچھہ زیادہ آجاوے تو ہو سکتا ہے برخلاف اپنا حق دینے کے وقت کہ ترازو اور ناپ دونون اسی
کے ہاتھہ مین ہین اسی واسطے اس مقام پر دونون کو مذکور فرمایا ہے چنانچہ آگے آجاویگا انشاء اللہ تعالے اور لفظ علی کا اس مقام پر
اس واسطے لائے ہین کہ ناپ کر لینا اُنکا لوگون سے انکے ضرر پہونچانے کے ارادے سے ہے نہ اُن سے فقط اپنا حق لینے کے ارادے سے نہین
تو اصل لغت مین اکتیال متعدی من کے ساتھہ آتا ہے چنانچہ بولتے ہین اکتلت منک یعنے ناپ کر لیا مین نے تجھہ سے **وَاِذَا کَالُوْھُمْ اَوْ وَّزَنُوْھُمْ** اور جب ناپ کر دیتے ہین لوگون کو اُن کا حق یا تول کر اور لفظ کیل اور وزن کا عرب کی لغت
مین جیسے کہ ناپ اور تول کے معنون مین آیا ہے اسیطرح سے ناپ دینے اور تول دینے کے معنون مین بھی آیا ہے پس حاجت اضمار کرنے لام کی لفظ
مین ہم سے نہین جیسے کہ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ مراد کالوالھم او وزنوا لھم ہے کیونکہ ناپے اور تولے لوگون کا مال مراد ہے نہ انکی ذات لیکن
لام کو لفظ مین سے حذف کر دیا ہے اس واسطے کہ لام اکثر نفع کے واسطے آتا ہے اور اس مقام پر توہم نفع کا موجب تناقض کے توہم کا کلام مین ہوا
جاتا ہے کیونکہ منظور یہ بات ہے کہ وہ لوگ دینے کے وقت بھی ارادہ مخلوق کے ضرر کا کرتے ہین اور دونون کامون مین کیا ناپ اور کیا تول
یُخْسِرُوْنَ گھٹاتے ہین لوگون کا حق اور انکو نقصان پہونچاتے ہین تھوڑا تھوڑا نکال نکال کر یہان پر سمجھہ لیا چاہیئے کہ دین لین کے پورا
بھر دینے اور گھٹانے مین چار صورتین خیال مین آتی ہین اول تو یہ کہ دونون صورتون مین پورا بھر دے دوسرے یہ کہ دونون صورتون مین
گھٹاوے تیسرے یہ کہ دینے مین گھٹاوے اور لینے مین پورا بھر لے پس یہی صورت اس آیت مین مذکور ہے چوتھی یہ کہ دے پورا اور لے کم یہ مرتبہ اعلی ہے
اور بڑے حوصلے والون کا کام ہے اور اُن پہلی دونو صورتون کو اس جہت سے بیان مذکور نہین فرمایا کہ اُن دونون صورتون مین بھی اگرچہ قبح اور
حرمت موجود ہے لیکن پرلے درجے کی برائی نہین رکھتی ہین کہ انکے حال پر واہی کہا جاوے کیونکہ دینے کا نقصان لینے کے نقصان کا بدلا
ہو جاتا ہے اسیطرح سے زیادہ لینا زیادہ دینے کا معارضہ ہے پس ایکصورت سے نیکی اور ایک صورت سے بدی پائی گئی اور یہ اُس قیاس پر ہے کہ حدیث
شریف مین وارد ہوا ہے کہ لوگ قرض کے معاملہ مین چار قسم کے ہین ایک شخص کہ اپنا قرض بھی لوگون سے سہولت سے وصول کرتا ہے اور جو لوگون کا
قرض اُسکے ذمے پر ہے اُسکو بھی بخوبی ادا کرتا ہے سو یہ شخص سب سے بہتر ہے دوسرا وہ شخص ہے کہ لوگون کا قرض بھی کمال شدت اور ایذا سے ادا کرتا ہے
اور اپنا قرض بھی لوگون سے کمال شدت اور بے مروتی سے وصول کرتا ہے پس یہ سب سے بدتر ہے تیسرا وہ شخص ہے کہ لوگون کا قرض تو بخوبی ادا کرتا ہے اور
اپنا قرض شدت سے طلب کرتا ہے چوتھا وہ کہ لوگون کا قرض خرابی سے ادا کرتا ہے اور اپنا قرض وصول کرنے مین نہایت نرمی اور آسانی کرتا ہے پس یہ دونون
قسمین میانہ ہین کہ ایک طرف کی خوبی دوسری طرف کی بدی سے مقابل ہے تو صرف بدی سے بہتر ہے اور اسی طرح سے غصے کے مقدمے
مین بھی لوگون کو چار قسم کا فرمایا ہے اول قسم تو وہ ہے کہ جلد غصے ہو اور جلد راضی ہو دوسری قسم وہ ہے کہ دیر سے غصے ہو اور دیر سے راضی ہو
یہ دونون قسمین میانہ ہین تیسری قسم وہ ہے کہ جلد غصے ہو اور دیر سے راضی ہو یہ قسم سب سے بدتر ہے چوتھی قسم وہ ہے کہ دیر سے غصے
ہو اور جلد راضی ہو یہ قسم سب سے بہتر ہے اور جو مطففین کو اُنکے حال پر واے کر کے ڈانٹ فرمائی تو اب ارشاد کرتے ہین کہ گویا کہ یہ
لوگ اس کام کے اختیار کرنے سے قیامت کے منکر ہین کیونکہ جو شخص کہ اعتقاد اس روز کا رکھتا ہے اس قدر تلف کرنے مین
خلق اللہ کے حق کے خصوصاً ٹھگی اور مکر اور حیلے سے جرأت نہین کرتا اسیواسطے بطور استفہام انکاری کے فرمایا

انکاری کر فرمایا **اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ** کیا گمان نہین کرتے ہین یہ لوگ کہ عقل و شعور سے دور ہین اور ظن کی لفظ مین کہ گمان کے معنون مین ہے اگاہ ہو اسبات کی طرف ہے کہ ہر عاقل اس عقیدے کو یقین صادق سے جانتا ہے بلکہ ہر گھڑی اپنی آنکھون کے سامنے رکھتا ہے اور یہ لوگ گمان بھی اسکا نہین کرتے ہین اعتقاد تو درکنار دوسری اشارہ اس طرف کو بھی ہے کہ اگر کسی کو اعتقاد کامل اس دن کا نہو تو فقط گمان بھی اس قسم کی برائیون سے بچنے کو کفایت کرتا ہے جیسے کہ مسافر راہ کی خطری گمان پر بلکہ محض وہم پر پانی توشہ ساتھ لیتے ہین اور بدرقہ طلب کرتے ہین اور یہ احمق اس مضمون کا گمان بھی نہین رکھتے ہین کہ **اَنَّہُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ** مقرر وہ زندہ کئے جاوینگے ایک بڑے دن مین اور بزرگی اس دن کی اس سبب سے ہے کہ وہ دن عدل قائم ہونیکا دن ہے اور اللہ جل شانہٗ کے حق اور بندون کے حق اس روز مخلوق سے طلب کئے جاوینگے اور کمال سختی حق ڈبونے والون پر کی جاویگی اور اس روز کی بزرگی کے اسبابون سے ایک یہ ہے کہ وہ دن ہولناک ہے کیونکہ صفت اسکی یہ ہے **یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ** جسدن کھڑے ہونگے لوگ اگلے اور پچھلے حضور مین حضرت رب العالمین کے اور لفظ رب العالمین کی یہان پر اسم ذات کے مقام پر لائے ہین تاکہ اشارہ ہو اسبات کی طرف کہ عموم ربوبیت اس ذات پاک کی چاہتی ہے کہ اپنے بندون کا حق پورا پہونچا دے پس لوگون کے حق برباد کرنیوالون کا کھڑا ہونا اسکے حضور مین کمال ذلت اور رسوائی ہے اور اس کھڑے ہونے کو بعضے مفسرون نے مردون کے زندہ ہونے پر قیاس کیا ہے جیسے کہتے ہین کہ فلانا سوتے سے اٹھا یعنی بیدار ہوا اور اصح یہ ہے کہ حقیقی کھڑا ہونا مراد ہے چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ لوگ قیامت کے دن دنیا کے تین سو برس کے اندازے کے موافق حشر کے میدان مین کھڑے رہینگے اور انکے واسطے کچھ حکم ظہور مین نہ آویگا لیکن یہ اتنی بڑی مدت مسلمانون کو ایسی تھوڑی معلوم ہوگی کہ گویا کہ نماز سے فارغ ہوا اور صحیح مسلم مین روایت ہے مقداد بن الاسود کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تفسیر مین اس آیت کی وارد ہے کہ یقوم الناس فی رشحہم الی انصاف آذانہم یعنے لوگ پسینے مین کھڑے ہونگے اور انکا پسینا انکے کانون کے لو تک پہونچیگا اور یہ بھی صحیح مسلم اور دوسری صحاح مین مروی ہے کہ قیامت کے روز آفتاب آدمیون کے سر سے ایک کوس یا دو کوس کے فاصلے پر کھڑا ہوگا تو اسکی گرمی سے لوگون کے بدن پگھل نے لگینگے اور پسینا بہنا شروع ہوگا لیکن ہر شخص کے برے عملون کے موافق بعضے کا پسینا گردن تک پہونچیگا اور بعضے کے کان کی لو تک پہونچ کے لگام کی مانند منہہ مین رہیگا اور کسیکو گردن تک کسیکو سینے تک کسیکو کمر تک کسی کو زانو تک کسی کو ٹخنون تک و علی ہذا القیاس اور منقول ہے کہ ایک دن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سورت کو نماز مین شروع کیا جب اس آیت پر پہونچے تو کمال خوف سے رونے لگے یہان تک کہ بیتاب ہوکر گر پڑے اور اس وقت کی نماز ادا نکر سکے **کَلَّآ** یعنی ناپ اور تول کے کم کرنیوالون کو چاہئے کہ یہ کام نکرین اور قیامت کے دن سے اور حضور مین کھڑے ہونے سے عادل زور آور کے بچھ اور غافل نہ رہین کیونکہ ہر نیک و بد عمل انکا انکے اعمال نامون مین لکھا ہوا اسکے دفتر کے متصدیون کے سپرد ہے پھر جو کچھ کہ مخلوق کے حقوق تلف کئے ہین بموجب اسی دفتر کے اس دن ان پر بازپرس ہوگی اور اگر وہ یہ پوچھین کہ اعمالنامے ہمارے بعد موت کے کس علامت سے معلوم ہونگے اور کہان محفوظ رہینگے تو انکو جواب دیا چاہئے کہ **اِنَّ کِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ** مقرر اعمالنامہ بدکارون کا اور انکی اسم نویسی سجین کے دفتر مین ہے اور سجین مبالغہ کا صیغہ ہے سجن سے کہ زندان کے معنون مین ہے پس جو وہ مقام کہ اس دفتر کے اسم نویسی والے وہان رہتے ہین وہ ایک مکان ہے نہایت تنگ اور تاریک اور دوزخیون کی ارواح کا قیدخانہ تو اسیواسطے اس دفتر کو اس نام سے مسمی کیا چنانچہ بیان اسکا فرماتے ہین **وَمَآ اَدْرٰىکَ مَا سِجِّیْنٌ** اور کیا بوجھا تو کہ کیا ہے سجین **کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ** ایک دفتر ہے لکھا ہوا اور علامت کیا ہوا حاصل اسکا یہ ہے کہ ایک دفتر ہے کہ سجین نام رکھا دوزخی کا لکھا ہے جو بندون کے عمل کے لکھنے والے بعد ان بدکارون کے مرنے اور عمل منقطع ہونے کے ہر ہر شخص کے عمل علحدہ علحدہ فرد مین لکھ کر اس دفتر مین کہ نام سجین ہے داخل کرتے ہین اور اس دفتر پر ہر ایک دوزخی کے نام پر ایک علامت اور رقم بنا دیتے ہین کہ اسکے دیکھتے ہی معلوم ہوجاوے کہ یہ شخص دوزخی ہے اور اصل لغت مین رقم علامت کے معنون مین ہے کہ سوداگر لوگ تھانون پر قیمت دریافت کرنیکے واسطے لکھ دیتے ہین کہ اسکو ہندی لغت مین آنک کہتے اور بیان سجین کا احادیث صحیحہ

روایت مین کعب الاحبار کی یون آیا ہے کہ وہ دفتر ساتون زمینون کے تلے ہے اور وہان ایک سیاہ پتھر پڑا ہے کہ اُسمین بدبو اور دھوان نکلتا ہے
اور جو ابلیس اور دوسری شیطان اوکار اور اُنکے سے بھاگتے ہین تو وہان جاکر ٹھہرتے ہین بدکارون کی روح کو بعد قبض کرنے کے اول آسمان کیطرف
لیجاتے ہین تو آسمان کے دربان اُسکے واسطے دروازہ نہین کھولتے اور آنے نہین دیتے پھر زمین پر لاتے ہین تو کوئی مکان اُسکو قبول نہین کرتا
کہ اُس روح کو وہان رکھین آخر کو اُسکو ساتون زمینون کے تلے اُس پتھر کے نیچے رکھتے ہین اور جو فرشتے کہ اُس دفتر کے متصدی ہین اسکا نام
دفتر مین لکھ لیتے ہین کہ فلانا فلانے کا بیٹا اس تاریخ مین دنیا سے برزخ مین پہونچا اور یہ عمل لایا اور فردین اُسکے اعمال کے روزنامچکی
کراما کاتبین کے ہاتھ سے لیکر اس دفتر مین داخل کرتے ہین تاکہ قیامت کے دن وہ سب اُسکے اُلٹے ہاتھ مین دین اور بدکارونکی
ارواحین بھی اُسی مکانین رہتی ہین اور طرح طرح سے عذاب کی جاتے ہین اور یہان پر علم معانی کے قاعدے کے موافق دو سوال وارد
ہوتے ہین کہ جواب طلب ہین اوّل یہ کہ ذکر فجار کے دفتر کا خبر ابتدائی ہے کہ سننے والے سمجھنے سے اس خبر کے ناواقف تھے اور ہرگز سنا
نتھا اور علم معانی کا قاعدہ یہ ہے کہ کلام ابتدائی مین کہ سننے والا اُسسے بیخبر ہو تو تاکید نہین لاتے پھر اس کلام مین دو تاکیدین کس واسطے لائے ہین
ایک تو اِنّ دوسرا لام جواب اسکا یہ ہے کہ اگرچہ سننے والے فجار کے اعمال نامے کا دفتر ہونے سے سجین مین بیخبر تھے لیکن ثابت کرنے سے
اس اثبات کے اصل دفتر اعمال کی لازم آتی ہے اور کا ذکر مجازات اور قیامت کے منکر ہین اس دفتر سے کمال انکار رکھتے ہین تو موافق
اُنکے انکار کے تاکید قوی لاتے ہین چنانچہ کسی شخص کے روبرو کہ بالکل زید کے وجود سے منکر ہو کہین کہ اِنّ زیداً لفی دار فلان
اگرچہ سننے والا اس فلانیکا گھر نہ جانتا ہو اور اُسکا نام نہ سنا ہو دوسرے یہ کہ جو ذکر سجین کا اول گذر چکا تو مقام عہد کا ہوا پھر یون کہنا چاہئے تھا
کہ وما ادراک ما السجین چنانچہ کما ارسلنا الی فرعون رسولا فعصی فرعون الرسول مین کہا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ جو سننے والے
معنوں سجین کے غافل تھے تو ذکر اُسکا ایسا ہی ہے کہ ذکر نہوا پس مقام پر اعادیکی تنکیر بھی مناسب معلوم ہوئی گویا یون فرمایا کہ کیا ہے وہ سجین
مجہول کہ اب تک اُسکے معنے دریافت نہین کئے ہین برخلاف رسول کے لفظ کے کہ اُسکے معنے سننے کے ساتھ ہی عربی زبان کو واقف کا معلوم پڑتا
ہو جاتے ہین پس اعادیکی مقام پر تعریف اُسکی مناسب پڑی اور اہل نظم بھی اس مقام پر شبہہ کرتے ہین کہ ہر مقام پر نیکون کا ذکر بدون کے ذکر سے مقدم
ہے اور نیکونکی شرافت اور بزرگی کی مناسب بھی یہی بات ہے کہ نیکون کا ذکر اول بیان کیا جاوے پھر یہان پر کس واسطے بدون کے دفتر کا ذکر مقدم
فرمایا ہے جواب اُسکا یہ ہے کہ طرز کلام کا اس سورے کی ابتدا سے مطففین کے واسطے ہے کہ ایک قسم ہے بدکارون کی پس یہی مناسب ہے کہ اول بالاصل
اُنکے ڈرانیکے واسطے بدکارون کے دفتر کا ذکر کیا جاوے نہین تو یہ مدعا بخوبی حاصل نہوتا اور فصل ساتھ اجنبی کے اس مقام پر لازم آتی ہے اور
رعایت مقام کی کرنا شرافت کی رعایت سے ضرورتر اور چسپان زیادہ ہے آمد جو اس آیت مین حال بدمآل بدکارون کا مطلقا مذکور ہوا اور پہلی گذر چکا
ہے کہ کم کرنے والی مخلوق کے حق کے گمان قیامت کے دنکا نہین رکھتے اب بطور ترقی کے مذکور ان لوگونکا کہ اعتقاد مین آخرت کے قصور کرتے ہین اور
اُسسے انکار مطلق رکھتے ہین بیان فرماتے ہین تاکہ اس مطففین کی گروہ کو بالخصوص سرزنش حاصل ہو **وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ** واے اُس روز کہ اُس
دفتر کو کھولکر ہر ایک کو اُسکے برے اعمالون پر مطلع کرینگے **لِلْمُكَذِّبِينَ** منکرون کی حال پر کہ ہرگز اعتقاد اس دفتر کا نہین رکھتے اور گمان
کرتے ہین کہ لوگون کے حق اُن سے لئے نہ جاوینگے کیونکہ اُنکی صفت یہ ہے **الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ** یعنی منکر وہ لوگ ہین
کہ انکار کرتے ہین جزا کے دنکا حاصل یہ ہے کہ انکار اُنکا فقط مخلوق کا حق پھیر دینے کیواسطے نہین ہے بلکہ جزا کی تمام کارخانون کے منکر ہین اور جزا کے
دنکا انکار کرنا علامت بڑی قباحت کی ہے کیون کہ اعتقاد جزا کے دن کا ایمان کے تمام کامون مین عبادت ہون خواہ معاملات دخل کرتا ہے **وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ**
اور انکار نہین کرتا اس دنکا **إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ** مگر جس شخص نے تجاوز حد سے کیا ہوگا کفر مین اور تجاوز حد سے کیا ہوگا فسق مین لیکن تجاوز حد سے کفر مین
اس جہت سے ہے کہ جو شخص کہ اس دنکا منکر ہے گویا ربوبیت الٰہی کی ہمیشگی کا اور اسکی قدرت کا منکر ہے اپنی ذات پر اور یہ جانتا ہے کہ مرنے کے ساتھ ہی مین

اُسکی بندگی سے نکل جائیگا اور وہ میری مالکی سے معزول ہو جاویگا جیسے دنیا کا مالک اور اسکے دوسری بار زندہ کرنیکی قدرت کا بھی منکر ہو اور اسکی عدل کا بھی منکر ہو دن کہ دنیا مین حق مظلوم کا ظالم سے نہین لیتا اگر اُس روز بھی نہ لے تو راضی ظلم پر ہوا بس ان عقیدون کے سبب سے مرتبہ کفر کے تہ بتہ ہو کر حد سے طرف کفر کی زیادہ ہو جاتی ہین اور فسق مین تجاوز اس جہت سے کہ جب خوف اس دن کا اٹھ گیا تو گناہ پر دلیری کی اور یہ سمجھ لیا کہ نقد مزیدار ہونکو موہوم جزا کے خوف سے چھوڑ دینا کمال نادانی اور بیوقوفی ہی بس نفس امارہ کی خواہش کے موافق فسق و فجور مین پھنس جاتا ہے چنانچہ اثیم کا لفظ کہ مبالغہ ہی آثم کا اس بات کی گواہی دیتا ہے اور ایک جماعت نے مفسرون کی معتدی کو ظالم اور غاصب اور خلق اللہ کے حق تلف کرنیوالی پر حمل کیا ہے اور اثیم کو اس فاسق اور گناہ گار کے واسطے مقرر کیا ہی کہ اسکے گناہ حق اللہ سے تعلق رکھتے ہین جیسے زنا اور لواطت اور شراب پینا یا نماز روزہ ترک کرنا کیونکہ پہلا شر متعدی ہے اور دوسرا گناہ محض اسی کی جان کا وبال ہے غرض کہ منظور یہہ ہے کہ تکذیب اور انکار جزا کا اُس شخص کا کام ہے کہ کسی مذہب اور مشرب پر مقید نہو اور کن مکن سے کسی ملت اور دین کی کچھ علاقہ نہ رکھتا ہو اور عقلی دلیلون کو کہ اس مقصد پر قائم ہین بسبب دھس جانے کے گناہون مین اور دوست رکھنے سے بیقیدی اور الحاد کے ان سے آنکھ چرا دی بلکہ قرآن کی آیتین اور اخبار انبیا کے کہ معجزون قطعیہ سے تائید کی گئی اور مضبوط کی گئی ہین وہ بھی اُسکے ذہن مین تنبیہ اور عبرت پیدا نہین کرتی کیونکہ اِذَا تُتْلیٰ عَلَیْهِ اٰیَاتُنَا جب پڑھی جاتی ہین اُسپر آیتین ہماری کہ ہونے پر جزا کے دن کے اور باز خواست پر خلق اللہ کے حق کی اُس روز کی دلالت کرتی ہین تو از راہ عناد کے قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ کہتا ہے کہ یہ کہانیان ہین اگلون کی کہ لوگون کے خوف دلانے اور ڈرانے کو برے کامون سے بنائی گئی ہین کہ ظلم اور غصب سے ملک خراب نہو جاوے اور فتنہ اور فساد ظہور نکرے ہوا انکی کچھ اصل نہین کہ ان پر یقین کیا چاہئے کَلَّا یون نہ سمجھا چاہیے اور یون نہ کہا چاہیے کیونکہ واقع ہونا جزا کا اور پھیر دینا خلق کے حق کا دلائل عقلیہ جلیہ اور شواہد نقلیہ صادقہ متواترہ سے ثابت ہی پھر اگر وہ شواہد تشفی منکرون کی خاطر کی نکرین اور انکے دلنشین نہ ہون تو ان شواہد اور دلائل کی قصور سے نہین بَلْ رَانَ عَلیٰ قُلُوْبِهِمْ بلکہ زنگ چھا گیا ہی انکے دلون پر یہانتک کہ دل کا مونہہ سب سیاہ ہو گیا ہی مَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ وہ جو کسب کیا تھا دنیا مین اور کیفیت اس زنگ کی پیدا ہونیکی دلون پر وہ ہی جو روایت سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اور دوسری اصحابون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے یہہ ہی کہ جب بندہ ایک گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ داغ اُسکے دل پر پیدا ہوتا ہے اگر اُسنے توبہ کی تو آئینہ اُسکے دل کا صاف اور روشن ہو جاتا ہے والا وہ خال سیاہ اُسمین رہ جاتا ہے پھر جب دوسرا گناہ کیا تو ایک اور نقطہ پیدا ہوا اسیطرح سے ہر گناہ سبب پیدا ہونے سیاہی کا ہوتا ہے یہانتک کہ تمام دل سیاہ ہو جاتا ہے اور اندھیری چھا جاتی ہی اور دل مانند آئینے کے ہے جبتلک صاف ہو گا آئی اُسمین صورت نمود کریگی اور جب زنگ آلودہ ہو گیا تو کوئی صورت اُسمین نقش پذیر نہین ہوتی بس پیدا ہونا رین کا دل پر سچ بات سمجھنے کی استعداد کے باطل ہونیکا سبب ہوتا ہے دلیل اور کشف سے اور ذکر دلیلون کا اور پیغمبرون کی صحبت کا نور اُسمین تاثیر نہین کرتا اور حق کو باطل اور باطل کو حق جانتا ہے اور بری کو اچھا اور اچھے کو برا سمجھتا ہے اور خال سیاہ پیدا ہونے کے معنے کہ حدیث شریف مین وارد ہین سو یہ ہین کہ ہر عمل بد ایک ہیئت ظلمانی لطیفے پر قلب کے پیدا کرتا ہے نہ یہ کہ اس گوشت کے لوتھڑے پر جو کلی کی صورت ہی زنگ جاتا ہی کیونکہ یہ گوشت کا لوتھڑا قلب حقیقی نہین ہے کہ نیک و بد کامون کو اُسمین تاثیر ہو بس قلب حقیقی عبارت اُس لطیفے سے ہی کہ جسم لحمی سے تعلق رکھتا ہے جیسے بینائی اور شنوائی ایک اور چیز ہے کہ آنکھ اور کان سے تعلق رکھتی ہے اور یہان سمجھ لیا چاہیے کہ حفص اور دوسرے قاری معتبر لام پر بل کی سکتہ کرتے ہین اور لام کو رے کی حرف مین موافق قاعدے بیلون کے صاف ادغام نہین کرتے اور ظاہر ہے کہ یہ طریقہ ادا کرنیکا مروی اور منقول جناب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہو گا اور نزول وحی کا اسکے موافق ہوا ہو گا بس یہ امر ایک نکتے کو چاہتا ہی اور وہ نکتہ نہایت باریک ہی بغیر تمہید ایک مقدمے کے ذہن مین جمتا نہین اول سمجھ لیا چاہیے کہ ہر لغت کے بلغا کا قاعدہ ہی کہ بعد بل یا بلکہ کے لفظ کے یا دوسرے کلمات اضراب کے علی اختلاف اللغات اگر کسی چیز کو مذکور کرتے ہین کہ اسکا ذکر منظور ہے تو وقفہ اور سکتہ

نہین کرتے بلکہ بل کے لفظ کو اسکے مابعد کے ساتھہ متصل لاتے ہین اور اگر کراہت یا حقارت یا کسی اور مصلحت کیواسطے جو کچھہ کہ منظور ہو مذکور نہین کرتے اور ایک دوسری چیز کہ اس سے کمتر ہو اور اسکا ذکر کرنے پر مطلب کے کافی ہو اسکے عوض مذکور کرتے ہین اور وقفہ قلیلہ درمیان بل اور اسکے مابعد کے لازم سمجھتے ہین اور رعایت اس وقفہ کی نہایت بلاغت ہے چنانچہ ہر شخص کو اہل بلاغت سے اپنی لغت مین بعد تجربہ اور قیاس کے یہ معنی ظاہر ہوتے ہین اور جو یہ مقدمہ بیان ہو چکا تو سمجھہ لیا چاہیے کہ جو بل کے کلمہ پر وقف یسیری کہ عبارت ہے سکتہ سے یہان پر فرمایا تو اشارہ ہوا اسبات کی طرف کہ ان کافرون کی حالت کہ آیات الٰہی کے حق مین انکو لوگون کی کہانیون کا گمان کرتے ہین ایک خراب قسم ہے کہ ذکر اس حالت کا جیساکہ چاہیے فہم مین ان بندون کی کہ اپنے دلون کی بھی خبر نہین رکھتے تو دوسرونکے دلون کے احوال کو کیا پہونچینگے آنیکا نہین لیکن ذکر زنگ کے پیدا ہونیکا کہ نظر صحیح اور کشف صریح کو مانع ہے اس مقام پر کافی ہے اور سامنے والون کی فہم سے بھی نزدیک ہے کیونکہ پیدا ہونا زنگ کا ظاہری آئینون مین دیکھتے ہین اور بسبب اس زنگ کے صورت کا نظر نہ آنا اس آئینے مین جانتے ہین الغرض کہ اس آیت مین نہایت ولطافت منظور ہے اس شخص کا کہ گناہ پر گناہ کئے جاتا ہے اور اسکا علاج جلد توبہ اور ندامت اور استغفار سے نہین کرتا تو اسکی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک مریض تھوڑے سے بگڑنے کو طبیعت کے خیال مین نہین لاتا اور کھانے مین پینے مین بد احتیاطی کرتا ہے اور دوا دارو کی تدبیر نہین کرتا یہان تک کہ فساد مزاج کا مستحکم ہو جاوے اور قابل علاج کے نرہے اور یہ مرض باطنی ہے کہ سوای اطباے روحانی کے کہ مراد انبیا اور اولیا ہین اسکو اور کوئی نہین جانتا اور علاج کر نہین سکتا اور بڑی قباحت یہ ہے کہ یہ مرض جیساکہ روح کے مزاج کے فساد کا موجب ہے اور مانع نظر اور کشف کا ہوتا ہے اسیطرح سے انبیا اولیا سے دور کرتا ہے اور ایک حجاب کثیف اطباے روحانی کی دریافت مین پیدا کرتا ہے پھر جب کہ طبیب کو نہ پہچانا اور دجال کو مسیح جانا تو معالجہ محال ہوگیا اور نوبت یاس و حرمان کو پہونچی اعاذنا اللہ من ذلک اور کبھی زنگ آلودہ دلون والی کہین کہ ہمکو بہت بہت سے ذکرون سے اور گناہون کے ترک سے تصفیہ اور صیقل کرنا دلکا کاہیکو چاہیے کیونکہ قیامت کے دن تجلی الٰہی کی چمک سے خود بخود یہ زنگ دور ہو جاویگا اور صفائی کامل حاصل ہوگی جیساکہ اس روز کے معتقدون کا گمان ہے تو جواب مین کہنا چاہیے **كَلَّا** یون گمان کرنا نہ چاہیئے کہ انکے دلون کے زنگ نے فقط دنیا مین تاثیر کرکے انکو فہم حق سے اور معرفت سے آیات اللہ کی اور اعتقاد سے جزا کے دن کے روک رکھا ہے بلکہ تاثیر اس زنگ کی قیامت کے دن اور زیادہ قوت پکڑیگی کیونکہ **إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ** بے شک وہ اس دن اپنے پروردگار سے محجوب ہونگے اور چمک سے نور تجلی کی فائدہ مند نہونگے اور دیدار اسکا نہ پاوینگے کیونکہ قاعدہ عقلی ہے کہ نور بغیر نور کے نہ سکئے دیکھنا اور جس طرح سے کہ آنکھہ انکی دنیا مین کمال زنگ آلودگی سے دیکھنے اور تلاوت سے آیات الٰہی کے اندھی تھی اسی طرح بینائی انکی آخرت مین بسبب ظلمات ذاتیہ اور عرضیہ کے دیدار سے اللہ تعالے کے اور ظاہر ہونے سے اس ذات پاک کی تجلیون کے اندھی ہوگی شعر ہر کہ امروز نہ بیند اثر قدرت دوست ٭ غالب آنست کہ فرداش نہ بیند دیدار ٭ اور جو محجوب ہونا دیدار سے پروردگار کے جزا کے دن کافرون اور منکرون کی بد مآلی کے مقام پر مذکور فرمایا تو دلیل صریح ہوئی اسبات پر کہ مسلمان اس روز دیدار سے اپنے پروردگار کے محجوب نہونگے اور اس لذت و بہجت سے خوشوقت و شادان ہونگے اور اگر مسلمانون کو بھی یہ دولت نصیب نہو تو کافرون مین اور انمین اسبات مین کچھہ فرق نہوا اور ذکر کرنا اس صفت کا کافرون کے حق مین نہایت نامناسب ورآئین بلاغت کے خلاف ہو معاذ اللہ کہ کلام الٰہی کو کوئی اس نوع کا سمجھے اور حضرت موسی علی نبینا و علیہ السلام کو کہ سوال رویت کا کیا تھا اسکے جواب مین لن ترانی ارشاد ہوا تو منظور یہ تھا کہ دنیا مین اللہ تعالی کے دیدار کی طاقت ان آلات حسیہ سے کہ فنا پذیر ہین نہ لا سکے گا نہ یہ کہ آخرت مین بھی نہ دیکھیگا کیونکہ کلام آئندہ یعنے **إِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرَانِي** موقوف ہونا رویت کا اوپر استقرار کے کرتا ہے اور سورۂ فرقان مین بہشت کے حق مین وارد ہے کہ **حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا** اور عند حصول الشرط یجب حصول المشروط یعنے جب شرط پائی گئی تو مشروط ضرور پایا جائیگا یعنے آخرت مین ایسا

اچھا استقرار پایا جاویگا تو رویت بھی باریتعالی کی ضرور ہوگی اور احادیث متواتر المعنی سے ثابت ہے کہ تمام مومنین کو یہ دولت نصیب ہوگی لیکن موافق اپنے اپنے
اعمالون کے اس نعمت مین بھی تفاوت کے ساتھ ہونگے عام مومنین کو جمعہ کے دن کہ آخرت مین اُسکا نام یوم المزید ہوگا اس دولت سے سرفراز فرماوینگے اور
خاصون کو ہر روز دو بار صبح اور عصر کو اور اخص الخواص کو کہ جنت عدن کے رہنے والے ہین ہمیشہ قرب اُس ذات پاک کا اور انکشاف تجلیات کا حاصل ہوگا
چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ ما بین القوم و بین ان ینظروا الی ربہم الا رداء الکبریاء علی وجہہ فی جنۃ عدن یعنی نہوگا درمیان قوم کے
اور درمیان دیکھنے اُنکے کے پروردگار اپنے کو کوئی حجاب مگر چادر بزرگی کی اُسکے منہ پر جنت عدن مین اور وہ جو بزرگون سے منقول ہے کہ دیدار اللہ تعالی کا
بے کیف و بلا مقابلہ و مواجہہ ہوگا مخالف احادیث صحیحہ کے کہ انمین دیکھنا صورتون کا فرمایا ہے نہین کیونکہ حشر کے میدان مین ساتھ صورت کے ہوگا اور بہشت مین داخل
ہونے کے بعد بے صورت کے یا یہ کہ بعضے اوقات مین کیفیت اور مقابلے کے ساتھ ہوگا اور بعضے وقت مین بلا کیفیت و بلا مقابلے کے اور تحقیق یہ ہے کہ اللہ
تعالی دیدار کے وقت ماسوی اللہ نظر سے محو ہو جاوینگے اور دنیا مین جو ہم کسی چیز کو دیکھتے ہین تو اُسکے ساتھ دوسری چیزون کو بھی دیکھتے ہین اس سبب سے مقابلہ
اور جہت اور دوسری خصوصیات نظر عقل کو ملحوظ ہوتی ہین اور جو اس ذات پاک کے ساتھ کوئی اور چیز اصلا نظر نہ آویگی تو لحاظ جہت اور مقابلہ اور دوسری خصوصیت
کا نظر عقل سے ساقط ہو جاوے گا بلکہ جس وقت دنیا کی دیکھنے کی چیزون کو جو ہم دیکھتے ہین تو جو اسباب کہ بینائی کے ہین وہ تو دیکھنے کے کام مین مصروف
ہوتے ہین اور دوسرے اسباب اور قوی اپنے اپنے کامون مین مشغول ہوتے ہین اور عقل اپنے کام مین اسواسطے تشخیص صورت اور شکل اور رنگ اور
مناسبت اعضا کی طول و قصر مین یا اور خصوصیات مین ہوسکتی ہے اور جس وقت کہ تمام جوارح اور اعضا رویت مین مصروف ہو جاوین اور استغراق
کلی حاصل ہو تو اس وقت تشخیص ان چیزون کی ہرگز ممکن نہین جیسے کہ دنیا مین کبھی کبھی فی الجملہ شرکت حواس غیرہ کی دیکھنے سے بعضی محبوب چیزون کے
حاصل ہوتی ہے تو گویا کہ نمونہ اس حالت کا نمودار ہوتا ہے حالانکہ ابھی اُس استغراق اور اِس استغراق مین زمین و آسمان کا فرق ہے اور جو بیان فرمایا کہ
قیامت کے دن دلکے زنگ کی تاثیر دیدار کی دولت سے کہ سب لذتون سے بڑی لذت ہے محروم رکھے گی تو گمان اس بات کا ہوا کہ زنگ آلودہ دلون
والے کہ مشغول لذات جسمانی اور گرفتار حرص و ہوائے نفسانی کے ہین اس محرومی دیدار اور بےنصیبی کو خیال مین نہ لاوینگے اور اسطرح کے عذاب
کو آسان جانینگے تو اسواسطے بیان فرماتے ہین کہ ان مردودون کے حق مین فقط اسی قدر حرمان و ہجران پر اکتفا نہوگی بلکہ **ثُمَّ اِنَّهُمْ**
لَصَالُوا الْجَحِيْمِ پھر بعد اس بات کے تحقیق یہ لوگ بیٹھینگے دہکتی آگ مین اور جلنا اُنکا اس آگ مین بسبب محروم ہونے کے
دیدار کی لذت سے دونی تاثیر کریگا کیونکہ اگر دیدار کی لذت پاتے تو دوزخ کی تکلیفون کو وہ لذت آڑے آتی اور وہ تکلیفین آسان معلوم ہوتین
سو اُنکو زیادتی عذاب کی ہے اسیواسطے فقط اس داخل ہونے پر دوزخ کے بھی اُنکے حق مین اکتفا نکی بلکہ **ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ**
كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ پھر کہا جاویگا یہ وہی دن ہے جسکا تم انکار کرتے تھے اور جھوٹ جانتے تھے تاکہ عذاب عقلی اور حسی دونون جمع
ہو جاوین اور جسطرح سے انکا بدن عنصری آگ مین جلتا ہے انکی جان بھی اس جھڑکی اور خجالت سے کباب ہو جاوے اور جب فجار کی بدحالی کے بیان سے فارغ ہونے تو
گمان اس بات کا تھا کہ شاید کہ واقع ہونے کو جزا کے اور مکافات کو قیامت کے دن کے یہی ایک فریق بدکارون کا کفایت کریگا اور امتیاز بدکارون اور نیکوکارون مین اسی قدر
ہو جاویگا کہ اعمال بدکارون کے اُسدن اُنکو دکھا کر حقوق خلق اللہ کے ان سے پھروا دینگے اور نیکوکارون سے کچھ بات چیت درمیان مین نہ آویگی اور وہ جو انہون نے
حقوق خلق اور خالق کے ادا کیے تھے ظہور مین نہ آوینگے کیونکہ حقدار کا حق پہونچا دینے مین کچھ احسان نہین ہوتا کہ اسکے بدلے متوقع جزا کے ہون بس انکی
جزا یہی بس ہے کہ سرزنش اور عتاب اور رنج و عتاب سے سلامت رہین سو اس گمان فاسد کو بطور جواب سوال مقدر کے دفع کرتے ہین اور حقیقت حال کی
ارشاد فرماتے ہین کہ **كَلَّا** یون نہ سمجھا چاہیے کہ مجازات اور مکافات ہے بدکارون کے اس روز قناعت کی جاویگی اور انکے مخالفون کو
انکے جلانیکے واسطے طرح طرح کی نعمتین اور سرخروئیان عنایت فرماوینگے بلکہ اُنکے مخالفون کو اُنکے سامنے قسم قسم کی نعمتون سے سرفراز کرینگے اور
ان بدکارون کو اُنکے سامنے ایک ٹھٹھا بناوینگے تاکہ بدلا انکی ہنسی ٹھٹھول کا کہ نیکوکارون سے دنیا مین کرتے تھے حاصل ہو کیونکہ **اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ**

لفی علیین تحقیق نیکوکارون کے اعمال نامے اور انکی اسم نویسی البتہ علیین کے دفتر مین ہی اور علیین جمع علّی کی ہی فعیل کے وزن پر کہ علو سے
اشتقاق کیا ہی اور بموزن سجین کے اور اس جمع کو نیکون کی ارواح کے مقام کا نام کیا ہی تاکہ دلالت کرے وسعت اور کشادگی پر اُس مقام کی
لیکن اعراب اسکا جمع کے اعراب کی مانند ہی کیونکہ جمع کی صورت پر ہی اگرچہ معنی اُسکے مفرد ہین اور نکتہ مفرد ہونے مین سجین کے اور جمع ہونے مین
علیین کے یہ ہی کہ جو معنی مین سجین کے ضیق اور تنگی اور ازدحام واقع ہی تو اُسکے لفظ کو بھی مفرد اختیار فرمایا کیونکہ ایک مکان بہت سی مخلوق جمع ہونے
کی حالت مین تنگ اور تاریک ہو جاتا ہی اور معنی مین علیین کے فراخی اور وسعت واقع ہی تو لفظ مین بھی اُسکے جمع اختیار فرمائی گویا کہ یون ارشاد ہوا کہ مکان
ہر نیک کی روح کا ایک مکان ہی بلند اور فراخ اور سمجھ لیا چاہیے کہ بلندی کو مکان کی فراخی اور وسعت اور مد نظر لازم ہی تو مقابلہ علیین کا سجین کے
ساتھ باعتبار لغوی معنون کے بھی درست ہوا کیونکہ دونون کے درمیان مین مقابلہ بالعرض متحقق ہوا اور مقام علیین کا ساتون آسمانون کے
اوپر ہی کہ نیچے کا سرا اسکا سدرۃ المنتہی کے پاس ہی اور اوپر کا سرا اسکا عرش مجید کے سیدھے پائے کے متصل اور نیکون کی ارواح مین قبض ہونیکے بعد
وہان پہونچتی ہین اور مقربین یعنی انبیا علیہم السلام اور اولیاء اللہ وہین رہتے ہین اور عوام صلحا کو بعد اسم نویسی کے اور اعمال نامون کے
پہونچنے کے موافق مرتبے کے کسی کو آسمان دنیا میں اور کسی کو زمین و آسمان کے درمیان مین اور کسی کو چاہ زمزم مین رکھتے ہین اور ان
ارواحون کو ایک علاقہ اپنی قبر سے بھی ہوتا ہی کہ آنے سے زیارت کرنے والون کے اور اقربا اور دوستون کے مطلع ہوتے ہین کیونکہ
روح کو قرب اور بعد مکانی اس دریافت کو مانع نہین ہوتا اور مثال اُسکی انسان کے وجود مین روح بصری ہی کہ ساتون آسمانون کے ستارون کو کوئے
کے اندر سے دیکھ سکتی ہی اور جو وہ مقام عقل مین بشر کے آ نہین سکتا جب تک جناب الٰہی سے آگاہی نہو تو اسواسطے تفسیر مین علیین کی بطور سوال و جواب
ارشاد کرتے ہین وما ادرٰک ما علیون اور کیا بوجھا تو کہ کیا ہی علیین کتٰب مرقوم ایک دفتر ہی لکھا ہوا اور علامت کیا ہوا
کہ جو شخص اسکو دیکھے تو جان لے کہ اس دفتر والے بہشتی ہین اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہی کہ وہ دفتر ایک زمرد سبز کی تختی پر لکھا ہی اور وہ تختی
سیدھے پائے سے عرش معلّی کے لٹکتی ہی اور پائین اسکا سدرۃ المنتہی تک پہونچا ہی اور وہ دفتر اللہ تعالیٰ کے خاص بندون کے حوالے ہی چنانچہ فرماتے ہین
یشھدہ المقربون حاضر رہتے ہین اور گواہ ہوتے ہین اس دفتر پر مقرب فرشتے کہ حاملان عرش اور خازنان کرسی ہین اور یہ بھی ہو سکتا ہی
کہ یہ مراد ہو کہ حاضر ہوتے ہین اس مقام عالی شان مین ارواح مقربون کی اہل کمال سے جیسے انبیا علیہم السلام اور اولیاء کرام اور ابرار کے حق مین اتنا فخر بھی بس
ہی کہ انکے نام اُس مقام مین لکھے جاوین اور اعمال حسنہ اُنکے اُس دفتر والون کے مقبول اور پسندیدہ ہون اور یہان پر سمجھ لیا چاہیے کہ قرآن مین اہل نجات
اور فلاح کو کہین سوا تو مین دو قسم سے یاد فرمایا ہی کبھی ابرار اور مقربین اور دونون کا نام رکھا ہی اور کبھی اصحاب الیمین اور سابقین فرمایا ہی اور اہل تحقیق ان دونون قسمونکی
تحقیق مین اختلاف رکھتے ہین بعضے کہتے ہین کہ سابقین اور مقربین صاحب محبت ذاتیہ کے ہین کہ محبت انکی اللہ تعالیٰ سے محض اسکی ذات کے واسطے تھے اور ابرار اور
اصحاب الیمین وہ لوگ ہین کہ اللہ تعالیٰ سے محبت انعام کی توقع پر رکھتے تھے اور اسی قول کے قریب ہی وہ جو کہا ہی کہ مقربین اور سابقین فنا فی اللہ اور بقا باللہ
والے ہین اور ابرار اور اصحاب الیمین وہ لوگ ہین کہ انوار اور طاعات اور اذکار سے منور ہوے ہین اور انشراح صدر پیدا کیا ہی لیکن ہنوز مرتبہ بقا
اور فنا کا حاصل نہین ہوا اور بعضے کہتے ہین کہ ہر نیک عمل کے واسطے دو حدین مقرر ہین ایک سفلانی یعنی تلے کی اور ایک فوقانی یعنی
اوپر کی پھر جس شخص نے ایک کام نیک کیا نہایت صدق اور خلوص نیت سے اور سب اُسکی شرطون اور سنتون اور آدابون کی رعایت سے
اور اس عمل کے ثمرات کو یعنی اُسکے ثواب کو محفوظ رکھا بطلان اور حبط سے اور نقصان اجر سے اور ان سب باتون کی رعایت پہلے درجے کو
کی یہان تک کہ حد فوقانی کو پہونچا یا تو وہ شخص مقربین مین سے ہی اور جو اس سے کمتر ہی اور ان باتون کی رعایت مین حد لے درجے
مین ہی پہلے کی نسبت سے تو وہ ابرارون مین ہی اور اس تقریر سے ابرار اور مقربین کا جمع ہونا ایک شخص مین باعتبار بعض عملون کے
سواے بعض کے ہو سکتا ہی اور وہ جو لفظ سے ابرار اور مقربین کے اور اصحاب الیمین اور سابقین کے اور جو فرق سے ارشاد

ف علیین کے لفظ کی تحقیق

ف مقام علیین کا بیان اور مومنون کی ارواح کا ان سے علاقہ اور دوستون کے آنے کا بیان

الٰہی کے کہ وصف اُن دونون گروہون کا کیا ہی معلوم ہوتا ہی سو یہ ہی کہ ابرار اور اصحاب الیمین ایک جماعت ہین کہ ادا کرنے مین حقوق خلق اور خالق کے
اور احسان کرنیمین لوگون سے اور اعمال نیک اور پسندیدہ مین کوشش کرکے قوت ملکیہ کو قوت بہیمیہ اور سبعیہ پر اپنی غالب کیا ہی اور مقربین اور سابقین
ایک جماعت ہین کہ بطور جذب الٰہی کے ان صفتون اور اعمالون کے سبب سے اُنکے پردے باطنی اُٹھہ گئے ہین اور شہود اتم یعنی حضوری پوری نصیب ہوئی ہی
اور سلوک اُنکا ساتھہ جذب کے منتہی ہوگیا ہی اور قرب حقیقی اپنے محبوب سے پیدا کیا ہی واللہ اعلم اور تحقیق حقیقت سجین اور علیین کے مقام کی جس طور سے کہ بعضے
عارفون نے فرمائی ہی وہ یہ ہی کہ کمال نوع انسانی کا موافق وسعت معرفت اور اُسکی تنگی کے اور باعتبار تہذیب لطائف اور تحصیل انوار ملکیہ اور تکدر لطائف اور
لحوق ظلمات بہیمیہ اور سبعیہ کے عرض عریض رکھتا ہی کہ کسی اور نوع مین اس قدر عرض عریض ممکن نہین اسیواسطے کسی شاعر نے کہا ہی ؎
ولم ارامثال الرجال تفاوتا لذی الفخر حتی عدالف بواحد بس کمال انسانی کی شکل مانند دائرۂ وسیع کے خیال کیا جا ہیے کہ مرکز اسکا
ادنی مراتب انسانیہ کا ہی اور اعلی اُسکا برابر عرش محیط کے وسعت رکھتا ہی اور جو عالم غیب مین یہ شکل متخیل مثالی تحقق پیدا کی تو اس دائرے کے
محیط کا نام علیین ہوا اور اوسکے مرکز کا نام سجین اور مقرر ہی کہ جو دائرے کہ مرکز کے قریب ہوتے ہین وہ نہایت تنگ اور چھوٹے ہوتے ہین اُن
دائرون سے کہ محیط کے قریب ہین بس فجار کی انسانیت کے مرتبے درجے بدرجے مرکز کے نزدیک ہین اور ضیق اور تنگی مین مترقی اور ابرار کی انسانیت کے
مرتبے درجے بدرجے محیط کے قریب ہین اور وسعت اور فراخی مین ایک دوسرے سے زیادہ یہانتک کہ نوبت اعلی علیین کو پونہچے کہ مقام مقربین اور
سابقین کا ہی اور ابرار کو بھی تبعیت سے مقربین کی عبور روحانی اُس مقام پر حاصل ہوتا ہی لیکن رہنے کی جگہہ اُنکی وہ مقام نہین یہ عبور روحانی بعد
جدا ہونے روح کے جسم سے ایک تاثیر کرے گا کہ روح کو اُنکی اُس مقام پر لیجاوینگے اور اُس مقام کے رہنے والون کے بیچ و نمین لکھہ دینگے
اور جو احوال بیان کرنے سے ابرار کی ارواح کے کہ بعد قبض ہونے روح کے کیا معاملہ اُن سے گذرے گا فارغ ہوئے تو اب اُنکے انجام کا حال کہ
قیامت کے دن کیا ہوگا بیان فرماتے ہین اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ تحقیق نیکوکار نعمتون مین ہونگے اور نعیم کا لفظ بہشت کی تمام موجود
چیزون کو شامل ہی حور اور قصور اور طعام اور شراب اور پوشاک اور سواری اور خادم خوبصورت اور مکان پاکیزہ اور دوسری جو جو نعمتیں کہ وہان تیار ہین
سبکو شامل ہی اور علاوہ ان سب نعمتون سے ایک یہ ہی کہ اُنکو وہان پر سونے کے جڑاؤ تختون پر بٹھالینگے اور اُن تختون پر موتیون کے
قبے کھڑے کیے جاوینگے کہ جنتی اُسکے اندر بیٹھے سب کچھہ دیکھیں اور اُنکو کوئی نہ دیکھے چنانچہ فرماتے ہین عَلَی الْاَرَآئِکِ یَنْظُرُوْنَ
نیک لوگ سایہ دار تختون پر بیٹھے دیکھتے ہین اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ مومن کو بہشت مین سب نعمتون سے وہانکی بہرہ مند کرینگے برخلاف دنیا کے کہ حق تعالی ح
یہان نعمتیں بعضے لوگونکو دیتا ہی مگر لطف اُن نعمتون کا اُنکو نصیب نہین ہوتا جیسے بادشاہ مریض یا ضعیف الباہ کہ ہرگز نفیس کھانون سے اور ستھری پاکیزہ باکرہ ح
عورتون کی صحبت سے کچھہ کیفیت نہین اوٹھا سکتا اور یہ بھی حدیث صحیح مین وارد ہی کہ ادنی اور کم سے کم درجے کا وہ بہشتی ہوگا کہ اسکو دنیا کی برابر مکان نعمتون سے
بھرا ہوا ملے گا اور مفعول کو ینظرون کے تعمیم کے واسطے حذف فرمایا ہی تاکہ اپنی نعمتون کے دیکھنے کو جیسے حور اور قصور اور انہار اور اشجار اور دوسرے بہشتیون کی
نعمتونکو اور عذاب اور شدت دیکھنے کو دوزخیون کے بھی شامل ہو اور منظور یہ ہی کہ تخت سایہ دار انکو سیر عالم بہشت اور دوزخ کے حاجب اور مانع نہونگے
برخلاف دنیا کے تختون کے کہ وہ بیٹھنے والے کو سیر تماشے سے مانع ہین اور اریکہ لغت مین اُس تخت کو کہتے ہین کہ اُسپر قبے کی مانند سائبان بنا ہو اور منقش
پردون اور مرصع جھالرون اور آویزون سے سجا ہو جسکو ہندی لغت مین چھپر کھٹ کہتے ہین اور عارفون نے کہا ہی کہ بہشت کے ارائک کہ نیکون کو نصیب ہونگے اور
جا بجا قرآن مجید مین کمال مدح کے ساتھہ انکا ذکر آیا ہی سو وہ نمونہ ہین نیکون کے مقامات کے اسرار الٰہیہ سے کہ دنیا مین اُنکا ہونا اُن مقامون
مین آنکھہ اور عقل سے خلق کی پوشیدہ تھا اور وہ اِس مقام پر ٹھہر کر تمام مرتبون کو وجود کے وہان سے سیر کرتے تھے تَعْرِفُ فِیْ
وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِیْمِ معلوم کریگا تو اے دیکھنے والے چہرونمین اُنکے تازگی نعمتونکی حاصل یہ کہ دوزخیون کا حال دیکھنے سے کچھہ انکو ملال اور غبار خاطر اور
تغیر چہرہ کا ظاہر نہوگا کیونکہ اپنے دشمنون کا اپنی آنکھون کے سامنے ذلیل ہونا تو اور بھی فرحت اور خوشی کی بات ہی اسیواسطے نشانیان سرور اور بہجت کی چہرونمین

اُنکے ہمیشہ نظر آوینگی یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ پلائے جاوینگے خالص شراب کہ محبت آلہی کا نمونہ ہے اور دنیا مین اُسکو اپنے دل مین جگہ دی تھی
اور شراب کی مانند قوی اور اعضا مین اُنکے سرایت کی تھی اور وہ محبت خالص محبت تھی کہ اُسکے ساتھ ہواے نفسانی اور معاصی کی محبت کی آمیزش نہ تھی اور شراب
بہشت کی اکثر نہرون اور چشمون مین جاری ہوگی جیسے کہ دوسری سورتون مین مذکور ہے تو اس تصرفی شراب سے احتراز کیواسطے کہ ہاتھ ہر خاص علم بہشتی کا
اسمین شتہا ہی ایک دوسری قید کو اسمین بڑھاتے ہین مَّخْتُوْمٍ یعنی وہ شراب خالص مہر کی گئی ہے اور عام شرابون سے ممتاز اور جدی ہے
مختوم ہونے مین اُس شراب خالص کے کہ نمونہ محبت آلہی کا ہے یہ ہے کہ وہ محبت باوجود کمال غلو اور ہیجان کے کہ عشق کے مرتبے سے کوسون بڑھ گئی تھی وہ بھی
شرع کی مہر سے مختوم تھی اور احکام آلہی کی مہر کے نیچے محفوظ ہے ہرگز محبتین وہمیہ محرمہ اور شہوات نفسانیہ منہیہ اور نجاسات شیطانیہ اُس محبت سے کچھ
آمیزش نہین رکھتی تھین اور عجائبات سے اس شراب مختوم کی ایک یہ بات ہے کہ دنیا کی شراب کے شیشون کو بھی جو انکی احتیاط منظور ہوتی ہے مہر کر دیتے
ہین لیکن جس چیز سے کہ مہر کرتے ہین تو وہ مٹی یا موم یا لاکھ وغیرہ ہوتی ہے اور نیکو نکی مختوم شراب کا وصف یہ ہے کہ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ آخر اُسکی مشک
یعنی جس چیز کی کہ اسپر مہر کی ہے وہ مشک ہے تاکہ خوشبو مشک کی شیشہ لیتے ہی دماغ مین بس جاوے اور دماغ کو خوش کردے والین اور انکے
کی کہ اُنپر مہر کیا دیگی وہ نمونہ حکم شرع کا ہے ساتھ ان مباح چیزونکے کہ نیکون کے دلون کی قوت دینے والین اور اُنکے خاطر کو خوش کرنے والین
وَفِیْ ذٰلِكَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ اور اس قسم کی شراب مین کہ نمونہ اور مثال ہے اور قول مین گھٹا کر لین کہ اوسکو دیتے
ذوق و شوق کے بڑھانیوالین مباح ہین رغبت کرنیوالے نہ ایک منتہی جو پاکیزہ ہین کہ لوگون کا حق ہے اور حدیث شریف مین جو ابو الدرداء سے مرفوعاً ثابت
اس قسم کی نفیس شے کا ہے چاہیے کہ رغبت کرین رغبت کرنیوالے اور انتہا کے معنی مین ٹھہرایا ہے اور اسی کے موافق اُس حدیث شریف کے
کچھ نسبت نہین اور بعضے مفسرون نے ختام کو ختم اور انتہا کے معنی مین ٹھہرایا ہے اور مسک ایک شراب کا نام ہے کہ سفید ہے جیسے چاندی
ہوئی ہے وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پہلی شراب بہشتیون کی مسک ہے ظاہر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اُس خالص
اگر کوئی دنیا کا شخص اسمین ہاتھ ڈبو کر پھر نکالے تو تمام جاندار دنیا کے اوسکی خوشبو سے مست ہو جاوین ہضم کرنے مین اور سینہ مین خوشبو
شراب کو کہ پہلا پیالہ بہشتیون کا وہی ہوگی اس واسطے اسکا نام مشک رکھا ہے کہ مشک حار و دوائی ہے کہ ہاضمے کا مددگار ہوتا ہے اور جو بعضے اوقات شراب مین کچھ ملانا
وَمِزَاجُهٗ اور وہ شراب کہ بہشتیونکی شراب کی مجلس کا ختم اسپر ہوگا وہ بھی یہی کام کریگی
پیدا کرتا ہے اور بار دیگر جلد اشتہا پیدا کرتا ہے جب چاہین کہ کسی اور چیز سے ملا کر پیئین تو بھی ہو سکے گا
بھی اہل مجلس کو منظور ہوتا ہے تو اسواسطے فرماتے ہین کہ شراب خالص کو خوشبو یا ذائقے کے واسطے جیسے گلاب یا بید مشک یا کچھ اور
مِنْ تَسْنِیْمٍ اور ملونی اسکی تسنیم ہوگی اور تسنیم لغت مین اُس چیز کو کہتے ہین کہ شربت پر ایسی چیزون کے ڈالنے سے شراب کے برتن مین بلبلے اوٹھتے ہین
اسکے مانند ملاوین اور یہ ماخوذ سنام سے ہے کہ اونٹ کے کوہان کو کہتے ہین کہ سب قسمونکی شراب سے بہتر اور لذیذ ہے اور مقربین اور سابقین کو
اونٹ کے کوہان کی مانند معلوم ہوتے ہین اور مراد تسنیم سے اس جگہ ایک چشمہ ہے بہشت مین اور بعضی روایات مین مروی ہے کہ تسنیم برخلاف دوسرے
اس چشمے سے خالص پلاوینگے اور ابرار اور اصحاب الیمین کو بطور گلاب اور بید مشک کے ملا کر دینگے اور صورت کے بلکہ شخص حال و صفت کے
چشمون کے ہوا مین جاری ہوگا نہ بہشت کی زمین پر اور بعید اسکا یہ ہے کہ وہ چشمہ نمونہ محبت ذاتیہ آلہیہ کا ہے کہ بے تعین محل اور مقربین کے مکانون کے صحن مین بہتا ہے چنانچہ اسکے حال مین ارشاد
ارواح کو مقربین کی فریفتہ کر دیا ہے اور کہتے ہین کہ وہ چشمہ عرش کے نیچے سے ابلتا ہے اور کہ پیتے ہین اُس سے مقرب لوگ حاصل کلام کا یہ ہے کہ مقرب لوگ
فرماتے ہین عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ یعنی مراد ہماری تسنیم سے وہ چشمہ ہے کہ مقرب مشغول طرف ماسوی اللہ کے نہین ہوے ہین اور حق کی محبت
اس چشمے کی شراب کو خالص پیتے ہین اور ابرار کو اُس شراب سے بطور ملاوے کے ملا کر دیتے ہین اسواسطے کہ مذکور مین اُنکی شراب خوشی کا بھی ذکر فرمایا تو اُنکے
کو غیر کی محبت مین ملایا نہین بخلاف ابرار کے کہ محبت انکی فعلون اور صفتون کے سبب سے تھی اور جو ابرار کے تنعم کے کرتے تھے منظور ہوگا اور وہ خاص انکے
نکتے کو بھی ارشاد فرماتے ہین اور تفصیل اس نکتے کی یہ ہے کہ حق تعالی کو اس مذہب اللہ کا رہتی ہے مشغول کہ اُسکے بندون کو دنیا مین اسکی فرحت سے البتہ اعتص
مذاق کے سبب کمال احکام اور معتقد کے اس بات کا بدلا لینے مین توقف کرینگے ناچار انکو ایسی شراب کے جام پلا کر سرشار کر دینگے کہ

تملین اور وقار مین کچھ فرق ہو جاویگا اور انتقام اپنے تمسخر اور ٹھٹول کا ان سے لینگے چنانچہ فرماتے ہین **اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا** مقرر جو لوگ گناہ کرتے تھے دنیا مین جیسے انکار آیات الٰہی کا اور خلق کے حقوق کا اور کم کرنا ماپ اور تول مین **کَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَکُوْنَ** ہنسی ٹھٹول کرتے تھے ان لوگون سے جو ایمان لائے تھے اور کہتے تھے کہ اس گروہ کو کیا خیال فاسد دامن گیر ہوا ہے کہ نقد لذتون کو خیالی لذتون کی توقع پر چھوڑتے ہین اور فقط اتنی ہنسی پر بھی اکتفا نہین کرتے تھے بلکہ **وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَ** اور جب گذرتے تھے ان مسلمانون پر تو آپس مین سینین مارتے تھے کہ یہ گروہ وہی بے عقل اور احمق ہین کہ اپنے کو نقد لذتون سے بخیال پر بہشت کے جو موہوم ہے محروم رکھا ہے **وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓی اَهْلِهِمُ** اور جب لوٹ کر جاتے تھے یہ کافر اپنے گھر والون مین اور وہان پر مجمع طرح طرح کی لذتون دنیاوی لذتون کا دیکھتے تھے جیسی عورتین خوبصورت اور گرد کے مرغوب اور لڑکیان محبوب اور فرش نفیس اور برتن مکلف اور کھانے لذیذ اور پانی سرد خوشبودار تو جانتے تھے کہ یہ چیزین ہمکو اسی عقیدے سے حاصل ہوئی ہین کہ ہم جزا کے روز کا اعتقاد نہین رکھتے اور کچھ خوف اور ڈر اس روز کا ہمارے دل مین نہین اور مسلمان نیکوکار ان لذتون سے اسی سبب محروم ہین کہ توقع پر بہشت کی موہوم نعمتون کے اور خوف سے دوزخ کے خیالی عذابون کے ان نقد لذتون سے دست بردار ہین تو مثال انکی ایسی ہے جیسے مجنون کہ اپنے خیال فاسد کے سبب غذاؤن لطیف فائدہ مند سے ڈرتا ہے اور پرہیز کرتا ہے **اِنْقَلَبُوْا فَكِهِیْنَ** پھرتے تھے باتین بناتے اور خوش طبعی کرتے **وَاِذَا رَاَوْهُمْ** اور جب دیکھتے تھے مسلمانون کو کہ اپنی جان کو مشقت مین طاعت اور عبادت کی گلاتے ہین اور اچھی پوشاک نہین پہنتے اور کھانا خشک بے مزہ کھاتے ہین اور گرمی کے دنون مین روزہ رکھتے ہین **قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ** کہتے تھے کہ تحقیق یے لوگ البتہ راہ بھولے ہوئے ہین کہ موہوم لذتون کو موجود لذتون پر ترجیح دیتے ہین اور بے حاصل مشقتون کا کمالات حقیقی نام رکھا ہے **وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَیْهِمْ حٰفِظِیْنَ** اور نہین بھیجے گئے ہین وہ کافر مسلمانون پر نگہبان کہ انکو نیک راہ سے پھیرتے ہین اور ہر مجلس اور مجمع مین انکا بھیا کرین اور طعن و تشنیع کرتے رہین اور یہ کافر اس درجے کو اس کام مین تعدی کرتے ہین کہ اول تو ہنستی ہین بعد اسکے غمزے اور اشارے کرتے ہین بعد اسکے غائبانہ اونکے اوپر پھبتیان بولتے ہین اسکے بعد منہ بمنہ گمراہ کہتے ہین اور وجہ ان چارون چالون کی اس سبب کے ساتھ یہ ہے کہ جب کسی شخص کو کسی شخص کی کوئی حرکت ناپسند آتی ہے تو اسپر حقارت کی راہ سے ہنستا ہے اور جب اسے زیادہ نفرت ہوتی ہے تو اپنے ہم مشربون کو بھی چشم و ابرو سے بتاتا ہے تاکہ اہانت اور حقارت کرنے مین اس حرکت والے کی شریک ہون اور جو تنفر نہایت کو پہونچتا ہے تو غائبانہ بھی اس حرکت والے پر لطیفے اور پھبتیان کہتا ہے اور خوش طبعیان کرتا ہے تاکہ تحقیر اور اہانت کا حق ادا کرے اور جب بات تنفر سے بھی گذر گئی تو منہ بمنہ ساتھ حماقت اور جہالت اور گمراہی کے نسبت کرتا ہے اسواسطے اس ترتیب کی ان آیتون مین رعایت رکھی ہے اور کافرونکے اس ظلم بیان کرنے کے بعد مسلمانون کو ارشاد ہوتا ہے کہ یہ ظالم اور نکار انگان نجاویگا بلکہ جزا کے روز اس قسم کے ظلم کا بھی انتقام لینگے **فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا** سو آج کے دن کہ جزا کا روز ہے جو لوگ کہ ایمان لائے تھے اور کمالات حقیقی کو ساتھ قوت ایمانی کے لذات نفسانی پر ترجیح دیکر اختیار کیا تھا **مِنَ الْكُفَّارِ** کافرون سے کہ کمالات کے منکر تھے اور کمال کے حاصل کرنے کو دنیا کی فانی لذتون مین منحصر جانتے تھے **یَضْحَکُوْنَ** ہنستے ہین کہ یے لوگ کیا کو تہ اندیش اور احمق تھے کہ کس فانی خسیس چیز کو کس نفیس باقی رہنے والی چیز پر ترجیح دی تھی اب دوزخ مین کس طرح سے عذاب مین اور طوق و زنجیرون مین جکڑے گئے ہین اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ کافرون کو دوزخ مین ایک دروازہ بہشت کیطرف کھول دینگے اور دوزخ کے دربان کہینگے کہ ہان جلد آؤ بہشت مین وہ گرتے پڑتے طوق و زنجیرون مین جکڑے ہوئے اس دروازے کیطرف جاوینگے جب قریب پہونچینگے تو اس دروازے کو بند کر دینگے اور دوسری طرف کا دروازہ کھول دینگے اور کہینگے اس دروازے سے جاؤ تو اس دروازے کی طرف جانے کا ارادہ کرینگے اور آگ کے پہاڑون پر گرتے پڑتے آگے دوڑینگے جب نزدیک پہونچینگے تو اسکو بھی بند کر دینگے علی ہذا القیاس انکو دوزخ مین ان حیلون سے سرگردان اور پریشان کرینگے اور مسلمان جب بہشت مین سے یہ حالت انکی دیکھینگے تو ہنسینگے لیکن باوجود ایسے برے حال دیکھنے کے کہ ہنسی کے سبب ہین انکو تمکین اور وقار مانع آوے گا اور حد سے ہنسی اور مسکرانے کی تجاوز نکرینگے اور کافرون کی

طلب ہوتا کہ دنیا مین چشم و ابرو سے غمازی کرتے تھے اور غائبانہ پھبتیان کستے تھے اور منہ بنا کر گمراہ بولتے تھے یہ بات اب ہرگز ظہور مین آویگی بلکہ باوجود دیا عمال
دیکھنے کے کہ موجب کمال ہنسنے اور لوٹ جانے کا ہی چنانچہ اکثر لوگ اس قسم کے تماشون کے واسطے دوڑتے ہین اور دور دور جاتے ہین وہ لوگ اپنے مکانون
سے جنبش نکرینگے بلکہ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ اپنے سایہ دار تختون پر بیٹھے دیکھتے ہین اور آپس مین بکمال تمکین اور وقار سے پوچھتے ہین
هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ کیسی سزا پائی انکا فرون نے اپنے کامونکی عوض اسکے جو دنیا مین کرتے تھے جیسے غمزے اور ٹھٹھے اور لطیفہ گوئی اور اکثر اوقات کہنا

سُورَۂ اِنشِقَاق

سورۂ انشقت مکی ہی اس مین پچیس آیتین اور ایکسو نو کلمے اور چار سو تیس حرف ہین اور ربط اس سورے کا سورۂ مطففین سے ابتدا سے انتہا تک ظاہر ہی کہ امید
دونون سورتون کے مضمون اور معنی قریب قریب ہین جیسا کہ اس سورے مین وَيْلٌ لِلْمُطَفِّفِينَ ويل للمكذبين واقع ہی اور اس سورے مین
يَدْعُو ثُبُورًا اور اس سورے مین الا يظن اولئك انهم مبعوثون اور اس سورے مین انه ظن ان لن يحور اور اس سورے مین يوم يقوم الناس
لرب العالمين اور اس سورے مین فملاقيه اور اس سورے مین مذکور ہی کہ اعمال نامے نیکون کے اور بدون کے بعد ان کے مرنیکے دفتر علیین اور سجین کے داخل
ہونگے اور اس سورے مین بھی نیکون اور بدون کے اعمال نامون کا مذکور ہی کہ بعد حشر کے سیدھے یا الٹے ہاتھون مین دینگے اور اس سورے مین تکذیب قرآن کی کہ کافر کرتے
تھے اس عبارت سے مذکور ہی واذا تتلى عليه اياتنا قال اساطير الاولين اور اس سورے مین اس عبارت سے مذکور ہی واذا قرئ
عليهم القرآن لا يسجدون اور اس سورے مین انهم لصالوا الجحيم واقع ہی اور اس سورے مین يصلى سعيرا اور اس سورے مین اہل نجات کے حق
مین تعرف فی وجوههم نضرة النعيم واقع ہی اور یہ بھی ہی کہ فاليوم الذين امنوا من الكفار يضحكون اور اس سورے مین وينقلب الى اهله
مسرورا اور اس سورے مین کافرون کے حق مین بہ نسبت مسلمانون کے مذکور ہی کہ كانوا من الذين امنوا يضحكون واذا انقلبوا الى اهلهم انقلبوا
فكهين اور اس سورے مین انه كان في اهله مسرورا اور علی ہذا القیاس مناسبت کلی بعد تامل کے ظاہر ہوتی ہی اور اس سورے کا نام سورۂ انشقت اور
انشقاق اس جہت سے رکھا ہی کہ اول مین اسکے پھٹنا آسمانون کا حکم الٰہی سے قیامت کے دن مذکور ہی اور یہ واقعہ ایک بڑی حجت ہی آدمی پر کیونکہ
آسمان باوجود اس بڑائی اور بلندی کے کہ رکھتا ہی اس امر شاق کو بحکم اپنے پروردگار کے بغیر توقع ثواب اور خوف عذاب کے بجالایا پھر آدمی کہ نہایت پست اور ذلیل
بنا ہی آسان سے کام کو اللہ تعالیٰ کے کہ کچھ اتنا سخت و بھاری نہین ہی باوجود ثواب کی توقع اور عذاب کے خوف کے کیون قبول نکرے اور بجا نلاوے

ل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

ع

اِذَا السَّمَاۤءُ انْشَقَّتْ جس وقت آسمان پھٹ جاوے حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی کہ پھٹنا آسمان کا کہکشان کے مقام سے واقع ہوگا
اور وجہ اسکے پھٹنے کی اس روز یہ ہی کہ فرشتے موکل دروازون پر آسمان کے کہ روزی رزق اتارتے نیکو بندون کی اور اوپر لیجاتے کو انکے اعمال کے مقرر ہین اپنے کام
سے فراغت کرکے اترینگے اور دوسرے فرشتے کہ رہنے والے آسمانون کے ہین صفین باندھکر گرداگرد محشر کے کھڑے ہو جاوینگے اور تجلی قہر الٰہی کی اس روز عرش
معلی پر غلبہ کرکے اسکو نیچے کی جانب کو حرکت دیگی تو اس تجلی کے صدمے سے اور عرش معلی کے بوجھ سے آسمانکے اجزا پاش پاش ہو جاوینگے اور یہ بھی ہی کہ منظور اس وقت
خراب کرنا اس عالم کا اور تعمیر کرنا دوسرے عالم کا ہی اور نئے مکانکی تعمیر بغیر پرانے مکان کے توڑے پھوڑے ہو نہین سکتی اور بیان سمجھ لیا چاہیے کہ آدمی دو چیز سے مرکب ہی
روح اور جسم منشا اسکی روحانیت کا آسمان ہی کیونکہ نفس ناطقہ اسکا نفوس سماوی سے ماخوذ ہی اور ان سے کلی مشابہت رکھتا ہی اور روح ہوائی کہ مرکب
نفس کے ساتھ ہی اور محمول ہی نہین دائرہ و سائر ہی سو اسکا جوہر بھی آسمان کے جوہر سے مشابہت کلی رکھتا ہی کہ پھٹنے جڑنے ٹوٹنے پھوٹنے کے قابل نہین ہی اور
ہرچند کہ مرض اور بڑے بڑے صدمے اوسکو لاحق ہی لیکن بالکل فنا نہین ہوتی انتہا اسکی فنا کا یہ ہی کہ بدن سے جدا ہو جاتی ہی پھر بھی ارواحون کی

موکلون کے پاس محفوظ اور مامون رہتی ہی اور روحکی سعادت اور شقاوت کا سبب کہ اُسکو عرف مین بخت کہتے ہین اور طالع کے ساتھ بھی منسوب کرتے ہین تو یہ بھی
اوضاع حرکات آسمانی سے اور اُسکے ستارون سے ماخوذ ہی اور غذا روحکی اور اُسکے مرضون کی دوا کہ شریعت اور طریقت ہی وہ بھی آسمان سے نازل ہی بس انشقاق
آسمان کا دلیل قوی اور برہان ظاہر ہی اس بات پر کہ آدمی کی روحانیت کو اطاعت اوامر سے اپنے پروردگار کے چارہ نہین ہی اس واسطے کہ معدن اور مکان اسکا کہ آسمان ہی
باوجود اس عظمت اور بلندی کے کہ رکھتا ہی لیکن اللہ تعالی کی فرمانبرداری سے ٹل نہین سکتا اور پھٹنا آسمان کا اس وقت بسبب ضعیف ہونے اُسکی بنیاد کے
نہوگا جیساکہ ٹوٹنا دنیا کی عمارتون کا اور اس جہان کی بنی ہوئی چیزون کا ہوتا ہی بلکہ اسکو کمال قوت اور متانت اور عظمت کی حالت مین کہ رکھتا ہی حکم اللہ تعالی
کا اُسکے پھٹ جانے کے واسطے پہونچا **وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا** اور کان رکھے اس آسمان نے اور فرمان بردار ہوگیا حکم ماننے کو اپنے
پروردگار کا اور قبول کرنے سے اس حکم کے کہ نہایت شاق تھا سر نہ پھیرا اور یہ فرمانبرداری کہ اُس سے واقع ہوئی سو اس قسم سے نہین ہی کہ اُسکی
عظمت اور بلندی کو مانع ہو بلکہ یہ تذلیل لائق اور سزاوار اُسکی عظمت کے تھے **وَحُقَّتْ** اور وہ آسمان لائق اُسکی تابعداری اور فرمانبرداری کے
تھا **وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ** اور جسوقت کہ زمین کھینچی جاوے گی کہ لمبی اور چوڑی ہو جاوے اور اس مجمع عظیم کے واسطے کہ ساتون آسمانون
کے فرشتے اور حاملان عرش اور طرح طرح کی مخلوقات جن اور انس اور جانور اولین اور آخرین کے سب اس وقت جمع ہونگے اور زمین پر کھڑے
ہونگے کہ سبکو گنجایش کرے اور دوسرے کھینچنا زمین کا اس سبب سے بھی ہوگا کہ بلندی اور پستی اور عمارتین اور پہاڑ سب برابر ہو جاوینگے کہ کھڑے ہونیوالون
کے واسطے وہان اونچا نیچا نہو اور کوئی چیز آپسمین ایک دوسرے کی آڑ اوٹ نہو اور ایک کا حال دوسرے پر ظاہر رہے جیسے کہ فرش اور [illegible] نون مین نظر آتا ہی کہ کھینچنے
تاننے کے سبب سے دو فائدے ستھا حاصل ہوتے ہین ایک تو وسعت اور فراخی دوسرے ہمواری آور جو زمین کہ منشا انسان کے جسم کا ہی اور اُسکا جزو غالب ہی وہ
غذا اور منفعتین دوسری طرح کے بھی اُسکو زمین سے پہونچتے ہین بس فرمانبرداری اُسکی خدا تعالی کے حکم کو دلیل قوی ہی اس بات پر کہ آدمی سب اپنے تمام
اعضا اور رگ وریشہ سے اپنے مطیع اور فرمان بردار حکم الٰہی کا ہو **وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا** اور اگل دیگی زمین کھینچنے کے سبب سے جو اُسمین ہی مردون کے
اجزا اور غذائے اور دفینے اور کانین تا حشر آدمیون کا اُنکے تمام اجزا سے حاصل ہو اور منفعتین زمین کی کہ اسپر جنگ جدال اور ضرب وقتال کرتے تھے
اور ایک دوسرے کی حق تلفی کرتے تھے کمال ذلیل و بیقدر انکی نظر و نمین ظاہر ہون **وَتَخَلَّتْ** اور خالی ہو جاویگی زمین اُن چیزون سے جو ذات سے متعلق
نہین اعمال آدمیون کے تاکہ جزا موافق اُسکے ٹھہر جاوے اور زمین کو اس اگل دینے اور خالی ہو جانے مین کچھ عوض یا ضرر یا نفع دنیا کسی کو منظور نہین بلکہ
فرمان الٰہی اسکو اسی کام کرنیکو پہونچا ہی **وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ** اور کان رکھے زمین نے اپنے پروردگار کے حکم پر اور فرمانبردار ہوئی
اور لائق بھی اس فرمانبرداری کے تھی اور بیان پر سمجھ لیا چاہیے کہ اکثر عوام گمان کرتے ہین کہ یہ آیت مکرر ہی اور حال یہ ہی کہ یہ بات یون نہین ہی بلکہ اول آسمان
کے واسطے ہی اور دوسری بار زمین کے واسطے تو ہرگز تکرار نہوئی آور جزا شرط کی محذوف ہی یعنی جو آسمان ایسا فرمانبردار ہو جاتے اور زمین [illegible] بعداری کرنے
لگے تو اے آدمی تجھپر الزام صریح لاحق ہوگا اور حجت قائم ہو جاویگی کہ تو نے کسواسطے حکم اپنے پروردگار کا روح [illegible] سے قبول نکیا اور امر الٰہی کی مخالفت
مین عمر گذاری چنانچہ الزام حجت کے بیان کرنے کے واسطے ظاہر کرکے فرماتے ہین **يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ** اے آدمی تو کچھ آسمان سے بڑا اور اونچا
نہین ہی اور نہ زمین سے زیادہ سخت کہ اپنے پروردگار کے حکم کو قبول نکرے اور اُسکے حکم کی اطاعت بجا نہ لاوے حالانکہ حکم اللہ تعالی کا تیرے حقمین
بہت آسان ہی اور اون دونوںکے حقمین شاق اور گران ہی اور اون دونون نے باوجود گرانی اور سختی کے فرمانبرداری کی اور سر نہ پھیرا اور علاوہ
اسکے یہ بھی ہی جو حکم کہ آسمان و زمین پر ہوگا سو اُسمین کچھ عذاب و ثواب نہین اور جو حکم کہ تیرے حقمین آیا ہی اُسکے ساتھ ثواب اور عذاب کی بھی توقع ہی
کہ آسمان اور زمین کو ہرگز اسکی امید نہین کیونکہ **اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ** بیشک تو کوشش کرنیوالا ہی کہ تب حاصل کرے اپنے پروردگار کے
كَدْحًا کمال مشقت سے کیونکہ تجھکو استعداد وصول کی دی ہی اور اسکی دھن تیرے دماغ میں رکھی ہی برخلاف آسمان و زمین کے کہ
نہ اُنمین استعداد وصول کی ہی اور نہ انکو اُسکے حاصل کرنیکا خیال آور یہ وصول موعود اور دیدار بے پردہ کہ اُسکی فکر حصول مین تو لگا ہی محض خیالی نہین ہی کہ دنیا مین

توخوش تھا بلکہ لاکلام ہونیوالا ہی چنانچہ فرماتے ہین **فَمُلٰقِیْهِ** پھر ملاقات کرنیوالا ہی تو اپنے پروردگار سے بے پردہ خیال اور ادراک کے اور بغیر حجاب
نمونہ اور مثال کے پس تجھہ کو تابعداری اللہ تعالی کے امر کی اس قدر درکار ہی کہ کسی مخلوق کو اس قدر درکار نہین کیونکہ اس روز مین ملاقات اور حضوری کے وقت
شرمندگی نہ اُٹھاوے اور ندامت کھینچے کہ اس روز قوت اور ضعف تیرا اسی مین قرب کے مرتبے کے حاصل کرنے مین ظاہر ہوجاویگا اس طور سے **فَاَمَّا مَنْ
اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ** پھر جس شخص کو دیا جاویگا نامۂ اعمال اُسکا اپنے پروردگار کی ملاقات کے وقت کہ اس نامے مین سعی جمیل اُسکی اور طاعت اور فرمانبرداری
اُسکے حکمونکی لکھی ہی تاکہ بالکل اُن چیزون کا جو اُسکے شوق مین بجالایا تھا موجب اُسکے سرور اور لذت کا ہو اور جانے کہ سعی میری ٹھکانے لگی **بِیَمِیْنِهٖ**
سیدھے ہاتھہ مین اُسکے کہ علامت نجات اور رضامندی کی ہی کیونکہ سیدھا ہاتھہ اکثر اُلٹے ہاتھہ سے غالب ہوتا ہی اور اس شخص نے کہ اطاعت اللہ تعالی
کے فرمانکی کی تو اپنے نفس کی خواہش پر غالب آیا اور ایک قوت عظیم پیدا کی اور نیکیون نے اسکی بدیون پر غلبہ کیا **فَسَوْفَ یُحَاسَبُ** پس بعد
دینے اعمال نامے کے سیدھے ہاتھہ مین حساب کیا جاویگا برے کامون پر کہ مغلوب اور تھوڑے سے رہ گئے تھے **حِسَابًا یَّسِیْرًا** آسان حساب حدیث
شریف مین آیا ہی کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یا رسول اللہ حساب یسیر کیا ہی تب رسول اللہ نے فرمایا کہ حساب یسیر وہ ہی کہ بندے کے نامۂ اعمال اوسکو
دکھاوینگے اور آواز آئیگی کہ اے میرے بندے مسلمان جو تونے بندگی کی سو مینے قبول کی اور جو تونے خطا کی سو مینے بخش دی اور کسی بات کے واسطے
کھانہ جاویگا کہ جو باتین کرنیکی تھین سو تونے کیون نکین اور جو نکرنیکی تھین سو کیون کین فاما من نوقش فی الحساب عذب یعنی پھر جس شخص کے واسطے تکرار
اور پوچھہ پانچھہ ہوئی تو وہ شخص آفتین پڑا اسواسطے کہ اس وقت کوئی عذر گناہ کا نہین لگتا ہی اور گناہ سے خالی نہین ہی اور یہ بھی حدیث صحیح مین وارد ہی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز فرماتے تھے کہ جس شخص سے حساب لیا جاویگا اُسکو عذاب بھی ہوگا حضرت ام المومنین نے عرض کیا کہ خدا تعالی تو فرماتا ہی فسوف
یحاسب حسابا یسیرا اور اس آیت سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ بعضے آدمی حساب کے بعد نجات پاوینگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حساب نہین ہی محض
عملون کا دکھانا ہی کہ تونے یہ کچھہ کیا اور مینے عفو کیا اور فلانے فلانے کام نہین کئے اور ہم نے درگذر کی لیکن مراد میری یہ ہی کہ جس شخص کے واسطے پوری پوری پوچھہ
ہوگی تو وہ ہلاک ہوگا **وَّیَنْقَلِبُ اِلٰۤی اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا** اور پھرے گا اپنی اہل کیطرف خوش ہوکر نہ اُسکو خوف عذاب کا
رہیگا اور نہ خجالت جھڑکی اور غصے کی لاحق ہوگی بلکہ نجات کی خوشی اہل وعیال کے ملنے کی خوشی کے ساتھہ ملکر ایک عجیب راحت اُسکو نصیب ہوگی کہ
کوئی کیفیت برابری اُسکی کر نہین سکتی اور مراد اہل خانہ سے اُسکی حورین ہین اور دنیا کی عورتین جو اُسکے نکاح مین تھین اور بہشت مین ملین گی اور دوسرے
ناتے رشتہ والے کہ حشر مین اُسکے حساب وکتاب کی اطلاع کیواسطے منتظر کھڑے ہونگے اور بیان سے معلوم ہوا کہ حق تعالی بندے مین دو غم جمع نہین
کرتا جو کوئی کہ دنیا مین دین کا غم کرے گا تو اُس روز خوش ہوگا اور لفظ سوف کا کہ دلالت تراخی اور تاخیر پر کرتا ہی اشارہ اس بات کیطرف ہی کہ اول اعمالنامے
نیکی کے اُسکو دکھاکر خوش وقت کرینگے اور بہت سی مہلت کے بعد اُسکو بدیون پر اطلاع دینگے تاکہ اول ہی بار بدیون پر اطلاع دینے سے شرمندہ نہو اور پشیمانی
نہ اوٹھاوے **وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ** اور جو شخص کہ دیا جاوے اعمال نامہ اپنا اُلٹے ہاتھہ مین اور یہ علامت ہلاکت اور عذاب کی ہی
کیونکہ اُلٹا ہاتھہ بہت ضعیف ہی سیدھے ہاتھہ سے اور اس شخص نے ضعیف جانب کو اپنی کہ خواہش نفس تھی قوی جانب پر اپنی کہ فرمانبرداری
اللہ تعالی کی ہی مقدم رکھا تھا پس قوی کو ضعیف اور ضعیف کو قوی کیا تھا اور معاملے کیصورت کو اُلٹا کردیا تھا اسی واسطے اعمالنامے کو اُسکے اُلٹے
ہاتھہ مین دینگے لیکن سامنے سے نہ دینگے بلکہ اُلٹے ہاتھہ کو اُسکے پیچھے باندھ دینگے اور اعمال نامے کو اُسکے اس ہاتھہ مین دینگے
وَرَآءَ ظَهْرِهٖ پیچھے سے اُسکی پیٹھہ کے **فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا** اب آگے پکارے گا موت کو یعنی آرزو کریگا کہ کسی طرح
موت آجاوے اور مجھکو ہلاک کر ڈالے کہ ان اپنے بُرے کامون کی جزا سے خلاصی پاؤن اور لفظ سوف کا کہ دلالت تاخیر پر کرتا ہی اسیواسطے اس جاپر
لائے ہین کہ اُسکو اپنی موت خوب طرح سے بعد عمر کی جمع خرچ کے مطالعہ کے ظاہر ہوجاویگی اول بار مین اپنے نیک وبد اعمال کو دیکھہ کے خیال
کریگا کہ شاید میری نیکیان میری برائیون پر غالب آوین اور مین نجات پاؤن اور یہ مطالعہ اور برابر کرنا حساب کا ایک مہلت چاہتا ہی

اور وہ جو سورۂ حاقہ اور دوسری سورتونمین مذکور ہی کہ بعضون کو اعمال نامے سیدھے ہاتھہ مین اور بعضون کو الٹے ہاتھہ مین دینگے سو اس بابکے مخالف نہین کہ
پیٹھ کے پیچھے سے دینگے جیسے کہ یہان مذکور ہی کیونکہ اعمال نامے کا دینا الٹے ہاتھہ یعنی بائین سے ہوگا کہ پیٹھ کے پیچھے سے دینگے اور جو بعضے علمانے تفسیر مین
ذکر کیا ہی کہ آدمی اُس روز تین قسم پر ہونگے ایک نجات والے انکو اعمال نامے اُنکے سیدھے ہاتھہ مین دینگے اور دوسرے ہلاک ابدی والے انکو الٹے ہاتھہ
مین دینگے اور تیسرے عذاب والے جنکو کہ بعد عذابکے نجات ہوگی سیدھے ہاتھہ مین پیٹھہ کیطرف سے دینگے یا ہلاک ابدی والون کو الٹے ہاتھہ مین پیٹھ کے
پیچھے سے دینگے اور اہل نجات کو بائین ہاتھہ مین سامنے سے بس یہ قول مطابق قرآن وحدیث کے نہین ہی محض احتمال ہی کیونکہ اہل شمال اور اہل ظہور دونون کے
حق مین جو وعیدین کہ آئی ہین ایک دوسرےکے قریب ہین نجات اور خلاص پر دلالت نہین کرتین باوجود اس بابکے کہ بعضی حدیثون مین تصریح اعمال نامون کے
دینے کی اسی طور سے روایت ہی کہ بیان کی گئی واللہ اعلم آور جو اس شخص کا حال کہ اپنے دوزخی ہونے کی علامت اپنے اعمال نامے سے جو اسکی پیٹھہ کی
طرف سے دیا جائیگا دریافت کریگا ندوا ویلا مچادیگا اور دعا موت اور ہلاکت کی شروع کریگا بیان فرمایا آب ارشاد ہوتا ہی کہ اس قدر جزع اور فزع اور
اضطراب اور بیقراری اور بیتابی پر اُسکی اکتفا نہوگا بلکہ وہ چیز جس سے وہ ڈرا ہی واقع ہوگی **وَيَصْلَىٰ سَعِيرًا** اور بیٹھے گا دہکتی آگ مین کیونکہ
إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا تحقیق کہ وہ تھا اپنے گھر والون مین دنیا مین خوش اور بیغم کہ دنیا کا غم رکھتا تھا نہ آخرت کا اور کفر
اور گناہ سے بھی نہین ڈرتا تھا اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی جانب کی اصلا رعایت نہین کرتا تھا اور یہان سے معلوم ہوا کہ دنیا کی خوشی کے پیچھے آخرت کا
غم لگا ہی چنانچہ دوسری جاے پر فرمایا ہی فليضحكوا قليلا وليبكوا كثيرا اور جو شخص کہ اس دنیا مین دکھہ اور غم آخرت کا رکھتا ہوگا تو اُسکے مآل کا حال
یہ ہی کہ ہمیشہ کی خوشی اُسکو حاصل ہوگی آور یہان پر سمجھہ لیا چاہیے کہ خوشی دنیا کی وہی بری ہی کہ غفلت اور رفاہیت اور آسودگی سے پیدا ہو آور جو خوشی کہ
بسبب راضی ہونے کے حکم الٰہی پر یا واسطے حاصل ہونے مراتب علیہ دینیہ کے ہو تو عین محمود اور سراسر نافع ہی چنانچہ سورۂ یونس مین فرمایا ہی قل بفضل اللہ
وبرحمته فبذلك فليفرحوا اور یہان مذکور اُسی خوشی اور نعمتون کا ہی کہ نہایت غفلت سے دنیا مین حاصل تھین چنانچہ صاف فرماتے ہین کہ
إِنَّهُ ظَنَّ أَن لَّن يَحُورَ یہ تمام خوشی اس کافر کو اس واسطے تھی کہ وہ گمان کرتا تھا کہ ہرگز پھیرا نہ جاویگا عالم ارواح کیطرف اور اپنے
اعمالون کا حساب نہ دیکھیگا اسواسطے کہ جس وقت دنیا کی خوشی کیواسطے آخرت کا غم یاد آتا ہی یا اپنی روح کا جانا عالم ارواح مین اور اپنے عملون کا بدلا پانا
قیامت مین یاد آتا ہی اور اسپر یقین ہوتا ہی تو وہ خوشی بالکل نیست ونابود ہوجاتی ہی اور اسیواسطے کہا گیا ہی ؎ مرا در منزل جانان چہ امن وعیش
چون ہردم ٭ جرس فریاد میدارد کہ بربندید محملہا اور یہی مضمون ہی اس شعر کا ؎ عشرت امروز بی اندیشۂ فردا خوش ست ٭ فکر شنبہ تلخ دارد جمعۂ اطفال
را ٭ اور ثابت کرنے کو حشر اور نشر کے اور جزا اور حساب کے اور رد کرنے کو اُسکے گمان کے فرماتے ہین **بَلَىٰ** یون نہین ہی جیسا کہ اُسنے گمان کیا ہی بلکہ پھر جانا اسکا عالم ارواح
کیطرف پھر وہان سے حشر ونشر کے عالم مین پھر حساب کے میدان مین پھر وزن اعمال کے مقام پر پھر مجازات کے محل یعنی بہشت و دوزخ ہی ضروری ہی اور دلیل اوسکی یہ ہی
إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا تحقیق پروردگار اسکا اسکو دیکھتا تھا ابتدا پیدایش سے انتہا موت تک کہ روح اسکی کہان سے آئی ہی اور بدن اسکا کس چیز سے
بنا ہی پھر کیا اعتقاد اور کیا عمل کیا ہی اور دل مین کونسی چیز قایم ہی اور زبان سے اسکی کیا نکلا اور ہاتھہ سے اُسکے کیا ہوا اور بعد موت کے روح اسکی کہان گئی اور بدن اسکا کس
کس جگہ بکھرا ہی پھر جو آدمی کے حال سے اسقدر واقف ہو تو البتہ اُسکو مہمل نہین چھوڑیگا اور اُسکے کیے کا بدلا پورا دیگا اور روح کو اُسکے بدن کے اجزا سے جمع کریگا بس
گمان اسکا محض بیجا ہی کچھہ حاجت قسم کی نہین اُسکے باطل کرنے مین آور اگر کسی کو اس عجیب حالت کے سننے سے کہ بعد موت کے نمود ہوگی اور وارد ہونگین ان حادثون
کے کہ بعد جدا ہونے روح کے بدن سے واقع ہوتے ہین کچھہ شک اور تردد ہو تو **فَلَا أُقْسِمُ بِالشَّفَقِ** پھر سوگند کھاتا ہون مین شفق کی آور شفق نام
ہی ایک سرخی کا کہ آفتاب ڈوبنے کے بعد کنارون پر مغرب کے نظر آتی ہی اور اسکے باقی رہنے تک مغرب کی نماز کا وقت باقی ہی چنانچہ امام شافعیؒ اور صاحبینؒ کا مذہب
یہی ہی اور اسی پر فتوی ہی اور بعضی روایتون مین حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہی کہ شفق نام ہی ایک سفیدی کا کہ سرخی جانے کے بعد پیدا ہوتی ہی اور
دیر تک رہتی ہی لیکن صحیح یہ ہی کہ حضرت امام اعظمؒ نے اس مذہب سے رجوع کی ہی آور عرب کے لوگ شفق کو اپنے اشعار و نثر اور محاورون مین تشبیہ سرخی کے ساتھہ دیتے ہین تو یہ دلیل

صحیح ہو اس بات پر کہ مراد شفق سے سرخی ہے نہ سفیدی اور وہ جو بعضے علما نے کہا ہے کہ اول جو سرخی کنارے مشرق کے کسی مقدمے مین رہتی ہو بالکل معتبر نہین
بلکہ وہ سفیدی ہے کہ اسکو صبح صادق کہتے ہین تو چاہیے کہ مغرب کی نماز کا وقت صبح کی نماز کے وقت کے برعکس ہو کہ ابتدا اسکی آفتاب کے غروب سے ہے
اور انتہا اسکی طلوع آفتاب سے پس جواب اسکا یہ ہے کہ وہ وقت یعنی فجر کا نور کے ظہور کا وقت ہے اندھیرے مین اور ابتدا نور کے ظہور کی صبح صادق کے طلوع سے
ہے کہ سفیدی اسکی عام و خاص کو نظر آتی ہے جو اول سے رات کے اندھیرے مین تھی اور یہ وقت یعنی مغرب کا اندھیرے کے پھیلنے کا وقت ہے نور پر کہ پہلے سے
اسمین تھا اور بعد جانے سرخ شفق کے کچھ امتیاز اندھیرے مین خاص و عام کی نظرون مین نہین رہتا ہے اور اس وقت آفتاب کا اثر بالکل جاتا رہتا ہے تو اس وقت کا
ٹھہرانا یعنی مغرب کا سرخی کے جانے پر نہایت مناسب ہے اور ٹھہرانا اس وقت کا یعنی صبح کا سفیدی کے لگنے پر مناسب ہے اور فرق دونون وقتون کے
درمیان مین یہ سبب مقدم ہونے اندھیرے کے ہے نور پر اور بالعکس کیون کہ حکمت کا قاعدہ ہے کہ انفعال حاسہ باحد الضدین موجب سرعت و قوت احساس کا
دوسری ضد سے ہوتا ہے اور اثر اس ضعف کی ضد کا محسوس ہوتا ہے واللہ اعلم **وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ** اور قسم ہے رات کی اور اس چیز کی جسکو جمع کرتی
ہے رات آدمیون سے ہون یا جانورون سے کیون کہ جاندارون کی ہمیشہ یہ عادت ہے کہ دن کو تلاش معاش کے واسطے اپنے مکانون سے نکلتے ہین اور
ہر شخص ایک طرف کو جاتا ہے اور منتشر ہو جاتے ہین اور جب رات ہوتی ہے تو سارے اقربا اور متعلق اسکے ایک گھر مین جمع ہوتے ہین اور ایک مکان پر
رات گذارتے ہین پس گویا رات جامع المتفرقین ہے اور اسی واسطے نیک و بد کام جو خفا اور پوشیدگی سے تعلق رکھتے ہین جیسے حلقے ذکر اللہ کے اور
جماعتین تراویح کی اور مجلس رقص کی اور شراب پینا وغیرہ سب رات مین ہوتے ہین اور انکے واسطے جمع ہونا متحقق ہوتا ہے **وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ**
اور قسم کھاتا ہون مین چاند کی جب نور اسکا پورا ابھرتا ہے اور شام سے صبح تک رات کے اندھیرے کو دور کرتا ہے اور برائی کے حجاب کو اٹھا دیتا ہے اور تینون چیزین
یعنی شفق اور اندھیری رات اور روشن چاند نمونہ ہے تین حالتون کا کہ آدمی پر بعد موت کے گویا نمونہ ہے آفتاب زندگی کے غروب کا ظاہر ہوتا ہے اول جو حالت
کہ بمجرد جدا ہونے روح کے بدن سے ہوگی تو اسمین کچھ اثر پہلی زندگانی کا اور الفت بدن کے تعلق کی اور دوسرے اپنے جنس کے آشنا دوستون کی الفت باقی رہیگی اور وہ
وقت گویا برزخ ہے دنیا کی زندگانی اور استغراق قبر کے عالم مین کہ کچھ اس طرف سے اور کچھ اس طرف سے علاقہ رکھتا ہے وہ وقت بعینہ مانند شفق کے وقت کے ہے کہ
ہنوز تصرفات مخلوقات کی اور آمد و شد انکی منقطع نہین ہوتی اور جاندار سب بیدار اور دیکھتے بھالتے چلتے پھرتے ہین اور دن کے باقی رہے کامون مین
مشغول ہین اور یہ حالت حالت ہے انکشاف کی اور جزاے برزخ کی جو نیکیون سے اور بدیون سے کیا تھا اور مدد زندون کی مردون کو اس حالت مین جلد
پہونچتی ہے اور وے ایسے وقت مین اس طرف کی مدد کے منتظر ہوتے ہین اور یون گمان کرتے ہین کہ گویا ابھی ہم جیتے ہین اسیواسطے حدیث شریف
مین قبر کے احوال مین وارد ہے کہ مسلمان آدمی وہان کہتا ہے کہ دَعُونِي اُصَلِّي چھوڑو مجھکو کہ مین نماز پڑھون اور یہ بھی وارد ہے کہ مردہ اس حالت مین
غریق کی مانند ہے کہ انتظار فریاد رسی پہونچنے والے کا رکھتا ہے اور صدقے اور دعائین اور فاتحہ اس وقت اسکے بہت کام آتے ہین اور اسیواسطے اکثر لوگ
ایک سال تک علی الخصوص ایک چلے تک موت کے بعد اس قسم کے کامون مین کوشش اور سعی کرتے ہین اور مردے کی روح بھی موت کے
قریب کے وقتون مین خوابون مین اور عالم مثال مین زندون سے ملاقات کرتی ہے اور اپنا احوال بیان کرتی ہے دوسری وہ حالت ہے کہ بعد قطع ہونے
دنیا کی زندگانی کے علاقون کے بالکلیہ ظاہر ہوتی ہے اور استغراق عظیم دیکھنے سے ان کیفیتون کے جو دنیا مین کمایا تھا نیکی اور بدی سے اسکو حاصل ہوتا ہے اور
قواے مدرکہ اور متصرفہ اسکے اس عالم سے ایک لخت ٹوٹ کر اس عالم کیطرف متوجہ ہو جاتے ہین اور حس و حرکت معنوی اسکی اس جہان سے مطلقا بیکار ہو جاتی ہے
اور یہ حالت مانند رات کے اندھیرے کے ہے کہ بعد زائل ہونے شفق کے ہجوم کرتی ہے اور لوگون کو خواب اور معطل ہو جانا حواس اور حرکتون کا لاحق ہو جاتا ہے
اور مالوفات اور مکسوبات دن کے اس سے مطلقا غافل ہو جاتا ہے لیکن وہ مالوفات اور مکسوبات ظاہر بدن سے انتقال کر کے باطن مین بدن کے
جمع ہوتے ہین اور روح انکو رنگا رنگ صورتون مین مطالعہ کرتی ہے اور متلذذ اور متالم ہوتی ہے یعنی خوش ہوتی ہے اچھائی کو
دیکھکر اور رنجیدہ ہوتی ہے برائی کو دیکھکر اور یہ حالت عام مردون کی ہے اور بعضے خاص اولیاء اللہ جنکو اللہ تعالی نے محض

اپنے بندون کی ہدایت اور ارشاد کیواسطے پیدا کیا ہی انکو اس حالتین بھی اس عالم کے تصرف کا علم ہوتا ہی اور اس طرف متوجہ ہونے سے انکے استغراق مین
کمال وسعت مدارک کے سبب سے کچھ خلل واقع نہین ہوتا اور وہ استغراق اس طرف کے متوجہ ہونے کو منع بھی نہین کرتا اور آدمی انکی بارگاہ مین [illegible]
حاصل کرتے ہین اور حاجتمند اور غرض والے اپنے اپنے کامون کی کشادگی کا سبب انسے پوچھتے ہین اور انکو کہنے سے [illegible] ہین اور انکا
حال اس وقت مین اس مصرع کے مضمون پر گواہی دیتا ہی ؏ من آنیم بجان گر تو نمی بینی ۞ تیسری ایک اور حالت ہی [illegible] ظاہر ہوگی اور وہ
چودھوین رات کے چاند کے ہی کہ پردہ یکبارگی درمیان سے دور کرینگے اور بعد کو انکے طرح طرح کے اظہار سے جلوہ گر کرینگے اور ہر شخص اپنے نفع اور ضرر کی چیزین
اور دوست اور دشمن اور زہر اور تریاق مین امتیاز کرلیگا اور یہی حالت ہی اعمال ناموں کے دینے کی اور نیک و بد عملون کے ظہور کی تمام رنگ [illegible] کے تولنے
کی اور نیکی اور بدی کے حساب کی اور دوسرے بہت سے کامون کی اور اس حالت کی انتہا ایک اور زندگانی ہی کہ تمام اور اکمل اس جہان کی زندگانی سے [illegible] جو وہ
زندگانی تغییر اور تبدیل نہین رکھتی اور یکسان ہمیشہ قایم اور برقرار ہی اسیواسطے کچھ مثال اسکے واسطے نہین ہی کہ مقام پر قسم کے لائی جاوے بلکہ وہ
زندگانی اس قسم سے بھی نہین ہی کہ اسکے احوال و صفات متغیر ہوتے رہین یعنی کبھی کچھ اور کبھی کچھ تاکہ بیان کے مقام پر وہ حالتین بیان کی جاوین
اسیواسطے انھی تین قسم پر اکتفا فرماکر اس مضمون کو کہ اثبات اسکا منظور ہی ارشاد فرماتے ہین **لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ** البتہ تم سب کو چڑھنا ہی
کھنڈ پر کھنڈ یعنی پہلے بعد جانے کے اس دنیا سے ایک حال مین ہوگی کہ اسکو رجوع الی اللہ سمجھوگے بعد اسکے اس حالت سے گذر کر ایک تیسری حالت کو
پونہچو گے تو جانو گے کہ حالت رجوع کی یہی ہی اور اگلی حالت اس حالت کی تمہید تھی اور علی ہذا القیاس یہان تک کہ بہشت مین یا دوزخ مین جا [illegible] اور سفر
تمھارا تمام ہو جاویگا بعد اسکے سدا رہا کروگے اور جو گذرنا ان حالتون کا قطع منازل اور طی مراحل کے مشابہ تھا [illegible]
اس مقام پر استعمال فرمایا اور جو یہ حرکت یعنی دنیا سے آخرت کو جانا حرکت صعودی ہی یعنی اس خاکدان پست سے عالم بالا کی طرف [illegible] حالتون
اور منزلون کو طبقا عن طبق ارشاد فرمایا ہی کیونکہ طبقا عن طبق تہ بتہ چیز کو کہتے ہین چنانچہ سات طبق آسمان مشہور ہین اور عمارت کے طبقے بھی [illegible]
ہین اور جو ان انتقالون کی دلیلین ہر دن اور رات مین اور ہر مہینے اور برس مین انکھونمین ہر خاص و عام کی جلوہ گر ہین ایمان لانے سے کافرونکے اور انکے یقین
کرنے سے واقع ہونے کو ان حالتون کے بعد موت کے متعجب فرماکر ارشاد کرتے ہین **فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ** پس کیا ہوگیا ہی ان کافرونکو کہ باوجود
اتنے بیان واضح اور روشن مثالون کے ایمان نہین لاتے اور یقین نہین کرتے کہ ہمکو بعد موت کے بھی کسی طرف رجوع ہونا ہی اور سفر درپیش ہی اور اس سفر کا
غم نہین کھاتے اور توشہ اسکے واسطے نہین اٹھاتے اور نقصان اور نفع سے اس عالم کے کہ منتہا اس سفر کا ہی کچھ خبردار نہین ہوتے اور بعضے
مفسرون نے لترکبن طبقا عن طبق کو دوسرے معنون پر حمل کیا ہی کہ اس مقام کے ساتھ چندان مناسبت نہین رکھتے اگرچہ امر واقعی
ہی اور وہ یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو خطاب ہی اور مراد توبیخ اور تشنیع ہی یعنی تم بھی اختیار کروگے ایک ایک طبقے کو
گناہون سے بعد ایک طبقے کے یعنی اگلی امتونکی طرح سے مکروہات صغیرہ اور کبیرہ اور طرح طرح کے الحاد اور بدعتین کہ اگلون نے کی تھین تم بھی
کروگے چنانچہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے حق مین فرمایا ہی کہ تم بھی اپنے اگلون کی پیروی کروگے
بالشت بالشت سے اور گز گز سے یعنی اگر اگلے لوگ ایک گز راہ حق سے دور رہے تھے تم مین سے بھی بعضے لوگ اسیقدر حق راہ سے دور
رہین گے اور اگلے لوگ ایک بالشت دور رہین ہونگے تو تم مین سے بھی ایک گروہ اسیقدر دور رہین گے یہانتک کہ اگر اگلی امتون مین
کوئی ایسا ہوا ہوگا کہ اسنے اپنی ماسے زنا کھلے بندون کیا ہوگا تو تم مین سے بھی بعضے شخص کرینگے اور اگر کوئی اگلون مین سے گوہ کے
سوراخ مین گھسا ہوگا تو تم مین سے بھی کوئی اس سوراخ مین گھسے گا اور یہ بھی حدیث صحیح مین ہی کہ تمھارا حال بھی ادا کرنے مین حق اللہ
اور حق خلق کے اور جھٹلانے مین پیغمبرون کے اور کتاب اور قیامت کے اور دوسرے گناہون کے کرنے مین بعینہ
اگلی امتون کے مطابق اور موافق ہی جیسے کہ ایک جوتی دوسری جوتی کے برابر ہوتی ہی کہ جو بھر کا بھی دونون مین تفاوت

نہین ہوتا بلکہ تم کتنی چیزین زیادہ کروگے کہ اگلی امتون مین وہ چیزین نہ تھین جیسے بیچنا احرار کا یعنی ایسے شخص کا کہ وہ کسی کا غلام لونڈی نہو اسکو فریب دیکر سے
بیچنا اور اسکی قیمت کھانا اور نہین جیسے ہی ستر بازی یعنی ساحقہ عورت کا عورت کے ساتھ یعنی چپٹی لڑنا اور انہین مین سے ہی قتل کرنا اپنے پیغمبر کی اولاد کو
جنہیں ایمان لائے اور باوجود ایمانداری کے دعوے کے ایسی بات کسی امت مین نہین ہوئی کافرون نے ہرچند کہ اپنے پیغمبرون کو قتل کیا ہی اور ایذا دی لیکن کفر
کی حالت مین ایسا کسی نے نہین کیا کہ دعوی ایمان کا کرین اور یہ کام کرین اور بعضے قاریون نے لَتَرۡكَبُنَّ کے بے کو زبر سے پڑھا ہی اور اس صورت
مین مفسرون نے معنی اسکے اس طور سے کہے ہین کہ خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف ہی اور مراد معراج کا وعدہ ہی کہ البتہ براق پر سوار ہوکر
سات طبق آسمانون پر ایک پر بعد دوسرے کے گذر یگا اور یہ معنی بھی سباق اور سیاق سے آیتون کے ہرگز مناسبت نہین رکھتے بلکہ بے کے زبر کی حالت مین
بھی خطاب ہر نبی کو عام ہی جیسے پیش کی حالت مین سب بنی آدم کو خطاب تھا غرض کہ ظاہر معنی وہی ہین جو اول بیان کیے گئے اور مدعا کافرون کو ڈانٹنا
ہی کہ آخرت کے سفر کی نشانیون کو جان بوجھ کے اس سفر کا انکار کرتے ہین اور جو جو معاملے کہ وہان ہونے والے ہین آنپر ایمان نہین لاتے اور اگر انکی
عقل خود بخود ان حالتون کو دریافت نہین کر سکتی تھی تو انکو لازم تھا کہ قرآن کے بیان سے فائدہ اٹھاتے یعنی قرآن سنکر اسپر عمل کرتے اور اسکو سچ جانتے
لیکن انکو اس قدر ایمان لانے سے آخرت پر انکار اور دوری ہی کہ قرآن مین بھی ان مضمونون کو سنکر فرمان برداری نہین کرتے **وَإِذَا قُرِئَ عَلَيۡهِمُ
الۡقُرۡآنُ** اور جب پڑھا جاتا ہی آنپر قرآن تو اسکی عبارت کو کہ سراسر اعجاز ہی سنکر متحیر ہو جاتے ہین لیکن عاجزی اور تذلل نہین کرتے اور جس وقت کہ
مسلمان اپنا عجز ظاہر کرنے کو سجدہ کرتے ہین تو یہ لوگ **لَا يَسۡجُدُونَ** سجدہ نہین کرتے حالانکہ سجدہ کرنا اللہ تعالی کو جسنے اس طرحکا قرآن
فصیح اور بلیغ اتارا کہ کوئی ایک سورت اسکے برابر بنا نہین سکتا ہی کسی آئین اور مذہب مین منع نہین اور فقط نافرمانی اور سجدہ نکرنے پر اکتفا نہین کرتے ہین
بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ بلکہ جو لوگ کہ کافر ہین جھٹلاتے ہین قرآن کو اور ہرچند کہ زبان سے نہین کہتے لیکن حق تعالی انکے
اس انکار کو جو دل مین رکھتے ہین جانتا ہی **وَاللَّهُ أَعۡلَمُ بِمَا يُوعُونَ** اور اللہ خوب جانتا ہی جو دل کے برتنون کے بھرتے ہین یعنی جو کچھ کہ باطن مین
انکے سوائے تکذیب اور انکار کے مخالفت اللہ کے امرون کی اور نافرمان برداری اسکے حکمونکی اور خوشی اور شادمانی دنیا کی زندگانی پر اور اس گمان کے
کہ آخرت کا سفر ہمکو درپیش نہین اور محبت گناہون اور شہوتون کی اور مکر و حیلے کرنے پیغمبرون سے دل انکے لبالب مالامال ہین سو اللہ تعالی سے پوشیدہ
نہین اور لفظ مین یوعون کے اشارہ اس بات کیطرف ہی کہ وہ نادان کوتہ اندیش ان قبیح چیزونکو کمال احتیاط سے اپنے اندر کے باسن مین نگاہ رکھتے ہین
لیکن احتیاج کے وقت جب اس باسن سے یہ موذیات نکلین گے تب یہ جانینگے کہ ہم کیا چوکے کہ اندھیری رات مین کالے ناگ کو پھولون کا گجرہ سمجھ کر
گلے مین پہنا چنانچہ کسی نے کہا ہی شعر بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت ✢ کہ باکہ باختۂ عشق در شب دیجور ✢ لیکن جو یہ جاہل ان برائیون کو نیکی جانتے ہین اور
آیندہ کے نفع کے واسطے زر و جوہر کے مانند کمال احتیاط سے جان کے برتن مین رکھتے ہین نہ مٹی تانبے کے برتن مین پس تجھکو بھی چاہیے کہ انکے
باطل اعتقاد کے موافق ہنسی ٹھٹھے کی بات چیت کر **فَبَشِّرۡهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ** پس خوشخبری دے انکو دکھ کی مار کی انکے فرحت اور
شادمانی پر دنیا کی اور بشارت کا لفظ اس مقام پر استعارہ تھٹول کا ہی واسطے ڈر اٹھانے اور خوف دلانے کے **إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا
وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ** یعنی انکے سب لوگون کو عذاب الیم کا وعدہ دے مگر ان لوگون کو کہ ایمان لاوین اور اچھے کام کرین اور کفر اور گناہون کے
اپنے اس عمل نیک کے سبب محو کرین تو جو ایسا کرین انپر ہرگز عذاب نہین ہی نہ الیم اور نہ غیر الیم بلکہ **لَهُمۡ أَجۡرٌ** انکے واسطے نیک ہی ایمان
اور انکے نیک عمل پر اور باز رہنے پر کفر اور گناہ سے اور وہ نیک **غَيۡرُ مَمۡنُونٍ** بے انتہا ہی ہرگز تمام ہونیوالا نہین ہرچند کہ انکا ایمان خواب
اور غفلت کے وقت منقطع ہو جاتا تھا اور نیک عمل انکا بسبب مرض اور شغل اور سفر اور موت کے بھی موقوف ہو جاتا تھا لیکن رحمت آلہی نے اس غیر دائمی ایمان کو
حکم دائمی ایمان کا دیا اور اس منقطع عمل کو استمراری قرار دیا اور نعمت سدا رہنے والی عوض مین اسکے امداد فرمائی اور یہ سورت سجدہ کی سورتون مین سے ہی اور
بعد الا سجدون کی آیت کے سجدہ ہی اور حضرت امام اعظم رحمہ اللہ نے ترک کرنے سجدہ پر مذمت اور عتاب اس جا پر وارد ہی اس سے یہ استدلال کیا ہی کہ سجدہ تلاوت کا

واجب ہی اسواسطے کہ ترک سنت پر مذمت اور عتاب نہین آتا ہی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سجدہ تلاوت کا سنت ہی جواب اسکا یہ ہی کہ مراد سجدہ سے اس جاے پر خضوع اور انقیاد ہی اور ارادہ فرض نماز کے سجدونکے ادا کرنیکے واسطے ہی نہ سجدہ تلاوت کا لیکن اس جواب مین خدشہ ہی کیونکہ اگر یہی مراد ہوتی تو سجدہ تلاوت اس جاے پر مسنون کسواسطے ہوتا حالانکہ حدیث صحیح مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ اس سورے کو عشا کی نماز مین پڑھا ہی اور اس مقام پر سجدہ کیا ہی اور مقتدیون اور سننے والون نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سجدہ کیا ہی چنانچہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ بھی اس جماعت مین داخل تھے اور ظاہر ہی کہ جب ان کافرون کی جو سجدہ نہین کرتے اس آیت مین مذمت فرمائی تو البتہ مسلمانون کو لازم ہی کہ کافرونکی مخالفت کی جہت سے سجدہ کرے اور تمام سجدے کی آیتین جو قرآن مین ہین یا تو ان آیتون مین برائی کافرون کی ہی بسبب سجدہ نکرنے کے یا مدح مسلمانونکی ہی اور فرشتون کی بسبب سجدہ کرنے کے لیکن ملازمت اس جانب سے ہی یعنی جو سجدہ کہ قرآن مین ہی اس قسم کی آیتونمین ہی نہ اسکے برعکس کیونکہ قرآن مین بہت سی جاے پر اس قسم کی آیتین آئی ہین اور اونمین سجدہ نہین ہی اسواسطے کہا ہی کہ آیتین سجدیکی توقیفی ہین یعنی شارع کی مقرر کی ہوئی ہین نہ قیاسی کہ جہان اس قسم کا مضمون پاے وہان سجدہ کیجیے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ المرجع والمآل

سُورۃ البروج

سورہ بروج مکی ہی اسمین بائیس آیتین اور ایک سو نو کلمے اور چار سو تیس حرف ہین اور ربط اس سورے کا سورہ انشقاق سے یہ ہی کہ ابتدا مین اسکی ذکر ہی آسمان کے پھٹنے کا قیامت کے دن اور اس سورے مین ذکر ہی آسمان کے حصے کرنے کا دنیا مین بارہ جگہ برابر کہ ہر ایک جدا جدا حکم رکھتا ہی اور آخیر مین اُس سورے کے بل الذین کفروا یکذبون واللہ اعلم بما یوعون واقع ہی اور انتہا مین اس سورے کے بل الذین کفروا فی تکذیب واللہ من ورائہم محیط ہی اور یہ دونون مضمون آپسمین ظاہر اتحاد رکھتے ہین اور درمیان مین اس سورت کے حال بہشتیون اور دوزخیون کا مذکور ہی جیسے کہ درمیان اس سورے کے مذکور ہی پس دونون سورتونکو آپسمین کمال مناسبت حاصل ہوئے اور اس سورے کے نازل ہونیکا سبب یہ تھا کہ مکے کے کافر مسلمانونکو بسبب اسلام لانیکے طرح طرح کے رنج واذیت پہنچاتے تھے اور مسلمان یہ قصہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے تھے اور جناب رسالت مآب ارشاد فرماتے تھے کہ ایک وقت ایسا آویگا کہ تمکو حق تعالی ان لوگون سے بدلا لینے کی طاقت بخشیگا اور جو کچھ کہ یہ تمھارے ساتھ کرتے ہین ایسا ہی تم انکے ساتھ کروگے کافرون نے جو یہ ماجرا سنا تو طعن اور ٹھٹھول شروع کیا کہ یہ ذلیل مفلس کیا حقیقت رکھتے ہین کہ ہم سے بدلا لے سکین گے اگر ہماری عزت اور انکی ذلت حق تعالی کے نزدیک ثابت نہوتی تو ہمکو کیون انپر غالب کرتا بس معلوم ہوا کہ ہر وقت اور ہر آن انعام آلہی ہمارے ہی نصیب ہی اور ذلت اور عجز اور خواری انکے نصیب ہی کافرون کی اس بات کے جواب مین یہ سورت نازل فرمائی اور مطلع مین اس سورت کے سوگند آسمان کی کھائی ہی کہ جو بارہ برج رکھتا ہی اور ہر برج سبب ہی عالم اور اہل عالم کے انقلاب کا اور بہت سی چیزین ہین کہ ایک برج کی تاثیر کے سبب سے عزیز ہوتی ہین اور وہی دوسرے برج کی تاثیر سے ذلیل اور بیقدر ہو جاتی ہین چنانچہ پوستین اور شال اور پوستین وغیرہ گرمی کے دنون مین اور ٹھنڈا پانی اور لطیف شربت اور برف جاڑون مین پس اس بیان سے اس انقلاب کو اپنے دل مین خوب سمجھین اور اپنی عزت پر مغرور نہون اور ذلت پر مسلمانون کی طعن اور استہزا نکرین کہ ہر سال اختلاف موسم کے وقت اس انقلاب کو دیکھتے ہین اور بیان سے معلوم ہوا کہ اس سورے کا نام سورۃ البروج اسی مناسبت کیواسطے رکھا ہی کہ منظور اس سورت مین بیان نیکی اور بدی کے پے در پے آنے کا ہی اور سعادت اور نحوست کے بدلنے کا تا معلوم ہو جاوے کہ جو شخص کہ مسلمان کو ایذا اور رنج پہنچاتا ہی اور نہایت قوت اور غلبہ رکھتا ہی ہو سکتا ہی کہ انتقام مین گرفتار ہو اور خراب ہو اور زیادہ تر اور مشہور تر اسباب نیک بختی اور بدبختی کی لیاقت کے نزدیک عوام کے کہ ہر سال اسکو دیکھتے ہین اور جانتے ہین آسمان کے بارہ برج ہین اسی واسطے قمری مہینے کو اس حقمین اعتبار نہین فرمایا ہی کہ انکے اختلاف کے سبب سے انقلاب عالم مین نظر نہین آتا اور یہی سبب ہی کہ مہینے شمسی ہر موسم مین آتے ہین اور حکم اس موسم کا پکڑتے ہین اور خود بھی بسبب بدلنے برجون کے احکام کے انقلاب قبول کرتے ہین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّمَاۗءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ قسم کہاتا ہون مین آسمان برجون والے کی کہ ہر برج نیکی اور بدی اور سعادت اور نحوست مین جدا حکم رکھتا ہی اور باوجود حکمون کے اختلاف کے تعاقب اور دوران رکھتا ہی اور چند روز حکم اُسکا عالم مین جاری ہوتا ہی پھر زائل ہو جاتا ہی وہی حکم پھر آتا ہی سو کسی شخص کے واسطے یون اعتماد کرنا نچاہیے کہ یہ حالت خاص اسی کے واسطے ہی دوسرے کو نہ نصیب ہو گی کیونکہ ہو سکتا ہی کہ یہ حالت موجودہ معدوم ہو جاوے اور وہ حالت معدومہ لوٹ آوے اور حقیقت برجون کی یہ ہی کہ آفتاب کی گردش کے سبب سے آسمان مین ایک دائرہ پیدا ہوتا ہی کہ اُسکو دائرۃ البروج کہتے ہین اور آفتاب اُسکو ایک سال کی مدت مین تمام طی کرتا ہی اور جب اس دائرے کو بارہ حصون پر برابر تقسیم کرین تو بارہ حصے ہونگے تو ہر حصے کو برج کہتے ہین اور سب ملکے بارہ برج پیدا ہوتے ہین اور وجہ اس دائرے کی تقسیم ہونے کی بارہ حصہ پر نہ اس سے کم نہ زیادہ کہ جناب الٰہی سے دلونمین تمام بنی آدم کے القا ہوا ہی اور تمام طائفے ہنود اور فارسیون اور یونانیون اور عربون اور فرنگیون اور دوسری قومون کے اسی بات متفق ہین سو یہ ہی کہ جو مدت ہی آفتاب کے ہونیکی ہر ربع مین ارباع فلک سے اسکا فصل نام رکھا ہی کہ ہوا اور خاصیت اُن فصلون کی مخالف ایک دوسرے کی ہی جیسے ربیع اور خریف اور گرمی اور جاڑے اور ہر فصل کو ابتدا اور بیچ اور انتہا ہی کہ حکم اس فصل کا اُن حالتون مین ساتھ قوت اور ضعف کے بدلتا ہی تو آسمان اسی واسطے بارہ قسم پر تقسیم کیا گیا اور ہر قسم کا برج نام رکھا ہی اور آفتاب کو بھی ایک دورے کامل کی مدت مین بارہ مرتبے چاند سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہی اور یے دونون آسمان مین ایک مکان پر اکھٹے ہوتے ہین اور ہر بار جمع ہونا چاند کا آخر تک یہی قمری مہینا ہی اسی واسطے آسمان کو موافق گنتی جمع ہونے شمس اور قمر کے بارہ حصے مقرر کیا ہی اور ہر قسم کو برج مقرر کیا ہی اور ہر برج کا موافق اُس صورت کے کہ جمع ہونے سے تارون کے اس برج مین پیدا ہوئی ہی نام رکھا جیسے حمل اور ثور اور جوزا اور سرطان اور اسد اور سنبلہ اور میزان اور عقرب اور قوس اور جدی اور دلو اور حوت اور ہر ایک کو ان برجون سے آفتاب کی حرکت کے دنونکی مانند تیس حصون پر تقسیم کیا ہی اور ہر قسم یعنی ہر حصہ کا اُن برجون سے درجہ نام رکھا ہی اور ہر درجے کو ساٹھ جگہ بانٹا ہی اور ہر حصے کا نام اُن درجون سے دقیقہ رکھا ہی کہ ہندی لغت مین اتنی دیر کو گھڑی کہتے ہین اور دقیقے کو ساٹھ قسم پر تقسیم کرکے ثانیہ نام رکھا ہی کہ ہندی لغت مین اسکو پل کہتے ہین اور ہر ثانیہ کو بھی ساٹھ حصے پر کیا ہی اور اُسکا نام ثالثہ رکھا ہی جسکو ہندی مین چھن کہتے ہین اور علیٰ ہذا القیاس اور یہ بارہ برج آپسمین صورت اور احکام مین نہایت اختلاف رکھتے ہین پس حمل بکری کے بچے کی صورت ہی کہ سر مغرب کیطرف اور دم مشرق کیطرف رکھتا ہی اور منہ پیچھے پھیرے ہوئے کسی کو دیکھ رہا ہی اور جو ستارے کہ اسکی صورت مین واقع ہین تیئیس ستارے ہین اور پانچ تارے دوسرے بھی اسکی صورت سے تعلق رکھتے ہین گو کہ صورت سے خارج واقع ہوتے ہین اور ثور بیل کی صورت ہی کہ سر اُسکا مشرق کی طرف ہی اور دم اسکی مغرب کی طرف ہی اور صورت اسکی بتیس تارون سے مرکب ہی اور دوسرے تارے بھی مانند عین الثور اور ثریا کہ انگور کے خوشے کی مانند ہی اور دوسرے بھی اسکی صورت سے تعلق رکھتے ہین اگرچہ صورت سے خارج ہین اور جوزا دو آدمیو کی صورت پر ہی ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے کہ سر ان کے شمال اور مشرق کیطرف ہین اور پانون اُنکے جنوب اور مغرب کیطرف ہین اور اٹھارہ تارے اس برج کی صورت مین واقع ہین اور سات تارے دوسرے خارج ہین کہ انمین سے ذراع اور ہنعہ بھی ہین اور سرطان ایک جانور کی صورت پر ہی کہ معروف اور مشہور ہی کہ فارسی مین اُسکو خرچنگ کہتے ہین اور ہندی مین کیکڑا اور نو ستارون سے اسکی صورت مرکب ہی اور اسد شیر کی صورت پر ہی کہ ستائیس تارون سے مرکب ہی اور دوسرے تارے جیسے قلب الاسد اور زبرہ بھی اس سے تعلق رکھتے ہین اور سنبلہ ایک عورت کی صورت ہی کہ ایک خوشہ اسکے ہاتھ مین ہی سر اُسکا اسد کے پیچھے ہی اور پانون اُسکے میزان کیطرف ہین چھبیس تارون سے مرکب ہی اور دوسرے تارے بھی اس سے تعلق رکھتے ہین اور اُسکے ہاتھ کے پاس جس ہاتھ مین خوشہ ہی ایک تارہ ہی جسکا نام سماک اعزل ہی اور میزان ترازو کی صورت ہی آٹھ تارون سے مرکب ہی اور عقرب بچھو کی صورت ہی مرکب ہی اکیس تارون سے اور قلب العقرب اور اکلیل اور دوسرے تارے بھی اسکے تعلق رکھتے ہین اور قوس ایک مرد کی صورت کی

تیر کمان ہاتھ مین لئے تیس تارون سے مرکب ہی اور جدی کی صورت بھیڑ کے بچے کی ہی مرکب ہی اٹھائیس تارون سے اور سعد ذابح بھی اسی سے تعلق رکھتا ہی اور دلو بھی ایک مرد کی صورت ہی کہ ڈول کو بیچ کنوئین کے ہاتھ مین پکڑ کے اسکو اوندھا کیے ہوئے پانی اسکا زمین پر گراتا ہی اور صورت اسکی بیالیس تارون سے مرکب ہی اور حوت کی شکل دو مچھلیونکی سی ہی کہ انمین ایک دونون پیٹھ اور پیٹ ملائے ہوئے پڑی ہین ایک انمین سے سمک مقدم کہتے ہین کہ جنوب کیطرف ہی اور صورت ان دونون مچھلیون کی چونتیس تارون سے مرکب ہی یہ بیان ہی برجون کی صورتون کے اختلاف کا لیکن ان برجون کے احکام کے اختلاف کا بیان یہ ہی کہ حمل مریخ کا گھر ہی اور وبال زہرہ کا اور شرف آفتاب کا انیسوین درجے مین ہی اور ہبوط زحل کا اور حمل کو برج مذکر اور نہاری اور حار یابس اور صفراوی اور برج منقلب اور ربیعی اور شمالی کہتے ہین اور ثور زہرہ کا گھر ہی اور وبال مریخ کا اور شرف قمر کا اسکے تیسرے درجے مین ہی اور اسکو مؤنث اور لیلی اور سرد خشک اور سوداوی اور ثابت گنتے ہین اور جوزا عطارد کا گھر ہی اور وبال مشتری کا اور شرف راس کا اور ہبوط ذنب کا اور اسکو مذکر اور نہاری اور گرم تر اور دموی اور ذوجسدین گنتے ہین اور سرطان قمر کا گھر ہی اور وبال زحل کا اور شرف مشتری کا اور ہبوط مریخ کا اور مؤنث اور لیلی اور برج منقلب ہی اور اسد سورج کا گھر ہی اور وبال زحل کا اور اسمین شرف اور ہبوط نہین ہی اور ثابت ہی اور مذکر اور نہاری اور حار یابس اور صفراوی ہی اور سنبلہ عطارد کا گھر ہی اور شرف بھی عطارد کا اور وبال مشتری کا اور ہبوط زہرہ اور ذوجسدین کا اور مؤنث اور لیلی اور سرد خشک سوداوی ہی اور میزان زہرہ کا گھر ہی اور وبال مریخ کا اور شرف زحل کا اور ہبوط آفتاب کا اور برج منقلب ہی اور مذکر اور نہاری اور گرم تر اور دموی بھی اور عقرب مریخ کا گھر ہی اور وبال زہرہ کا اور ہبوط قمر کا اور برج ثابت اور مؤنث اور سرد تر اور بلغمی ہی اور قوس مشتری کا گھر ہی اور وبال عطارد کا اور شرف ذنب کا اور ہبوط راس اور ذوجسدین کا اور مذکر اور نہاری اور گرم اور خشک اور صفراوی ہی اور جدی زحل کا گھر ہی اور وبال قمر کا اور شرف مریخ کا اور ہبوط مشتری کا اور برج منقلب اور مؤنث ہی اور دلو زحل کا گھر ہی اور وبال آفتاب کا اور کسی ستارہ کو اسمین شرف اور ہبوط نہین ہی اور برج ثابت ہی اور ہوائی اور گرم و تر اور مذکر اور نہاری ہی اور حوت مشتری کا گھر ہی اور وبال عطارد کا اور اسکے ہبوط کا اور شرف زہرہ کا اور مؤنث اور لیلی اور سرد اور تر اور بلغمی اور ذوجسدین ہی حاصل کلام کا ظاہر خواص اور احکام سے ان برجون کے کہ بہ نسبت عوام کے ذہنون کے ظاہر اور روشن ہی سو اختلاف فصلون کا ہی اسکے ضمن مین عزت اور ذلت تمام عالم مین تعاقب اور تبادل کرتی ہی اور ہر سال یہ انقلاب ظاہر ہوتا ہی پھر دوسرے برس اسی طور سے عزت مفقود اور ذلت معدوم پھر عود کرتی ہی تو یہ دلیل صریح ہی حالات کی تبدیل پر اور انقلاب عزت کا ذلت سے اور ذلت کا عزت سے اور جو اس قسم کے انقلاب کو کہ ہمیشہ نظر مین عام و خاص کی مشہور اور محسوس ہی ثابت فرمایا اب ایک قسم اور واسطے بیان کرنے ایک بڑے انقلاب کے کہ واقع ہونیوالا ہی اور عام و خاص کی نظر سے مستور اور مخفی ہی اور عقل کسی عاقل کی خود بخود بغیر نور نبوت کے مدد کے اسکو معلوم نہین کر سکتی ہی یاد فرماتے ہین **وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ** اور قسم کھاتا ہون مین اس دن کی کہ وعدہ کیا گیا ہی جزا دینے کے واسطے اور اسمین ایک بڑا تغیر اور تبدل ظاہر ہوگا کہ آسمان اور آسمان کے برج اور زمین سب اس روز ثلث پلٹ ہو جاوینگے اور ایک عالم دوسرا اس روز پیدا ہوگا اور اس عالم کے عزت دارون کو اس روز کمال ذلت ہوگی اور ذلیلون کو اس عالم کے اس عالم مین کمال عزت حاصل ہوگی اور جو وہ روز جزا کے واسطے مقرر ہوا تو معلوم ہوا مین جزا کے تین چیزین ضرور ہین اول مستحق جزا کا ہونا دوسرے حاکم کا ہونا کہ ہر شخص کو اسکے موافق بدلا دیوے تیسرے اس کام کا ہونا نیکی اور بدی سے کہ موافق اسکے جزا دی جاوے اسواسطے بیان کرنے کو ان تینون چیزون کے کہ اس روز جمع ہونگی دو قسمین اور یاد فرمائین **وَشَاهِدٍ** اور قسم کھاتا ہون مین ہر حاضر ہونیوالے کی جنس سے آدمیون کی اور جنون کی اور فرشتون کی کہ اس روز ایک جا پر حاضر ہونگے اور ایک جماعت عظیم کہ ہرگز اسکی مانند خیال مین نہین سماتی جمع پاویگی اور بسبب اس اجتماع کے مقدمہ جزا کا درست ہوگا کہ مدعی اور مدعا علیہ اور گواہ سب محکمہ مین موجود ہین **وَمَشْهُودٍ** اور قسم کھاتا ہون مین اس چیز کی کہ اسکے پاس حاضر ہونگے اور وہ چیز بھی کئی صورتین رکھتی ہی اول عمل نیک اور بد کہ پھر دیکھنے کے گوشے

اور زندہ ہونے کے نمودار ہونگے اور ہر شخص کے ہمراہ ہونگے دوسرے فرشتے کہ رنگارنگ صورتون سے تنعیم اور تعذیب کے واسطے آدمی کے ظاہر ہونگے اور چھٹے
ساتون آسمان کے اور حاملان عرش اور لکھنے والے اعمال کے سب بے حجاب آدمی کو نظر آوینگے تیسرے نامے اعمال کے ہر شخص کو دینگے کہ مطالعہ کرے چوتھے اعمالون کا
وزن کہ وقت حاضر ہونے میزان کے عمل جاویگا پانچوین تجلی الہی کہ حکم اس روز کا ہے بے پردہ نمایان ہو جاویگی چھٹی بہشت اور دوزخ کہ اس جہان مین پوشیدہ اور
مخفی ہین ساتھ لباس اور آرایش کے اور ہول اور شدتون کے جلوہ گر ہونگی اور بسبب ظاہر ہونے ان چھ چیزون کے ایک انقلاب عجیب آدمی کی جان اور
بدن مین بلکہ تمام عالم مین نمودار ہوگا اور تفسیر مین شاہد اور مشہود کے بہت اختلاف ہے اور وہ جو اس جگہ مذکور ہوا وہ صحابہ کرام کے معتبرون سے منقول ہے جیسے
عبد اللہ بن عباس اور حضرت امام حسن اور ضحاک اور مجاہد اور ابن المسیب رضی اللہ عنہم لیکن معالم التنزیل مین بغوی سے اور دوسری حدیث کی معتبر کتابون مین
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مراد شاہد سے جمعہ کا دن ہے کہ ہر شہر اور ہر مسجد کہ اسمین جمعہ پڑھا
جاتا ہے برکتین اس روز کی حاضر ہوتی ہین اور مراد مشہود سے عرفے کا دن ہے کہ حاجی دور دور کے ملکون سے حج کے انوار حاصل کرنے کو
اس روز ایک خاص مکان مین جمع ہوتے ہین پس گویا وہ دن اس مکان مین سکونت رکھتا ہے کہ لوگ اسکے مشتاق ہو کر اسکے پاس آتے ہین
اور وجہ نکرہ ہونے شاہد اور مشہود کی برخلاف اگلی قسمون کے کہ معرف ساتھ لام کے ہین یہی ہے کہ جمعہ کا دن اور عرفے کا دن ایک فرد مین
منحصر نہین مکرر وارد ہوتے ہین برخلاف قیامت کے دن کے اور آسمان اور برجون کے کہ غیر مکرر واقع ہوئے ہین اور حدیث شریف مین ح
وارد ہے کہ خیر یوم طلعت فیہ الشمس یوم الجمعۃ فیہ خُلق آدم و فیہ ادخل الجنۃ و فیہ اہبط منہا و فیہ تقوم الساعۃ و فیہ
تاب اللہ علی آدم یعنی بہتر دن جسمین سورج نکلا جمعہ کا دن ہے اسی دن پیدا کیے گئے حضرت آدم علیہ السلام اور اسی دن داخل کیے گئے جنت
مین اور اسی دن نکالے گئے تھے اور اسی دن قیامت قایم ہوگی اور اسی دن توبہ قبول کی اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کی اور یہ بھی وارد ہے کہ
جمعہ کے دن مین ایک ساعت ہے کہ اگر بندہ مسلمان اس ساعت کو ساتھ دعا اور التجا کے جناب الہی مین مطلب حاصل ہونیکے واسطے اچھی طرح سے گذارے
تو مطلب اسکا حاصل ہو جاوے اور یہ بھی وارد ہے اکثروا الصلوۃ علی یوم الجمعۃ بہت بھیجو مجھ پر درود جمعہ کے دن کہ وہ دن متبرک ہے اور یہ بھی
حدیث شریف مین ہے کہ حق تعالی عرفے کے روز فرشتون کو فرماتا ہے کہ دیکھو میرے بندونکو کہ کیسے دھولون مین اٹے ہوئے بال بکھرے ہوئے ح
کہان کہان سے میرے گھر کا حج کرنے کو آئے ہین گواہ رہو کہ مین نے انکو بخش دیا اور اس روز شیطان عام مغفرت الہی کو دیکھ کر واویلا مچاتا ہے ح
اور خاک سر پر اڑاتا ہے اور اسدن کا روزہ دو سال اگلے اور دو سال پچھلے گناہونکی کفارت ہے اور یہ بھی حدیث شریف مین آیا ہے کہ ہفتے کے دنونمین ح
بہتر دن جمعہ کا ہے اور سال کے دنونمین بہتر دن عرفے کا ہے یعنی نوین ذی حجہ کی اور اگر دونون جمع ہون تو نور علی نور ہو جاوے اور ان دونون
دنون مین بھی ایک طرح کا انقلاب ہے کیونکہ جمعہ کا دن ہماری شریعت مین ہفتے کی ابتدا ہے اور عرفے کا دن سال کی عبادتون کا انتہا ہے بسبب ف
ادا کرنے عبادت کبری کے کہ حج ہے خانہ کعبہ کا اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ جو دن کہ اسمین اجتماع عظیم واقع ہو اور بہت سے لوگ حاصل کرنے کو برکت کے ف
یا سرانجام پہونچانے کو کسی مہم کے حاضر ہون تو وہ دن مشہود ہے اور حاضر ہونیوالے اس روز کے شاہد اور بموجب اس تفسیر کے مشہود جمعہ کا دن ہے اور
عرفہ اور عیدین کا اور ترویہ کا دن یعنی آٹھوین ذی حجہ کی اور دوسرے دن اجتماعون کے اور ایک گروہ نے تفسیر والون سے شاہد اور مشہود کو مشہود سے
جو معنی ہین حضور کے ہین نہین پکڑا بلکہ شہادت سے کہ جو معنی مین گواہی کے ہے اختیار کیا ہے اس تقدیر پر شاہد اور مشہود بہت سی چیزین ہین اول تو
ذات حضرت حق کی جیسے سالم بن عبد اللہ نے کہا ہے کہ شاہد خدا ہے اور مشہود خلق کفی باللہ شہیدا اور سعید بن جبیر نے کہا ہے کہ شاہد خدا ہے
اور مشہود بہ توحید شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو دوسرے یہ کہ شاہد پیغمبر ہین اور مشہود علیہ ہے قول اللہ تعالی کا
فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید تیسرے یہ کہ شاہد عملون کے لکھنے والے ہین اور مشہود مکلفین جیسے قول ہے اللہ تعالی کا
وجاءت کل نفس معہا سائق و شہید چوتھے یہ کہ شاہد آدمی کے اعضا ہین اور مشہود علیہ آدمی جیسے قول ہے اللہ تعالی کا یوم تشہد

علیہم

عَلَیْهِمْ اَلسِنَتُهُمْ وَاَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ پانچوین یہ شاہدات اور دن ہین اور مشہود بہ بنی آدم کے اعمال جیسے حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہی
مامن یوم الا ینادی انی یوم جدید وانی علی ما یعمل فی شہید چھٹے یہ کہ شاہد آسمان و زمین ہین کہ ہر قطعہ آسمان کا جو چیز کہ اُسکے
نیچے واقع ہوئی ہی نیکی اور بدی سے بیان کریگا اور ہر ٹکڑا زمین کا جو کچھ اُس پر واقع ہوا ہی نیکی سے یا بدی سے قیامت کے دن گواہی دیگا اور مشہود بہ نیک و بد
کام ہین کہ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر واقع ہوتے ہین ساتوین یہ کہ شاہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہی اور مشہود علیہ دوسری
امتین قولہ تعالی وَکَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْكُمْ شَهِیْدًا آٹھوین یہ کہ امام رازی
رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہی کہ شاہد تمام ممکنات ہین اور مشہود ذات پاک واجب الوجود کی کہ ہر ذرہ ذرات سے عالم کے وجود پر ذات اور صفات حق تعالی
گواہ ہی اور موافق اسی تفسیر کے ہی اصطلاح اہل کلام کی کہ قیاس غائب کا شاہد پر درست نہین اور دلیل پکڑنا ساتھ شاہد کے اوپر غائب کے ہو سکتا ہی
نوین یہ کہ شاہد حجر اسود ہی اور مشہود لہ حجاج کیونکہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ الحجر الاسود یمین اللہ فی الارض یجیئ یوم القیمۃ لہ عینان
یبصر بهما و لسان ینطق بہ یشہد علی من استلمہ بحق اور حضرات صوفیہ نے بھی فرمایا ہی کہ مقام مین جلا کے شاہد حق ح
ہی اور مشہود خلق اور استجلا کے مقام پر شاہد خلق ہی اور مشہود حق تہر تقدیر یہ چیزین کہ مذکور ہوئی ہین بسبب شرافت اور عظمت کے رکھتے ہین
قابل قسم کھانیکے ہین اور فی الجملہ دلالت انقلاب پر احوال کے بھی کرتی ہین اور موافق بعضے معانی کے تنکیر اور ابہام بھی مناسب اُن کے ہی اور
معین کرنے مین ان قسمون کے جواب کے مفسرون کو بڑا اختلاف ہی بعضے کہتے ہین کہ جواب ان قسمون کا قتل اصحاب الاخدود ہے
مقدر ماننے سے لام اور قد کے اور بعضون نے کہا ہی کہ یہ کلام تقدیم اور تاخیر پر بنایا گیا ہی یعنی قتل اصحاب الاخدود والسماء ذات البروج
اور ابن مسعود اور قتادہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہی کہ جواب ان قسمون کا اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ اور درمیان مین اُنکے جو کہ مذکور ہی حکم جملہ
معترضہ کا رکھتا ہی اور کشاف والے اور تھوڑے سے متقدمین نے یون اختیار کیا ہی کہ جواب قسم کا محذوف ہی یعنی لعن من یوذی المؤمنین
لایمانہم کما لعن اصحاب الاخدود اور صحیح یہ ہی کہ جواب قسم کا ان الذین فتنوا المؤمنین ہی اور قتل اصحاب الاخدود بطور گواہی
کے اس مضمون پر بعد ان چارون قسمون کے درمیان مین لاتے ہین کہ دلائل عقلیہ ساتھ دلائل نقلیہ کے ملکر کمال قوت سے اثبات مطلب کا کرین
اور یہ بھی ہی کہ ان قسمون سے انقلاب عالم کا اور انتقام ظالم سے دنیا مین دائرۂ نحوست کے آنے کے وقت اور وعدہ دیے گئے دنین بعد قایم ہونے
شاہدون کے اور اظہار مشہود بہ کے مطلقا ثابت ہوتا ہی اور اس قصے سے بالخصوص مسلمان بندون کی مدد اللہ تعالی کیطرف سے معلوم ہوتی ہی
بس للنا اس قصے کا واسطے تمام کرنے تقریب سخن کے اور تنزیل عام کی اوپر خاص کے ہی کہ تقدیر مطالب مین اُس سے ناچاری ہی یعنی مقدر
ماننے مین مطلب کے ضرور ہی گویا یون فرماتے ہین کہ انتقام مسلمانون کا ظالمون سے کیا دنیا مین اور کیا آخرت مین بعد لانے گواہون کے اور ثابت
ہونے حق کے ضرور ہونیوالا ہی جیسے قبل اُسکے واقع ہو چکا ہی کہ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ قتل عام کیے گئے خندق والے کہ طول مین
چالیس چالیس گز اور عرض مین بارہ بارہ گز کھودی تھین تاکہ مسلمانون کو ان خندقون مین ڈالین اور عذاب کرین اور وہ خندقین ایسی گرم ہوئی اور بھری تھین کہ
النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ تمام وہ خندق ایک آگ تھی شعلہ والی یا بہت سی لکڑیون والی کہ اسمین جلا کر نہایت گرم کیا تھا اور
حدیث شریف مین ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلاوت مین اس سورہ کی اس آیت کو پہونچتے تھے فرماتے تھے کہ اعوذ باللہ من جہد البلاء ع
اور یہ قتل عام کہ خندق والون کو واقع ہوا بدلا تھا جلد اور سریع کہ بسبب بھڑکنے آگ کے اور اُسکی چنگاریون کے بعد ڈالنے مسلمانون کے
اُسمین فی الفور ہلاک ہوئے اور فرصت گھر تک پھر جانے کی نہ پائی اسواسطے کہ یہ انتقام اُس وقت واقع ہوا کہ اِذْ هُمْ عَلَیْهَا قُعُوْدٌ
جسوقت کہ وے خندق والے اس آگ پر بیٹھے تھے قبل اسکے کہ کرسیون سے اُٹھین اور گھر کو جاوین جل گئے اور تھوڑی سی فرصت بھی نہ پائی اور اس قسم کا بدلا
جلد اور سریع لینا پیشتر عوام کی نظر و مین سبب عبرت کا ہوتا ہی اور فی الواقع اس جماعت نے ظلم مین کمال مرتبے کو زیادتی کی تھی کہ ایسی جلد سزا کو پہونچے کیونکہ

دوسرے ظالم جو کسی پر ظلم کرتے ہین اپنے روبرو مار دہاڑ نہین کرتے بلکہ پیادون کو یا قید خانے والون کو حکم کر دیتے ہین کہ گناہ گارون کو سزا پونہچاوین
تاکہ خلاف مروت کے اور خلاف رقت جنسیت کے واقع نہو **وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ** اور یے ظالم کہ
صاحب خندق کے تھے جو کچھ کہ ایمان والون سے کرتے تھے خود اپنے حضور مین کرتے تھے اور یہان سمجھ لیا چاہیے کہ قصہ اصحاب خندق کا کہ دین اور ایمان کے
سبب سے لوگون کو اُس آگ بھری خندق مین ڈالا ہے اور خود بھی جلد اسیوقت انتقام مین گرفتار ہو کر گندۂ دوزخ ہوئے چار بستیون مین کہ قریب حجاز کے
ملک کے ہین واقع ہوا ہے تو معلوم یون ہوتا ہے کہ اس آیت سے یہ چارون قصے مراد ہون اور منظور اہل مکہ کو ڈرانا ہے تاکہ ان قصون سے کہ اُن پر بھی
ظاہر ہین عبرت پکڑین اور مسلمانون کی ایذا دینے مین زیادتی نکرین پہلا قصہ جو شام کے ملک مین واقع ہوا کیفیت اسکی حدیث صحیح مین کہ مسلم اور
دوسری صحاح مین صہیب رومی رضی اللہ عنہ کی روایت سے وارد ہے سو یہ ہے کہ اُس ملک مین ایک بادشاہ تھا بڑا جلیل القدر اور اُسکے یہان
ایک جادوگر تھا کہ جادو کے فن مین کمال مہارت رکھتا تھا اور اس بادشاہ کی سلطنت گویا اُسی کے سبب سے قایم تھی جو دشمن کہ ارادہ اُسکے
ملک کا کرتا وہ جادوگر اُسکو جادو سے ہلاک کر دیتا تھا کچھ لڑنے بھڑنے کی بھی حاجت نہوتی تھی اور جب کبھی ارکان اور اُمرا اس مملکت کے بادشاہ
سے اُسکی نالائق حرکتون کے سبب سے بددل اور رنجیدہ ہوتے تو یہ جادوگر جادو کے زور سے انکو رجوع کر دیتا تھا اور اسی طرح سے ہر امر مین سحر
اُسکا کام کرتا تھا یہانتک کہ وہ جادوگر بوڑھا ہوا اور اپنی زندگی سے ناامید ہوا تب بادشاہ سے عرض کی کہ مین بوڑھا ہو گیا اور قریب ہے کہ اس
جہان فانی سے رخصت ہوا چاہتا ہون اب کوئی لڑکا خوب عاقل اور ہوشیار اپنے غلامون مین سے میرے سپرد کرو تاکہ اسکو سحر کا علم تعلیم کرون کہ میرے
پیچھے کاروبار تمہاری مملکت کا وہ اُسکا درست کرتا رہے بادشاہ نے ایک غلام ہوشیار اپنے غلامون مین سے تجویز کر کے اسکو حکم کیا کہ صبح سے شام تک ساحر کے
پاس حاضر رہا کر اور جادو کا فن سیکھ اُس لڑکے نے روز آنا جانا جادوگر کے گھر شروع کیا اور جادو سیکھنے لگا اتفاقاً ایک روز راستے مین کیا
دیکھتا ہے کہ بہت سے آدمی ایک دروازے سے نکلتے ہین پوچھا کہ اس گھر مین کون ہے کہ لوگ اُسکے پاس جاتے ہین کسی نے کہا کہ یہان ایک راہب ہے یعنی عابد کہ
دنیا کو ترک کر کے خدا کیطرف مشغول ہے یہ سنکر وہ لڑکا بھی اس راہب کے مکان مین آیا اور اُسکے حضور مین بیٹھا اور اُسکی باتین سنین بس سنتے ہی راہب کے کلام کا
اُسکے دل مین اثر ہو گیا یہانتک نوبت پہونچی کہ جب بادشاہ کے دولتخانے سے ساحر کے گھر کو جاتا تو راستے مین راہب کے پاس بیٹھتا تھا اور جو تک
راہب کے پاس زیادہ بیٹھ جاتا تو جادوگر اُسکو نہایت غصہ اور تنبیہ کرتا کہ دیر کیون کی وہ لڑکا کہتا کہ مجھکو گھر مین دیر لگی آخر ساحر نے یہ ماجرا بادشاہ کے
حضور مین عرض کیا بادشاہ نے نہایت تقید فرمائی کہ یہ لڑکا بہت سویرے ساحر کے پاس جایا کرے لوگون نے عرض کی کہ یہ لڑکا یہان سے تو صبحدم جاتا ہے
اگر دیر کرتا ہے تو راہ مین کرتا ہے بس بادشاہ اور ساحر دونون نے یہ خبر سنکر لڑکے کو دھمکایا کہ خبردار پھر ایسی دیر نکرنا لیکن یہ خیال کیا کہ شاید راستے مین لڑکون کے ساتھ کھیل کود
مین لگجاتا ہے اسواسطے دیر ہو جاتی ہے یہانتک کہ ایک روز یہ لڑکا راہب کے گھر سے بادشاہ کے دولتخانیکی طرف آتا تھا ناگاہ کیا دیکھتا ہے کہ راستے مین ایک اژدہا
پڑا ہے اور راستہ بند ہے ادھر کے لوگ ادھر اٹک رہے ہین اور ادھر کے لوگ اُدھر ٹھٹک رہے ہین لڑکے نے اپنے دل مین کہا کہ آج امتحان کرتا ہون کہ ساحر کی
صحبت بہتر ہے یا راہب کی پس ایک پتھر اُٹھایا اور کہا ای بارخدایا اگر دین اور مذہب گوشہ نشین کا بہتر ہے سحر اور ساحری سے تو اس اژدہے کو مار ڈال
تاکہ لوگ خلاص ہو جاوین اور اُس پتھر کو اژدہے کیطرف پھینکا اُس پتھر کے پہونچتے ہی وہ اژدہا ہلاک ہو گیا لوگ اس معاملے کو دیکھ کر پکار اُٹھے کہ یہ لڑکا جادوگری
کے کمال کو پہونچا رفتہ رفتہ یہ خبر گوشہ نشین کو پہونچی تو اُسنے خلوت مین لڑکے سے کہا کہ ای لڑکے تجھکو خدا تعالی نے بزرگ کیا اور تیرا رتبہ اللہ تعالی کے
نزدیک بڑا عالی ہوگا اسکو مین خوب جانتا ہون لیکن تو ایک بلا مین مبتلا ہوگا خبردار مجھکو نہ بتانا لڑکے نے گوشہ نشین سے قول و اقرار کیا کہ مین ہرگز تیرا نام
نہ لونگا اور تجھکو نہ بتاؤنگا تو خاطر جمع رکھ پھر لڑکے کو حق تعالی نے برکت سے گوشہ نشین کی صحبت کی اور انجیل مقدس کی تلاوت کی برکت سے کہ اُسنے تعلیم لی تھی اور دین عیسوی کے
اتباع کی برکت سے کہ اس زمانے مین حقیقت اسی دین مین منحصر تھی ولایت عظمی کے مرتبہ کو پہونچایا یہانتک کہ کوڑھی اور مادرزاد اندھے اسکے ہاتھ کی برکت سے اچھے ہو جاتے تھے اور بہت سے مریض اطبا
انکے معالجے سے عاجز ہو جاتے تھے اس لڑکے کی دعا سے تندرست ہو جاتے تھے اتفاقاً بادشاہ کے ایک مصاحب کی آنکھین جاتی رہی تھین اور اندھے پنے کے سبب سے بادشاہ کی مصاحبت چھوٹ گئی تھی جب اُس لڑکے کی

شہرت اسکے کان مین پونہچی تو اسکے پاس آیا اور کچھہ ہدیہ اور نذرانا اسکے واسطے لایا اور کہنے لگا کہ مجھپر بھی توجہ فرما اور شفا بخش اس لڑکے نے کہا کہ مین کیا چیز ہون کہ شفا دون شفا اللہ تعالی کے ہاتھہ مین ہی اگر تو اللہ تعالی پر ایمان لاوے اور بت پرستی چھوڑ دے اور بادشاہ کو اپنا پروردگار نجانے تو مین جناب الٰہی مین دعا کرونگا کہ تجھہ کو شفا نصیب ہو وہ اندھا اسی مجلس مین مشرف بایمان ہوا اور دعا سے اس لڑکے کی فی الفور اچھا ہو گیا اور موافق معمول کے بادشاہ کی مجلس مین حاضر ہوا بادشاہ نہایت متعجب ہوا اور کہنے لگا کہ اطبا اور کحال ہماری سرکار کے تیری آنکھون کے معالجے سے عاجز ہو گئے تھے اب تو کس طرح سے اچھا ہوا اسنے کہا پروردگار نے میرے بے وساطت غیر کے مجھکو بینا کیا بادشاہ نے فرمایا کہ میرے سوا پروردگار تیرا کون ہی مصاحب نے کہا کہ پروردگار میرا اور پروردگار تمہارا اللہ تعالی کی ذات پاک ہی جسنے مجھکو اور تجھکو اور سب خلق کو پیدا کیا ہی بادشاہ غصے ہوا اور اسکو مار دھاڑ شروع کی کہ یہ عقیدہ تو نے کس سے سیکھا جب مار کوٹ نہایت ہونے لگی تو گھبرا کر اس لڑکے کا نام بتا دیا بادشاہ نے لڑکے کو اپنے حضور مین بلایا اور کہنے لگا کہ تجھکو میری پرورش سے اور میرے ساحر کی برکت سے یہ فیض حاصل ہوا ہی کہ اندھونکو انکھیارا کرتا ہی اور ہر مرض کو شفا دیتا ہی یہ کیا کفران نعمت ہی کہ میری پرورش کو کنارے کر دیا اور پروردگار اپنا دوسرے کو ٹھہرایا لڑکے نے کہا کہ شفا نہ میرے ہاتھہ مین ہی نہ آپ کے نہ ساحر کے محض اللہ تعالی کی قدرت پر موقوف ہی بادشاہ نے فرمایا کہ اس لڑکے کو خوب عذاب کرو اور کہا کہ یہ لڑکا جو ساحر سے غائب رہتا تھا معلوم ہوا کہ دوسری جگہہ جاتا تھا اور وہانسے اس عقیدیکو سیکھا ہی ساحر بھی اس بات کے سننے سے گرتا پڑتا بادشاہ کے حضور مین پونہچا اور عرض کی کہ یہ لڑکا ایک مدت سے میرے پاس نہین آتا معلوم نہین کہ یہ کہان جاتا ہی اور سرکاری لوگون نے بھی عرض کی کہ یہ لڑکا یہانسے تو صبح سے جاتا ہی نہین معلوم کہ کہان رہتا ہی بادشاہ نے فرمایا کہ اسکو طرح طرح سے عذاب کر کے پوچھو کہ یہ عقیدہ کہانسے سیکھا ہی وہ لڑکا نہایت عذاب سے بیقرار ہو گیا اور نام اس گوشہ نشین کا بتلا دیا بادشاہ نے اس گوشہ نشین کو بلا کر آرا اسکے روبرو رکھا کہ اگر تو اپنے دین سے نہ پھریگا تو یہ آرا تیرے اوپر پھیریگا راہب نے کہا کہ مین ہرگز اس دین حق سے پھرنے والا نہین آگے جو تیری مرضی ہو سو کر بادشاہ نے فرمایا کہ اسکو آرے سے چیر ڈالو بس موافق حکم کے فی الفور اسکو چیر کے ڈالدیا پھر اس مصاحب کو سمجھانے لگے کہ اس راہب کے دین سے پھر جا اور توبہ کر اسنے بھی قبول نکیا آخر اسکو بھی اسیطرح ہلاک کیا پھر اس لڑکے کو لائے اور بادشاہ نے کہا کہ سزا ان دونون کی دیکھی اگر تجھکو اپنی زندگی منظور ہی تو اس دین سے تبرا کر لڑکے نے بھی انکار کیا پھر بادشاہ نے اپنے کئی مصاحبونکو حکم کیا کہ اسکو فلانے پہاڑ پر لیجا کر اسکی چوٹی پر کھڑا کرو اور اسکو خوب سمجھاؤ اگر یہ سمجھہ گیا تو اسکو بڑا امیر کرونگا اور اپنا مصاحب بناؤنگا اور اگر باز نہ آوے تو اسکو وہانسے دھکیل دینا کہ بند بند اسکا پاش پاش ہو جاوے لڑکے کو جب اس پہاڑ کی چوٹی پر لیگئے تو لڑکے نے جناب الٰہی مین عرض کی کہ یارب تو کسی طرح مجھہ کو انکے شر سے بچا اسیوقت پہاڑ مین ایک زلزلہ پیدا ہوا اور سارے مصاحب بادشاہ کے پہاڑ کے تلے گر کے پرزے پرزے ہو گئے اور وہ لڑکا صحیح و سلامت گھر کو آیا بادشاہ نے پوچھا کہ تیرے رفیق کیا ہوئے غلام نے عرض کی کہ اسی خدا نے جسکا دین مینے قبول کیا ہی انکی آفت سے مجھکو بچا لیا بادشاہ اور زیادہ غصہ ہوا اور دوسرے مصاحبونکو حکم کیا کہ اس لڑکے کو ایک کشتی مین سوار کر کے دریا کے اندر لیجاؤ اگر یہ لڑکا اس دین سے توبہ کرے تو بہتر ورنا اسکو دریا مین پھینک دینا جب اس لڑکے کو لیکر دریا کے بیچ مین پونہچے اور اسکو مرتد ہونے کی ترغیب دینے لگے تو اس غلام نے پھر جناب الٰہی مین عرض کی کہ بار خدایا مجھکو شر سے اس گروہ کے بچا لے فی الفور کشتی الٹ گئی اور بادشاہ کے مصاحب سب کے سب غرق ہو گئے اور غلام صحیح و سلامت نکل کے بادشاہ کے حضور مین گیا بادشاہ نے پوچھا پھر کیا کر کے آیا غلام نے تمام قصہ بیان کیا بادشاہ سنکر تعجب مین رہگیا غلام نے عرض کی کہ اگر بادشاہ کو اس بندے کا قتل ہی منظور ہی تو بغیر ایک حیلے کے نہو سکیگا بادشاہ نے کہا کہ وہ کیا ہی غلام نے عرض کی کہ وہ حیلہ یہ ہی کہ اس شہر کے سب لوگون کو شہر کے باہر ایک میدان مین جمع کرو اور مجھکو سولی پر چڑھا کر ایک تیر اپنے ترکش سے نکالو اور اسکی سوفار کو کمان کی زہ پر رکھہ کے اس افسون کو پڑھنا بسم اللہ رب الغلام یعنی نام سے اللہ کے جو رب ہی غلام کا پھر اس تیر سے مجھکو مارو تو مین اسی سے مر جاؤنگا بادشاہ نے ویسا ہی کیا اور اس تیر کو غلام کے مارا جب وہ تیر غلام کے جا کر کنپٹی مین لگا تو غلام نے اپنا ہاتھہ اسپر رکھا اور کہا کہ مینے اپنا مطلب پایا کہ اپنے پروردگار کے نام پر ذبح ہوا اسیدم ایک شور مخلوق سے اٹھا کہ آمنا برب الغلام آمنا برب الغلام یعنی ایمان لائے ہم پروردگار پر غلام کے ایمان لائے ہم پروردگار پر غلام کے

یہ بات سنکر مصاحبون نے بادشاہ سے عرض کی کہ اس بات مین بڑی خرابی پیدا ہوئی جس بات سے ہم ڈرتے تھے وہی پیش آئی کیونکہ سب شہر والون
نے خوب سمجھ لیا کہ اس غلام کا پروردگار نہایت زبردست اور قدرت والا ہی اور تم اس سے ضعیف اور زیردست ہو کیونکہ جبتک کہ اس غلام کے پروردگار
کا نام نہ لیا تب تک اس غلام کے مارنے پر قادر نہوئے بادشاہ یہ بات سنکر کمال غصے مین آیا اور شرمندگی سے جھنجلا کر کہنے لگا کہ شہر کے کوچون کے
کنارون پر خندقین کھودو اور آگ دہکاؤ اور بادشاہ اور تمام اعیان دولت خندق پر حاضر ہوئے اور کرسیان بچھائے ہوئے اُس عذاب کا تماشا کرتے تھے یہان
تلک کہ ایک عورت کو پکڑ کر لائے اسکے بغل مین ایک دودھ پیتا بچہ تھا چاہا کہ اس عورت کو بھی آگ مین ڈالین وہ عورت آگ مین گرنے سے ڈری اور
جھجھکی پیچھے ہٹی بادشاہ نے کہا کہ اس عورت کو مہلت دو شاید کہ اپنے دین سے پھر جاوے وہ دودھ پیتا لڑکا جو اُسکی گود مین تھا آواز بلند سے کہ ہر خاص و عام نے
سنا کہنے لگا کہ اے ماما دان یہ کیا کرتی ہے صبر کر کہ تو سچے دین پر ہے بسم اللہ کر کے اسمین بیٹھ جا کہ یہ آگ تجھ پر گلزار ہو جاویگی وہ عورت یہ بات سنتے ہی بے دھڑک
بچے سمیت آگ مین کود پڑی اور وہ آگ یکبارگی ایسی بھڑکی کہ بادشاہ اور اُسکے مصاحبونکو کہ کرسیون پر بیٹھے تماشا دیکھتے تھے اتنی فرصت نہ دی
کہ بھاگ جاوین سب کو وہین جلا کر خاک کر دیا اور ہر خندق پر اسی قسم سے آگ بھڑکی اور اکثر شہر والون کو کہ بادشاہ کی تبعیت مین تھے اور مسلمانون کی
ایذا اور جلانے مین مشغول تھے سب کو جلا کر فنا کر دیا اور ربیع بن انس نے کہا ہی کہ حق تعالی اُن مسلمانونکی جان کو کہ اُس آگ مین ڈالے جاتے تھے
قبل اُسکے کہ آگ کی گرمی اُنکے بدن تک پہونچے اُنکی جان قبض کر لیتا تھا اور بہشت مین داخل کرتا تھا اور اُس قصے مین ایک باریک نکتہ ہی کہ حضرت
شیخ اکبر اور اُنکے پیرو اس بات کیطرف گئے ہین وہ یہ ہی کہ قتل غلام کا بادشاہ کے ہاتھ سے مکافات دنیوی کیواسطے تھا کہ راہب سے قول و قرار کر کے
اُسسے پھر گیا تھا والا بادشاہ اُس غلام پر دست یاب نہوتا اور مکافات دنیوی کا ایک کارخانہ ہی سوائے مجازات آخروی کے کارخانے کے کیونکہ مکافات
دنیوی اس قسم کی صورتون مین موجب عتاب اور ناراضامندی حضور خداوندی سے نہین ہوتی بلکہ اہل کمال کی ترقی کا باعث ہو جاتی ہی بخلاف مجازات
اُخروی کے چنانچہ سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کو بسبب مارنے اونٹنیون حضرت امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ کی اور بسبب اُنکے پیٹ چاک
کرنے اور اُنکے کلیجے کے کباب کرنے سے کیا کچھ واقع ہوا کہ خود بھی شہید ہوئے اور کافرون نے اُنکے سینے کو چاک کر کے جگر کو نکال کے چاب کے ڈال دیا اور یہ تفصیل
اس مقام پر اسرار کی فتوحات مین موجود ہی دوسرا قصہ وہ ہی جو نجران کی سرزمین مین ہوا اور وہ شہر یمن کے ملک مین واقع ہی کیفیت اُسکی یہ ہی کہ ایک شخص
مسلمانون مین سے کہ اس وقت مین مسلمان انجیل ہی کے تابعدار تھے ایک شخص کے مکان پر آ کر نوکر ہوا اور رات دن اُسکے دروازے پر بیٹھا رہتا تھا تاکہ جس کام کا حکم ہو
بجالاؤن اس مسلمان شخص کو انجیل مقدس یاد تھی ہمیشہ اسکو پڑھا کرتا تھا اس شخص کی بیٹی کو جس شخص کا یہ نوکر تھا ایسا نظر آیا کہ انجیل پڑھنے کیوقت ایک نور عظیم
اسکے سینے سے نکلتا ہی اور عالم مین پھیل جاتا ہی لڑکی نے اپنے باپ کے سامنے اس عجائبات کا مذکور کیا تو اُسکے باپ نے بھی اُسکے انجیل پڑھنے کیوقت غور سے
دیکھا کہ فی الواقع ایک نور عظیم ظاہر ہوتا ہی اس نوکر سے پوچھا کہ یہ کیا کلام ہی اور کیا اسکی تاثیر ہی کہ تجھ سے سنتے ہین اور دیکھتے ہین وہ مسلمان ہانکے
بادشاہ کافر کے خوف سے اور رئیسون کے ڈر سے اس بھید کو چھپاتا تھا لیکن وہ گھر والا اُسکا پیچھا نچھوڑتا تھا اور تنگ کرتا تھا یہانتک کہ لاچار ہو کر احوال
دین اسلام کا اور انجیل مقدس کا اُسسے بیان کیا پس وہ شخص اور اُسکی بیٹی فی الفور مسلمان ہو گئے اور انجیل کو پڑھکر اُسکی تلاوت مین مشغول رہتے تھے رفتہ رفتہ یہ بات
اس شہر مین مشہور ہوئی تو اسّی آدمی دوسرے مرد اور عورتونے شرف اسلام سے مشرف ہو گئے یہانتک کہ یوسف ذی نواس حمیری کا بیٹا کہ بادشاہ اس
شہر کا تھا اور بت پرستی مین مستغرق تھا یہ بات سنکر اُن سب مسلمانونکو کہ اسّی آدمی تھے اپنے حضور مین بلایا اور ایک خندق کھدوائی اور آگ سے خوب دہکائی
اور حکم دیا کہ تم لوگ اگر عیسی علیہ السلام کے دین سے نہ پھروگے تو تمکو آگ مین پھونکدونگا اس جماعت مین بھی ایک عورت تھی بچے والی کہ دودھ پیتا بچہ اُسکی گود مین
تھا اُس دودھ کے بچے نے آواز بلند سے کہا کہ ہان قسم اللہ کی اس آگ مین گھسو کہ بدلا اس آگ کا بہشت ہی سدا رہنے کو پھر بعد اس بات کے کہ مسلمان ہلاک ہو چکے تو
بادشاہ اور اُسکے مصاحب خندق کے پاس کرسیون پر بیٹھے تھے کہ یکایک اس آگ سے شعلے ایسے بھڑکے کہ اُن سبکو جلا کے خاک کر دیا اور یہ قصہ حضرت عیسی علیہ السلام کے آسمان پر اٹھ
جانیکے بعد واقع ہوا تھا اس وقت سے نجران کے لوگون نے دین نصرانی کو حق جانکر قبول کیا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک اُسی دین پر تھے اور سردار اُنکے کہ سید و عاقب

ف

وغیرہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو مدینہ منورہ مین آکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حال مین بحث اور تکرار کی تھی اور آیت مباہلے کی انھین کے جواب مین نازل ہوئی تھی تیسرا قصہ فارس کی زمین مین واقع ہوا تھا کیفیت اسکی حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ مجوسی بھی اصل مین کتاب آسمانی رکھتے تھے اور ایک پیغمبر کے دین کے تابع تھے اور شراب انکے دین مین اس قدر کہ بیہوش نکرے بدن کے نفع کیواسطے حلال تھی ایک روز مجوسیون کے بادشاہ نے شراب بہت پی اور اس مستی کی حالت مین اپنی بہن سے صحبت کی جب ہوش مین آیا تو نہایت نادم اور پشیمان ہوا اور اپنی بہن سے تدبیر پوچھی کہ اسکو آگ لگی تو بہن نے کہا کہ تدبیر اسکی یہ ہے کہ تو دعوی بہن کے حلال ہونیکا کر اور کہہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد مین بہن بھائی کا نکاح ہوتا تھا مین اسی وضع پر قایم ہون بادشاہ نے لوگون کو جمع کرکے اس مذہب اور اس مسئلہ کو بیان کیا لوگون نے ہرگز قبول نکیا پھر بادشاہ کی بہن نے کہا کہ انکو کوڑون سے مارو اسنے اسی طرح سے کیا لیکن لوگون نے قبول نکیا پھر اسکی بہن نے کہا کہ انکی گردنین مار اسنے ویسا ہی کیا لیکن لوگون نے پھر بھی قبول نکیا پھر اسنے کہا کہ خندقین کھدوا اور انمین ایندھن بھرکے آگ دلوا دے جب آگ خوب دہک جاوے تو حکم کر کہ جو کوئی اس مسئلہ سے انکار کرے اسکو اس آگ مین پھینک دو قدرت الٰہی سے بعضے لوگون کے جلانے کی حالت مین خود بھی جل گیا اس روز سے مجوس کے مذہب مین آتش پرستی اور بہن کا حلال جاننا رائج ہوا چوتھا قصہ تفسیر زاہدی مین منقول ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک شہر مسلمانون کا تھا اسمین قحط پڑا تو مسلمان اس شہر کے غول کے غول حبش کی طرف کو بھاگ کر گئے حبش کے لوگ کافر تھے اپنے بادشاہ سے عرض کی کہ اگر یہ مسلمان قحط کے مارے ہوئے اس شہر مین آوینگے تو غلہ کی ہم پر تنگی ہو جاویگی اور یہان بھی قحط پڑ جاویگا بادشاہ نے حکم دیا تو شہر کے دروازے پر ایک خندق کھودی اور اسکو آگ سے بھرا اور بادشاہ خود بھی اپنا تخت بچھا کر وہان بیٹھا اور ایک بڑا بت ہاتھی کے برابر وہان کھڑا کیا اور شہر مین منادی پھروادی کہ ان غریب الوطنون اور باہر کے آئے ہوؤن سے جو کوئی اس بت کو سجدہ نکرے تو اسکو اس آگ مین جھونک دو اتفاقاً ایک مسکین عورت کو کہ بچہ اسکی گود مین تھا پکڑ کر لائے اور اس سے کہنے لگے کہ اس [illegible] کو سجدہ [illegible] اسنے کہا معاذ اللہ بادشاہ نے خفا ہو کر کہا کہ اسکے بچے کو اس سے چھین کے آگ مین ڈالو جب بچے کو اس سے چھین کے آگ مین ڈال دیا تو وہ ماں نہایت بیقرار ہو گئی تب اس بچے نے آگ کے اندر سے آواز دی کہ ای ما مجھے خوف نکر یہ پھول کی [illegible] کہ یہ آگ نہین ہے پھول ہین اس عورت نے ہاتھ اٹھا کر جناب [illegible] مین عرض کی کہ یارب تو دیکھتا ہے اور جانتا ہے تیرے [illegible] حاجت بیان کرنیکی نہین فی الفور اس آگ سے ایک شعلہ چالیس گز کا اونچا اٹھا اور ان سب کافرون کے پاس قنات کی مانند ہو کے سبکو گھیر لیا اور ایک ایک کو جلا دیا پھر جب اشارہ اجمالی سے کہ ان چارون قصون مین سے منظور تھا فارغ ہو چکے اور بیان کر چکے کہ ان ظالمون سے دنیا مین بدلا ہاتھون ہاتھ بلا محنت واقع ہوا اور انکا کام الٹا ہو گیا یعنی جو آگ کہ مسلمانون کے جلانے کے واسطے تیار کی تھی اسمین آپ ہی جل گئے اب وجہ [illegible] ایسے ہاتھون ہاتھ بدلا لینے کی کہ خلاف عادت ہے بیان فرماتے ہین وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ بدلا نہ لیتے تھے یہ کافر ظالم مسلمانون سے إِلَّا أَن يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ مگر اس بات کا کہ ایمان لائے تھے اللہ پر اور صیغہ مستقبل کا اس جہت سے لائے ہین کہ مطلب کافرون کا مسلمانون سے ایمان پھیرانا مستقبل کے زمانے مین تھا اور انکے ثابت رہنے اور صبر کرنے پر انکو عذاب کرتے تھے نہ ایمان ماضی کے ترک کے واسطے اور اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کسی سبب کی ان کافرونکو مسلمانون سے عداوت نتھی مگر ایمان کی جہت سے بس اس جہت سے عداوت مسلمانون کی عداوت ایمان کی ہوئی برخلاف اور کافرون کے کہ باوجود مسلمانونکی ایذا دینے کے سالہا سال کی مہلت پائی اور باقی ہین کیونکہ عداوت انکی فقط ایمان کی جہت سے نہین بلکہ طمع ریاست کی اور امید مال و جاہ کی بھی اسمین ملی ہوئی ہے اور ان لوگونکو عداوت خالص ایمان کیواسطے تھی اور جسپر ایمان سے دشمنی رکھتے تھے وہی ایمان صحیح تھا کیونکہ تعلق اس ذات پاک کے ساتھ تھا جو ان صفتون کے ساتھ موصوف ہے الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ اللہ کہ غالب ہے سب پر سب صفتون سراہا گیا اور وہ ذات کہ اسی کے واسطے ہے بادشاہت آسمانون اور زمین کی اور ہر صفت ان تینون صفتون مین سے اسی بات کو چاہتی ہے کہ ایمان اسی پر لانا چاہیے کہ وہ اپنے [illegible] غالب ہے اور کسی کی عزت اسکی عزت کو نہین پہونچتی تو اسپر ایمان لانا بھی عزت اور افتخار کا سبب ہوا اور جو وہ محمود ہے تو شکر اسکا دل اور زبان اور اعضا سے واجب ہوا اور اظہار ایمان کا فرض و لازم ہوا اور جو اسی کے واسطے پادشاہتین آسمانونکی اور زمین کی ہین تو انکے مخالفون [illegible]

جائز نہوا اور یے تینون صفتین مذکورہ جیسی موجب اظہار کرنے ایمان کی ہین اسی طرح سے باعث ہین جلد بدلا لینے کی کیونکہ بدلا لینا دشمنون سے موجب عزت کا ہی نہین تو ذلت ہو نجتی ہی اور مقتضائے محمودیت کا بھی انتقام لینا دشمنون سے ہی کیونکہ مخالفون سے بدلا نہ لینے والے کو بھی تعریف نہین کرتے ہین مگر عفو کی صورتین سو عفو کفار پر جائز نہین اور بادشاہت بھی موجب انتقام کی ہی دشمنون سے ورنہ دشمن دلیر ہوجاوین اور بادشاہت کے کارخانے مین خلل واقع ہوجاوے اور اگر باوجود ان صفتون کے کوئی انتقام لینا چھوڑ دے تو ضرور رعایا کے حال سے بیخبر ہی کہ دشمنونکی دشمنی کو اور دوستونکی دوستی کو نہین جانتا یا دشمنون کی ایذا رسانی سے کہ اسکی دوستی کے سبب اسکے دوستون کو پہونچاتے ہین بیخبر ہی یا محمول کسی اور اسباب پر کرتا ہی اور خدا تعالی اس بیخبری سے پاک ہی کیونکہ **وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ** اور اللہ ہر چیز پر خبردار ہی اور جب کافر ایماندارون سے ایمان کی جہت سے عداوت کرنے لگے اور انتقام سے اللہ تعالی کے غافل ہوئے تو گویا عزت اور بادشاہت اور خبرداری اور محمودیت اس جناب کی کو انکار کیا تو حکمتین اللہ تعالی کی ان باعثون کے جمع ہونے کے اسباب سے تعجیل انتقام کو تقاضا فرماتے ہین چنانچہ خندق والون کے قصے مین نمود ہوا اور جو دلیل ایک فرد خاص مین صحیح ہوئی تو قیاس کلی کا اسپر درست آیا چنانچہ فرماتے ہین **اِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ** تحقیق جو لوگ کہ ایذا دیتے تھے ایماندار مردونکو ایمانکی عداوت کے سبب سے **وَالْمُؤْمِنَاتِ** اور ایماندار عورتون کو اگرچہ انکا ایمان بسبب عقل کے نقصان کے اور ہوا و ہوس کے غلبہ کے ضعیف اور ناقص ہی لیکن وہ ضعف بسبب کسی اور عجز کے کہ رکھتے ہین مقابلے اور مدافعے سے بدلا ہوجاتا ہی **ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا** پھر باوجود مہلت اور فرصت کے اس ظلم سے توبہ نکی اور اسی شغل مین مر گئے اور اگر توبہ کرلیتے تو ہر چند کہ حق العباد کی جہت سے اُنسے پرسش ہوتی اور معذب ہوتے لیکن یہ شدت انپر نہوتی کیونکہ عداوت ایمانی اور حق اللہ کے تلف کرنیکے الزام سے چھوٹ جاتے اور اسی آیت سے دلیل پکڑی ہی کہ جو کوئی کہ مسلمان کو عمدا مارے اور پھر توبہ کرے تو توبہ اسکی مقبول ہی لیکن اس استدلال مین بحث ہی کیونکہ مسلمان کا قتل عمدا اگر کفر کی حالتین ہوگیا ہی تو بالاجماع توبہ اسکی مقبول ہی کسی کا اختلاف اسمین نہین ہی اور اس آیت مین مراد کافر ہین کہ ایمان کیواسطے مسلمانون کو مارتے تھے اور ایذا دیتے تھے **فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ** پھر انکے واسطے عذاب ہی دوزخکا اور اسمین طرح طرح کی ایذائین ہین سو وہ سارے دکھہ اور ایذائین انھین کے کام مین صرف ہونگی **وَلَهُمْ** اور ان کے واسطے ہی اور ظالمونسے علاوہ **عَذَابُ الْحَرِيقِ** عذاب جلنے کا آتش مین انکا اسمین گرفتار ہوگا جیسے ایمان والونکے دلون کو جور و جفا سے جلایا تھا اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ عذاب جلنے کا قبر مین ہوگا دوزخکے عذاب سے پہلے اور بعضون نے جلنے پر خندق والون کے کہ بھڑک سے شعلونکی جلے ہین حمل کیا ہی اور جب ظالمون کا حال سنتے ہین کہ ایماندارونکو ایمانکی جہت سے ایذا دیتے تھے سننے والے کو ایک رنج پیدا ہوا کہ وہ ایمان والے کہ ظالمونکی بلامین گرفتار تھے اور جانمین انکی ایمانکے سبب سے برباد ہوئین نہین معلوم کہ بدلا اسکا قیامت کے دن کیا پاوینگے تو اس انتظار کے دفع کے واسطے نئے سر سے ایمانوالون کا حال بیان کرنا ضرور پڑا اور جو یہ بیان ایک نئی بات ہی سامع کے انتظار کی تسکین کے واسطے کچھ مقصود اصلی اس جا پر نتھا تو اسیواسطے حرف عطف کا ترک فرما کے ارشاد کرتے ہین **اِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا** تحقیق جو لوگ کہ ایمان لائے اور ایمان پر ثابت رہے اور باوجود ظالمونکی ایذا اور تکلیف کے صبر کیا **وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ** اور کام کئے اچھے کہ بھلے کام ایسی حالت مین بڑی اونچی ہی جیسا بلا پر صبر کرنا اور قضا پر راضی رہنا اور اللہ تعالی کی طرف کو اختیار کرنا ماسوا پر **لَهُمْ جَنَّاتٌ** انکے واسطے باغ تیار ہین کہ دنیا کی بلاوین کے بدلے مین ملینگے پس دنیا کا عذاب ان کے حق مین ایسا ہی کہ کسی کو اسکے محبوب کے روبرو اسکی محبت کیواسطے ایذا دین کہ وہ ایذا اسکو عین راحت ہوجاتی ہی **تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ** بہتی ہین اسکے درختون کے تلے نہرین طرح طرح کی شہد اور دودھ اور پانی اور شراب کے بدلے مین اس لہو اور پسینے کہ کافرون کے ظلم کے سبب سے بہا تھا **ذَلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ** یہ بڑی مرادملنی ہی کیونکہ دنیا کی مرادین ملنا فانی ہین اور یہ مرادین باقی کہ ہرگز فنا ہونیوالی نہین اور یہ بھی ہی کہ مطالب دنیوی کے حاصل ہونے مین رضامندی محبوب حقیقی کی مشکوک اور نامعلوم ہی اور ان آخرت کی لذتونمین یقینی اور قطعی ہی اب یہان ایک سوال باقی رہا کہ جواب طلب ہی اور وہ یہ ہی کہ کافرون کی جزا کے بیان مین حرف فاے جزائیہ کا لائے ہین اور فلهم عذاب جهنم ارشاد فرمایا ہی اور مسلمانون کی جزا کے بیان مین اس حرف کو ترک کردیا اور لهم جنات ارشاد کیا اسمین کیا نکتہ ہی جواب اسکا یہ ہی کہ ثواب آخرت کا محض اللہ تعالی کا فضل ہی عمل پر موقوف نہین جیسے نابالغ لڑکا

یا جو شخص کہ بلوغ کے وقت سے مجنون ہوگیا یا جو شخص کہ پہاڑ کی چوٹی پر بالغ ہوا اور طریقہ اسلام سے واقف ہی نہوا اور توفیق عبادت اور طاعت کی
بھی نپائی ایسے سب آخرت مین بغیر عمل اور طاعت کے ثواب پاوینگے بخلاف دوزخ کے عذاب کے کہ بغیر فسق کے یا کفر کے نہوگا کیونکہ عذاب عدل کو
چاہتا ہے اور عدل بغیر سبب کے ہو نہین سکتا تو ان دونون چیزون کے فرق کیواسطے کہ فضل اور عدل ہے اُس جگہ پر سببیت اور تعقیب کی تصریح فرما کر ف کا حرف
لائے ہین اور یہان حذف کیا ہے اور جو معاملہ حق تعالی کا ان ظالمون سے کہ بسبب ایمان کے مسلمانونکی ایذا کے درپے ہوتے ہین اور ان مظلومون سے
کہ ایمان کیواسطے تحمل جفا کا کرتے ہین دنیا اور آخرت مین بیان فرمایا تو یہ مطلب ثابت ہوا کہ إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ تحقیق کہ پکڑ تیرے رب کی
بہت سخت ہے کیونکہ اورون کی پکڑ سے زور سے یا زاری سے یا صبر سے یا شفاعت سے خلاصی ممکن ہے اور عذاب سے اللہ تعالی کے کسی طور سے
ممکن نہین اور یہ بھی ہے کہ دوسرون کی پکڑ کی نہایت یہ ہے کہ ہلاک کر دیا پھر بعد موت اور ہلاک کے مقدور نہین رکھتے کہ ایذا دے سکین کیونکہ اُنکی
طاقت نہین کہ مردیکو جلا دین بخلاف اللہ تعالی کے کہ مرنے اور خاک ہونے کے بعد بھی اُسکی دست قدرت سے خلاصی ممکن نہین وہ قادر ہے کہ جلاوے
پھر زندہ کرے پھر جلاوے اسیطرح ابد الاباد تک عذاب مین گرفتار رکھے اسواسطے کہ إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ تحقیق وہی ایسا ہے
کہ اول بھی پیدا کرتا ہے اور بعد فنا کے بھی پھر پیدا کرتا ہے وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ اور وہ اللہ تعالی باوجود اس صفت قہاری اور
گرفت گیری کے اپنے مسلمان بندون پر بخشش کرنیوالا ہے اور دوست رکھنے والا کہ دوستی کی شدت کے سبب گناہ اپنے دوستون کے بخشتا ہے
اور عیبون کو اُنکے چھپاتا ہے اور دوستون اور دشمنون سے اُسکا معاملہ ایسا کیون نہو کہ وہ اللہ تعالی ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ صاحب ہے
جہان کی سلطنت کے تخت کا اور بزرگی اُسکی قدیم ہے اور محاورہ عرب کی لغت مین خاندانی اور موروثی بزرگی کو کہتے ہین اور جو قدم اور دوام موروثی
بزرگی کو لازم ہے تو یہان مراد قدیم بزرگی رکھنی ہے اور قدیم السلطنت بادشاہون کی عادت ہے کہ اپنے دوستون اور دشمنون سے اسی طرح معاملہ خوشی اور ناخوشی کا
فرماتے ہین نہین تو اُنکی سلطنت کے قدم مین خلل واقع ہوجاوے اور باوجود اس بات کے اور بادشاہونسے ایک چیز مین ممتاز ہے کہ کسی بادشاہ کو متصور نہین اور وہ چیز یہ ہے
فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ کر ہی ڈالتا ہے جو چاہتا ہے جب ارادہ اُسکا کسی چیز کو متعلق ہوتا ہے پھر اُسمین امکان مخالفت کا نہین بخلاف اور بادشاہون کے کہ بہت سی چیزین
چاہتے ہین اور میسر نہین ہوتین ایسے شاہنشاہ سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیے اور اُسکی رحمت کے امیدوار رہنا باقی رہا یہان پر ایک سوال جواب طلب وہ یہ ہے کہ پہلی صفتون
مین جیسے الغفور اور الودود اور ذو العرش اور المجید مین لام تعریف کا یا اضافت معرف باللام کیطرف واقع ہے اور اس صفت مین کہ فعال لما یرید ہے تنکیر کو اختیار کیا ہے اسمین کیا
نکتہ ہے جواب اُسکا یہ ہے کہ فعال لما یرید مشابہ مضاف کے ہے یا طالعا جبلا کے قبیل سے اور مشابہ مضاف کا حکم مضاف کا رکھتا ہے حاجت تعریف کی نہین اور مبالغہ کے
صیغہ کو اور صیغہ فاعل لما یرید کے اسواسطے اختیار کیا ہے تاکہ اشارہ ہو کثرت پر مرادون کی اور کثرت پر حق تعالی کے مفعولونکی جیسے کہ واقع ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ ان صفات
متضادہ و مخالفۃ الآثار سے منظور یہ بات ہے کہ اُس مالک سے بعید نہین کہ کبھی معاملہ مہربانی اور مغفرت اور دوستی کا بندون سے کرے اور کبھی سخت پکڑ مین پکڑے بلکہ اُس ذات پاک
سے ہو سکتا ہے کہ انعام اور انتقام کو حق مین ایک فرقہ کے اور ایک آدمی کے اوقات مختلفہ مین جمع کرے سو انعام پر حق تعالی کے کہ ایک وقتمین اپنے حال پر مصروف ہو مغرور
ہونا نہ چاہیے اور انتقام سے اُس منتقم عادل کے بیخوف اور بے دھڑک رہیے چنانچہ فرماتے ہین هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ کیا تو نہین پہنچی ہے تجھکو بات
اُن لشکرونکی کہ ایک مدت تک دروازہ انعام کا اُنپر کھلا تھا اور ہر طرف سے ہر طرح کی نعمتین اُنکو پہونچتی تھین بعد ایسا کچھ انتقام اُنسے لیا اور سبب اُنکی خرابی اور بدی کے
یہی قلیل اور قبیل لقب ہوئے کہ انعام الٰہی کے زور کے سبب سے اُن لوگونکو کمال قلت اور خواری سے رکھتے تھے اور وہ لشکر فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ فرعون والے اور ثمود
کی قوم تھے پس فرعونیون کو ایک مدت تک حکومت اور نعمت دیکے بنی اسرائیل پر کمال تسلط دیا تھا کہ سارے نیچ اور لوچ کام بیگار پکڑ کے اُنسے کراتے تھے پھر تمام مال و
ملک اُنکا چند روز کے عرصے مین اُنھین بنی اسرائیل کو دلوایا اور اُن فرعونیون کو اُنکے آنکھونکے دیکھتے دریاے قلزم مین غرق کر دیا اور ثمود کی قوم کو اول
تو نہایت قدرت اور قوت عنایت فرمائی یہان تک کہ ایک ہزار سات و بستیان تمام سنگین عمارات کی آباد کی تھین اور حضرت صالح
علی نبینا و علیہ السلام کو اور ضعیف مسلمانون کو دشمنی کی بابت کیا کیا کچھ ذلیل اور ہتک کرتے تھے وہ سب کے سب ایک کڑک مین ہلاک

ہوگئے اور وہان کے بدبخت اور اشرار کو حضرت صالح علیہ السلام کی بد دعا سے اندھا کر دیا پس یہ قصے عاقلون کی عبرت کیواسطے کفایت کرتے ہین تا کہ اللہ تعالی کے انعام پر مغرور نہو جاوین اور انتقام سے اسکے ڈرتے رہین لیکن کافران قصون سے عبرت نہین پکڑتے ہین اور غرور اور سرکشی مین گرفتار ہین **بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ** بلکہ جو لوگ کہ کافر ہین سو ان قصون کے انکار کے درپے ہین اور کہتے ہین کہ یہ قصے اس قسم کے ہین کہ اہل تواریخ نے لوگون کے تعجب کرنے کو بنائے ہین اور کتابون مین لکھ دیے ہین انکا کچھ اعتبار نہین جانتے کہ قطع نظر ان قصون سے اللہ تعالی کی قدرت ہر شخص کو ہر وقت بے پردہ نمایان ہے اور اگر اپنے ہی حال مین غور کرین تو دیکھین کہ آدمی کا دم کہ زندگانی انسان کی اس سے تعلق رکھتی ہے وہ بھی اُسی کے ہاتھ مین ہے **وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ** اور اللہ تعالی آگے پیچھے سے اُنکو گھیرے ہے کہ اُنکے زمانے سے پہلے بھی بہت سے سرکشون کو ہلاک کیا اور انکے زمانے کے بعد بھی بہتون کو ہلاک کریگا پس انکا ایسے قصون کا کہ اس طرح کے قصے ہر وقت مین ہمیشہ ہوا کئے ہین بیجا ہے اور لفظ ورا کا اصل لغت مین اس چیز کے معنون مین ہے کہ کوئی شخص اس چیز کو چھپا دے یا وہ چیز کسی شخص کو چھپا دے اسیواسطے اس لفظ کو آگے اور پیچھے دونون کے معنون مین استعمال کرتے ہین اور اس آیت مین بطور اشتراک معنوی کے یا بعموم مجاز کے دونون کو شامل ہے باوجود اس بات کے یہ قصے اس قسم سے بھی نہین ہین کہ فقط اہل تاریخ نے انکو ذکر کیا ہے **بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ** بلکہ یہ قصہ قرآن قدیم ہے کہ اس قصے کے ہونے سے پہلے لکھ گیا تھا **فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ** ایک تختے مین کہ شیاطین اور جن اور انسان کے دخل سے باہر ہے اور محفوظ ہے اسمین کوئی تصرف نہین کر سکتا کہ زیادہ اور کم اور تحریف اور الحاق کردے پس اس قسم کی محفوظ چیز مین احتمال جھوٹھ اور بناوٹ کا از ناقتضائے عقل کے خلاف ہے اور بغوی معالم مین ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند کیساتھ لایا ہے کہ لوح محفوظ سفید موتی کی ہے طول اُسکا جیسے زمین سے آسمان اور عرض اسکا جیسے مشرق سے مغرب اور کنارون پر اسکے یاقوت جڑے ہین اور دونون دفتیان اسکی یاقوت سرخ کی ہین اور نور کے قلم سے کلام قدیم اسمین لکھا ہے سر اُس تختی کا عرش سے متعلق ہے اور نیچے کی طرف اسکی ایک معزز فرشتے کی گود مین رکھی ہے اور وہ عرش عظیم کی سیدھی طرف کھڑا ہے اور سرے پر لوح کے یہ عبارت واقع ہے لا الٰہ الا اللہ وحدہ دینہ الاسلام و محمد عبدہ و رسولہ فمن آمن باللہ عز وجل وصدق بوعدہ واتبع رسولہ ادخلہ الجنۃ اللھم اجعلنا منھم

سورۃ الطارق

سورہ طارق مکی ہے اسمین انیس[۱۹] آیتین اور اکسٹھ[۶۱] کلمے اور دو سو انتالیس[۲۳۹] حرف ہین اور ربط اس سورے کا سورۂ بروج سے بسبب مناسبت کلام کے ہے کہ ابتدا مین دونون کے قسم ساتھ آسمان کے اور برجون کے اور ستارون کے واقع ہے اور انتہا مین بھی دونون کے بیان محافظت الٰہی کا غیب کی چیزون کو جیسے لوح محفوظ اور آسمان اور آدمی کی جان سے یہ چیزین ظاہر مین کچھ حاجت بیان کی نہین اور اس سورے کا نام سورہ طارق اسواسطے رکھا ہے کہ طارق عرب کی لغت مین اس مہمان کو کہتے ہین جو رات کے وقت آوے اور جو حادثہ کہ رات کو نمود ہو اسکو بھی طارق کہتے ہین اسیواسطے حدیث مین وارد ہے کہ نعوذ باللہ من طوارق اللیل پناہ لیتا ہون مین اللہ کی اس شر سے کہ رات کو اچانک آپڑے کیونکہ دفع کرنا ایسی آفت کا مشکل پڑتا ہے اور عرب کے اشعار مین معشوق کے خیال کو بھی کہ باربار عاشق کے دل مین گذرتا ہے طارق کہا ہے کیونکہ معشوق کے خیال کا آنا اکثر فراغت کے وقتین ہوتا ہے اور بڑی فراغت کا وقت رات ہے اور حدیث شریف مین مسافر کو منع فرمایا ہے کہ طروق کرے یعنی یکایک رات کے وقت گھر مین چلا آوے جب تک کہ اُسکے گھر والے بن سنور کے درست نہولین کہ اسکو بگڑے حالمین دیکھکے نفرت نہو جاوے اور اس سورہ مین مراد طارق سے آسمان کے تارے ہین اور سب تارے اس صفت مین برابر ہین اسواسطے کہ رات کو نظر آتے ہین اور دنکو غائب ہو جاتے ہین اور بعضے علما کے نزدیک یہان زحل مراد ہے کیونکہ سب تارون سے اونچا ہے اور اسکی شعاع ساتون آسمانکی موٹائی کو سوراخ کرکے زمین پر پڑتی ہے پس کمال طلوع کا حقیقت کا اسمین پایا جاتا ہے اور بعضون کے نزدیک ثریا مراد ہے کہ بسبب جمع ہونے روشنی تارون کے اسمین چمک زیادہ پائی جاتی ہے اور اکثر علما اس بات مین کہ مراد جنس ہے اور ہر ستارہ اسمین داخل ہے کیونکہ ہر ستارہ تین صفتین رکھتا ہے اول تو یہ کہ ہر ستارہ اپنی شعاع سے

تاریکی کو دفع کرتا ہی دوسرے یہ کہ تعین طرف کا پتا راہ کا مشرق کیطرف ہو یا مغرب کیطرف ہر مسافر کو تری کا ہو یا خشکی کا اسی سے معلوم ہوتا ہی تیسرے یہ کہ سبب
آسمانکی محافظت کا شیاطین کے شر سے اور اسکے دو سبب ہین اول تو یہ کہ شیاطین ظلمانی مادے سے پیدا ہوئے ہین اور ظلمت اور تیرگی کو بالطبع دوست رکھتے
ہین اور روشنی سے بھاگتے ہین چنانچہ تجربہ کیا ہوا ہی کہ اکثر غلبہ انکا اندھیرے مین اور اندھیرے مکان مین ہوتا ہی اور جس مکان مین چراغ اور شمع ہوتی
ہی وہان انکا دخل کم ہوتا ہی پس آسمان کو ان نورانی قندیلون سے روشن کیا تاکہ روشن ہونے سے آسمانون کو کہ محض شفاف ہین سب شیطان جپند صلاکر
بھاگ جاوین دوسرے یہ کہ فرشتے شعاع سے ستارون کی گیند بناکر شیاطین کو مارتے ہین جیسے توپ کے گولے سے دشمنون کو مارتے ہین اور محافظت آسمانکی
تارون سے ایسی ہی جیسے محافظت قلعون کی ہوتی ہی توپون سے کہ برجون اور فصیلون پر چنی ہوتی ہین لیکن فرق اسیقدر ہی کہ تارونکو اور ان گولون کو کہ فرشتے
ان تارونکی شعاعون سے تیار کرکے شیاطینون کو مارتے ہین دونون کو عرب کی لغت مین نجم اور کوکب اور ہندی مین تارا کہتے ہین اور توپ کے
گولے کو توپ نہین کہتے اور قرآن مجید مین ستارونکے ان فائدون کو جابجا مذکور فرمایا ہی اور یہ تینون وصف کہ ہر ستارے مین موجود ہین اس قسم مین
منظور ہین کیونکہ جس مضمون کی کہ اس قسم سے تاکید فرمائی ہی یہ ہی کہ آدمی کی جان ہرچند کہ تکلیف اور محنتون مین گرفتار ہوتی ہی لیکن اللہ تعالی کی نگہبانی
کے سبب سے لوٹنے اور فنا ہونے سے محفوظ ہی اور اسیواسطے حدیث شریف مین وارد ہی کہ اِنَّمَا خُلِقْتُمْ لِلْاَبَدِ یعنی جان آدمی کی کہ حقیقت مین آدمی ع
عبارت اسی سے ہی ابدی ہی ہرگز فنا ہونیوالی نہین اور وہ جو عرف مین مشہور ہی کہ موت جان کو ہلاک کرتی ہی محض مجاز ہی موت کا نہایت کام یہ ہی کہ
جان کو بدن سے جدا کردیتی ہی اور بدن بسبب ہونے مربی اور نگہبان کے بیکس ہوکر بکھر جاتا ہی والا جان کو ہرگز فنا نہین ہی اور ثابت ہونا عالم برزخ کا
اور ہونا حشر اور نشر کا موقوف اسی مسئلے پر ہی اور اس سورۃ مین بھی معاد ہی اسی سے ثابت کیا ہی اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ آدمی دو جز سے مرکب
ہی جان اور بدن اور جزء اعظم اسکا جان ہی کہ تبدل و تغیر کو اسمین دخل نہین اور بدن مانند لباس کے ہی جب تک کہ ماکے پیٹ مین تھا تو اور رنگ
تھا پھر جب ماکے پیٹ سے نکلا تو آخر لڑکپن تک کچھ اور ہی رنگ رکھتا ہی اور جوانی اور بڑھاپے مین کچھ اور ہی اختلاف ہوتا ہی پس جزء اعظم اسکا کہ
جان ہی اور شعور اور ادراک اور لذت اور دکھ کو دریافت کرنا اسی کا خاصہ ہی جو فنا کو قبول نہین کرتی اور ہاتھون مین نگہبانون کے کہ حضور سے جناب
کبریائی کی ہمیشہ مقرر ہین مقید رہتی ہی تو جمع ہونے مین بدن کے اور دوبارہ بنا دینے مین کیسی ہی صورت اور شکل پر کونسا تعجب باقی رہا کہ اسی طرح کا معاملہ شروع پیدائش سے آخر عمر تک
ہمیشہ نظر آتا ہی اور جو دلیل جانکی محافظت کی ساتھ معین ہونے نگہبانون آسمان کے طفیل سے ستارون کے تھی تو پہلے ہی ثابت کرنے مین اس مطلب کے قسم آسمان
کی اور ستارونکی یاد فرمائی اور اس سورۃ کا ستارے کے نام پر نام رکھا کہ بیشتر ثابت ہونا مطلب کا اسی کی محافظت کے ملاحظہ سے ہی یہان یہ سمجھ لیا چاہیے کہ اس سورۃ کا
سبب نزول دلالت کرتا ہی اس بات پر کہ مراد طارق سے ٹوٹنے والا تارا ہی جسکو شہاب کہتے ہین اور حقیقت مین شیطانونکو آسمان کے جانے سے روکنے والا
وہی ہی کہ شیطانکی راہکو بند کرتا ہی اور اسکو جلا دیتا ہی اگرچہ توپ کے گولے کی مانند شعاع سے جڑے ہوئے ستارونکے پیدا ہوتا ہی پس بہتر یہ ہی کہ طارق شہاب پر حمل کیا
جاوے اور سبب اس سورۃ کے نازل ہونیکا یہ تھا کہ ابو طالب حضرت کے چچا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کو آپکے مکان پر تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے کھانا انکے روبرو رکھا کہ دودھ اور روٹی تھی پھر دونون کھانے لگے اسوقت ایک تارا آسمان سے ٹوٹا اس قدر زمین سے نزدیک ہوا کہ تمام گھر اسکی
روشنی سے بھر گیا اور ابو طالب کی آنکھین چندھیا گئین اور گھبراکر ہاتھ کھانے سے کھینچ لیا اور اٹھ کھڑا ہوا اور پوچھنے لگا کہ یہ کیا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ یہ تارا ہی کہ فرشتے آسمانکی محافظت کے لئے شیاطینونپر اسکو اوپر سے پھینکتے ہین اور یہ ایک علامت ہی اللہ تعالی کی علامتون سے ابو طالب متعجب ہوکر
خاموش بیٹھ گیا اتنے مین حضرت جبرئیل علیہ السلام اس سورۃ کو لائے اور اس سورۃ مین اشارہ اس بات کی طرف ہی کہ ان چیزون کے دیکھنے سے عقائد
حقہ پر دین اسلام کے مضبوط ہونا چاہیے اور اسکو بیفائدہ چھوڑ دینا نچاہیے کیونکہ یہ معاملہ بڑی دلیل ہی آدمی کے حشر اور نشر اور معاد پر اسواسطے کہ آسمان
باوجود اپنی عظمت اور بلندی کے یہان تک کہ ہاتھ کسی کا اس تک پہونچ نہین سکتا تب بھی محافظت الٰہی کا محتاج ہی اور صورت اسکی محافظت کی اس وضع سے
ظاہر ہوئی کہ گرے ہوئے تارون سے آسمان کے ایک ستارہ دوڑنے والا پیدا ہوتا ہی کہ شیطانون کو ستر راہ ہوتا ہی اور بھگاتا ہی سو آدمی کی جان کہ نہایت

ناتوان ہر کس طور سے بغیر اللہ تعالی کی محافظت کے ایسی مصیبتون اور حادثون کی کشمکش مین باقی اور سلامت رہ سکے گی پس جب یہ بات ثابت ہوئی کہ آدمی کی جان اللہ تعالی کی قبض و تصرف مین ہر زندگی مین ہو خواہ بعد موت کے تو بس یہین سے سمجھ لیا چاہیے کہ بعد موت کے صعوبتین اور تکلیفین جو انکی اللہ تعالی کے دست قدرت مین ہین باقی رہا بدن کا حال سو اُسکو بھی ساتھ تامل اور فکر کے قابل پھر پیدا ہونیکے سمجھا چاہیے ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

س

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ قسم کھاتا ہون مین آسمان کی اور اُس تاریکی کہ رات کے وقت نمودار ہوتا ہے اور جو اس ستارے مین کہ رات کے وقت ٹوٹتا نظر آتا ہے لوگونکو اسمین بڑا تردد ہے بعضے تو یون کہتے ہین کہ دھوان زمین سے اُٹھ کر آسمان کیطرف جاتا ہے جب کرہ نار کے متصل ہو پہنچتا ہے تو بسبب ہئیت کے کہ اسمین باقی ہے جل اٹھتا ہے پھر اگر لطیف ہے تو جلد محو ہو جاتا ہے اور اگر غلیظ ہے تو کوئی روز تک بطور نیزے کے یا مدور ستارے کی طرح یا کسی اور صورت سے رہتا ہے اور بعضے یون کہتے ہین کہ آسمان قمر کے نیچے آگ کا کرہ ہے اور اس کرہ سے کبھی حرکت کی زیادتی سے ایک شعلہ کہ بسبب جمع ہونے شعاع ستارون گرم مزاج کے کسی برج مین در حجن آسمان سے واصل ہوتا ہے اور اُس شعلہ سے کوئی چیز مثل چنگاری کے جدا ہو کے نیچے آتی ہے اور دخانی طبقے مین کہ درمیان مین کرہ آگ اور ہوا صرف کے ہے وہ چیز نمود ہوتی ہے تو دوڑتے ستارے کی طرح نظر آتی ہے اور جب طبقۂ زمہریر کو ہو پہنچتی ہے تو جم جاتی ہے اور نظر سے غائب ہو جاتی ہے اور ان دونو باتون مین بہت سی بحثین ہین کیون کہ جو لوگ کہ اس دوڑتے تارے مین نظر آتا ہے اُسکو ہرگز آگ کے شعلہ سے کہ دھوئین کے ساتھ روشن ہوتا ہے مشابہت معلوم نہین ہوتی بلکہ نور اس تارے کا کمال مشابہت نور آسمانی سے رکھتا ہے چنانچہ ظاہر نظر آتا ہے اور دوسرے یہ بھی ہے کہ حرکت کی جہت اس ستارے کی ہو تو تحت اور فوق پر نہین ہے تاکہ دھوئے چڑھنے والے کے شعلے پر یا انگارے گرنے والے پر حمل کیا جاوے اکثر اوقات داہنے سے بائین طرف اور بائین سے داہنی طرف دوڑتا ہے پس صریح معلوم ہوتا ہے کہ حرکت انکی طبعی نہین بلکہ کسی زبردست ارادے اور اختیار والا انکو دوڑاتا ہے پس دفع کرنے کو ان تردون کے بطور سوال و جواب کے ارشاد فرماتے ہین وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا الطَّارِقُ اور کیا جانتا ہے تو کہ کیا ہے وہ ستارہ رات کا آنے والا النَّجۡمُ الثَّاقِبُ ایک تارہ ہے کہ شیطانون کی آنکھون مین چمک چوندھ کر دیتا ہے اور کبھی اُس شعلے سے کہ اسمین سے پیدا ہوتا ہے انکو جلا دیتا ہے اور شیطانونکو اُسکے شعاع کے زور سے ایسی حالت ہو جاتی ہے جیسے چمگادڑ کی سورج کی چمک سے اور جب کہ طارق کی حقیقت بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب اس مضمون کو کہ جسپر قسم کھائی ہے یاد فرماتے ہین اِنۡ كُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَيۡهَا حَافِظٌ کوئی جان نہین چھوٹی ہو خواہ بڑی نیک ہو خواہ بد مگر کہ اُسپر ایک نگہبان ہے اللہ تعالی کیطرف سے کہ اُسکو حادثون کی سختی مین اور صدمون مین فنا ہونے نہین دیتا یہان پر سمجھا چاہیے کہ دارومدار آدمی کی جان کی محافظت کا کہ فنا نہو جاوے ایک فرشتہ ہے حضرت عزرائیل کے لشکر کا آخر کام اُسکا یہ ہے کہ جان کو درمیان دو نفخون کے صور مین داخل کر دیگا اور آدمی کے اور کامون کے واسطے نگہبان بہت ہین کہ نوبت بنوبت رات دن کی پہرہ کرتے ہین جب تک کہ تقدیر الٰہی اسکی ہلاکت کے واسطے متوجہ نہو پھر جب مقدر وقت ہلاکت کا آجاتا ہے تو وہ لوگ دست بردار ہو جاتے ہین اور تقدیر الٰہی کو سونپ دیتے ہین اور حدیث شریف مین وارد ہے وُكِّلَ بِالْمُؤْمِنِ مِائَةٌ وَسِتُّونَ مَلَكًا يَذُبُّونَ عَنْهُ كَمَا يُذَبُّ عَنْ قَصْعَةِ الْعَسَلِ الذُّبَابُ لَوْ وُكِلَ الْعَبْدُ اِلٰى نَفْسِهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ لَاخْتَطَفَتْهُ الشَّيَاطِيْنُ عُضْوًا عُضْوًا یعنی مقرر کیے گئے ہین ہر مسلمان پر ایک سو ساٹھ فرشتے کہ ہانکتے ہین ایسے شیطانونکو جیسے شہد کے پیالے سے مکھیونکو ہانکتے ہین اور اگر بندیکو بندہ پر ایک پلک مارتے برابر چھوڑ دین تو شیطان اُسکی بوٹی بوٹی توڑ کے لیجاوین اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانون پر اور آدمیون سے زیادہ نگہبان ہین کیونکہ ایمان کے سبب سے اُسکے دشمن بہت ہین کہ ملتے دشمن اور کافرون کے نہین ہین اور وے نگہبان کہ مومن کا فرکو آفتون سے نگاہ رکھتے ہین انکا ذکر سورۂ رعد مین ہے کہ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖ يَحۡفَظُوۡنَهٗ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ اور بیان ہر شخص کی جان کے نگہبانون کا سورۂ انعام مین مذکور ہے کہ وَهُوَ الۡقَاهِرُ فَوۡقَ عِبَادِهٖ وَيُرۡسِلُ عَلَيۡكُمۡ حَفَظَةً ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ تَوَفَّتۡهُ رُسُلُنَا وَهُمۡ لَا يُفَرِّطُوۡنَ اور دوسرے فرشتے کہ آدمیون کے اور برے اعمال لکھنے کیواسطے مقرر ہین انکا ذکر سورۂ اذا السماء انفطرت مین

ع

ف

ح

ف

ہی یعنی ان علیکم لحافظین کراماً کاتبین اور جو فرشتہ کہ حرف اور لفظ پر آدمی کے مقرر ہی اور انکو گنتا ہی اور لکھتا اُسکا ذکر سورۂ ق مین
ہی یعنی ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید غرض کہ یہان بیان جان کی محافظت کا کیا ہی کہ یہ امر سب کے واسطے ہی اور کبھی اس محافظت مین قصور نہین
ہوتا اور جو آدمی کو بحث معاد کا اور باقی رہنا اُسکی جان کا اور محفوظ رہنا اُسکے نفس کا قبل موت کے اور بعد موت کے معلوم ہو چکا اور سمجھ چکا کہ میری جان
کو حقیقت مین ذات میری وہی ہی اور بدن اُسکے لباس کی مانند ہی سو وہ جان مالک حقیقی کے قبضۂ تصرف مین ہی تو اب اُسکو اعتقاد کرنے مین معاد کے
واقع ہونے کے اور سچ جاننے مین حشر اور نشر کے کچھ تردد نرہا مگر استبعاد کی جہت سے بدن کے اعادہ مین کہ اجزا اُسکے بعد موت کے نہایت متفرق اور
پراگندہ ہو جاتے ہین کچھ زمین کی خاک مین ملکر نیست و نابود ہو جاتے ہین اور کچھ حیوانات کا طعمہ ہو جاتے ہین پھر وہ حیوانات ملکونمین جا کر مرتے ہین اور خاک
مین مل جاتے ہین اور بعضے ایک ملک سے دوسرے ملک کو اور ایک جنگل سے دوسرے جنگل کو اڑ جاتے ہین پھر ان منتشر اجزاؤنکو جمع کرنا اور پہچاننا کہ یہ جز
فلانے کے بدن کا ہی اور یہ جز فلانے کے بدن کا یہ ایک کام ہی کہ عقل ظاہر بین کو نہایت دشوار معلوم ہوتا ہی اور اسی سبب سے کسی کہنے والے نے کہا ہی بند ہیگا تو ہو رہے بات
چھچھڑے یون نہین بن آنی بنکے راے + اب کے بچھڑے نا ملین ور پڑے بنگلے جاے + ناچار اس تعجب کے دفع ہونے کے واسطے ایک راہ اسکو اور بتاتے ہین

فلینظر الانسان مم خلق پس دیکھے آدمی کہ کس چیز سے بنایا گیا ہی اور مادہ اُسکی خلقت کا کہان کہان سے جمع کر کے لاتے ہین تفصیل
اسکی یہ ہی کہ نطفہ کہ آدمی کا خلاصہ ہی لہو کا کہ غذا سے حاصل ہوتا ہی اور غذا یا اُگنے والی چیزمین سے ہی یا جاندار چیز سے سو اگر اُگنے والی چیز سے ہی تو اسکی بہت قسمین
ہین جیسے اناج اور ساگ اور ترکاری اور میوہ اور مصالح گرم اور سرد اور سواے اُسکے بہت سی چیزین ہین اور جو حیوانی ہی تو اُسکی بھی کئی قسمین ہین جیسے گوشت اور
دہی اور دودھ اور گھی اور چربی اور بیضہ اور سواے اُسکے اور طب کے علم مین مقرر ہی کہ غذاے صالح کے کھانے کے بعد جب بہتر ساعتین گذرتی ہین تو منی
پیدا ہوتی ہی پس آدمی کو اپنی ہر روز کی غذا مین فکر کرنا چاہیے جیسے چاول کہ کھانے مین آئے ہین کس قطعہ زمین مین کس کھیت مین کس گانون مین پھر وہ گانون
کس گنے مین اور وہ پرگنہ کس سرکار مین اور وہ سرکار کس صوبہ مین اور وہ صوبہ کون سی مملکت مین متعلق ہی جہان ان چاولونکو بویا تھا اور بنجارونکو کس ارادے
پر اس بات کا مستعد کیا کہ اس ملک سے لادکر اس بازار مین لائین اور مجھ بیچارے کے ہاتھ بیچین اور مجھکو زمین سے کھانا نصیب ہوا اور اسی قیاس
پر حال تمام ضروریات کو اپنی غذا کے جانین اور بوجھے کہ میرے ماں باپ کو بھی اسیطرح سے غذائین طرح طرح کی دور دور کے ملکونسے جمع کر کے کھلائین تھین تو
نطفہ میرا ان کے بدن مین پیدا ہوا تھا اور مجھکو اس نطفے سے بنایا پھر جو شخص کہ ہر روز کی غذا مین اس قدر اجزاے متفرقہ کو جمع کرتا ہی کہ اگر ان سب کو ایک جا
پر اکٹھا کرین تو آدمی کے بدن کے اندازے سے ہزارون درجے زیادہ ہو پھر اُسکے کیا بعید ہی کہ چالیس برس کے عرصے مین کہ دونون نطفون کے درمیان مین ہی تمام
اجزا کو بدن کے کہ بلا شبہہ اسی مقدار سے کمتر مین متفرق مکانون میں دور دراز سے جمع کر کے صورت گوشت اور پوست کی پہنادے پھر بعد اسکے غذا کو نطفہ کرکے کہانسے کہان کو
پونہچاتے ہین اور راہ مین اس نطفے کی کون کون سی ہڈیان بڑی بڑی سخت کہ آدمی کے بدن مین پہاڑو کی مانند حائل ہین پھر باوجود اس بات کے اس نطفے کو کس
سے دماغ سے کھینچکے احلیل کو یعنی پیشاب کے مقام کو پونہچاتے ہین پھر اس راہ سے رحم کے اندر کس طور سے پونہچتا ہی چنانچہ فرماتے ہین خُلِقَ مِن مَّاءٍ
دافق پیدا کیا گیا ہی آدمی اُچھلتے پانی سے اور وہ پانی مرد اور عورت کا نطفہ ہی کہ رحم مین خلط ہو کر یکسان ہو جاتا ہی ہرچند کہ دفق یعنی اچھلنا مرد کی منی کا
خاصہ ہی لیکن جو بعد مل جانے کے دونون ایک ہو جاتے ہین تو مرد کی منی کی صفت کو بسبب غالب ہونیکے ان دونون مین اطلاق فرمایا اور بعضے طبیب
اس بات کے قائل ہین کہ عورتکی منی بھی رحم مین اچھلتی ہی لیکن رحم کے گہرے پن کے سبب سے معلوم نہین ہوتی چنانچہ تھرتھرانا عورت کا انزال کے وقت اس بات
پر گواہ ہی پس اس غذا کو بعد طی ہو جانے ہضمیت کے درجون کے صورت پانی کی بخشنا دلیل صریح ہی کہ بدلنا صورتونکا یعنی ایک صورت کو دوسری صورت
کر دینا قدرت الٰہی کے روبرو بہت آسان کام ہی یخرج من بین الصلب والترائب نکلتا ہی وہ اچھلتا پانی درمیان سے پیٹھ
اور سینے کی ہڈیونکے کیونکہ مادہ منی کا اول دماغ سے نزول کرتا ہی اور ان رگونمین جو دونون کانون کے پیچھے ہین وہانسے گذر کر نخاع مین آتا ہی اور مقام نخاع کا درمیان مین پیٹھ اور
سینے کے ہی پھر مرد کے وہ مادہ پیٹھ کے منکونکی راہ سے گذر کر گردونمین آتا ہی وہانسے خصیونمین وہانسے ذکر کے نیچے کی رگ مین ہو کر رحم مین گرتا ہی اور عورت کے سینے کیطرف سے اسی طرح سے

خصیوں میں کہ رحم کی عمق میں ہیں آکر جماع کی حرکت کے سبب سے رحم میں گرتا ہے اور رحم کے اندر دونوں ملجاتے ہیں اور یہاں سے معلوم ہوا کہ منظور اس آیت سے پانی
کے ذات نے کا بیان ہے کہ کس کس طور سے اس قسم کی سخت راہ سے کہ دونوں طرف ایسی سخت بڑی ہڈیاں ہیں اسکو روانہ کرتے ہیں اور اسکے سفر کے انتہا کو پہنچا دیتے
ہیں نہ یہ کہ مادہ منی کا پیٹھ میں یا سینے کی ہڈیوں میں پیدا ہوتا ہے والا طب کے قاعدے کے مخالف ہوگا کیونکہ انکے نزدیک منی تمام اعضا سے لی جاتی ہے اسی واسطے اولاد
میں مشابہت ماں باپ کی ہر عضو میں پائی جاتی ہے اور وہ مادہ دماغ میں جمع ہوتا ہے اور وہاں سے رگوں کے راستے سے جو کانوں کے پیچھے ہیں اترتا ہے اور جب آدمی
بقا اپنی حالتکی حضرت حق کے قبضے میں معلوم ہو چکی اور کیفیت اپنی تمام غذاے متفرقہ کی اور اپنے ہونیکے مادیکی ابتداے خلقت میں اور بدلنا اوسکا ایک صورت سے
دوسری صورت میں اور گذرنا اسکا ایک جاے سے دوسری جاے کو بھی ظاہر ہو چکا پھر پیدایش اور معاش کو بھی اپنی خوب معلوم کرلیا تو اب اگر آخرت کو بھی انھی
دونوں حالتوں پر قیاس کرلے گا تو اوسکے نزدیک یقینی ثابت ہو جاویگا کہ **إِنَّهُ عَلَىٰ رَجْعِهِ لَقَادِرٌ** تحقیق کہ اللہ تعالی خالق آدمی کا ہے اس طور سے
کہ البتہ وہ پھیر لانے پر اسکے قادر اور توانا ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب اللہ تعالی لوگوں کے زندہ کرنے کا ارادہ کرے گا تو ایک مینہ عرش عظیم ح
سے نازل کریگا اسکا پانی خاصیت مرد کی منی کی رکھتا ہوگا اور قوت جماؤ کی اسکے اندر ودیعت یعنی امانت رکھی ہے کہ مردے کے بدن کے اجزا کو زندگی کے
قبول کرنیکا مستعد کرے اور تعلق ارواح کا ان کے ساتھ صحیح ہو جاوے گا لیکن اس بار کا پھیر لانا موقوف ہے ایک وقت پر کہ بیان اس وقت کا اس آیت میں ہے کہ
يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ جس دن ظاہر کیے جاوینگے بھید اور تحقیق اس مقام کی یہ ہے کہ آدمی پر دنیا میں احکام بدن کے غالب ہیں اور احکام روح کے مغلوب
ہیں واسطے اپنی روح کے اوصاف کو صنعت اور تکلف سے دبا چھپا سکتا ہے یہانتک ہے کہ اخر اسکا بدن پر ظاہر نہیں ہونے دیتا جیسے کہ لوگ نامردی اور بخل اور
دوسری بری خصلتوں کو اپنی صنعت اور تکلف سے پوشیدہ رکھتے ہیں اور اخر اضطراب اور گھبراہٹ کا چہرے پر ظاہر نہیں ہونے دیتے اور قیامت کے دن حکم روح کا
غالب ہو جاویگا اور جو سیاہی کہ روح کے جوہر میں مخفی تھی چہرے کی سیاہی بنکر ظاہر ہوگی اور جوارح میں کہ اعضا میں منتشر ہیں کاموں پر ان اعضا کے گواہی دینگے اور تمام
اوصاف باطن کے ظاہر ہو جاوینگے اور جو پھیر لانا آدمی کا جزا دینے کے واسطے ہے تو ضرور اسوقت پر موقوف ہونا چاہیے اور پہلے اوسکے پھیر لانا حکمت کے خلاف ہے اور سرائر
لغت میں چھپی چیزوں کو کہتے ہیں اور یہاں پر شامل ہے عقائد باطلہ کو اور فاسد نیتوں کو اور نیک اور بد خلقوں کی نشانیوں کو کہ آدمی کی روح میں سما جاتی ہیں اور مانند اچھے برے رنگ کے
روح کے چہرے پر نمودار ہوتے ہیں اور بعضے مفسروں نے کہا ہے کہ مراد سرائر سے پوشیدہ گناہ اور مکر اور حیلے ہیں کہ دنیا میں اونکے چھپانے کے واسطے کوشش کرتے
تھے اور بعضوں نے کہا ہے کہ مراد اس سے وہ فرائض ہیں کہ ادا کرنا اور نکرنا انکا محض آدمی کے ظاہر کرنے پر موقوف ہے دوسرے کو اسپر اطلاع ممکن نہیں جیسے نماز روزہ وضو
غسل جنابت کا اور ادا کرنا زکوۃ کا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ درمیان اللہ تعالی کے اور بندے کے واقع ہیں دوسرے آدمیوں کو مطالبہ اسکا نہیں پہونچتا اور ادا
کرنا اسکا دوسروں سے تعلق نہیں رکھتا مثلا اگر کوئی شخص بے روزے والا ظاہر کرے کہ میں روزہ دار ہوں یا جنب ظاہر کرے کہ میں نے غسل کیا یا کوئی بے وضو کہے
کہ مجھکو وضو ہے یا جو شخص کہ زکوۃ نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ میں زکوۃ دیتا ہوں فقط اسکے کہنے پر چھوڑ دینا چاہیے اور اس سے تعرض نہ کیا چاہیے اور تحقیق یہ بات ہے کہ لفظ
سرائر کا ان چیزوں کو عام ہے اور سبکو شامل ہے **فَمَا لَهُ مِن قُوَّةٍ** پھر نہوگی آدمی کو اس دن کچھ قوت کہ اپنے کاموں کو ظاہر نکرے اور بھیدوں کو چھپا
رکھے جیسے کہ دنیا میں قوت روکنے چھپانے کی رکھتا تھا کہ خوف اور گھبراہٹ کے وقت اپنے کو تھامتا تھا اور باوجود مار دھاڑ کے اپنی چوری بدکاری
کا اقرار نکرتا تھا **وَلَا نَاصِرٍ** اور نہوگا کوئی مددگار کہ باوجود ظاہر ہونے قصور کے اسکی سزا موقوف کر دیوے جیسے دنیا میں یار دوست باوجود ثابت ہونے
تقصیروں کے آڑے آجاتے ہیں اور سزا نہیں دینے دیتے اور جو دنیا میں طریقہ نجات کا سزا سے وقت ثابت ہونے گناہوں اور تقصیروں کے انہیں دو طریقوں میں منحصر ہے
اس طور سے کہ کمال قوت سے اسکو چھپا ہوا اور پوشیدہ رکھے اور کسی طرح ثابت نہونے دے یا باوجود اظہار کے مدد سے رفیقوں اور مددگاروں کی پھر بھی اسکی سزا سے محفوظ رہے
ان دونوں طریقوں کو اس دن مطلق نیست و نابود کر دینگے تاکہ سزا دینے میں جو قابل سزا کے ہے قصور واقع نہو تمہیں تو وہ دن بھی دنیا کے دنوں کی طرح سے
درہم برہم ہو جاوے اور روز فصل نرہے اور جب کہ ان آیتوں میں دو مضمون مذکور ہوئے اول تو یہ کہ دوسری بار پیدا کرنا آدمی کا روح اور جسد کے ساتھ مقدور
اللہ تعالی کا ہے دوسرے یہ کہ قیامت کا دن اسرار اور پوشیدگی کے ظہور کا دن ہے کہ جیسے بھید نفس کے اس روز ظہور کرینگے اور حیلے اور تدبیر سے

چھپانا انکا ممکن ہوگا اب ثابت کرتے ہین ان دونون مضمونون کے دو دلیلین دوسری قسم کی صورت سے مذکور فرمائی ہین وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجۡعِ
اور قسم کھاتا ہون مین آسمان چکر والیکی کہ ہمیشہ حرکت کرتا ہے اور یہ حرکت سے اپنی وضع متروک کو پھر عود کرتا ہے اور ہے مین رات و دن کے ہر جز و اسکا اپنی وضع
متروکہ کو رجوع کرتا ہے بعضے ستارے سال مین بعضے مہینے مین بعضے اس سے زیادہ مین اپنی وضع متروک کو رجوع کرتے ہین آپس رجوع ہونا انسان کی روح کا اپنی
حیات متروکہ کیطرف اور اپنے بدن قدیم کی تدبیر کے واسطے کیا بعید ہے کیونکہ یہ بطور سے ہر رات و دن مین حرکت دوریہ فلک کی نظر آتی ہے وَالۡاَرۡضِ
ذَاتِ الصَّدۡعِ اور قسم ہے زمین دراڑ کھانیوالی کی کہ اسکے پھٹنے سے طرح طرح کی نباتات اسکے اندر سے ظاہر ہوتی ہین اور چشمے جاری
ہوتے ہین اور زر و جواہر معدنون سے نکلتے ہین پس قیامت کے دن ظاہر ہونا اسرار مودعہ کا یعنی امانت کا جو نفس انسانی مین ہے کچھ بعید نہ رہا کیونکہ
زمین کو جو خزان کے دلون مین دیکھے تو سارے نباتات اسمین پوشیدہ اور مخفی ہوتے ہین پھر جب موسم بہار کا ہوتا ہے اور مینہ کا پانی اس زمین کے اجزا مین
ملتا ہے اور اسکو نرم کردیتا ہے پھر تمام چھپی چیزین اسکی ظاہر اور نمود ہوتی ہین پس یہی حالت نفس کی ہوگی جب مینہ روح کا فیضان ہوگا عالم آخرت مین اور
بعضے مفسرون نے رجع کو مینہ پر قیاس کیا ہے اور کہتے ہین کہ بخارات زمین اور دریا کے اوپر چڑھتے ہین جب طبقہ زمہریر کے متصل ہو پہنچتے ہین تو پانی
ہوکر برستے ہین پس اس تفسیر سے بھی بخارات کے مادہ کا اپنے مکان اصلی کیطرف رجوع ثابت ہوا اور یہ دلیل انسان کے رجوع ہونے کی ہے عالم روحانی کیطرف
کہ مقر یعنی ٹھکانا اصلی اسکا تھا اور اس بات سے پہلا مضمون ثابت ہوتا ہے اِنَّهٗ تحقیق یہ بات کہ حق تعالی پھر لانے پر انسان کے قادر ہے اور پھر لانا اسکا موقوف ہے
اسرار ظاہر ہونے کیوقت پر کہ وہ قیامت کا دن ہے لَقَوۡلٌ فَصۡلٌ البتہ یہ بات کہی ہوئی ہے جو لوگ ہر کچھ شبہہ نہین نہین وَّمَا هُوَ بِالۡهَزۡلِ
اور نہین ہے یہ بات ٹھٹھے کی کہ دلیل قوی رکھتی ہو اور بطور خیال کے دلمین گذری ہو یا شعر کے مبالغونکی طرح کچھ اصل نرکھتی ہو جیسے کفار کہتے ہین کہ وعدہ وعید پیغمبر
کے بعث اور جزا کے دن کی ایسے ہین جیسے لڑکون کو فرضی نامون سے ڈرلاتے ہین کہ شوخی نکرین اسیطرح سے پیغمبر بھی اس لیے ڈراتے ہین کہ دستور عالم کا فاسد نہوجاوے
اور رسمین بد اور اعمال قبیح رائج نہون لیکن اہل عقلمند کیلئے وعدہ اور وعید اور ترغیب اور ترہیب کیے ہین اور حقیقت مین یہ چیزین کچھ بھی نہین ہین اور انکا محال ہونا ثابت
کرنے کو کافر حجتین اور شبہے بیان کرتے ہین چنانچہ حق تعالی نے فرمایا ہے اِنَّهُمۡ تحقیق یہ کافر کہ قرآن کو کلام فصل نہین جانتے بلکہ ہزل سمجھتے ہین يَكِيۡدُوۡنَ
كَيۡدًا کرتے ہین ایک داؤ یعنی قرآن کے مضمونکے دفع کرنے کو شبہے پیدا کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یہ باتین عقل کے خلاف ہین تا عام لوگون کے نزدیک
ہزل ہونا اسکا ثابت ہوجاوے وَّاَكِيۡدُ كَيۡدًا اور مین بھی انکے مقابلے مین داؤ کرتا ہون بطور مکر کے تاکہ کلام فصل ہونا اسکا مدلل اور واضح ہونا اسکا عام
وخاص کے نزدیک ظاہر ہوجاوے کیونکہ جسوقت کہ کافر واقع ہونے مین جزا اور حشر اور نشر کے شک و شبہے لاتے تھے تو جواب اسکا ساتھ تمثیلون اور دلیلون کے
جزا اور حشر و نشر کے مقدمے مین صاف صاف نازل ہوتا تھا یہانتک کہ مجمل باتین مفصل ہوگئین اور کسی طرح کا شک و شبہہ اسمین نرہا تو شبہے انکے سبب ہوئے زیادتی ثبوت مطلب اور
وضوح مقصد کے اور وہ اس بات سے بیخبر اور غافل ہے اور یہی حقیقت ہے کید کی کہ بے خبر حریف کو ملزم کردے اور اسکے مطلب کا نقیض یعنی الٹا ثابت ہوجاوے
اور ہرچند کہ حق تعالی قادر ہے کہ اثبات مطلب کا عین ہوشیاری اور خبرداری کی حالت مین کردے لیکن بیخبری کی حالت الزام دینے مین کمال خجالت اور ذلت
انکی منظور ہوئی کیونکہ وہی لوگ بھی ذلت اور خجالت دینے مین اسکے رسولون کی ارادہ کرتے تھے اور جب معلوم ہوا کہ ہونا کافرون کا اسوقت مین کہ وقت نزول
وحی کا اور اوائل اسلام کا تھا اور طرح طرح کے شبہے لانا انکا اسلام کے عقیدونمین گویا دلائل اسلام کی ترقی کا موجب تھا اور جب تک وہ زندہ ہین اور
شبہے لاتے ہین تو گویا اسلام کی دلیلونکی ترقی مین کوشش کرتے ہین اس سبب سے کہ حقیقت کار سے بیخبر ہین پس یہ عین منفعت اور اسرار حکمت ہے تو ہلاکت
کی درنگ واسطے اس وقت مناسب تھا اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنگ دلی کے سبب سے چاہتے تھے کہ جلد ہلاک ہون اسی واسطے ارشاد ہوا
فَمَهِّلِ الۡكٰفِرِيۡنَ پس مہلت دے کافرونکو اور جلدی انکی مرادمین نکر کہ انکے شبہہ کرنے کے سبب سے نزول وحی کا اور جواب شبہونکا بار بار
ہوتا ہے اور حقائق شریعت اور دین کے اور احوال حشر اور نشر کے کما حقہ تحقیق اور واضح ہوتے جاتے ہین اور بعد اسکے ظہور دین کا خوب تحقق ہوجاوے
اور الزام اور حجت اور دفع شبہہ کا اپنی نہایت کو پہنچے تو اسوقت تجھکو جہاد اور قتال پر مامور کرین گے اور تیرے ہاتھون سے

انکو ہلاک کرنیکے **اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا** فرصت دے انکو تھوڑے دنون کہ وہ دن ابتدائے بعثت سے قریب چودہ برس کے تھے اور اس عرصے مین جو کہ انکی خاطر مین گذرتا تھا کرتے تھے اور جواب اسکا پاتے تھے بعد اسکے کوئی شبہہ انکے دل مین نہ ہا تو عناد اور شرارت انکی ظاہر ہو گئی اور قابل سیاست اور تنبیہ کے ہوئے اور اتنی مدت کی مہلت دینے مین نکتہ یہ ہی کہ یہ مقدار آدمی کے سن بلوغ کا ہی کہ جب اس عمر کو پہونچتا ہی تو عقل اور بدن اسکا کامل ہو جاتا ہی اور قابل سیاست اور جزا کے ہوتا ہی پس ابتدای بعثت مین مکے اور عرب کے کافر حکم لڑکے کا رکھتے تھے کہ آہستہ آہستہ تعلیم اور سمجھانا شریعت کے حکمون کا اور تامل کرنا اسکے دلائل مین اور جاننا بھلائی برائی دین کے قاعدون کی انکو منظور تھی اور دکھانا معجزون اور آیات بینات کا اس مقدمے مین کفایت کرتا تھا جب کہ اس مدت تک بھی بعضے انمین سے صلاح پذیر نہوئے تو باوجود پرورش کامل کے محتاج تادیب و تعذیب کے ہوئے تو بس حکم جہاد و قتال کا نازل ہوا

سُوْرَةُ الْاَعْلٰی

سورۂ اعلیٰ مکی ہی اور اسمین انیس آیتین اور بہتر کلمے اور دو سو اکہتر حرف ہین اور وجہ اسکے ربط کی سورۂ طارق سے یہ ہی کہ اس سورے مین بیان فرمایا ہی کہ نفس انسانی کے واسطے نگہبان مقرر ہین اللہ تعالیٰ کیطرف سے اور اس سورے مین یہ مذکور ہی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس کا اللہ تعالیٰ خود حافظ و نگہبان ہی اس بات سے کہ علوم غیبی کی وحی کو فراموش کرین اور اس سورے مین انسان کی کیفیت کی ابتدا کا بیان ہی کہ نطفہ اسکا کہان سے آتا ہی اور کہان کو جاتا ہی اور اس سورے مین اسکی خلقت کی انتہا کا بیان ہی کہ بعد کمال تربیت کے کیا صورت پکڑتی ہی اور اس سورے مین قرآن مجید کے اوصاف مذکور ہین کہ اپنی ذات سے وہ کلام اعجاز نظام کیا کچھ مرتبہ رکھتا ہی اور اس سورے مین بھی اوصاف قرآن مجید کے بیان ہین بہ نسبت آدمیون کے کہ عمل کرنا اسپر موجب نجات کا ہی اور منہ پھیرانا اس سے ہلاکت کا سبب ہی اور ان مضمونون کو جو کچھ کہ آپسمین ربط ہی سو پوشیدہ نہین ہی اور اس سورے کا نام سورۂ اعلیٰ اسواسطے رکھا ہی کہ اول مین اسکے نام اسمائے الٰہی مین سے مذکور ہی اور حقیقت اس نام کی دلالت کرتی ہی اس بات پر اللہ تعالیٰ مرجع ہی ہر کمال کا ابتدا مین بھی اس کمال کے اور انتہا مین بھی اس کمال کے کیونکہ عالی ہونا مرتبے کا منحصر ہی دو قسم مین ایک قسم علو بدایت کا ہی یعنی کمال وہانسے شروع ہوتا ہی اور دوسرا قسم علو نہایت کا کہ کمال وہان انتہا کو پہونچتا ہی اور جو کہ دونون قسمون کو جامع ہی وہ اعلیٰ ہی اور جو حق تعالیٰ کو اس نام سے مذکور فرمایا تو معلوم ہوا کہ اسکے بخشے ہوئے کمالات کو ہرگز نقصان نہین آتا ہی والا علو مرتبے مین اسکے ابتدا مین یا انتہا مین قصور لازم آوے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فوراً ذکر سے اس نام کے تسلی خاطر کی حاصل ہوا اور جو دغدغہ کہ خاطر مبارک مین آتا تھا بالکل زائل ہو جاوے اور اس سورے کے نازل ہونے کا سبب اس طور سے بیان کیا ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بڑی بڑی سورتین نازل ہونا شروع ہوئین اور بیحد و بیحساب غیب کی طرف سے جبرئیل علیہ السلام کے واسطے سے علوم نازل ہونا شروع ہوئے تو خاطر مبارک مین آپ کی یہ دغدغہ خلجان کرتا تھا کہ مین تو امی محض ہون یاد رکھنا ان الفاظون اور ان معنون کا بغیر لکھنے اور کتابت کرنیکے مجھ سے کیا ہو سکیگا مبادا کہ بہت سی چیزین اس مین سے بھول جاؤن اور رسالت کے مقدمے مین نقصان واقع ہو جاوے پس حق تعالیٰ نے انکی خاطر مبارک کی تسلی کے واسطے یہ سورت نازل فرمائی اور اس سورے مین خوشخبری دی کہ جناب خداوندی خود تیری استادی فرماوے گی اور تجھکو سبق بھولنے کا خطرہ ہرگز نچاہیے کرنا اور اسی واسطے حدیث شریف مین وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سورے کو بہت دوست رکھتے تھے اور وتر کی پہلی رکعت مین اور جمعہ کی پہلی رکعت مین اس سورے کو اکثر پڑھتے تھے اور سلف کے لوگ بھی اکثر تہجد کی نماز مین اس سورے کو پڑھتے تھے اور اسکی برکت کے امیدوار رہتے تھے اور عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہی کہ جب آیت فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس تسبیح کو اپنے رکوع مین مقرر کرو یعنی رکوع مین سبحان ربی العظیم کہو اور جب آیت سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى نازل ہوئی تو فرمایا کہ اس تسبیح کو اپنے سجدے مین بجا لاؤ یعنی سجدے مین سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى کہا کرو اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہی کہ جو شخص سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى پڑھے تو چاہیے کہ اسکے ساتھ ہی سبحان ربی الاعلیٰ کہے تاکہ فرمانبرداری امر الٰہی کی ادا ہو جاوے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى پاک سمجھ نام کو اپنے پروردگار کے کہ سب اونچون سے اونچا ہی اس جگہ پر جان لیا چاہیے کہ پاک جاننا نام کا اکثر مفسرون کے نزدیک کنایہ ہی پاک جاننے سے ذات کے کیونکہ عرب کا قاعدہ ہی کہ تعظیم و ادب کے مقام پر ذات کو نام کے ساتھ تعبیر کرتے ہین چنانچہ عرف مین مشہور ہی کہ بادشاہون امیرون کے حضور مین عرض کرتے ہین کہ حضور کے نام سے یہ کام ہوا اور فلانا قلعہ فتح ہوا پس اگر سبح ربک فرماتے تو یہ رعایت تعظیم و ادب کی حاصل نہوتی دوسری یہ کہ ذات کو حق تعالی کے سوائے حق تعالی کے کوئی نہین جانتا پس پاک جاننا اُسکی ذات کا یہی ہی کہ ناقص اور بے ادبی کے نامون کو اسکی ذات پاک کیطرف نسبت نکرے اور حق تعالی کی ذات کو پاک جاننے کے معنی جسقدر کہ شریعت مین آئے ہین یے ہین کہ اجمال کے طور سے سمجھ لیجیے کہ حق تعالی کی ذات ہماری عقل اور وہم اور ادراک سے برتر ہی اور کوئی نالائق صفت اور نقصان اور عیب اُسکے جاہ و جلال کے سراپردون کے گرد نہین بھٹکتے اور تفصیل سے بھی سمجھ لیا چاہیے کہ وہ ذات پاک نہ جوہر ہی نہ جسم نہ عرض اور کل اور بعض کو وہان گنجایش نہین اور صورت اور جہت اور حد اور نہایت اور مکان اور مجلس کی قیدین ہرگز اسکو لاحق نہین ہوتی ہین اور نہ کوئی چیز اُسسے مشابہت رکھتی ہی اور نہ وہ کسی چیز سے مشابہت رکھتا ہی بےمثل اور شریک سے اور جورو بچون سے اور کھانے اور پینے سے اور جو چیزین کہ حدوث انکو لازم ہی یا موجب زوال اور فنا کی ہین وہ ذات پاک ان سب چیزون سے پاک اور مبرا ہی اور ایک گروہ نے مفسرون کے کہا ہی کہ اللہ تعالی کی ذات کو پاک جاننا فرض ہی اسی طرح سے اُسکے پاک نامون کی بھی تعظیم اور عزت واجب ہی پس اس آیت مین کس واسطے اُسکے نامون کا پاک رکھنا مراد ہوا اور اللہ تعالی کے نامون کو پاک رکھنے کے معنی یہ ہین کہ اسکے نام کو ایسی چیز پر جو نقصان اور عیب پر دلالت کرتی ہو نہ لین اور اسکے نام کو اسکے غیر پر جاری نکرین اور ذکر اُس جناب پاک کے نامون کا تعظیم اور طہارت اور حضور قلب اور کمال توجہ سے بجا لاوین تاکہ تصفیہ قلب کا حاصل ہو اور اچھا پھل پاوے اور ظاہر یہ بات ہی کہ اعلی رب کی صفت ہی کیونکہ آگے کی صفتین جیسے الذی خلق فسوی اور سوا اسکے سب رب کی صفتین ہین نہ اسم کی اور بعضے صوفیہ کرام نے فرمایا ہی کہ اعلی صفت اسم کی ہی اور وہ اشارہ ہی ایک مسئلے کیطرف تصوف کے مسئلون مین سے کیونکہ اہل تصوف کے نزدیک مخلوقات الہی سے ہر مخلوق کا ایک رب ہی اسماء الہیہ سے کہ اُس مخلوق کی تعین کا مبدا اور اسکی کمال کی نہایت کا مرجع اور اسکے سفر کا منتہی ہی اور روح محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کہ سب مخلوقات سے اکمل ہی رب اُسکا اسم اعلی ہی اور وہ عبارت ہی اس ذات سے جو جامع ہی سب کمال کی صفتون کی اور معنی اس اسم کی تسبیح کے یے ہین کہ ماسوا حق سے تجرد کر اور نظر کرنے سے غیر کیطرف اپنے کو بچا تاکہ تیری ذات پر کمالات حقانیہ سبکی سب بخشش فرما دین کہ استعداد تام قبول کرنے کو کمالات الہی کے سوا ذات محمدی کے کسی مخلوق کو حاصل نہین ہی اور تسبیح ہر چیز کی کہ اُس چیز کے ساتھ خاص ہو وہ تسبیح ایک اسم کی ہی اسماء الہی سے کہ وہ اسم مربی اس چیز کا ہی اور مرجع اس چیز کے کمال کا حاصل کلام کا یہ ہی کہ لانا اس اسم کا اس مقام پر اس فائدہ کے واسطے ہی کہ جو کمال کہ تجھ مین ظاہر ہو سو ہو مگر ہمین اس بات کا خوف مت کر کہ کبھی ہمین نقصان و خلل پاویگا کیونکہ تیرا پروردگار وہی ہی اعلی کہ مبدا اور مرجع ہر کمال کا ہی اور ہر چیز کو اسکے لائق کمال کے درجے کو پہنچا دیتا ہی اور اسکے کام تکمیل اور تربیت مین ناتمام نہین رہتے چنانچہ گواہی دینے کو اس مطلب کی اور ثابت کرنے کو اس بات کے کہ اللہ تعالی مبدا و مرجع ہر کمال کا ہی تین صفتین دوسری یاد فرماتے ہین کہ **الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى** یعنی پروردگار تیرا وہ ذات ہی کہ پیدا کیا ہر چیز کو پھر پورا کیا اور معتدل بنایا حاصل یہ ہی کہ پیدایش کو ہر چیز کی بہ اعتبار خواص اور منفعتون اور ان فائدون کے جو اس چیز سے منظور ہین کمال کے درجے کو پہنچایا ہی اور ایک خاص مزاج کہ ان کمالون کو قبول کرے اور وہ منفعتین اور فائدے اُسسے ظاہر ہون اُسکو بخشا ہی چنانچہ جو شخص حیوانکی قسمون کو انسان اور ہاتھی سے لیکر مچھر اور پسو تک غور کرے اور اسی طرح سے نباتات اور معادن کو دھیان کرے تو یقین جان لے کہ ہر چیز کو اس چیز کے فائدے اور منفعتین حاصل ہونے کا اسباب عنایت فرمایا ہی **وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى** اور تیرا پروردگار وہ ذات پاک ہی کہ اندازہ فرمایا ہی ہر شخص کے واسطے ایک کمال کو پھر راہ بتائی ہی اُسکو اپنے کمالات حاصل کرنے کی یہان تک کہ بچے کو ماں کے پیٹ مین پیٹ سے

باہر نکلنے کی راہ الہام فرماتا ہے اور پیٹ کے نکالنے کے ساتھ ہی وہ دھپ بیٹھا اور رونے سے اپنا حال ظاہر کرنا اسکو الہام ہوتا ہے اور بسر کو مادہ پر جست کرنا اور
پانی میں تیرنا اور کبوتر بابون کا ہی بنانا اور دوسرے ساتھ … کا … ملتی ہیں عجیب سے تلقین ہوتی ہیں اور شہد کی مکھی کو ہندسی کے فن میں کامل کیا ہے کہ
عجیب اور غریب طرح کے گھر بناتی ہے پھر اسمین شہد رکھتی ہے اور کہتے ہیں کہ سانپ جاڑون مین ہوا کی سردی سے اندھا ہو جاتا ہے پھر جب بہار کے
دن آتے ہیں تو سونف کے درخت کیطرف جاتا ہے اور اپنی آنکھون کو اسکے پتون پر ملتا ہے یہان تک کہ اسکی آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اور جو کچھ کہ
امورات جانورون اور حشرات کو معاش کے اسباب حاصل کرنے میں اور توالد اور تناسل اور دوسرے امورات ضروری کے واسطے الہام ہوتے
ہیں سو یہ سب احوال کتاب عجائب المخلوقات میں خوب تفصیل سے لکھے ہیں اور حکما نے کہا ہے کہ ہر مزاج مستعد ایک قوت خاص کا ہے اور ہر قوت قابل
ایک کام معین کے ہے اور تقدیر اسی سے عبارت ہے کہ اجزا کو جسم کے اس طور سے بنا دین کہ ایک قوت کے قبول کرنے پر مستعد ہووے اور ہدایت عبارت
ہے اس قوت کے فیض دینے سے تاکہ مصدر اس معین کام کا ہو جاوے اور ان دونون تصرفون سے صلاحیت عالم کی منتظم کی ہے **والذی
اخرج المرعیٰ** اور پروردگار تیرا وہ ذات ہے کہ اپنی قدرت سے ایسی چیز نکالی ہے کہ اسکو جانور چرتے ہیں جیسے گھاس کہ بہائم اور
وحوش اسکو کھاتے ہیں اور طرح طرح کے پھول اور ریحان کہ شہد کی مکھی اور شکر خورہ اور دوسرے پرندے اسکو غذا کرتے ہیں اور طرح طرح کی
کھیتیاں اور میوے اور پھل کہ آدمی اور بعضے جانور اسکے کھانے سے فائدہ مند ہوتے ہیں **فجعلہ غثاء احوی** پھر کر ڈالا اس کھیتی کو
خشک سیاہ کہ جاڑے کی خشکی اور سردی کے سبب سے رطوبت اور طراوت اسکی جاتی رہتی ہے اور خشک اور سیاہ ہو کر ذخیرہ کرنے کے کام میں آتی ہے کہ نایابی
کے وقت میں کام آوے اور یہان پر سمجھ لیا چاہیے کہ ماسبق کے ثابت کرنے کو کہ پروردگار عالم کا سب سے اونچا ہے اور مرجع ہر کمال کی ابتدا اور
انتہا کا ہے ان تینون صفتون کو اختیار فرمایا ہے اور نکتہ اسکا یہ ہے کہ تمام عالم میں کمال تین قسم سے باہر نہیں ہیں کیونکہ ہر شی کا کمال یا اپنی ذات میں ہے یا
غیر کے نفع کیواسطے اور کمال ذاتی یا باعتبار جسم اور ظاہر کے ہے یا باعتبار روح اور باطن کے پس کمال ذاتی کے ثابت کرنے کو کہ تعلق جسم و ظاہر سے رکھتا ہے
الذی خلق فسوی لایا گیا اسواسطے کہ پیدا کرنے میں ہر چیز کے رعایت جسم کے اعتدال کی اور مناسبت اعضا کی اور برابر کرنا ہاتھ کا ہاتھ سے اور
کان کا کان سے اور آنکھ کا آنکھ سے اور پانون کا پانون سے کمال زیب و زینت کے ساتھ ظاہر اور موجود ہے اور ثابت کرنے کو کمال ذاتی کے کہ روح سے
تعلق رکھتا ہے والذی قدر فہدی لایا گیا کیونکہ ارواحون کے استعداد کے اندازے کو مختلف کرنا پھر موافق استعداد کے راہ دکھانا تاکہ اس کمال کو کہ اسکی
استعداد کے لائق ہے حاصل کرے یہ بھی آنکھون کے روبرو نظر آتا ہے اور ثابت کرنے کو اس کمال کے کہ غیر کے نفع سے تعلق رکھتا ہے والذی اخرج المرعیٰ
فجعلہ غثاء احوی لایا گیا کیونکہ پیدا کرنا جانورونکی گھاس کا اور آدمیونکی غذا کا اور طرح طرح کی خوشبویون کا اور لباسون اور دواؤن اور زہرون کا اور
ایک وقت معین تک انکو رطوبتون اور طراوتون سے بڑھانا اور بعد اسکے خشکی اور سردی کے مسلط کرنے سے زیادتی رطوبتون کو انسے دور کر ڈالنا تاکہ مدتون تک
سے سڑنے نہ پاوین اور ذخیرہ ہو سکین ایک دلیل قوی ہے ابتدا اور انتہا پر اس کمال کے اور جو معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ رب اعلیٰ ہے کہ مرجع ہر کمال کا ہے ابتدا مین
بھی اور انتہا مین بھی اور تجھکو اسکی نام کی تسبیح سے بڑی مناسبت اس جناب سے حاصل ہوئی ہے اب اپنے کمال کے نقصان سے اندیشہ نہ کر کیونکہ
سنقرئک ہم آپ تجھکو پڑھاوینگے قرآن اور بے انتہا علم تجھکو تعلیم کرینگے کہ اسی قرآن سے نکلے ہیں اور تصفیہ اپنے قلب کا اس تسبیح سے کرتا رنگ آلودہ
نہو جاوے **فلا تنسیٰ** پھر ہرگز نہ بھولیگا تو اسواسطے کہ تیری استعداد و تصفیہ قلب کے سبب سے کمال کو پہنچیگی اور کوئی زنگ غیب کے فیض کو
حجاب نہو سکیگا **الا ماشاء اللہ** یعنی کسی چیز کو علوم غیب سے جو تیری استعداد کے لائق ہے اور میثاق کے دن جو استعدادون کی
تقسیم کا وقت تھا تیرے حصے میں پہنچی ہے ہرگز نہ بھولے گا مگر وہ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے اور حکمت اسکی نے تقاضا فرمایا ہے کہ تیرے دل سے اس
جہان میں بھول جاوے تاکہ قیامت کے دن مقام محمود کے حاصل ہونے کیواسطے ذخیرہ ہووے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ مقام
محمود میں مجھکو اس طرح کی حمد و ثنا اللہ تعالیٰ تعلیم فرماوے گا کہ اس وقت مجھکو یاد نہیں ہے اور بے شبہ وہ محامد استعداد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

داخل تھے اور عالم روحانی مین الفاظ اجمالی اُن حروف پر رکھتے تھے گویا کہ اس دنیا مین ایک حکمت کے واسطے انکو بھلا دیا تھا اور بعضی قرآن کی آیتین کہ سینۂ مبارک
سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محو ہو گئی تھین اور بھول گئی تھین وہ بھی الا ماشاء اللہ مین داخل ہین کیونکہ بھلانا بھی ایک طرح کا منسوخ کرنا ہی چنانچہ سورہ بقر مین
فرمایا ہی کہ ما ننسخ من ایۃ او ننسہا نأت بخیر منہا او مثلہا لیکن اتنا سمجھہ لیا چاہیے کہ بھلا دینا اس وقت علامت منسوخ ہونے کی ہوتی ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینۂ مبارک سے اور ساری امت کے قاریون کے دل سے محو ہو جاوے والا حدیث صحیح مین وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم ایکبار نماز کی قرات مین ایک آیت چھوڑ گئے پھر بعد نماز کے ابی بن کعب سے پوچھا کہ مین اس سورۃ مین کوئی آیت چھوڑ گیا ابی رضی اللہ تعالی عنہ نے
عرض کی کہ ہان فلانی آیت رہ گئی فرمایا کہ مجھکو بتائی کیون نہین ابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ مین سمجھا کہ یہ آیت منسوخ ہو گئی فرمایا کہ نہین مین ہی بھول گیا
تھا اور اگر منسوخ ہوتی تو تمکو خبر کر دیتا **اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى** تحقیق وہ اللہ تعالی جانتا ہی اُن کمالونکو جو تجھہ مین ظاہر ہین اور جلوہ
اور ہر ادنی اعلی اسکو دیکھتا ہی اور جانتا ہی انکو جو کہ ہنوز تیری استعداد کی تہ مین پوشیدہ ہین اور اپنے وقت پر مصلحت کے موافق پوشیدگی سے فعل کیطرف
ظہور کرینگے اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے استادی سے تسلی بخشی تاکہ حفظ قرآن سے انکا دل فارغ ہوا اور جان لین کہ یہ بودہ نے شک اور شبہ
بھلنے والا ہی اور یہ بات اس طرح کی نہین جیسے دوسرے انسانونکے استاد کسی شخص کی تعلیم کے درپے ہوتے ہین اور وہ شخص بعضے عارضون کے
سبب سے ناقص رہ جاتا ہی تو اب دوسرے علمون کی حفاظت سے بھی انکی خاطر جمع فرماتے ہین **وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى** اور آسان کر دینگے ہم تجھپر آسانی کی
راہ چلنا کہ اللہ کی طرف کے رستون مین سے بہت نزدیک کا رستا ہی معرفت مین بھی اور عبادت مین بھی اور ملک اور ملت کی سیاست مین بھی پس جو جو علم
کہ ان تینون چیزون سے متعلق ہین فوارے کے مانند تیرے دل سے جوش مارینگے اور ان علمون کے حاصل کرنے مین کچھہ محنت اور مشقت بھی نہ کھینچیگا اور کسی کتاب اور
دستور العمل اور مرشد اور استاد کا بھی محتاج نہوگا پھر جب حقیقت مین بات یون ہی تو تجھکو یاد کرنے مین قرآن اور دوسرے علمونکے مبالغہ اور کوشش ضرور نہین ہی
بلکہ تجھکو چاہیے کہ دوسرون کو انکے بھولے ہوئے علم یاد دلاوے اور کامل ہونے سے کامل کرنیکی طرف رجوع کرے کہ ہمنے تجھکو مخصوص امت کی تکمیل کی محنت اور رنج
کیواسطے بھیجا اور تیری تکمیل ہمارے ذمے پر ہی چنانچہ فرماتے ہین **فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى** پھر یاد دلا اگر نفع کرے یاد دلانا اور نصیحت کرنا تاکہ
تیرا کمال متعدی ہو جاوے اور ہزارون آدمی تیرے رنگ مین رنگ جاوین یہان پر ایک سوال ہی جواب طلب کہ اکثر مفسرین اسے رنج و تعب مین ہین وہ یہ ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب تذکیر اور وعظ اور پند دینا ہی خواہ کوئی قبول کرے یا نکرے پھر اس شرط کو کس واسطے بڑھایا ہی یہانتک کہ بعضے مفسرون نے
لکھا ہی کہ مراد ایسی ہی کہ ان نفعت الذکری وان لم تنفع پس ایک قرینے کو محذوف رکھا ہی چنانچہ رب المشارق او سرابیل تقیکم الحر مین
بیان ہی اور دوسرے جواب بھی اسی قیاس سے ذکر کیے ہین اور تحقیق مقام کی یہ ہی کہ تذکیر اور موعظت اور پند دینا یہ سب مشروط ہین قبولیت کے ظن کے
ساتھہ اور منصب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکیر اور وعظ ہر شخص کا نہین ہی ہان حکم الہی کا پہنچانا اور ڈرانا اللہ تعالی کے عذاب سے تاکہ الزام حجت کا ہو اور
عذر جہل و نادانی کا نہ رہے اتنا بہ نسبت ہر شخص کے ضرور ہی لیکن اسکو تذکیر اور موعظہ نہین کہتے ہین اور سورۂ غاشیہ مین قول صحیح یہی ہی کہ الا من تولی وکفر کا
استثنا ہی فَذَكِّرْ سے تو اسمے صراحۃً یہی شرط ہو جمی جاتی ہی اور یہ بات بھی ہو سکتی ہی کہ یہ شرط امر کی تاکید کے لیے ہی تذکیر کے واسطے یعنی اگر کسی کو
تذکیر نفع کرے تو تجھکو تذکیر کرنا چاہیے در یقین ہی کہ تذکیر البتہ عالم مین کسی کو نفع کریگی گو ہر کسی کو نفع نہ کرے پس گویا معلق ہونا ایک شی کا ایسی چیز پر جسکا
واقع ہونا ضروری ہی کہ یہ امر موجب تاکید کا ہی چنانچہ حدیث صحیح مین ہی کہ **قد کان فیما قبلکم من الامم محدثون فان یک فی امتی**
احد فانہ عمر اور بیان پر دو سوال دوسرے بھی تفسیرون مین بیان کرتے ہین سو وہ سوال مع جواب لکھے جاتے ہین اول تو یہ ہی کہ
معلق کرنا کسی شرط پر اُس شخص کے واسطے جائز ہی جسکو کام کے انجام کی خبر نہوا اور اللہ تعالی تو علام الغیوب ہی اس کے کلام مین تعلیق کے کیا
معنی ہونگے اسکا جواب یہ ہی کہ انبیا کی دعوت اور مبعوث ہونا سب ظاہری چیزون کے واسطے ہی پوشیدہ چیزون کے واسطے نہین ہی
اسی واسطے حضرت موسی علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام پر انکی حرکتون مین کہ ظاہر مین بری تھین اور باطن مین اچھی گرفت فرمائی اور حضرت موسی

علیہ السلام کو بھی فرعون سے ہم کلام ہونے مین ارشاد ہوا کہ فقولا لہ قولاً لیّناً لعلہ یتذکر او یخشیٰ یعنی فرعون سے کلام نرم کرو شاید کہ
وہ نصیحت قبول کرے یا خدا سے ڈرے حالانکہ علم الٰہی مین مقرر تھا کہ وہ نصیحت قبول نکرے گا اور حق تعالیٰ سے نہ ڈرے گا دوسرے یہ کہ وعظ کا نام
تذکیر کسواسطے رکھا حالانکہ عرب کی لغت مین تذکیر کے معنی یاد دلانے کے ہین اور یاد دلانا اُس چیز مین ہوتا ہی کہ اول سے معلوم ہو لیکن فی الحال بھول
گئی ہو جواب اُسکا یہ ہی کہ دین کی خوبی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور توحید اس ذات پاک کی عقلون مین بنی آدم کی موافق اصل جبلت کے گڑی
ہوئی ہی چنانچہ فرمایا ہی فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا پس گویا ہر شخص کی ذات مین دین کے کامون پر علم حاصل تھا لیکن بسبب پیدا ہونے موانع
کے بھول گیا تھا اب وعظ اور نصیحت پیغمبرون کی اُس بھولے ہوئے علم کی یاد دلانے کیواسطے ہی اسی واسطے بعضے عقلا نے کہا ہی کہ ارواح بنی آدم
کی اُن چیزونکو کہ جاننا اُن کا ضرور ہی بدن کے تعلق سے پہلے جانتی ہین جو اس دنیا مین آئین اور بدن کی تدبیر مین مشغول ہو گئین تو وہ سب بھول
گئین جیسے کمال بڑھاپے کی حالت مین کہ تدبیر بدن کی مشکل پڑ جاتی ہی تو پچھلی یاد باتین بھول جاتی ہین پس انکو ہی معلوم باتین جو بھول گئے ہین انبیا و
واعظ یاد دلاتے ہین چنانچہ اس حدیث سے کہ الارواح جنود مجندۃ ما تعارف منہا ائتلف وما تناکر منہا اختلف یعنی سب روحین مثل
لشکر کے ہین اکٹھا کی گئین جسے پہچان وہانکی ہی اُس سے دنیا مین آپسمین محبت ہوتی ہی اور جسے پہچان نہین اُنمین محبت نہین ہوتی بھی بو اسی بات کی
آتی ہی اور افلاطون حکیم سے بھی یہی منقول ہی کہ اپنے شاگردون سے کہتا تھا انی لست اعلمکم ما کنتم تجہلون ولکنی اذکرکم ما کنتم تعلمون بیشک
مین تمکو نہین سکھلاتا جو تمکو نہین معلوم ہی ولیکن یاد دلاتا ہون مین تمکو جو تم جانتے تھے اور جو بیان فرمایا کہ تجھکو خلق اللہ کے نفع کے واسطے تذکیر
کرنا چاہیے اب بیان اس شخص کا جسکو پیغمبر کی تذکیر سے فائدہ ہوگا فرماتے ہین سیذکر من یخشیٰ اب سمجھ جاویگا جسکو اللہ کا ڈر ہی ہرچند کہ
تجھکو علی العموم نصیحت کرنا فرض ہی لیکن ہر شخص کو اُس سے فائدہ نہوگا بلکہ نفع اُسکا استعداد کی شرط کے ساتھ مشروط ہی اسی واسطے کہا گیا ہی بیت
اہل استعداد شرط صحبت ست ٭ مرد چون کور ست عینک لعبت ست ٭ اور علامت خدا کے خوف کی دل کا نرم ہونا اور سلامت رکھنا جان کا بیہودہ اور ہیچ
باتونسے صاحبونکی تاکہ نورانیت اور صفائی روح کی ظلمت اور کدورت سے بدل جاوے اور نبوت کی شعاع سے روشنی قبول کرتی رہے اور بعضے مفسرون نے اس آیت کے معنی یون کہے ہین کہ بار بار
نصیحت کر اگر ایکبار کی بھی نصیحت نے نفع کیا ہو کیونکہ جلد ہی پوری نصیحت پکڑیگا جو کہ ایک ہی بار نصیحت کر نہین خدا سے ڈرا پس اس صورت مین اشکال بھی بالکل جاتا رہا اور علامت
بھی اس شخص کی کہ اُسکو نصیحت نفع کرے بیان ہو گئی اور تفعیل کا باب کہ تکرار کے معنون پر دلالت کرتا ہی ان معنون کے ساتھ نہایت مناسب ہو گیا واللہ اعلم در
جب فائدہ لینے والون کی نصیحت کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب فائدہ نہ لینے والونکا بیان فرماتے ہین ویتجنبہا الاشقی کنارہ پکڑیگا اس نصیحت
سے وہ شخص جو بڑا بدبخت ہی اور حقیقت مین وہ شخص وہ ہی کہ کچھ خدا کا خوف نہین رکھتا ہی اور عداوت اور عناد کی راہ سے کفر کرتا ہی پس حقیقت کلام کی
اس طرح سے تھی کہ ویتجنبہا من لا یخشیٰ لیکن اس بات کی آگاہی کے واسطے کہ جو شخص کہ خدا کا خوف نہین رکھتا ہی نہایت بدبخت ہی اسی واسطے
اشقی کو من لا یخشیٰ کی جاے پر لائے ہین اب یہان پر سمجھ لیا چاہیے کہ آدمی کی شقاوت یہ ہی کہ عمل اور اعتقاد اُسکا درست نہو اور جسکا عمل نادرست ہی
اور اعتقاد درست ہی وہ بھی شقی ہی لیکن جو شخص کہ اعتقاد بھی فاسد رکھتا ہی وہ اُس سے بھی زیادہ بدبخت ہی پھر اگر کوئی قصور اُسکے اعتقاد مین جہل بسیط کے سبب سے
ہی یا مالوف ہونے اور تقلید کرنے سے کسی مذہب کی مذاہب باطلہ سے تو اُسکو ممکن ہی کہ نیک نصیحت اور مرشد کے سمجھانے سے راہ پر آجاوے اور جو شخص کہ اسکا اعتقاد
بسبب عناد کے نادرست ہی کہ دیدہ و دانستہ انکار حق کے کیے جاتا ہی اور ایک بڑا حجاب کثیف اُسکے استعداد کے آئینے پر پیدا ہوا ہی کہ ہرگز تعلیم سے معلم کی
اور ارشاد سے مرشد کی اصلاح اُسکی ممکن نہین ہی اور بدبختی کی نہایت کو پہنچا ہی وما تغنی الآیات والنذر اُسی کی شان مین ہی اور اس آیت مین مراد شقی سے وہی ہی
اور انجام اُسکے کام کا یہ ہی کہ الذی یصلی النار الکبریٰ یعنی یہ شخص وہ ہی جو داخل ہوگا بڑی آگ مین کہ اُسکا وصف سورہ واللیل مین ہی جس جاے پر
کہ فرمایا ہی کہ فانذرتکم ناراً تلظیٰ اور وہ ایک آگ ہی نیچے کے طبقے مین دوزخ کے کہ ساتوان درجہ ہی اور فرعون والے اور اس امت کے منافق اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مائدہ کے
منکر اُسی طبقے مین ہونگے اور دوسرے طبقونکی آگ سے سوزش مین بہت تیز ہی اور ہر چند کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ نارکم ہذہ جزء من سبعین جزء من نار جہنم

کاٹھن مثل حرہا میں یہ دنیا کی آگ ستروان حصہ ہے دوزخ کی آگ کے گرمی مین بس دوزخ کی آگ کی اصل نسبت دنیا کی آگ کے بہت بڑی اور بزرگ ہے اسی واسطے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ نار کبری جہنم کی آگ ہے اور نار صغری دنیا کی آگ ہے لیکن جو آگ کہ اُسکے درکے مین ہے بہ نسبت دوسرے درکون کی آگ کے جہنم کی آگ کا حکم رکھتی ہے دنیا کی آگ کی نسبت سے بس آتش کبری حقیقت مین وہی آگ ہے اور سبب اُس آگ کی گرمی کی زیادتی کا بہ نسبت دوسری آگون کے اس مثال سے سمجھ لیا چاہیے کہ دنیا کی آگ سرد ملک مین عین سردی کے موسم مین برف پڑنیکی حالت مین سردی کے کام مین مشغول ہونے کے وقت جیسے ملاحی اور سقائی علی الخصوص بڑھاپے مین اور مزاج بھی سرد ہو جیسے بوڑھا بلغمی مزاج اس قدر سوزش رکھتی ہے کہ اسکا تحمل بدن پر نہین ہو سکتا پھر وہی آگ گرم ملک مین عین دوپہر کے وقت گرمی کے موسم مین گرمی کے کام مین مشغول ہونیکے وقت جیسے باورچی گری اور نان پزی علی الخصوص جوان صفراوی مزاج کو کہ ذرہ دار بھی ہو اور تپ بھی چڑھی ہو تو قیاس کیا چاہیے کہ کتنا تفاوت رکھتی ہے بس اسی قیاس پر تفاوت اُس آگ کی گرمی کا دوسری آگون کی گرمی سے قیاس کر لیا چاہیے والعیاذ باللہ من کل اصناف النار اور جو دنیا مین ہر مصیبت کہ آدمی کو پیش آتی ہے نہایت اُسکی یہ ہے کہ موت کو پہنچا دیتی ہے اور موت موجب خلاصی اور راحت کا اُس مصیبت سے ہو جاتی ہے اور اس بدبخت کو اس راحت سے بھی محروم رکھا ہے کہ باوجود ایسی گرمی کی شدت کے ہلاک نہین ہوتا ہے چنانچہ فرماتے ہین **ثم لا یموت فیہا** پھر باوجود اسقدر عذاب کی شدت کے اور دراز ہونے مدت کے نہ مرے گا اُس آگ مین کہ بسبب مرنے کے جسم اسکا اس بلا سے علیحدہ ہو جاوے اور روح اُسکی اس دکھ سے نجات پاوے کیونکہ بنیاد اُس عالم کے بدنون کی ایسی نہین کہ روح اُنسے جدا ہو سکے اور بھید اسمین یہ ہے کہ احکام روح کے اس عالم مین بدن پر غالب ہونگے اور بدن حکم روح کا پیدا کرینگے اور روح کا معدوم ہونا محال ہے اسی واسطے دنیا مین ہر چند کہ محنتین سخت اور مصیبتین بے انتہا پیش آتی ہین لیکن روح فنا نہین ہوتی بلکہ نہایت بیقراری اور دکھ سے بدن کو چھوڑ کر چلی جاتی ہے اور جو وہان کے بدن حکم ارواح کا پیدا کرینگے تو بگڑنا ترکیب کا بھی اُنسے غیر ممکن ہوگا **ولا یحییٰ** اور نہ جیے گا کیونکہ اسکی روح ہمیشہ دکھ اور عذاب مین ہے یہان تک کہ موت کی آرزو کرینگے اور موت نہ آویگی اور اس قسم کی زندگانی حقیقت مین زندگانی نہین ہے ع عمر چون خوش گذرد زندگی خضر کم ست ٭ ور بنا خوش گذرد نیم نفس بسیار بس ہے ... اُنکے بدن کا آگ کی تاثیر سے جل جاویگا پھر روح کے غلبے کے سبب سے آنا فانا دوسرا نیا چمڑا پیدا ہوگا تاکہ اُسمین ایذا اور دکھ زیادہ ہو چنانچہ زخم پر انگور آنے کے بعد دنیا مین تجربہ مین آچکا اور جو آیت سیذکر من یخشی مین بیان اُس شخص کا جو تذکیر سے پیغمبرون کی فائدہ مند ہوتا ہے کیا گیا تو فرماتے ہین کہ خوف الٰہی کا ہونا آدمی کے دل مین سننے سے پند اور نصیحت بزرگونکی ابتدا ہے کمال کی اور نہایت کمال کی دوسری چیز ہے اعتماد کرنا فقط خوف ہونے پر نہ چاہیے کیونکہ اگر وہ خوف دلکے خیال کی مانند آیا اور چلا گیا تو کچھ کام آنیوالا نہین جب تک دل مین جم نہ جاوے اور ہر عضو کو برے کامون سے بند نکرے اور اچھے کامون پر قایم نکرے پھر جب ایسا ہو گیا تو اُس وقت قابل اعتبار کے ہوا اور سبب ہوگا رستگاری کا **قد افلح من تزکی** تحقیق مراد کو پہنچا جو پاک ہوا اور پاکی کی کئی قسمین ہین اول دلکی پاکی کفر اور شرک سے اور باطل عقیدون سے اور بری نیتون اور بداخلاق سے جیسے غل یعنی بدباطنی اور حقد یعنی کینہ اور دغابازی اور حسد اور تکبر اور سوا اُسکے جو سطر کی چیزین ہین دوسری بدنکی پاکی ظاہر کی نجاستون سے جیسے پیشاب لہو اور بول اور براز اور منی اور مذی اور سوا اُسکے تیسری پاکی بدنکی حدث اور جنابت سے وضو اور غسل کے ساتھ چوتھی پاکی بدن کی پیدا ہونیوالی چیزون سے جیسے ناف کے نیچے کے بال اور بغل کے اور ناخن اور بدن کا میل اور سوا اُسکے اور اگر کسی کی داڑھی یا سر کے بال لنبے ہون تو ہر ہفتے مین جمعہ کے دن اُن بالون کو دھونا اور کنگھی کرنا اور عطر ملنا سنت موکدہ ہے پانچوین مال کی پاکی کرنا زکوۃ اور صدقات کے دینے سے اور سود کا مال لجانے سے بچانا اور دوسرے طور کے حرام مالون سے جیسے جوا اور زنا کی اجرت اور سینگیان لگانے کی اجرت یا جو نجس چیزون کی تجارت سے حاصل ہو جیسے کچے چمڑے اور ذبح کی اجرت اور دوسرے کام کہ اُنمین نجاست ہاتھہ مین بھرنا پڑے **وذکر اسم ربہ** پھر بعد کمال طہارت کے لیا اپنے پروردگار کا نام تکبیر تحریمہ مین جو شروع نماز مین ہے اور قرأت اور تسبیح اور تشہد مین اور حاضر رکھنا دلکا درمیان نماز کے اور زبان اور دل سے یاد کرنا سوا نماز کے وقتون کے کیونکہ ذکر سبب ہے استعداد کی صفائی کا اور کمالات کی زیادتی کا اور جس قدر کہ ذکر مین نام پروردگار کا بہت لیا جاتا ہے اسی قدر معرفت کا درخت بڑھتا ہے **فصلی** پھر نماز پڑھی اور

جس ذکر کو کہ دل اور زبان سے کرتا ہی اسکو جوارح سے یعنی ہاتھ پیر وغیرہ سے ملا کر ایک صورت ظاہر مین بنائی اور دل اور زبان اور جوارح یعنی ہاتھ پیر وغیرہ کی موافقت سے کمال مرتبہ منعم حقیقی کی نعمتون کا شکر حاصل کرے حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہی کہ اس آیت مین اشارہ ہی سلوک کی منزلون کیطرف کہ اول اسکے توجہ ہی اور بعد اسکے تزکیہ اور تصفیہ نفس کا ہی یعنی پاک اور صاف کرنا دور کرنے سے بری صفتون کے اور حاصل کرنے سے نیک صفتون کے اور بعد اسکے ہمیشگی ذکر لسانی اور قلبی اور روحی اور سری کی ہی اور بعد اسکے پہونچتا ہی مشاہدات کے مقام کو پس قد افلح من تزکی اشارہ ہی اول مرتبے کیطرف اور ذکر اسم ربہ اشارہ ہی ذکر قلبی کے ہمیشہ ہونیکی طرف اور فصلّٰی اشارہ ہی مشاہدہ کا مرتبہ حاصل ہونیکی طرف کہ الصلوۃ معراج المؤمنین کے یہی معنی ہین اور حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہی کہ جو کوئی صدقہ فطر کا ادا کرے اور عیدگاہ کے راستے مین بھی تکبیرین کہتا جاوے اور عیدگاہ مین پہونچنے کے بعد بھی کہے اور عید کی نماز پڑھے تو مین امیدوار ہون کہ اس آیت کی بشارت مین داخل ہوگا پس تزکی کا لفظ اس سورہ مین زکوۃ سے ماخوذ ہی اور صدقہ فطر کا واجب ہو یا فرض حکم زکوۃ کا رکھتا ہی پس یہ لفظ اشارہ صدقہ فطر کے دینے کیطرف ہوا اور ذکر اسم ربہ اشارہ ہی عید کی تکبیرون کیطرف اور فصلّٰی اشارہ ہی عید کی نماز کیطرف پس مقصود حضرت امیر المومنینؓ کا اس تفسیر سے یہ ہی کہ ہر جگہ قرآن مین زکوۃ کا ذکر نماز کے بعد آیا ہی اور یہان پر جو نماز پر بلکہ ذکر پر بھی مقدم کیا ہی تو ضرور کوئی خاص صورت مراد ہی کہ اسمین یہ تینون کام ترتیب سے واقع ہون اور وہ صورت شرع مین سوائے اس صورت کے نہین ہی اور اکثر فقہا نے ان تینون سے شرطین اور ارکان نماز کے مراد رکھے ہین اور کہتے ہین تزکی اشارہ ہی طہارت کیطرف خواہ وضو ہو اور غسل خواہ تیمم اور ذکر اسم ربہ اشارہ ہی تکبیر تحریمہ کیطرف اور فصلّٰی اشارہ ہی نماز ادا کرنیکی طرف اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے موافق اس تفسیر کے دو مسئلے فقہ کے مسئلون سے اس آیت سے نکالے ہین انمین سے ایک تو یہ ہی کہ تحریمہ باندھنے کیوقت بالخصوص اللہ اکبر کا لفظ کہنا لازم نہین ہی جو چیز کہ خدا کا ذکر ہو سکے کفایت کرتی ہی جیسے الرحمن اعظم یا لا الہ الا اللہ یا سبحان اللہ مگر جو ذکر کہ بلا ہوا غرض اور حاجت سے ہو شروع نماز کا اسسے جائز نہین جیسے اللہم اغفر لی کیونکہ ذکر خالص نہین ہی اور انمین سے یہ بھی ہی کہ تکبیر تحریمہ انکے نزدیک نماز کی شرط ہی رکن نہین ہی یعنی نماز مین داخل نہین کیونکہ فصلّٰی کو ذکر اسم ربہ کے بعد حرف عطف کے ساتھ لائے ہین کہ معطوف اور معطوف علیہ کی مغایرت پر دلالت کرتا ہی اور اسی مذہب سے یہ بات بھی نکلتی ہی کہ اگر نماز کی شرطین جیسے طہارت اور ستر عورت اور روبقبلہ ہونا اگر تکبیر تحریمہ کیوقت کسی کو حاصل نہوا اور بلا فصل بعد اسکے حاصل ہو جاوے تو نماز اسکی درست ہی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہین کہ تکبیر تحریمہ بھی نماز مین داخل ہی اس واسطے کہ تکبیر کو قیام کی حالت مین واقع ہوتی ہی اور قیام نماز کا رکن ہی اور جو ارکان کہ بطور فرضیت کے مقرر ہوئے ہین وہ بھی نماز کے ارکان سے ہین پس سب شرطین نماز کی انکے مذہب پر تکبیر تحریمہ کی حالتمین ضرور چاہیے اور جو ان آیتون مین فرمایا کہ حاصل ہونا کمال کا اور خلاصی عذاب سے موقوف تطہیر اور ذکر اور نماز پر ہی کہ خدا کے خوف کا پھل ہی تو مقام اس بات کا تھا کہ کافر بطریق شبہ کے ذکر کرین کہ ہمکو باوجود کمال عقل و دانش کے کسواسطے خوبی ان اعمالون اور افعالون کی معلوم نہین ہوتی اور سبب ہونا اس اسباب کا حاصل کرنے کو فلاح کے کس واسطے ہماری نظرون سے پوشیدہ اور مخفی رکھا ہی جواب مین اسکے فرماتے ہین کہ تم سب لوگ بسبب شقاوت ازلی کے ان چیزون کے کمال کو نہین جانتے ہو **بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا** بلکہ اختیار کرتے ہو تم دنیا کی زندگانی کو آخرت پر اور دنیا ایک سبزہ زار سے بڑھکر نہین ہی اور انجام اسکا سوکھی گھاس کیطرح سے سیاہ ہو جاتا ہی اور سعادتی لوجھی لذتون مین دنیا کی اور حاصل کرنے مین نام وجاہ کے کمال کو منحصر جانتے ہو حالانکہ دنیا کی زندگانی ہرگز اس قابل نہین کہ آخرت کی زندگانی پر ترجیح دی جاوے کیونکہ **وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ** اور آخرت سبکی سب اسمین نیکی ہی بدی کو اسمین گنجایش نہین بخلاف دنیا کی زندگانی کے کہ ہر چند نعمت اور جاہ حشمت سے گذری جاوے لیکن اسمین رنج اور فکر اور غم اسکو لازم ہی اور کوئی نعمت دنیا کی نظر نہین آتی مگر ایک دکھ اور ضعف اور گھلانا اسکے پیچھے لگا ہی اور اگر بالفرض دنیا بھی نیک ہو اور کسی طرح سے شر اور بدی اسمین گنجایش نکرے اگرچہ یہ فرض محال ہی تو بھی دنیا اس قابل نہین ہی کہ آخرت پر ترجیح دی جاوے کیونکہ آخر دنیا فانی ہی اور آخرت باقی چنانچہ فرماتے ہین **وَّاَبْقٰى** اور آخرت بہت باقی ہی دنیا سے کیونکہ دنیا کی بقا ہر چند کہ دراز و طویل ہو لیکن فنا اسکے پیچھے لگی ہی اور آخرت کی بقا کو فنا کا کھٹکا نہین اسی واسطے کہا گیا ہی ؏ حاصل دنیا نکن تا بنوی * چون گذر نده است نیرزد بجو * غرض دنیا سے یہی ہی کہ اسکو آخرت کا وسیلہ کرین کہ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ یعنی دنیا کھیتی

ہو آخرت کی جناب پہ منافع کے کاہر کہ دنیا کو بلتے ہم کیطرح سے سمجھہ جہان تک ہوسکے اسمین سے باہر نکال کے حافظا عمر بریت غنیمت دانش بود کوی حیری کوہوئی ہو براز سید انش ہو نکتہ فمضمون ہے کماہر کہ اس کلام اعجاز نظام میں باوجود کمال اختصار کے دو دلیلیں قوی باطل کرنے ہر دنیا کی ترجیح کے آخرت پر بڑکور ہین حقیقی ایک تو خیر ہونا ہے دوسرے باقی رہنا اسواسطے کہ عاقل ہرگز ادنی کو اعلی کے بدلے مین نہ لیگا اسی طرحسے فانی کو باقی کے بدلے اختیار نہ کرے گا پس ترجیح دنیا کی آخرت پر تاجرون کی مقتضائے عقل کے بھی خلاف ہے کہ بادشاہون اور امیرون اور علما اور حکماسے بہت کم عقل رکھتے ہین اور جو مضمون کو کہ ترجیح دنیا کی آخرت پر ہے اور دلکو دنیا سے نہ لگانا چاہیے مقتضائے نفوس بنی آدم کے خلاف دیکھا کہ انکی جبلت مین محبت دنیا کی اور منہ پھیرنا آخرت سے ودیعت ہے یعنی امانت ہے اور ہرگز آخرت کی ترجیح کو وہم بھی انکا اور نہین کرنا لاچار واسطے ثابت کرنے اس مطلب کے اگلی کتابون کی سند سے کہ عالم کے فرقون کے نزدیک مسلم ہین اور عرب کے ملک کے رہنے والون پاس مسلم النبوت تھین لا کر فرماتے ہین **اِنَّ هٰذَا** تحقیق یہ مضمون کہ قد افلح من تزکی سے یہان تک مذکور ہوا **لَفِي الصُّحُفِ الْاُولٰى** البتہ اگلی کتابون مین بھی مذکور ہے اور کسی وقت مین یہ مضمون منسوخ اور بدلا نہین گیا **صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى** صحیفونمین حضرت ابراہیم اور حضرت موسی علیہما السلام کے کہ آپ پر آسمان سے نازل ہوئے تھے بس یہ ان قاعدہ کلیون سے دین اور شریعت کے ہر کہ کسی پیغمبر کے زمانے مین نہین ہوئے اور انکار انکا گویا علوم نظریہ کا انکار ہے کہ سوفسطائیون کا کام ہے اور کشاف مین مذکور ہے اور بعضی حدیث کی کتابون مین بھی سند ضعیف سے دیکھنے مین آیا ہے کہ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالی کیطرف سے کتنی کتابین نازل ہوئی ہین آپ نے فرمایا کہ ایک سو چار کتابین حضرت آدم علیہ السلام پر دس صحیفے اور حضرت شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے اور حضرت ادریس علیہ السلام پر تیس اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے اور توریت اور انجیل اور زبور اور فرقان اور طیبی کشاف کے حاشیہ مین ایک سو چودہ لایا ہے اور ان سب مین سے دس صحیفے سواے توریت کے موسی علیہ السلام پر زیادہ کہتے ہین واللہ اعلم لیکن یہ دلیل اونکی بانی سننے مین نہین آیا کہ حضرت موسی علیہ السلام پر سواے توریت کے دس صحیفے دوسرے بھی نازل ہوئے ہین اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے تو موجود نہین انمین خطرے وعظ اور نصیحتین ہین چنانچہ انمین سے ایک یہ ہے کہ ینبغی للعاقل ان یکون حافظا للسانہ عارفا بزمانہ مقبلا علی شانہ یعنی عاقل کو چاہیے کہ اپنی زبان کو نگاہ رکھے اور اپنے زمانے کو پہچانے اور اپنے کام پر بالکل مصروف ہوجاوے

سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ

یہ سورۃ مکی ہے اسمین سولہ آیتین اور بانوے کلمے اور ایک سو بانوے حرف ہین اور حدیث صحیح مین مکرر آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر نمازون مین جمعہ وعیدین کی نمازون اور عشا کی اس سورۃ کو سبح اسم ربک الاعلی کی سورت کے ساتھہ دونون پڑھا کرتے تھے بس ربط اس سورۃ کا سبح اسم کی سورت کے ساتھہ اشارہ نبوی سے ثابت ہوا اسی واسطے صحابہ کرام نے قرآن جمع کرنے کے وقت اس سورۃ کو پیچھے سبح اسم کی سورت کے رکھا ہے اور تامل کرنے سے بہت سی وجہین ربط کی ظاہر مین بھی نظر آتی ہین چنانچہ انمین سے ایک یہ ہے کہ اس سورۃ مین فذکر انما انت مذکر ہے اور اس سورۃ مین فذکر ان نفعت الذکری ہے اور اس سورۃ مین تصلی نارا حامیۃ ہے اور اس سورت مین یصلی النار الکبری واقع ہے اور عمدہ اس سورت کا یہ مضمون ہے کہ دنیا کی زندگانی کو اختیار کرنا برا ہے اور آخرت ہر صورت سے بہتر ہے اور اس سورۃ مین تفصیل ان لوگون کے حال کی ہے کہ دنیا کی لذت مین مشغول ہین اور آخرت کو بھلا دیا ہے اور ان لوگون کا حال ہے کہ دنیا مین آخرت کی زندگی کیواسطے مشقتین کھینچی ہین اور تفصیل آخرت کی خوبی کی بھی ہے کہ طرح طرح کی نعمتین وہان موجود ہین اور سب باقی غیر فانی ہین بس گویا ان باتین یہ سورت تمامی اس سورت کی ہے کو کہ بندوبست کلام کے مشابہت کم ہے اور اس سورۃ کو سورۃ غاشیہ اسواسطے کہتے ہین کہ غاشیہ نام قیامت کا ہے اور اسمین اس سورت کے ہول سے قیامت کے ڈرانا ہے اور ڈرانا قیامت کے حالات کا بڑا مقصود ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ کیا پہنچی تجھکو قیامت کی خبر کہ لوگون سے کیا کریگی اور غاشیہ عرب کی لغت مین

اس چیز کو کہتے ہین جو چھپا لیتی ہی اسی واسطے زین پوش کو غاشیہ کہتے ہین اور قیامت کا حادثہ کئی چیزون کو چھپا دیگا اول ہوش کو کہ بسبب شدت ہول کے
پوشیدہ ہو جاویگا دوسرے بدنکو سب طرف سے یعنی اوپر اور نیچے آگے اور پیچھے داہنے اور بائین سے اس روز عذاب چھپا دیگا چنانچہ دوسری جا پر فرمایا ہی یوم یغشیھم
العذاب من فوقھم ومن تحت ارجلھم وتغشی وجوھھم النار تیسرے نیک کامونکو کافرون کے چھپا دیگی اور مسلمانون کے بھی برے کامونکو چھپا دیگی
اول کو حبط کے طور سے اور دوسرونکو عفو سے اور غرض اس پوچھنے سے کہ تجھکو کچھ قیامت کی خبر پہنچی ہی یہ ہی کہ سننے والا کمال توجہ سے کان دھرے کیونکہ جو چیز کہ ملتفت ہو جاوے
اور آیندہ کی بات کو حضور دل سے سنے چنانچہ بعد اس جمع کرنے اور جتلانے کے معاملہ اس دن کا لوگون سے بیان فرماتے ہین **وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ**
کتنے منہ اس روز ذلیل اور خوار ہونگے ہر چند کہ ذلت اور خواری صفت چہرے والون کی ہی لیکن جو آثار ذلت اور خواری کے اکثر چہرون پر ظاہر ہوتے ہین تو
گویا ذلت اور خواری صفت چہرون کی ہی اور عرب کا قاعدہ ہی کہ ذات سے شخص کی منہ اور گردن اور سر کے ساتھ تعبیر کرتے ہین کیونکہ یے اعضا ہر شخص کی
ذات کے بقا کا سبب ہین پس گویا قایم مقام ذات کے ہین اور وے چہرے ان لوگون کے چہرے ہونگے کہ دنیا مین کبھی خوف اور جھکنا اور فروتنی اور
ذلت اور خواری دین کے مقدمون مین اپنے اوپر پسند نرکھتے تھے اور رنج اور مشقت دین سے استراحت ڈھونڈھتے تھے اور صورت آرائی اور تن پروری مین
مشغول اور حریص تھے اسی واسطے لذیذ طعام کھانا اور ٹھنڈے شربتون کا پینا اور استعمال عطریات کا کرنا انکا مقصد تھا دنیا سے سو اس دن بدلے اس
کاہلی اور تن پروری کے انکو ذلت اور خواری مین گرفتار کرینگے اور اگر خوف اور فروتنی دنیا مین دین کے مقدمون مین اور اللہ تعالی کی عبادتون مین
انکو نصیب ہوتی تو بڑے بڑے درجے ثواب کے پاتے لیکن تکلیف کے کامون سے اپنی تن پروری کے سبب سے دل چراتے تھے چنانچہ اسکے بدلے
مین اس روز تکلیف اعمال شاقہ کی انکو دینگے اور رنج بیحساب اور بے ثواب انکو ملیگا چنانچہ فرماتے ہین **عَامِلَةٌ** یعنی وہ چہرے اس روز کام کرینگے کہ ان
سب مین سے ایک یہ ہی کہ کمال محنت اور ذلت سے چڑھنا ہوگا آگ کے پہاڑون پر جو دوزخ مین ہین اور انھین مین سے ہی کہ طوق اور زنجیر مین آگ کی گردن
اور پاؤنمین گھسیٹتے پھرینگے اور انھی مین سے ہی کہ دوزخ کی آگ مین دھنس جانا جیسے اونٹ دلدل مین غوطے کھاتا ہی اور تفصیل اس اعمال شاقہ کی جو اس روز
واقع ہونگے دوسری سورتون مین مذکور ہی جیسے سارھقہ صعودا وخذوہ فغلوہ ثم الجحیم صلوہ ثم فی سلسلۃ ذرعھا سبعون ذراعا فاسلکوہ
ویوم یدعون الی نار جھنم دعا ویطوفون بینھا وبین حمیم ان اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ مانع زکوۃ کو چاندی سونے کے
تختون سے آگ مین گرم کرکے داغ دینگے پیشانی اور پہلو اور پشت پر اور جو لوگ کہ چارپایے رکھتے تھے اور حق تعالی کا حق ان چارپایون مین سے ادا نہین
کرتے تھے تو وے لوگ قیامت کے میدان مین چت لٹائے جاوینگے اور ان جانورونکو حکم ہوگا کہ انکو روندو اور تصویر بنانے والونکو تکلیف دینگے کہ اپنی
بنائی ہوئی تصویرون مین جان ڈالو اور ان لوگونکو کہ جھوٹے خواب بناتے ہین حکم ہوگا کہ دو جو مین گرہ لگاؤ اور جو لوگ کہ حق بات سے خاموش ہوے آگ
کی لگامین انکے منہ مین ڈالینگے اور علی ہذا القیاس **نَّاصِبَةٌ** وہ چہرے اس روز ان اعمالون کے سبب سے دکھ اٹھاوینگے کیونکہ کام بھاری کہ توقع پر
ثواب اور تحسین کے ہو تو محض رنج ہی اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ عمل اور رنج دونون دنیا ہی مین ہین اور مراد ان چہرون سے چہرے ریاضت کرنیوالونکے ہنود اور یہود اور
نصاری اور دوسرے باطل دینون کے ہین کہ دنیا مین شاق عمل خدا کے واسطے کرتے ہین اور محض رنج اوٹھاتے ہین کیونکہ ریاضتین انکی اپنے وقت کے پیغمبرونکی انکار کے
سبب سے بیفائدہ اور اکارت ہین اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ عمل دنیا مین اور رنج آخرت مین مراد ہی اور وہ چہرے چہرے عیاشون اور دولتمندون اور مال وجاہ کے طالبون
کے ہین کہ حاصل کرنے کو ان مطلبون کے دنیا مین بڑی بڑی محنتین اور مشقتین کرتے تھے آخرت مین پہلے ان تکلیفونکا رنج بیہودہ اور مشقتین بے فائدہ حاصل ہونگی بلکہ
فقط اس رنج بیہودہ پر اکتفا نہوگی کچھ اور بھی اسکے ساتھ زیادہ کیا جاویگا کہ اس آیت مین اسکا بیان ہی **تَصْلَىٰ نَارًا حَامِيَةً** پیٹھین گے
دہکتی آگ مین بدلے مین اس بات کے کہ خدا سے غافل ہوکر ہوادار مکانونمین اور خسخانون مین رہا کرتے تھے اور بیان اس آگ کی گرمی کا حدیث شریف مین یون
وارد ہی کہ ایک ہزار برس تک وہ آگ پھونکی گئی تو سفید ہوگئی پھر ہزار برس پھونکی گئی تو سرخ ہوگئی پھر ہزار برس پھونکی گئی تو سیاہ ہوگئی اب
اسی سیاہی پر ہی اور جب گرمی دوزخ کی ہوا کی انکے اندرون مین نہایت تشنگی پیدا کریگی بے اختیار

پیاس پیاس پکارینگے کہ شاید پانی پینے سے یہ پیاس دفع ہوجاوے تو اُسوقت **تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ** پلائے جاوینگے پانی
ایک کھولتے چشمے سے کہ جسکے پیتے ہی اُنکے ہونٹھ کباب ہوجاوینگے اور آنتین اُنکی ٹکڑے ٹکڑے ہوکر گر پڑینگی پھر فوراً درست ہوجاوینگی اور اسی طور سے عذاب
مین گرفتار ہونگے اور یہ مہمانی اُنکی عوض مین شربتون اور پنیستون کے ہی جو گلاب اور کیوڑے ڈال کے برف مین ٹھنڈا کرکے پیتے تھے اور جب دوزخکے
لوؤن کی گرمی اور اس پانی کی گرمی پیٹ مین اُنکے جمع ہوکر بھوک کی آگ کو بھڑکاوینگی تو ایک ہزار برس بھوک کا عذاب اُنپر مسلّط ہوگا اور حدیث شریف مین
وارد ہی کہ یہ بھوک کا عذاب اکیلا دوزخیون کو دوزخکے سارے عذابونکے برابر معلوم ہوگا پھر بہت سی داد بیداد کے بعد دوزخ کے پیادون کو حکم ہوگا کہ
اُنکو کچھ کھلاؤ لیکن **لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ** نہین ہی اُنکے واسطے وہان کوئی کھانا کہ عوض مین اُن میٹھے سلونے مسمن و پیازے چٹ پٹے
چاشنی دارون کے کہ دنیا مین لذتون اور فربہ ہونے کو اور رنگ روپ نکلنے کے واسطے تناول کرتے تھے اور صبح سے شام تک فرمایشون مین
طرح طرح کے کھانون کی بکاوبون اور باورچیون کو رہتے تھے **اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ** مگر ضریع کے قسم سے اور ضریع نام ہی ایک گھاس کا کہ اکثر
پانی کے کنارے پر ہوتی ہی اور جب تک کہ سبز رہتی ہی تو اسکو شبرق کہتے ہین اور اونٹون کے چارےکے کام مین آتی ہی اور جب خشک ہوجاتی ہی
تو اسکو ضریع کہتے ہین اور زہر قاتل ہوجاتی ہی اور کوئی جانور اسکو نہین کھاتا اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ وہان کے ضریع کو یہانکے ضریع پر قیاس نہ کیا
چاہیے کیونکہ وہ ایک چیز ہی آگ کے اندر کہ چبھنے مین جیسے کانٹا اور کڑوائی مین ایلوے سے زیادہ اور بدبو مین مردار سے بدتر اور گرمی مین آگ سے بڑھکے
ہی اور وجہ اُسکی یہ ہی کہ جیسے کہ دنیا مین جوہر خاک اور آب کا طبیعتون پر یہان کے حیوانات اور نباتات کے غالب ہی اسیطرح جیسے دوزخ مین جوہر ناری
طبیعتون پر وہان کے حیوانات اور نباتات کے غالب ہی بس حیوانات اور نباتات وہانکے ظاہر صورت مین حیوانات اور نباتات سے دنیا کے مشابہت
رکھتے ہین اس واسطے کہ اسی نام سے وہ بھی پکارے جاتے ہین والا معنی مین مادہ انکا جوہر آگ کا ہی اور ہر چیز مین وہانکی سوزش اور ناریت موجود ہی اور جو
مقصود کھانا کھانے کا خالی ان تین چیزون سے نہین ہوتا ہی یا تو لذت یا تو موٹا کرنا بدن کا یا دفع کرنا بھوک کا سو ذکر کرلینے سے ضریع کے اور اُسکے وصفون
کے جو حدیث شریف مین وارد ہین لذت تو کوسون نزدیک نہین پھٹکتی اب باقی رہین دو چیزین دوسری کہ بعضے وقت بدمزہ کھانے سے بھی کچھ مقصود ہوتی
ہین اُسکی بھی نفی فرماتے ہین کہ **لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ** نہ موٹا کرے بدنکو اور نہ کام آوے بھوکھ مین اور فائدے کھانے کے
یہی تین چیزین ہین جو کھانا کہ ان تینون چیزون سے خالی ہی تو گویا کہ طعام نہین کیونکہ اگر موٹا کرتا بدنکو تو بھی دوزخیونکو فائدہ ملتا کہ ایک قوت اُس سے حاصل کرتے اور سہنا عذاب کا
اس قوت کے سبب سے اُنپر آسان ہوجاتا اور اگر بھوکھ کو دفع کرتا تو بھی البتہ ایک طرح کا فائدہ ہوتا کہ بھوکھ کے عذاب سے رہائی پاتے سو یہ کوئی فائدہ وہان کے
کھانے مین نہین ہی باقی رہے یہان دو سوال جواب طلب اوّل یہ کہ وجود نباتات کا آگ مین ممکن نہین کیونکہ دھوپ گرمی کے موسم کی اکثر درختون کو جلادیتی ہی تو آگ کی
گرمی کا کیا حال ہوگا خصوصاً دوزخ کی آگ جواب اُسکا یہ ہی کہ وجود انسان کے بدن کا اور وجود سانپ اور بچھوون کا جو اُس آگ مین مسلّم ہی تو وجود مین نباتات کے کیا
تعجب ہی اور علاوہ یہ کہ بعضے نباتات عین شدت مین آفتاب کی گرمی کے بڑھتے ہین اور سبز اور ہرے رہتے ہین جیسے کو کھر دیا جواسا اور علی ہذا القیاس بہت سے
درخت گرمیون کے موسم مین بڑھتے ہین پھر کیا بعید ہی کہ وہانکی آگ مین بھی اسیطرح کی تاثیر ودیعت ہو کہ بعضے نباتات کو بڑھاوے اور سرسبز کرے علی الخصوص جبکہ جوہر
آتشی اصل طبیعت پر اُن نباتات کی غالب ہو پھر از راہ تماثل کے گرمی سے آگ کی مدد پاوین جیسے سمندر کیڑا دنیا کی آگ سے دوسرے یہ کہ اس آیت مین دوزخیونکا کھانا فقط
ضریع پر منحصر رکھا ہی کہ سوا اُسکے اُنکو وہان دوسرا کھانا نہ ملیگا حالانکہ دوسری آیت مین دوسرا کھانا بھی دوزخیون کے واسطے مذکور فرمایا ہی اُنمین سے زقوم بھی ہی کہ اِنَّ شَجَرَةَ
الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِيْمِ اور اُنمین سے ایک غسلین ہی وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ جواب اُسکا یہ ہی کہ دوزخکے بہت سے طبقے ہین بعضے طبقے مین فقط یہی کھانا ہوگا اُسکے
سوا اور کچھ نہ ملیگا بس وجوہ یومئذ خاشعۃ سے مراد اُسی طبقے والے ہون تو بس کچھ اشکال باقی نہ رہا اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ مراد من ضریع سے خصوصیت ضریع
کی نہین بلکہ جو کچھ کہ ضریع کی جنس سے ہی بےلذتی اور تلخی اور بدبو اور موٹا نکرنے اور بھوک کے دفع نکرنے مین وہ سب ضریع مین داخل ہی یہانتک کہ بعضے مفسرون نے ضریع کو فعیل جو مفعل کے
معنون مین ہی جیسے علیم اور بدیع مقرر کیا ہی اور معنی اُسکے یون کہے ہین کہ جو طعام کہ ضرع اور خواری اور طبیعت کی بدمزگی کا ہو وہ ضریع ہی اور اس صورتمین بھی اشکال دفع ہوجاتا ہی

جب کہ احوال بیان کرلیے دوزخیون کے کھانے اور پینے کے اور رہنے کی جا سے فارغ ہوئے تو اب جنتیون کے کھانے پینے رہنے کی جاے اور اسباب اور سامان کا بیان فرماتے ہین اور جو بیان بہشتیون کے حال کا بھی تفصیل اُس اجمال کی ہی جو حدیث الغاشیہ مین مذکور ہوا ہی حرف عطف کا بیان مذکور نہ کیا بخلاف سورہ قیامت کے کہ وہان حرف عطف کے ساتھ مذکور فرمایا ہی کیونکہ وہان تفصیل مجمل کی نہین ہی کیونکہ پہلے اجمال نہین گذرا ہی **وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاعِمَةٌ** کتنے منہ اُس روز خوش منظر اور نازک اندام ہونگے اسواسطے کہ علامتین ذلت اور خواری اور خوف اور دہشت اور رنج اور محنت کی چہرونمین انکی تاثیر نکرینگی کیونکہ اُن چہرون والون نے دنیا مین بہت سی تکلیفین اُس روز کی سختی کی آسانی کے واسطے اٹھائی تھین اور محنتین اور مشقتین حق تعالی کی خوشنودی کیواسطے اپنی جان اور تن پر گوارا رکھتے تھے چنانچہ فرماتے ہین **لِسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ** اپنی کوشش سے اُس روز خوش و خرم رہینگے کہ وہ کوشش ہماری ٹھکانے لگی اور اچھا پھل لائی **فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ** وہ چہرے ایک باغ مین ہونگے کہ بلند ہی اور بسبب اس بلندی کے ہول قیامت کا اور دوسری ہوذی چیزونکا وہان نہ پونہچیگا اور دوزخ کی بھاپ کا وہان اثر نہوگا بلکہ **لَا تَسْمَعُ فِيهَا لَاغِيَةً** سنینگے وہان بیہودہ بات یہ جانکہ گالی گفتار اور ذلت کی بات ہو یا یہ کہ فریاد اور الغیاث دوزخیون کا کہ محض بیہودہ ہی وہان نہ پونہچیگا تاکہ عیش انکا مکدر نہوجاوے اور یہ صفت بہشتیونکو مقابلے مین **تَصْلَى نَارًا حَامِيَةً** کے دی ہی اور مقابلے مین کھولتے چشمے کے انکو **فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ** اُس باغ مین چشمہ ہی کہ پانی اُسکا بہتا ہی اور برف سے ٹھنڈا اور شہد سے میٹھا ہی اور مقابلے مین دوزخیون کی ذلت اور خواری کے انکو **فِيهَا سُرُرٌ مَرْفُوعَةٌ** انکو اُس باغ مین تخت ہین اونچے تاکہ کمال عزت سے اسپر بیٹھین اور مقابلے مین دوزخیون کی محنت اور رنج کے اور نجس کھانے پینے کے انکو **وَأَكْوَابٌ مَوْضُوعَةٌ** اور کوزے ترتیب سے چنے ہونگے انھین تختون کے یعنی جب کہ خواہش کھانے یا پینے کی جیسے شراب اور دودھ اور شہد کی انکو ہوگی تو بن مانگے اٹھا لینگے اور کھا لینگے اور اس بات کی حاجت نہوگی کہ تختون سے اتریں اور محنت کریں اور اُن کے فرش کے واسطے اُس بہشت مین **وَنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ** اور مسند اور توشکین برابر بطور صف کے بچھی ہونگی تاکہ جس مسند اور توشک پر چاہین لیٹین اور تکیے لگاوین اور اُنکے مکانون مین **وَزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ** اور قالین ہونگے بکھرے پڑے تاکہ جس مکان مین جاوین بچھاوین پھر جب کہ حال دوزخیون اور بہشتیون کا تفصیل سے اس سورہ مین مذکور ہوا تو کافر بطور طعن اور ٹھٹھول کے کہتے تھے کہ اس پیغمبر کے کلام مین تناقض پایا جاتا ہی کیونکہ دوزخیون کے رہنے کی جگہ اور کھانا اور پینا انکا اس طور سے بیان کرتا ہی اور یہ بھی کہتا ہی کہ اس عذاب شدید سے دوزخی مرینگے بھی نہین اور ابدالاباد تک زندہ رہینگے حالانکہ آدمی اور جانور ونکو اس قسم کے عذاب مین ایک لحظہ زندگی بسر ہوجانا محال ہی اور بہشتیون کی تعریف مین کہتا ہی کہ اونچے اونچے تختون پر بیٹھے ہونگے اور مشقت اور رنج کسی طرح کا نکرینگے حالانکہ بار بار اترنا چڑھنا اونچے اونچے تختون سے یہ بھی تو مشقت ہی اور یہ بھی کہتا ہی کہ وہان کوزے پانی اور شراب کے بھر بھر دھرے ہونگے اور مسند اور قالین بھی بچھے ہونگے حالانکہ جو بیٹھنے کے تخت ہوتے ہین انمین اسقدر گنجایش کہان ہوتی ہی اور دوسرے یہ کہ اگر وہ کوزے دھل جاوین تو تمام فرش بھیگ جاوے اور قابل بیٹھنے کے نرہے حق تعالی نے انکے اس ٹھٹھول اور طعن کے جواب مین یہ آیت بھیجی اور حاصل جواب کا یہ ہی کہ نمونہ بہشتیون اور دوزخیون کا عالم مین موجود ہی اور صورت بھی بہشت اور دوزخ کی نمودار ہی پس کسواسطے بہشتیون اور دوزخیونکے احوال کا اور بہشت اور دوزخ کی صفتونکا انکار کرتے ہو اور اُن چیزون مین جو تمھارے سامنے موجود ہین کیون تامل نہین کرتے اور وہ چار چیزین ہین اول جانور ہیں یعنے تو اونٹ ہی دوسرا بسائط علویہ سے آسمان ہی تیسرا معادن مین سے پہاڑ ہین چوتھا بسائط سفلیہ سے زمین ہی پس اول ذکر شتر کا فرماتے ہین **أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ** کیا نظر نہین کرتے اونٹون کیطرف کہ کیسے پیدا کیے گئے ہین اور پیدایش مین اُنکے نمونے جنتیون کے اور دوزخیونکے دونون موجود ہین ذات اور معاش مین اپنی مشابہت دوزخیون سے رکھتا ہی اور فوائد اور منفعتون مین مناسبت بہشتیون سے لیکن مشابہت دوزخیونسے اپنی ذات اور معاش مین جو رکھتا ہی سو اس جہت سے ہی کہ باوجود اس ڈیل ڈول کے اس مرتبے کو ذلیل اور خوار ہی کہ ایک بچہ بلکہ چوہا اُسکی مہار پکڑلے تو جہان چاہے وہان لیے پھرے اور جب چاہے بٹھالے بوجھ لادکے جہان چاہے لیجاوے اور سبب اُسکے جہلکے خشوع کے سبب سے ہی کہ اُسکی ناک چھید کے نکیل ڈالتے ہین پس اُسکے سبب سے ذلیل اور تابعدار ہوجاتا ہی اور اکثر اُسکے رہنے کی جگہ گرم اور ریگستان ہوتی ہی کہ لو کے چلنے اور آفتاب کی گرمی سے گویا کہ آگ ہوجاتی ہی اور مدتون تک یہ جانور پیاسا رہتا ہی اور اگر پانی میسر ہوتا ہی بالکل گرم کہ دھوپ کی شدت سے گارھا بن جاتا ہی اور خوراک اُسکی

درخت خاردار اور کڑوے جیسے کو ظم اور جواسا اور ضریع اور باوجود ان سب باتون کے حیات اور قوت اور طاقت بارکشی اور اعمال شاقہ کی اور اتر نا چڑھنا پہاڑون
کا اور دولت کھینچ پانی کی جو اُسکو نصیب ہوتی ہی عشر عشیر اسکا کسی اور جانور کو نہین اور سدا گرفتاری سے رنج وبلا مین رہتا ہی اور مناسبت اسکی بہشتیون سے
فائدون اور منفعتون کی جہت سے ہی کہ اگر اسکی پیٹھ کو خیال کرین تو گویا ایک اونچا تخت چار ستون پر دھرا ہی پھر باوجود اس بلندی کے کہ ہاتھ بھی آدمی
کا اُس تک نہین پہونچ سکتا جب چاہین بٹھلا کر سوار ہو جاوین جیسے جنت کے تخت چنانچہ معالم التنزیل مین ذکر کیا ہی کہ بہشت کے تخت دور سے بلند نظر آوینگے
پھر جب جنتی چاہین گے کہ اُنپر بیٹھین تو وہ نیچے ہو جاوینگے پھر اونچے ہو جاوینگے اور اُسکے چارون تھن گویا دودھ کے بھرے آبخورے تیار رکھے ہین
اور چشمے دودھ کے اُن سے جاری ہین اور اُسکے پشم سے نمدے اور قالین اور مخملی مسندین بناتے ہین اور گوشت اُسکا کھاتے ہین اور دودھ اُسکا
پیتے ہین اور اُسکے بال سے پہننے اوڑھنے کے اسباب بناتے ہین اور پیٹھ پر اُسکے سوار ہوتے ہین اور جب اسکو لادکر لیچلو تو گویا ایک کشتی ہی کہ اپنے پانون چلی جاتی ہی
اور اگر بغیر بوجھ کے لے چلو تو ایک پیک ہی کہ دوڑا جاتا ہی اور اگر اپنے اہل وعیال کے ساتھ اسپر سوار ہو جیے اور تمام اسباب اور سامان گھر کا اُسپر لاد دیجیے تو گویا
ایک گھر کا گھر چلا جاتا ہی پس دنیا کے جانورون مین یہ جانور نہایت عجیب ہی لیکن رات دن کے باہم رہنے سے کچھ تعجب کی چیز معلوم نہین ہوتی ہی کہتے
ہین کسی جانور مین یہ خوبی نہین کہ اگر اسکو لادین تو تمام اسباب گھر کا اُٹھالے اور اگر کہین بھیجنا منظور ہو تو تمام راستے دوڑتا چلا جاوے اور اتنی دور جاتا ہی کہ
کوئی جانور اُسکے ساتھ نہین پہونچ سکتا ہی اور اگر اسکا دودھ دوہین تو سارے گھر کو کفایت کرتا ہی اور اگر اُسکو ذبح کرین تو اُسکا گوشت ایک محلے کو
کفایت کرتا ہی اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہی کہ الابل عز لاھلھا والغنم برکۃ والخیل معقود بنواصیہا الخیر الی یوم القیمۃ یعنی اونٹ عزت کا سبب ہی
گھر والون کی اور بکریان برکت ہین اور گھوڑے کے ساتھ بہتری لگی ہوئی ہی دن قیامت تک اور باوجود اس ڈیل کے سواونٹون کی قطار کو ایک بچہ لیے پھرتا ہی
اور صابر ایسا ہی کہ دس روز تک پیاسا رہتا ہی اور محنت اور مشقت مین قصور نہین کرتا اور عجائبات سے اُسکے ایک یہ ہی کہ وہ تقبیلہ چلتا ہی اور اگر بال اُن
اُسکے جلا کر خشک کرکے جاری خون پر رکھ دیجیے تو بند ہو جاتا ہی دودھ اور پیشاب اُسکا استسقے والون کو اور تلی اور بواسیر والونکو نہایت مفید ہی اور طبیب
لوگ اسبات کو خوب جانتے ہین اور اونٹ کی کلنی کو اگر عاشق کی آستین پر باندھ دین تو اسکا عشق جاتا رہے اور اونٹ سب جانورون مین بلوغت مشہور ہی کہ
نہ ماں بہن پر وابستہ نہین پہچانتا اور مستی کے وقت مین آثار عشق کے اور ولولے اور جوش جنون کے اُسمین نظر آتے ہین نمونے سچے عاشقون کے ہین اُسوقت کھانا
پینا چھوڑ دیتا ہی اور قدیم عادت سے تین حصے زیادہ بوجھ اُٹھاتا ہی اور خلقت مین اُسکی درازی گردن کی عجائبات سے ہی نقل کرتے ہین کہ ایک شخص نے کسی حکیم کے
روبرو ذکر کیا کہ جانورون مین سے ایک جانور ہی کہ اسکو اونٹ کہتے ہین اسمین عجیب خاصیت ہی کہ اسکو بٹھلا کر اُسپر بار لادتے ہین پھر وہ اپنے زور سے کھڑا ہو جاتا ہی
اور یہ خاصہ کسی اور جانور مین نہین ہی کہ لادنے کے بعد کھڑا ہو جاوے اُس حکیم نے کہا کہ معلوم ہوتا ہی کہ اس جانور کی گردن دراز ہوگی کہ گردن کے زور سے کھڑا
ہو جاتا ہوگا اور اکثر اُسکی خوراک اونچے اونچے درختون کے پتے ہین اگر اُسکو ایسی لمبی گردن نہ ملتی تو بڑے درختون کے پتے کھانے سے محروم رہتا اور یہین سے معلوم ہوا
کہ ہاتھی کو اس مقام پر مذکور نفرمایا اسواسطے کہ ہاتھی مین نمونے دوزخ اور جنت کے موجود نہین کیونکہ اول تو مکان اُسکی بود وباش کا مر بعید اور آبادی تو ہی
اور اکثر خوراک اُسکی گنّے کے پتے ہین اور زراعتین اور کاروبار مین رنج و مشقت اٹھا نہین سکتا اور ذلیل و مقہور بھی نہین ہی بلکہ سرکشی اور تکبر حد سے زیادہ اُسمین
پایا جاتا ہی اور اکثر اوقات کمال عزت اور توقیر سے فیلخانون مین امرا اور سلاطین کے ہوتا ہی اور اُسکو گھاس کی جگہ نیشکر کھلاتے ہین اور خوب تر تراتے علیدہ کہ
راتب پاتا ہی اُسکو دوزخ کے جلے بھنے بھوکے پیاسون سے کیا مناسبت دوسرے یہ کہ یہ جانور بے منفعت بھی ہے کہ نہ دودھ ہی نہ پشم اور نہ گوشت اُسکا لائق
کھانے کے اور نہ ہر شخص ہر وقت اُسپر سوار ہو سکے اور نہ ہر ایک کا تابعدار اور فرمان بردار پس نمونہ بہشت کا بھی نہین ہو سکتا اگرچہ ڈیل اُسکا بڑا ہی تو کس کام کا
کیونکہ یہان بیان اور یہی مقصد کا ہی **وَاِلَى السَّمَاۤءِ كَیْفَ رُفِعَتْ** اور کیا نظر نہین کرتے آسمان کی طرف کہ کس قسم کا بلند کیا گیا ہی تاکہ
بلندیکو بہشت کی اور وہان کے تختون کی کچھ عجیب نجانو اور آسمان باوجود اس بلندی کے بسبب گت دوری کے ہر جز اُسکے اجزا کا دوری مین رات اور دن کے
پست بھی ہو جاتا ہی اسطرح سے کہ سر کی طرف سے قدمون کی طرف آجاتا ہی اور نیچا ہو جاتا ہی بہشت کے اونچے تختون کا بہشتیون کے قدمون کے نیچے اس بلندی اور پستی سے

سمجھ لیا چاہیے اور یہ بھی سمجھا چاہیے کہ آسمان مین ستارے کوزون کی طرح رکھے ہین اور اس حرکت دوری سے آسمان کے دو تارے اپنے مرکز سے جنبش نہین کرتے
اور اوندھے نہین ہو جاتے جیسے کہ کوزے بہشت کے پینے کی گرم و سرد چیزون سے بھرے دھرے ہین اسی طرح سے کوزے آسمان کے رنگارنگ شعاعون سے مثلاً زہرہ
کی شعاع مروارید کی سی ہی اور مریخ کی شعاع سرخ اور مشتری مین صرف سفیدی اور زحل مین گندلا پن اور نیل گونی اور کف الخضیب مین شعاع عباسی اور گرمی اور
سردی مین شعاعین ستارون کی مختلف اور گوناگون ہین پس جو سردی کہ چاند کے نور مین ہی ظاہر ہی اسیطرح سے حرارت آفتاب کی اور خشکی زحل کی اور رطوبت زہرہ کی
اور اسی قیاس پر اور تارون کو سمجھا چاہیے اور یہ بھی ہی کہ چشمہ آفتاب اور مہتاب کا آسمان مین نمونہ ہین بہشت کی جاری نہرون کا کہ ایک سے شراب گلگون
تیز و تند فوارے کی مانند جوش مارتی ہی اور دوسرے سے دودھ سرد تر نکلتا ہی اور جو تارے برجون اور منزلون مین بکھرے نظر آتے ہین مانند مخمل کی مسندون کے اور رنگارنگ
قالینون کے ہین کہ بعضون کو برابر مانند صفون کے بچھا دیا ہی اور بعضونکو مانند بکھرے ہوے پھولون کے متفرق چھڑک دیا ہی پس آسمان دنیا مین نمونہ بہشت کا ہی
اور وہان کے رہنے والے کہ فرشتے ہین اپنے کامون سے جو عند اللہ مقبول ہین نورانی چہرون کے ساتھ خوش و خرم ہین اور وہان بغیر تسبیح اور ذکر الٰہی کے بیہودہ بات
نہین سنتے اور اگر اسی آسمان کو بہ نسبت شیاطین کے اور مغلوبون بنی آدم کے اور بدبختون کے ملاحظہ کرین تو مانند دوزخ کے نظر آتا ہی کہ شیاطین اور بدکارونکی
ارواح کو ہمیشہ مارنا اور ہانکنا تارون سے برابر جاری ہی اور انکو کمال ذلت اور خواری وہان حاصل ہی جیسے جب شیطان استراق سمع کو یعنی آسمان کے احوال جو فرشتے
آپسمین ذکر کرتے ہین اُسکے سننے کو جاتے ہین اور اُنپر آگ کے انگارے اور گرز مارے جاتے ہین تو خوف سے ملک الموت کی پکڑ کے ناامید ہوکے وہان سے بھاگتے ہین اور
رنج بیہودہ اُٹھاتے ہین اور آسمان کے دربانونکا غصہ اور آفتاب کی گرمی اور غذا کی عوض مین دربانون کی مار دھاڑ اُنکے نصیب ہی یہ سب دوزخیون کی
مشابہت ہی **وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ** اور کیا پہاڑونکی طرف نہین دیکھتے ہین کہ کیسے کھڑے کیے گئے ہین کہ ہرگز آندھیون سے اور مینھ
برسنے سے اور بھونچالونکے آنے سے گرتے نہین ہین نہ اوندھے ہوتے ہین اسطرح سے بہشت کے آبخورون کو سمجھ لینا چاہیے بلکہ اگر فکر کرے تو پہاڑ بلندی اور خوبی
ہوا ہونے مین بہشت کی مانند ہین کہ بدبوئین اور موذی جانور زمین کے اور خراب بخارات وہان نہین پہونچتے ہین اور بیہودہ گوئی دنیا والونکی خصوصاً لڑائی جھگڑے
ہرگز وہان سنے نہین جاتے اور چشمے میٹھے پانی کے وہان جاری ہین اور اونچے اونچے پتھر صاف مانند تختون کے جابجا دھرے اور خود رو درختون پر جو میوے
لٹکتے ہین بہشت کے کوزون کے مانند تیار رکھے ہین اور سبزہ رنگارنگ مانند مسندون اور قالینون کے بچھا ہی اور اگر کوئی انھین پہاڑونکو بہ نسبت بدبختون کم نصیبون
کے کہ گرفتار مصیبت اور تباہی کے ہوکر وہان پڑے ہین ملاحظہ کرے تو نمونہ دوزخ کا نظر آتا ہی کہ اُترنا چڑھنا وہان سے بالکل مشقت اور رنج ہی اور وہان کی ناموافق
آب و ہوا خصوصاً پہاڑ کے تلے کی جسکو ادل کہتے ہین دوزخ کے گرم چشمے کے مانند ہی اور درخت کڑوے اور خاردار مانند ضریع اور زقوم کے ہین **وَ**
اِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ اور کیا نہین دیکھتے ہین زمین کو کہ کیسی بچھائی گئی ہی کسی جا پر برابر مصفا مسند کی طرح سے بچھی ہی اور کسی جا کے
یہ تختے رنگارنگ پھولون کے قائم مقام بکھرے قالینون کے چھلک رہے ہین بلکہ یہی زمین ہی کہ بہ نسبت اغنیا اور امرا کے حکم بہشت کا رکھتی ہی کہ کمال عزت اور
تمکنت سے باغون اور سیرگاہون مین مکلف فرشون پر بیٹھے ہوتے ہین اور کھانے پینے کی نعمتون کے برتن طرح طرح کے سامنے دھرے رہتے ہین اور چشمے زر و جواہر کے معدنون
اور خزانون سے جاری اور تخت بلند سنہرے روپہلے جڑاؤ بیٹھنے اور سواری کو موجود اور اگر اسی زمین کو بہ نسبت محتاجون اور مفلسون کے خیال کرین خصوصاً بہ نسبت اُن
لوگون کے کہ گرم ملک مین عین گرمی کے موسم مین بے سامانی کے ساتھ پیادہ پا بے توقع منفعت کے سفر کی سرگردانی مین گرفتار ہین حکم دوزخ کا رکھتی ہی کہ تمام اسباب رنج
اور محنت کے موجود اور آرام اور راحت بالکل مفقود پس یہ چارون چیزین عاقلون کو بہشت اور دوزخ کے احوال دریافت کرنیکو کافی ہین اور ان چارون چیزونکو
مثل کے واسطے اس سبب سے اختیار کیا کہ اس کلام اعجاز نظام کے مخاطب اس ملک کے جنگلون کے رہنے والے عرب تھے کہ جانورون مین اکثر اونٹ کو پالتے تھے اور اسکا دودھ بھی پیتے تھے
اور گوشت بھی کھاتے تھے اور اُسکے بالون کے کپڑے پہنتے تھے اور فرش فروش اور خیمے بھی بناتے تھے اور سفر مین اُسی پر سوار ہوتے تھے اسیواسطے تجربہ والون نے کہا ہی کہ
تمام کار و بار عرب کا موقوف اونٹ پر ہی اور اہل ایران کا خچر پر اور اہل توران کا گھوڑے پر اور اہل ہند کا بیل پر اور جو اکثر جنگلون کے رہنے
والے جانور بہت پالتے ہین تو پانی اور چارے کی طرف احتیاج بہت ہوتی ہی اسی سے ہمیشہ نظر انکی آسمان کی طرف ہوتی ہی کہ کدھر کی

ہوا چلتی ہی اور کون سی ہوا سے مینہ برستا ہی اور اکثر پناہ کی جا اور گریز گاہ انکی بڑے بڑے پہاڑ ہین جب کوئی غنیم آتا یا زمین مین پانی اور گھاس کا قحط
ہوتا تو بھاگ کر پہاڑون پر چلے جاتے تھے اور وہان فراغت سے گذران کرتے تھے چنانچہ کسی شاعر نے بطور فخر کے کہا ہی تندعی لنا جبل یحله من
نجیره + منیع یرد الطرف وهو کلیل + پھر احتیاج اس قسم کے لوگون کو بلکہ تمام بنی آدم کو بادشاہ سے فقیر تک طرف زمین کے ہوتی ہی کیونکہ محل
گھاس اور چارپایکا اور مکان زراعت اور میویکا اور مقام سکونت اور عمارت کا اور زر اور جواہر کے معدنونکا ہی پس یہ چار دن چیزین ہمیشہ وہان کے
رہنے والون کے خیال مین رہتی ہین اور مقصود مثال سے حاضر کرنا خیالیہ صورتون اور محسوسات کا ہی کہ ان صورتون سے کھینچ معنون معقولہ کا ملے
اور جو چیز کہ جلد خیال مین آوے مثال دینا ایسی چیز کی نہایت مفید ہی اور کمال بلاغت کا ایسے مثال کے بیان کرنے مین ہی اور محققون نے کہا ہی کہ قرآن مجید مین
اپنی نعمتون کے یاد دلانے کے مقام پر ذکر دلیلون وحدت ذات کا اور کمال صفاتون خود مختاری کا بیان فرمایا ہی تاکہ حرص اور شہوت مین جا پڑے اور دنیا کی
زینتین منظر نہو جاوین والا جو غرض کہ اس تمثیل سے ہی بیفائدہ ہو جاوے اور لوگ بسبب فکر کرنے خواہشون اور ریجھ کی چیزون کے اسی خیال مین جا پڑین اور مقصود کو
نہ پہونچین اسی طرح سے عجیب و غریب چیزین کہ بنی آدم کی صنعت کے سبب سے ظاہر ہوئی ہین اور نمود پکڑی ہین وہ بھی قابل استدلال کے نہ تھین کہ مبادا ان تمام
عجائبات کو ارادے اور اختیار سے بنی آدم کے تصور کرنے حکمت اور قدرت پر انکی حوالہ کرین اور مطلب کو پہونچنے سے محروم رہین ناچار جو چیز کہ ہر شخص کو حاصل ہی
اور ہرگز موجب طمع اور حرص کی نہین ہو سکتی اور حسن و جمال طبیعی رکھتی ہی اس کلام پاک مین ایسی چیز تمثیل کیواسطے جابجا اختیار کی ہی اسیواسطے کہین نہین
فرمایا کہ کارخانون مین بادشاہون کے اور سامانون مین امرا کے فکر کرو یا خوب صورت امردون کو یا حسین عورتون کو غور سے دیکھو اور یہان سے یعنی ان چیزون کے
دیکھنے سے صانع کی حکمت کو دریافت کرو اور بعضے علما نے سطحت کی لفظ کو کہ زمین کے حق مین وارد ہوئی ہی استدلال اس بات کا گردانا ہی کہ زمین کی شکل کروی
نہین لیکن یہ استدلال نہایت ضعیف ہی کیونکہ زمین حقیقت مین شکل کروی رکھتی ہی لیکن بسبب بڑے پن کے معلوم نہین ہوتی اور بسبب دریافت نہونے بلندی
اور پستی اسکے اجزاے متلاصقہ یعنی باہم چسپیدگی سے مسطح معلوم ہوتی ہی اور کلام وہم اور خیال والون سے ہی کہ کرویت اس قدر بڑے جسم کی دریافت نہین
کرسکتے اور جب کہ کافرون کی طعن اور استبعاد کے جواب سے کہ حق مین بہشت اور دوزخ کے اور احوال مین بہشتیون اور دوزخیون کے کرتے تھے فارغ ہوئے تو گویا
مقام اس بات کا ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کمال عناد اور سرکشی ان کافرون کی دیکھکر ایسا نہو کہ پند و نصیحت کرنا موقوف کرین اور اس تمام وعظ اور نصیحت
کو بیفائدہ سمجھین اسواسطے تاکید اس امر کی منظور ہوئی اور تسلی آپ کی خاطر مبارک کی ضرور پڑی تو ارشاد فرماتے ہین فَذَكِّرْ إِنَّمَا أَنتَ مُذَكِّرٌ
پس نصیحت کر نہین ہی تو مگر نصیحت کرنیوالا یعنی جو ان چار دن چیزون کو نزدیک ہر ادنی اور اعلی کے انمین سے حاضر اور موجود ہین مانند آخرت کے کامونکے معلوم
کیا تو نے اور دلیل قوی بہشت اور دوزخ کے احوال پر پائی تو انکے طعن اور استبعاد کے لفظون سے کہ سوا جھگڑے کے کچھ اور نہین ہی تنگدل نہو اور اپنا کام کہ تذکیر
اور پند ہی کرتا رہ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ نہین ہی تو انپر اتالیق اور داروغہ کہ ہرگز انکو حق کی راہ سے بے راہ ہونے نہ دے اور دلون مین انکے حق
بات کو زور سے ڈالدے کیونکہ یہ کام مقلب القلوب کا اور دلون کے مالک کا ہی بشر کا مقدور نہین إِلَّا مَن تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ یعنی سبکو بار بار نصیحت
اور پند کر مگر اس شخص کو کہ جسنے منہ پھیرا تیری نصیحت سے اور کفر اختیار کیا اور انکار تیری رسالت کا کیا اسکو بار بار نصیحت کرنا تجھپر فرض نہین ایک بار پہونچا دینا
احکام الہی کا اور عذاب سرمدی سے ڈرا دینا ضرور تھا سو اس سے تو فارغ ہو چکا اب معاملہ اسکا خدا سے ہی فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ
پس عذاب کریگا اسکو اللہ تعالی وہ عذاب کہ بہت بڑا ہی دوسرے گنہگارون کے عذاب سے جنھون نے کفر نہین کیا اور اسلام سے منہ نہین پھیرا کیونکہ وہ سدا کا عذاب
اور ایمان دار ہرچند کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب ہون اور بیتوبہ مرین تو بھی اس عذاب دردناک سے یعنی ہمیشگی کے عذاب سے محفوظ رہینگے اور اگر یہ کافر عناد کرنیوالے عذاب
کرنے مین اللہ تعالی کے کہ دریافت سے انکے حواس کے غائب ہی یعنی بشر کی عقل اسکو دریافت نہین کرسکتی اور سواے بنی آدم کے مار دھاڑ کے اور
عذاب کو نہین جانتے تردد کرین تو بیجا ہی کیونکہ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ مقرر ہماری ہی طرف ہی پھر آنا انکا کہ بعد مرنے کے روح ہر شخص کی
دریافت سے حواس کی غائب ہو جاتی ہی اور عالم غیب کو پہونچتی ہی تس ناچار سب کو ایک عالم کی طرف کہ مالک اس عالم کا سواے جناب باری کے کوئی نہین

جاتا ہی ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ پھر تحقیق ہمارے ہی اوپر ہی حساب اُنکے گناہ صغیرہ اور کبیرہ اور انواع کفر اور عناد کا کہ موافق اُسکے جزا اور سزا دینگے پھر جو شخص کہ روگردانی اور کفر مین سخت ہی اور زیادہ تکلیف اور عذاب بھی اُسپر زیادہ ہی والعیاذ باللہ منہ پس اِن الینا ایابھم کی آیت مین اشارہ برزخ کے احوال کیطرف ہی کہ بعد موت کے بلافاصلہ روبرو آنیوالا ہی اور آیت مین ثم ان علینا حسابھم کی اشارہ ہی قیامت کے دن کے معاملے کی طرف کہ بعد مدت دراز کے ظاہر ہوگا اور اسیواسطے کلمہ ثم کا کہ دلالت تراخی اور مہلت دراز پر کرتا ہی سرے پر اس آیت کے وارد فرمایا ہی

تمہید

سورۃ الفجر

یہ سورت مکی ہی اسمین تیس آیتین اور ایک سو ستائیس کلمے اور پانچ سو ستانوے حرف ہین اور اسکے ربط کی وجہ ھل اتٰک سے یہ ہی کہ اس سورے مین بھی قیامت اور بہشت اور دوزخ اور ثواب اور عذاب کا ذکر ہی اور آدمیون کے دو قسم ہوجانے کا بہشتی اور دوزخی اور ظاہر ہونا برائی اور بھلائی کی نشانیونکا چہرون پر اور اس سورے مین بھی اسی مضمون کا بیان ہی اور اُس سورے مین لسعیھا راضیۃ بھلائی والون کے حق مین فرمایا ہی اور اس سورے مین راضیۃ مرضیۃ اور اُس سورے مین فیعذبہ اللہ العذاب الاکبر کافرون کے حق مین ارشاد ہوا ہی اور اِس سورے مین فیومئذ لایعذب عذابہ احد ارشاد ہوا اور یہ دونون مضمون آپسمین قریب ہین اور نازل ہونا اس سورے کا دفع کرنیکو ایک شبہے کے ہوا ہی جو اکثر ملحدون اور زندیقون کے خیال مین گذرتا ہی اور اس شبہے پر مقابلہ انبیاؤن اور واعظون سے کرتے ہین اور حاصل اس شبہے کا یہ ہی کہ حق تعالی کو بندون کے گناہ کی پروا ہی نہ نیکی کی اور یہ جو انبیا اور واعظ کہتے ہین کہ دنیا کی پیدایش کے بعد از سر نو ایک اور عالم پیدا ہوگا کہ حشر اور نشر اور سوال اور جواب اور بدلا دینا اسمین ہوگا سو اس بات کی کچھ اصل نہین ہی کہ اللہ تعالی بنی آدم کے سب برے بھلے کامون سے خبردار رہے اور ہر شخص کو اُسکے کام کی سزا اور جزا دینے پر بھی قادر ہی اگر طاعتون سے خوش ہوتا اور گناہون سے ناخوش تو کسواسطے نیکون کو نعمتون سے نوازش نہین کرتا اور بدکارونکو گناہون کے بدلے عذاب مین گرفتار نہین کرتا بس تاخیر کرنا جزا دینے مین اور انتظار کرنا قیامت کے دن کا یا تو اسواسطے ہی کہ اب اسکو آدمیون کی نیکی بدی کے کامون پر اطلاع نہین ہی یا اس سبب سے ہی کہ اس وقت بدلا لینے کی طاقت نہین رکھتا اور یہ دونون باتین اُسکی ذات پاک کیطرف متصور نہین ہوسکتی ہین بس معلوم ہوا کہ بدلا نیک و بد کا اُسکو منظور نہین ہی اور جو کچھ کہ کرتا ہی سو اسی دنیا مین کرتا ہی مگر بے پروائی کے طور سے کسیکو دولت دنیا حشمت دیکر معزز اور مکرم کردیتا ہی اور کسیکو دکھ درد سختی مشقت مین ڈال کے ذلیل کرتا ہی سو جواب اس شبہہ کا یہ ہی کہ حق تعالی باوجود اپنے کمال علم اور قدرت کے حکیم مطلق بھی ہی اور حکمت اسکی چاہتی ہی کہ ہر شخص کی سزا اور جزا پہونچانے کیواسطے قیامت کا انتظار کیا چاہیے اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ آدمی کے تین حال ہین اول تو دنیا کا حال کہ اُسمین طرح طرح کی حاجتون مین گرفتار ہی اور قسم قسم کے علاقے قرابت اور دوستی اور ہمسائگی کہ مخلوق سے رکھتا ہی اور مکلف طاعت اور بندگی کا بھی ہی اور مشغول ہی آخرت کا توشہ حاصل کرنے مین اور اپنی اصل پونجی کے بڑھانے مین نفعون اور فائدون سے دوسرا حال برزخ کا ہی کہ مرنے کے بعد وہان رہتا ہی اور ان شغلون سے فارغ ہوتا ہی لیکن جو کچھ کہ بھائی بند یار آشنا شاگرد مرید اپنی طرف سے یا اُسکے کہنے سے اُسکے واسطے دنیا مین کرتے ہین اُسکا ثواب اُسکو ملتا ہی اور اُسکے نامۂ اعمال مین لکھا جاتا ہی تو گویا کہ ابھی وہ خود دار العمل یعنی دنیا مین ہی اور یہ بھی ہی کہ برزخ مین جمع ہونا حقدارونکا کہ دنیا مین اُن سے طرح طرح کے معاملے نیکی اور بدی کے کئے تھے ممکن نہین اسواسطے کہ ہر شخص کی موت اپنے وقت پر مقرر ہی پھر انفصال کرنا معاملون کا بغیر حاضر ہونے حقدارونکے عدالت کے خلاف ہی تیسرا حال آخرت کا کہ ہرگز کسی طرحکا عمل اور کسی طرحکا شغل وہان نہوگا اور بنی نوع اور اسکے تابعدار اور آشنا سب وہان حاضر ہونگے اور جو کچھ کہ اُسنے خود کیا تھا یا دوسرون نے اُسکے واسطے اُسکے کہنے سننے سے کیا تھا سب اُسکو پہونچ چکا اور جمع ہوگیا اب آیندہ کو کسی اور چیز کے آنیکی امید بسبب منقطع ہونے نوع انسانی کے نہین رہی بس حکمت ہرگز اس بات کو تقاضا نہین کرتی ہی کہ اُسکو دنیا کے حال مین سزا دیجاوے اسواسطے کہ وہ ابھی کام مین مشغول ہی اور اُسکے عمر کی مدت کہ اُسکی پونجی کے قائم مقام ہی ہنوز بالکل اُسکے ہاتھ مین نہین آئی ہی اور اپنی گذری ہوئی عمر کے جمع خرچ کو برابر نہین کیا ہی اگر اُسکو اس حالت مین جزا اور سزا مین گرفتار کرین تو وہ جواب مین البتہ کہیگا کہ ابھی مجکو فرصت دینا چاہیے کہ مین اپنی عمر پوری کرلون اور جو جو تقصیرین

کہ مجھسے ابتدائے جوانی مین ورنا تجربہ گی مین ہوگئی ہین انکا بدلا آخر عمر مین او اکرونگی تجارون کا بھی یہی معمول ہے کہ جب کسی گماشتہ کو تجارت کے واسطے کسی طرف بھیجتے ہین تو اسکو مہلت دیتے ہین کہ چند مدت اپنی رائے کے موافق لین دین کرے اور اگر ایک معاملے مین کچھ کھو بیٹھا اور نقصان کیا تو بھی نہین بولتے کہ شاید دوسرے سودے مین کما لیگا اسیطرح سے عالم برزخ مین بھی جزا دینا حکمت کے خلاف ہے اسواسطے کہ ابھی نیکیان اور نتیجے ہر آدمی کے عملون کے اُسکے بنی نوع کے باقی رہنے کے سبب سے اُسکو چلے آتے ہین بس گویا کہ ابھی جمع خرچ اُسکا برابر نہین ہوا اور حق کے لینے دینے والے بھی ابھی جمع نہین ہوے ہین کہ معلوم ہووے کہ اسکا حق کسپر ہے اور اسپر کسکا حق ہے اور کونسا حقدار اپنا حق معاف کرتا ہے اور کونسا طلب کرتا ہے بس چار و ناچار بدلا لینے کیواسطے قائم ہونا آخرت کا مقرر ہوا اور اس وقت کے آنے تک حق تعالیٰ بندون کے خیر و شر کے اعمالون کو دیکھتا ہے سو یہ ہرگز غفلت نہین ہے اور ان ربک لبالمرصاد کے یہی معنی ہین اور اسی مضمون کو اس سورے مین کئی قسمون کے ساتھ تاکید سے ارشاد کیا ہے اور اس سورے کا نام سورۃ الفجر اسواسطے رکھا کہ اول قسم فجر کی کھائی ہے اور فجر کمال مشابہت رکھتی ہے قیامت کے دن سے کہ تمام رات لوگ اُسکے آنیکا انتظار کرتے ہین اور جب فجر ہوتی ہے تو گویا ایسا ہوتا ہے کہ صور کے بعد پھوجین اُٹھے اور بازار اور رستے اور دربار لوگون سے بھر جاتے ہین اور جن کامون کے انتظار مین تمام شب گذاری تھی وہ کام سرانجام کو پہونچے اور جو ان قسمون مین بیان ہے انتظار کرنے کا کامون کے واسطے کہ یہ ہر انسان کی عادت ہے اور فجر اسبات کے ثابت کرنیکی اول دلیل ہے تو اس سورے کو اس نام سے موسوم کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس نصف ع

والفجر قسم کھاتا ہون مین فجر کے وقت کی کہ اکثر لوگ اپنے کام کاج کرنیکے واسطے اُسکا انتظار کرتے ہین اور باوجود کام کی ضرورت کے فجر آنے کیواسطے تاخیر کرتے ہین پرند جانور اپنے گھونسلون مین رزق کی تلاش کیواسطے بھوکے پیاسے اُسکا انتظار کرتے ہین اور چرنے والے جانور بھی چرنے جانیکو اُسکے منتظر رہتے ہین اور درباری لوگ اپنی عرض او معروض کیواسطے اور محکمے والے اپنے جھگڑے قضیے فیصلہ کرنے کو اور اہل حرفہ اور بازاری لوگ اپنے کاروبار کیواسطے اور کھیتی کرنیوالے جوتنے بونے کو اور مسافر چلنے کے لیے اسکے منتظر رہتے ہین اور جو کام کہ روشنی اور اُجالے سے متعلق ہین وہ سب فجر کے ہونے پر موقوف ہین اور بعضی فجرونکو اور بھی زیادہ خصوصیتین ہین کہ بہت سے مخلوق اپنے اوقات اُسکے انتظار مین کاٹتی ہے جیسے عرفے کے اور نحر کے روز کی فجر حاجیون کے واسطے کہ تمام سال اس دن کی آرزو مین گذرتے ہین اور مہینون اور برسون کی راہ سے چلکر اس دن کے واسطے اس متبرک مکان مین اپنے تئین پہونچاتے ہین اور صبح کی نماز بھی اُسیوقت مین ہے اور جو فرشتے کہ بندونکی محافظت کیواسطے مقرر ہین اور صبح اور شام اپنی اپنی باری سے آتے جاتے ہین اُسوقت وے دونون چوکیان آنے اور جانے کی جمع ہوتی ہین اور اُسوقت کی نماز کا انتظار کرتی ہین اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہے کہ من صلی صلوٰۃ الفجر فھو فی ذمۃ اللہ یعنی جس شخص نے پڑھی نماز فجر کی تو وُس دن اللہ کے ذمے مین داخل ہوا اور سورہ اسری مین واقع ہوا ہے ان قرآن الفجر کان مشھودًا یعنی فجر کی قرأت حضوری ہوتی ہے اور حدیث شریف مین اسکی تفسیر فرمائی ہے کہ رات اور دن کے فرشتے اسوقت حاضر ہوتے ہین اور انکی حضوری کے سبب سے زیادتی برکات اور انوار کی ہوتی ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ جو کچھ انتظار مخلوق کو اپنے کاروبار مین فجر کے آنیکا ہوتا ہے سو ظاہر ہے کہ دردمند تمام رات اس امید پر دکھ درد سے گذارتے ہین کہ صبح کو طبیب کے پاس جاکر اپنا حال بیان کرینگے اور اسکی دوا پوچھینگے اور فقیر اور مسکین تمام رات بھوکے پیٹ سے گذارتے ہین اس توقع پر کہ صبح کو امیرون اور دنیادارون کے دروازے پر جاکر کچھ مانگ لاوینگے اور اپنے بچے بالون کے ساتھ اوقات بسری کرینگے اسیطرح سارے بنی آدم اپنی حاجتونکو صبح کے نکلنے پر موقوف رکھتے ہین اور بسبب بیکری کا مون نہین باوجود ضرورت اور قدرت کے ایکو قت کے انتظار کیواسطے کہ حکمت آلٰہی نے اُسوقت کو اُس کام کیواسطے مقرر کیا ہے انسان کی عادت ہے تو اسی قیامت کی جزا کے مقدمے کی تاخیر کو قیامت کے آنے کے انتظار پر سمجھ لیا چاہیے **ولیال عشر** اور قسم کھاتا ہون مین دس راتونکی کہ بہت بزرگ اور متبرک ہین کہ لوگ تمام سال انکے آنیکے انتظار مین گذارتے ہین اور کاروبار کے انکے آنے پر موقوف رکھتے ہین اور وہ دس راتین ہمین قسم پر مین اول تو دس ابتدائی ذیحجہ کے مہینے کے

ح

اول کی کہ سب حاجی لوگ اطراف و جوانب سے اُن دس راتون مین مکہ معظمہ کے شہر مین یا اُسکے گرد و نواح مین حج و طواف کے بجالانیکو جمع ہوتے ہین اور ابتدا جمع ہونیکی
شب اول سے ہوتی ہی اور انتہا اسکی دسوین رات کو ہوتی ہی اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ دنون مین سے کوئی دن اس مرتبے کا نہین ہی کہ اسمین عمل اچھا بہت
اور افضل ہو ذیحجہ کے دس دنون سے کہ ہر روزہ اُن دس دنونکے روزون مین سے ایک برس روزون کی برابر ہی ثواب مین اور عبادت ہر رات کی اُن راتون مین سے شب قدر کی
عبادت سے دس گنی ہی دوسرا رمضان مبارک کے آخیکا دہا کہ عابد لوگ اعتکاف کی سنت ادا کرنیکو اور لیلۃ القدر کے برکات حاصل کرنیکو تمام سال اُسکے انتظار
کا لیتے ہین اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ جب دہاکہ داخل ہوتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر کو چھوڑ کر کمر چست باندھکے مسجد مین اعتکاف بیٹھتے
تھے اور اپنے اہل و عیال کو شب بیداری مین اپنے ساتھ شریک رکھتے تھے اور محنت اور کوشش بڑے درجیکی کرتے تھے تیسرا محرم کے اول کا دہاکہ شہیدان کربلا
کی کربت اور غربت کے دن ہین اور صبر اور رنج کہ اللہ تعالی کی راہ مین کھینچا ہی انکا ثواب انکی ارواح مقدس پر اُس دہے مین نازل ہوتا ہی اور بدعتی لوگ جہالت
کی راہ سے قائم کرنیکو رسومات غم اور الم کے جیسے سینہ زنی اور کتاب خوانی اور تصویر سازی اور نوبت نوازی کے واسطے تمام سال انتظار اس دہے کا کرتے ہین اور
بعضے مفسرون نے ان دس راتون کو تمام سال مین سے متفرق لیا ہی کہتے ہین کہ پانچ راتین طاق رمضان مبارک کے آخر دہے کی کہ انمین مظنہ لیلۃ القدر کی برکات
ہی اور ایک رات عید الفطر کی اور ایک عرفے کی اور ایک عید النحر کی اور ایک معراج کی رات یعنی ستائیسوین رجب کی اور ایک شب برات کی مراد ہین واللہ
اعلم اور اس جا پر سمجھ لیا چاہیے کہ ہر قسم کو اس سورہ مین معرف باللام لائے ہین اور لیال عشر کو منکر فرمایا ہی وجہ اسکی یہ ہی کہ ان دس راتونکی تعظیم کا سبب پوشیدہ
تھا اسواسطے نکرہ لائے تاکہ یہ تنکیر اون دس راتونکی تعظیم پر دلالت کرے برخلاف دوسری قسمونکے کہ انکی عظمت کی وجہ ظاہر اور باہر ہی اور یہ بھی ہی کہ لیال
عشر کا احتمال چار طور پر ہی چنانچہ مذکور ہو چکا ہی واسطے فائدہ ابہام اور شیوع کے انکو نکرہ فرمایا ہی کہ سب احتمالون کی گنجایش ہو سکے **وَالشَّفْعِ**
وَالْوَتْرِ اور قسم ہی جفت اور طاق کی کہ شامل اور محیط ہی تمام عددونکو اسواسطے کہ کوئی عدد ان دو قسمون سے باہر نہین ہو سکتا اور تمام معدودات کو
بلکہ جمیع موجودات کو شامل ہی اور انسان کو جیسے وقت کا انتظار کرنا اپنے کاروبار کے واسطے جبلی اور پیدایشی ہی اسیطرح سے جفت اور طاق
عددونکا بھی اپنے معاملات اور لین دین مین جبلی اور پیدایشی ہی جیسے کہ حاملہ کو وضع حمل مین نو مہینے کا انتظار کھینچنا چاہیے کہ طاق ہی اور بچے کے
دودھ چھڑانے مین دو برس کا انتظار کرنا چاہیے کہ جفت ہی اور مکتب مین بٹھلانے کو لڑکے کے انتظار چار برس کا اور نماز کے سکھانیکے واسطے سات برس کا
اور روزے کی تعلیم کیواسطے دس برس کا اور بلوغ اور نکاح کیواسطے پندرہ برس کا انتظار چاہیے کرنا اور اسیطرح سے مہینے کی تاریخون مین کاروبار کیواسطے
جفت اور طاق کا انتظار کرتے ہین اور شمسی سال کے پورا کرنیکو انتظار بارہ برجونکا اور قمری سال کیواسطے انتظار بارہ مہینونکا کرتے ہین اور ہفتے
پورا کرنیکو انتظار سات روز کا اور تمام کرنے مہینے کے انتظار تیس یا انتیس ۲۹ روز کا اور دوگانہ اور چارگانہ نماز مین ابتدا تکبیر سے سلام پھیرنے تک
انتظار دو یا چار رکعت کا ہوتا ہی اور سہ گانی نماز مین انتظار تین رکعت کا کرتے ہین اور اسیطرح سے تمام امور شرعیہ اور عرفیہ مین انتظار جفت اور طاق کا معمول اور
مروج ہی اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ مراد جفت سے خلق ہی اسواسطے کہ ہر چیز کو مخلوقات کی دوسری چیز کے ساتھ ذکر کرتے ہین اور شریک کر دیتے ہین جیسے آسمان
اور زمین دن اور رات اندھیرا اور اجالا نر اور مادہ اور طاق سے حضرت حق کی ذات پاک ہی کہ کوئی چیز اسکے برابر نہین اور بعضون نے کہا ہی کہ مراد شفع سے خلق کی صفات
ہین کہ تناقض اور اضداد سے ملی ہوئی ہین جیسے علم اور جہل اور قدرت اور عجز اور حیات اور موت اور عزت اور ذلت اور قوت اور ضعف اور وتر سے مراد صفات حق کے
ہین کہ وجود ہی بے عدم اور قدرت ہی بغیر عجز کے اور علم ہی بغیر جہل کے اور حیات ہی بغیر موت کے اور عزت ہی بغیر ذلت کے اور قوت ہی بغیر ضعف کے اور بعضے مفسرون نے
کہا ہی کہ شفع سے مراد دوگانی نماز اور وتر سے مراد سہ گانی نماز ہی اور یہ تفسیر عمران بن حصین کی روایت ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور بعضون نے کہا ہی
کہ مراد جفت سے جنت کے درجے اور آٹھ دروازے ہین اور طاق سے مراد دوزخ کے ساتون طبقے اور اسکے دروازے ہین اور بعضون نے کہا ہی کہ جفت
بارہ برج ہین اور طاق سات ستارے سیارے کہ اُنکے پھرنے سے اُن برجون مین طرح طرح کی وضعین اور قسم قسم کی تغیرین عالم مین نمودار ہوتی ہین اور بعضون نے
کہا ہی کہ مراد جفت سے وہ چاند ہی کہ پورے تیس روز مین نکلتا ہی اور طاق سے مراد وہ چاند ہی کہ انتیس روز مین نمود ہوتا ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ مراد

جفت سے دو سجدے ہین ہر رکعت مین اور مراد طاق سے ایک رکوع ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ مراد جفت سے وہ بارہ چشمے ہین کہ موسی علیہ السلام کی لاٹھی
کے مارنے سے ایک پتھر مین سے جاری ہوئے تھے اور مراد طاق سے وہ نو معجزے ہین کہ فرعون کے مقابلے مین ظاہر کیے تھے اور قرآن مجید مین
بھی اشارہ ہی ولقد اتینا موسی تسع ایات بینات اور ابو سعید خدری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہی کہ مراد جفت سے عید قربان
کا روز ہی کہ دسوین ذیحجہ کی ہی اور طاق سے مراد عرفے کا روز ہی کہ نوین ذیحجہ کی ہی اور یہ تفسیر لیال عشر سے بہت مناسبت رکھتی ہی **واللیل اذا**
یسر اور قسم کھاتا ہوں مین رات کی جس وقت کہ اسکی اندھیری سرایت کرتی ہی عالم مین کہ وہ وقت بھی اُن لوگون کے انتظار کا ہی کہ جنکا کاروبار پردہ پوشی
سے علاقہ رکھتا ہی خواہ نیک ہو خواہ بد جیسے عبادت شب بیداری اور عقد نکاح اور چورون کی چوری کرنا اور ناچنے والونکا ناچنا اور عیاشونکا عیش کرنا
اور جادوگرونکا جادو کرنا اور طلسم کرنا شعبدہ بازونکا اور تماشا کرنا پتلیون کا پس ان پانچ قسمون سے ثابت ہوا کہ انتظار وقت اور مدت کا باوجود جمع ہونے
اسباب اور ارادون اور خواہشون کے کرتے ہین آدمی ازرے حکمت کے انسان کی جبلت کے موافق ہی کہ ہر نیک اور بد کام مین وقت کی رعایت کرتے ہین اور
صاحب عقل کو تھوڑی سی فکر کرنے سے ان چیزون مین معلوم ہوجاتا ہی کہ جزا کی تاخیر کرنے مین قیامت کے روز کیا کیا حکمتین اور فائدے ہین اسواسطے ارشاد
ہوتا ہی **هل فی ذلک قسم لذی حجر** کیا ہی ان چیزون مین جو بیان ہوئین کوئی قسم کہ کفایت کرے عقل والیکو گویا یہ قسمیں ان پانچون
قسمون سے عقل والے کو ثابت کرنے مین اس بات کے کافی ہی کہ حق تعالی قیامت کے وقت کا منتظر ہی ہر نیک بد کی جزا اور سزا دینے کو اور اگر کسی کو
کچھ تعجب آتا ہو تو شاید اس بات پر آتا ہو کہ اُس روز اگلے پچھلے سب جمع ہونگے اور ایک ان مین ہر ہر شخص کو جزا اور سزا دینا ایک مشکل امر ہی کیونکہ اگر ساری
حشر کی مخلوق بگڑ کھڑی ہوں اور مقابلے پر آجاوین تو اُسوقت سزا دینا انکو ہرگز ممکن نہو سکے اسیواسطے بادشاہون نے انبوہ کثیر کے تنبیہ دینے کو
کی روکنارہ کیا ہی اور حیلون اور تدبیرون سے اول انکی جمعیت کو بکھیر دیا ہی جب انکا زور کم ہوگیا ہی تب حسب دلخواہ جو منظور ہوا ہی سو کیا ہی پس اگر کل گناہ
مجازات کا بھی ہر ایک گنہگار پر جدا جدا جاری کیا جاتا تو اس اندیشے کا کھٹکا نہوتا سو حق تعالی نے درمیان مین ان قسمون کے کہ مذکور ہوئی ہین اور اس مضمون کے
جسمین قسمین کھائی ہین کہ ان ربک لبالمرصاد ہی بطور جملہ معترضہ کے تین قصے لیے مجازات کے جو دنیا مین واقع ہوئی ہین کہ آنمین بڑی بڑی مخلوقونکو جو
نہایت قوت اور شوکت رکھتے تھے ادنی اسباب ہلاکت کے نیست و نابود کر دیا پس اسکی قدرت کے آگے بڑی مخلوقونکو اور کو سزا دینا کچھ مشکل سمجھا جاوے اور
حق تعالی کی قدرت کو ذوی الاقتدار بادشاہون کی قدرت پر قیاس نچاہیے کرنا کہ اُس سے کچھ نسبت نہین رکھتے ہین اور اس مقام پر تین قصونکے اختیار کرنیکی
وجہ یہ ہی کہ اگر ایک کام خلاف قیاس کسی سے ایک بار وقوع مین آوے تو لوگ اسکو اتفاقات سے سمجھتے ہین اور جو مکرر سہ کرر واقع ہووے تو معلوم کرجاتا ہین یہ کام
اس شخص کے روبرو نہایت آسان اور سہل ہی اور یسر اصل مین یسری تھا یا کو حذف کر دیا اور کسرے کو اسپر دلیل رکھا کہتے ہین کہ ایک شخص نے اخفش
نحوی سے اس یا کے ساقط کرنیکی وجہ پوچھی اخفش نے کہا کہ جب تک کہ برس بھر میری خدمت نکریگا تب تک مین تجھکو اسکے اسقاط کی وجہ نہ سکھاؤنگا
ایک برس کی خدمت کے بعد یون بیان کیا کہ یسری مشتق سری سے ہی کہ شب روی کے معنی مین ہی اور شب روی رات کے چلنے والون کی صفت ہی رات کی
صفت نہین لیکن مجاز کے طور پر رات کی صفت کر دیا ہی اسواسطے کہ وقت شب روی کا ہی اور عرب کی اصطلاح مین اسناد فعل کی بطرف زمان اور مکان کے
بطور مجاز کے بہت مستعمل ہی چنانچہ کہا کرتے ہین لیلہ قائم و نہارہ صائم اور جو معنی مین یسری کے تغیر واقع ہوا تو چاہا کہ اسکے لفظ مین بھی تغیر کرین کہ لفظ
مطابق معنی کے ہوجاوے یہ ہی جو کچھ کہ اخفش سے اس باب مین منقول ہی لیکن یہ بات موقوف ہی دو مقدمون پر ایک تو یہ کہ یسری سری سے مشتق ہی سو یہ لازم
نہین بلکہ ظاہر یہ بات ہی کہ مشتق یسارت سے ہی کہ مطابق والیل اذا اسجی اور والیل اذا یغشی کے ہوجاوے دوسرے یہ کہ اگر مشتق سری سے ہووے تو صفت رات کے
چلنے والون کی ہو نہ رات کی صفت اور یہ بھی کچھ لازم نہین ہی بلکہ ظاہر یہ بات ہی کہ شب روی کے معنی چھوڑ مطلق چلنا مراد ہو چنانچہ والیل اذا ادبر
مین ہی یا شب روی استعارہ ہی رات کے چلنے سے اسواسطے کہ رات کا چلنا اور چلنا رات مین دونون مناسب ہین آپسمین یعنی مطلب دونونکا ایک ہی ہاں اگر خوب غور
اور تامل کرکے دیکھیے تو شب روی یعنی چلنا رات کا بھی صفت رات کی ہوسکتا ہی اسواسطے کہ حقیقت مین رات نام ہی زمین کے سایہ کے عکس کا کہ

آفتاب کے مقابلے مین حرکت آتا ہی اور شب منطبق ہوتی ہی اس عکس کے قاعدے کے کسی افق پر آفاق سے شب ہی وہ افق آتا ہی اور وہ مخروط ہمیشہ حرکت مین ہی لیکن
بہ نسبت ہر افق کے حرکت اسکی رات کو ساتھ اس افق کے ہوتی ہی تو اولی یہی ہی کہ وجہ اسکے ساقط ہونے کی ساتھ رعایت مشابہت پہلی آیتون کے
ہی سوا اسکے **اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ** کیا نہین دیکھا تو نے کیا کیا تیرے پروردگار نے اور دیکھنا یہان پر جاننے کے معنو مین ہی
اسواسطے کہ یہ قصہ اس قدر معروف اور مشہور تھا کہ جانتا اسکا گویا دیکھنا ہی اور لفظ ربک کا اس تمام سورے مین اور دوسرے سورون مین ذات پاک کے
نام کی جاے پر مستعمل ہوا ہی اور اس لفظ کے اختیار کرنے کی وجہ اس مقام پر اور دوسرے مقامون پر یہ ہی کہ ربوبیت کہ متوجہ اس پیغمبر جلیل القدر کی طرف ہی
جامع ہی اور ربوبیت جامع عدل و انصاف قائم کرنا چاہتی ہی اور عدل و انصاف چاہتا ہی بے انصافون اور سرکشون کی ہلاکت اور تباہی کو **بِعَادٍ
اِرَمَ ذَاتِ الۡعِمَادِ** عاد کے فرقے سے کہ ارم کے رہنے والے تھے اور وہ ارم بستی لنبے لنبے ستونون والی تھی اور عماد جمع ہی عمد کی
جیسے جبال اور جبل اور یہان پر سمجھ لیا چاہیے کہ عاد دو فرقون کا نام ہی ایک تو عاد اولی کہ انکو عاد قدیمہ بھی کہتے ہین اور وہ اولاد مین عاد بن عوص
بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کی تھے اور انکو عاد ارم بھی کہتے ہین کہ ارم انکا دادا تھا اور شہر ارم کو بھی اپنے دادا کے نام پر نام رکھا تھا اور وطن
انکا عدن کے متصل تھا اور دوسرے عاد وہ ہی اور شخص کی اولاد ہین کہ اسکا نام بھی عاد تھا اور انھین عاد اولی مین کا تھا کہ احقاف کی سرزمین مین
متصل حضرموت کے وطن اختیار کیا تھا اور اسکی اولاد اس ملک مین بہت پھیل گئی تھی اور انکا یعنی عاد دوم کا قصہ اپنے پیغمبر کے ساتھ کہ حضرت صالح
علیہ السلام تھے قرآن مجید مین مکرر وارد ہی چنانچہ اپنے مقام پر مذکور ہی اور عاد اولی کا قصہ قرآن مجید مین دو جا سے زیادہ نہین آیا سو وہ بھی اجمال کے
طور پر ایک تو اس جاے پر اور دوسرے سورۂ نجم مین کہ **اَهۡلَكَ عَادًا الۡاُولٰى** اسکی طرف اشارہ ہی الغرض انکا قصہ جسقدر کہ تفسیر مین اس آیت کی
کفایت کرے لکھا جاتا ہی کہ حق تعالی نے اس فرقے کو قد و قامت اور قوت بے حساب عنایت فرمائی تھی اور زمانے کے سب لوگون سے اس بات مین ممتاز
تھے کم سے کم قد کا آدمی انمین بارہ گز کا ہوتا تھا اور ہر شخص انمین کا بڑے بڑے پتھرونکو جو بہت لوگ اٹھا سکین ایک ہاتھ سے اٹھا کر پھینک دیتا تھا
اور تمام زمین کے ملک پر اپنے زور اور قوت کے سبب سے قابض و متصرف تھے یہان تک کہ انمین دو پادشاہ عظیم القدر پیدا ہوئے ایک تو شدید اور دوسرا شداد اور یے
دونون پادشاہ تمام روے زمین پر متصرف ہوئے تھے اور لشکر اور خزانے بے نہایت جمع کیے تھے لیکن شداد نے اپنے بھائی شدید کے مرنے کے بعد سلطنت کو کمال رونق
اور عروج بخشا تھا کہ چار سو کئی بادشاہ اسکے مطیع اور فرمانبردار تھے اور کسی روے زمین کے پادشاہ کو طاقت اسکے مقابلے کی نتھی پس اس غرور اور تکبر کے سبب سے
دعوی خدائی کا کیا تو واعظون اور عالمون نے اس زمانے کے کہ علم و عمل انبیا کا بطور میراث کے رکھتے تھے اس ملعون کو پند اور نصیحت کے طور سے حق تعالی کے خوف
اور اسکی عبادت کی طرف رغبت دلانے لگے اسنے کہا کہ دولت اور حکومت اور جاہ اور ثروت جو اب مجھکو موجود ہی اس سے زیادہ واللہ کی عبادت مین کیا حاصل ہوگا اور جو
کوئی کہ کسیکی خدمت کرتا ہی یا تو منصب کی ترقی کیواسطے یا دولت کیواسطے سو یہ سب میرے پاس موجود ہی مجھکو کیا پروا ہی کہ کسی کی خدمتگاری کرون انھون نے کہا کہ یہ
سب ملک اور دولت دنیا کی فانی ہی اور اللہ تعالی اپنی عبادت کے ثواب مین بہشت عنایت کریگا کہ تمام دنیا سے بہتر ہی اسنے پوچھا کہ اسمین کیا خوبی ہی واعظون
نے جو کچھ کہ تعریف اور خوبی اسکی اگلے انبیاؤن سے منقول تھی اسکے سامنے بیان کی اسنے کہا مجکو اس بہشت کی بھی حاجت نہین ہی کیونکہ مین دنیا مین ویسی
بنا سکتا ہون پس اپنے معتبر سردارون مین سے سو آدمیون کو مقرر کیا اور ہر ایک کے ساتھ ہزار ہزار آدمی متعین کیے کہ جیسا کچھ کہ وہ کہین تم انکے حکم کے موافق
عمارت کے کام مین مشغول رہو اور ہر ایک سردار کو اپنا اپنا کام سونپ دیا اور تمام ربع مسکون مین حکم بھیجا کہ چاندی سونے کے معدنون مین سے جہان کہین کہ ہون گلا کی
اینٹین بنوا کر بھیجو اور گڑے ہوئے خزانے نکلوائے اور متصل کوہ عدن کے ایک شہر مربع یعنی چوکھنٹا دس کوس کا لنبا اور دس کوس کا چوڑا کہ مکسر دورا اسکا چالیس
کوس کا ہوا بنا کرنیکو حکم دیا اور اسکی نیو اس قدر کھودی کہ پانی کے قریب جا پہونچی اور اسکو سنگ سلیمانی سے بھروایا جب نیو بھر چکی اور برابر زمین کے پہونچی تب
اسپر سونے روپے کی اینٹون سے دیوارین چننا شروع کیا بلندی ان دیوارون کی اس زمانے کے گز سے پانچ سو گز کی مقرر کی جس وقت کہ آفتاب نکلتا تھا تو
اسکی چمک سے دیوارون کی روشنی پر نگاہ ٹھہرتی نہ تھی پھر چہار دیواری کے اندر ہزار محل تیار کیے اور ہر محل ہزار ستونکا اور ہر ستون جواہرات مین جڑا ہوا اور

شہر کے ایک نہر بنائی اور ہر ہر مکان مین حوضین اور چونچے تیار کیے اور اُس نہر سے ہر ہر مکان کو ایک ایک نہر دوڑائی تھی کہ ہر مکان مین ہمیشہ فوارے اُڑا کرتے تھے اور چادرین چھوٹا کرتی تھین اور حوضین اور چونچے سدا لبالب بہتے تھے اور صحن اُن نہرون کے یاقوت اور زمرد اور مرجان و نیلم سے بھرے تھے اور کنارون پر اُن نہرون کے درخت بنائے تھے کہ جڑین اُنکی سونے کی اور شاخین اور پتے زمرد کے اور پھول پھل اُنکے موتی اور یاقوت کے اور دوسرے جواہرات کے بناکر لٹکائے تھے اور دوکانون اور دیوارون کو مشک و زعفران اور عنبر کو گلاب سے کہگل کرکے استرکاری کروا کے مطلا و مذہب کیا تھا اور خوبصورت خوش آواز جانور یاقوت اور جواہر کے بنوا کر درختون پر بٹھائے تھے اور گرداگرد شہر کے ہزار منار سونے روپے کے جڑاؤ بنائے تھے کہ چوکی پہرے والے لوگ اپنی اپنی باری سے اُنمین بیٹھے چوکی دیا کرین جب اس انداز کا شہر بنکر تیار ہوا تو حکم دیا کہ سارے شہر مین قالین اور فرش ریشمین زردوزی کے بچھاوین اور برتن سونے روپے کے سب مکانون مین ترتیب سے چن دین اور کسی نہر مین میٹھا پانی اور کسی مین شراب اور کسی مین دودھ اور کسی مین شہد اور شربت جاری کردیا اور بازارون و دوکانونکو بھی کمخواب و زربفت کے پردون سے آراستہ کیا اور ہر پیشے اور ہنر والے کو حکم دیا کہ اپنے اپنے کام مین مشغول ہون اور حکم دیا کہ انواع انواع قسم کے میوے اور طرح طرح کے عمدہ کھانے ہمیشہ سب شہر والونکو پہونچا کرین بارہ برس کے عرصے مین یہ شہر اس سجاوٹ کے ساتھ تیار ہوا بعد اُسکے حکم کیا کہ تمام امرا و ارکان کمال تجمل اور زینت کے ساتھ اس شہر مین جا کر رہین اور خود بھی اپنی فوج اور لشکر کو ہمراہ لیکر کمال غرور و تکبر سے کوچ کیا اور راستے مین بطور جہل اور ٹھٹھول کے اُن وعظون و نصیحت کرنیوالونکو کہنے لگا کہ تم اسی بہشت کے واسطے مجکو کہتے تھے کسی دوسرے کے روبرو سر جھکانے اور ذلیل ہونے کو اب تم نے میری قدرت اور ثروت دیکھی اور بے پروائی اور بے نیازی کو میری معلوم کیا کہتے ہین جب قریب اس شہر کے پہونچا تو اس شہر کے لوگ غول کے غول استقبال کے واسطے شہر کے دروازے سے باہر آکر زر و جواہر اسپر نچھاور کرنے لگے اور تحفے تحائف نذر گذرانے اسیطرح سے جب دروازے پر شہر کے پہونچا اور ایک قدم اسکا دروازے کے باہر اور ایک قدم اندر تھا کہ آسمان کیطرف سے ایک ایسی کڑک اور آواز سخت ہوئی کہ تمام مخلوق ہلاک ہو گئی اور بادشاہ بھی وہین دروازے مین گر پڑا اور مر گیا اور اس شہر کے دیکھنے کی حسرت کہ کس محنت و مشقت سے اسکو تیار کیا تھا دل مین لیگیا اور بعضی کتابون مین دیکھنے مین آیا ہے کہ ملک الموت سے حق تعالی نے پوچھا کہ تجکو کسی بندے کی جان نکالنے کے وقت کبھی رحم بھی آیا ہے یا نہین ملک الموت نے عرض کیا کہ بار خدایا مجکو دو شخصون کی جان نکالنے مین کمال رقت ہوئی اگر تیرا حکم نہوتا تو مین ہرگز انکی جان نہ نکالتا ایک تو ایک بچہ تھا نیا پیدا ہوا اپنی ماکے ساتھ کشتی کے تختے پر رہگیا تھا حکم ہوا کہ اسکی ماکی جان قبض کرلے اسوقت مجکو اُس بچے پر نہایت رحم آیا کہ اس بچے کا اسکی ماکے سوا کوئی خبرگیر نہ تھا دوسرا ایک بادشاہ تھا کہ اپنے ایک شہر کمال آرزو سے بنایا تھا کہ ویسا کبھی دنیا مین نہین بنا جب تیار ہوچکا اور وہ اسکے دیکھنے کو آیا جسوقت کہ قدم دروازے مین رکھا حکم ہوا کہ اسکی جان قبض کرلے اسوقت بھی مجکو نہایت رقت آئی کہ وہ کیا کچھ حسرتین اپنے دل مین لیگیا ہوگا جناب الٰہی سے ارشاد ہوا کہ یہ بادشاہ وہی لڑکا تھا کہ ہمنے اُسکو بغیر ماباپ کے پرورش کیا اور اس حشمت اور ثروت کو پہونچایا جب اس مرتبے کو پہونچا تو ہماری تابعداری سے منہہ موڑا اور تکبر کرنے لگا آخر اپنی سزا کو پہونچا کہتے ہین کہ وہ کشتی کا تختہ کہ یہ بچہ اُسپر رہگیا تھا بہتا بہتا دریا کے کنارے آلگا اُس گانو کے دھوبی وہان دھوتے تھے جو دیکھا کہ ایک بچہ اپنی ما کے لاش کے پاس تختے پر پڑا ہے تو اس تختے کو کھینچ لائے اور ماکو مدفون کردیا اور بچے کو لینے مہتر پاس لے گئے مہتر اسکا حسن و جمال دیکھکر ہزار جان سے عاشق ہوگیا اور اس مہتر کی اولاد نتھی پس اُس بچے کو فرزندی مین لیا اور پرورش کرنے لگا یہانتک کہ سات برس کا ہوا لیکن اسکی عقل و دانائی اور چالاکی اسیوقت سے کچھ اور طرحکی نظر آتی تھی ایک روز گانون کے باہر بچون کے ساتھ کھیلتا تھا کہ ایک بارگی شور ہوا کہ بادشاہ کی سواری آتی ہے اور لوگونکا گذرنا شروع ہوا سارے لڑکے ہیبت سے بھاگ گئے اور یہ شوخ ایک ٹیکرے پر کھڑا بادشاہ کی سواری کا اور لشکر کا تماشا دیکھتا تھا یہانتک کہ سارا لشکر چلا گیا اور چند ولی کے پیادے کہ گرے پڑے کی خبرگیری کے واسطے لشکر کے پیچھے پیچھے آتے تھے گذرنے شروع ہوے ایک پیادے نے اُن پیادون مین سے ایک پوٹلی پائی اسمین سرمہ دانی اور سلائی تھی اپنے یارون سے کہنے لگا کہ مین نے سرمہ پایا ہے اگر تمھاری صلاح ہو تو مین اسکو لگاؤن کہ میری بینائی مین فرق ہوگیا ہے شائد کہ فائدہ کرے اُنھون نے کہا کہ اول تو رستے کی پڑی ہوئی چیز اُٹھانا بخل ہے خیر اگر تونے اُٹھائی تو بغیر آزمائے ہوے آنکھون مین لگانا ہرگز مناسب نہین پہلے کسی اور کی آنکھون مین لگا جب

اُسکو فائدہ کرے تو تو بھی استعمال مین لا اس پیادے نے ادھر اُدھر دیکھا تو کوئی وہان نہ تھا مگر یہ لڑکا ایک ٹیلے پر کھڑا تھا اُسنے کہا لڑکے آ ہم تیری آنکھین
سرمہ لگا دین کہ تیری آنکھین اچھی ہوجاوین یہ لڑکا دوڑتا ہوا اُس پیادے کے پاس گیا اور سرمہ دانی اور سلائی پیادے سے لیکر اپنی آنکھ مین لگائی
لگانے کے ساتھ ہی تمام زمین کے خزانے اُسکو نظر آنے لگے جیسے صاف پانی مین چیز نظر آتی ہے لڑکا اپنی لیاقت اور دانائی سے چلایا اور فریاد
کرنے لگا کہ ای خانہ خراب ظالمون تمنے میری آنکھین پھوڑ ڈالین مین بادشاہ کے پاس فریاد کرونگا اور تمکو سزا دلواؤنگا پیادون نے جو یہ بات سنی سرمہ
تو وہین چھوڑا اور گرتے پڑتے اپنی جان لیکر بھاگے یہ لڑکا سرمہ دانی لیے ہوئے اپنے گھر آیا اور یہ حقیقت مہتر سے بیان کی مہتر نے کہا اپنے گدھے
خچر جو موجود ہین رات کو جب سب لوگ سو جاوین تو پھاوڑے کدالیان لیکر جو جو مرد ورکہ اپنے اعتباری ہین اُنکو ساتھ لے جس جگہ پر تجکو خزانے
نظر آوے وہان سے کھود کے انہی گدھون خچرون پر لاد لا اس لڑکے نے اسیطور سے کیا آخر لا لا کر بہت سا مال جمع کیا اور سب گانون والون کو
اپنا رفیق کرلیا اور اُس گانون کے سردار کو مار ڈالا اور اُسکی جگہ پر آپ ہو بیٹھا ہوتے ہوتے یہ خبر حاکمون فوجدارون کو پہونچی تو انھون نے
ارادہ اسکے سزا دینے کا کیا اُس لڑکے نے بھی فوج رکھکر مقابلہ کیا اور ان سبکو مار دیا آخر چند روز کے بعد وہ بادشاہ مرگیا تو اس لڑکے نے فوج
کشی کی آخر ہوتے ہوتے بادشاہ ہوگیا اسی طرح سے بڑھتے بڑھتے تمام روئے زمین کا بادشاہ ہوا اور سارے جہان کے بادشاہ اُسکے مطیع اور فرمان بردار ہوے
اب سنا چاہیے کہ وہ شہر کیا ہوا معتبر تفسیرون مین لکھا ہے کہ اس بادشاہ اور لشکر کے ہلاک ہونے کے بعد اللہ تعالی نے اُس شہر کو لوگون کی نظرون
سے پوشیدہ کردیا مگر کبھی کبھی رات کو عدن کے گرد نواح کے لوگون کو اُسکی جھلک اور روشنی اُس جگہ پر معلوم ہوتی ہے کہتے ہین کہ یہ روشنی اسی
شہر کے دیوارون کی ہے اور عبد اللہ بن قلابہ کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابون مین سے تھے اتفاقاً اُس نواح مین وارد ہوے کہ ناگاہ ایک اونٹ
انکے اونٹون مین سے چھوٹکر بھاگ گیا وہ اُسکے ڈھونڈنے کو نکلے جب اُس شہر کے نزدیک پہونچے تو اُن منارون اور دیوارونکو دیکھکر بیہوش ہوگئے اور اپنے
دل مین کہنے لگے کہ شہر کی تو صاف اُسی بہشت کی سی صورت ہے جسکا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسے وعدہ فرمایا ہے شاید کہ یہ معاملہ مین خواب مین دیکھتا ہون
جب اُس شہر کے دروازے پر پہونچے اور اندر گئے تو دیکھا کہ تمام مکانات اور نہرین اور درخت وہان کے سب بعینہ جنت کے سے ہین لیکن شہر مین کوئی آدمی
نہین تھوڑے سے جواہر اور یاقوت کہ مکانات کے صحن مین سنگریزون کی جگہ پر بکھرے پڑے تھے اپنی چادر مین لیے اور تنہائی کے خوف سے جلد نکل بھاگے
اور دمشق کو گئے جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی تو یہ سارا احوال بیان کیا تو حضرت معاویہ نے اُنسے پوچھا کہ یہ شہر تمنے خواب مین
دیکھا ہے یا بیداری مین اُنھون نے کہا بیداری مین اور نشانیان اُس شہر کی خوب دل مین یاد رکھی ہین کہ عدن کے پہاڑ سے فلانی جانب کو اسقدر مفاصلہ
رکھتا ہے اور دوسری طرف فلانے درخت کی نشانی ہے اور ایکطرف کو فلانا کنوان ہے اور یہ جواہر اور یاقوت کہ وہان سے لایا ہون میرے پاس موجود ہین حضرت
معاویہ اسبات کے سننے سے نہایت متعجب ہوے اور اُسوقت کے عالمون کے پاس آدمی بھیجا کہ دنیا مین کوئی شہر ایسا بھی ہے کہ سونے روپے سے بنا
ہوا اور ایسا ایسا ہو اُسوقت کے علمانے کہا کہ ہان قرآن مجید مین اُسکا ذکر آگیا ہے ارم ذات العماد مگر اس شہر کو اللہ تعالی نے لوگون کی نگاہ سے
پوشیدہ کردیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری اُمت مین سے ایک شخص اُسمین جاویگا اور وہ شخص کوتاہ قد سرخ رنگ ورابرو اور گردن
اُسکے دو خال ہونگے اور اپنے اونٹ کو ڈھونڈھتا ڈھونڈھتا اُس شہر مین جا پہونچیگا اور وہان کے عجائبات دیکھیگا جب حضرت معاویہ نے یہ سب نشانیان اُنمین دیکھین
تو برابر نکلین فرمایا واللہ یہ وہی شخص ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ اس شہر کی اس سے زیادہ کوئی کیا تعریف کریگا کہ خود رب العزت باوجود احاطہ علم کے تمام معلومات پر
اُسکے حق مین ارشاد فرماتے ہین کہ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ وہ شہر کہ ہرگز پیدا نہین کیا گیا ویسا روے زمین کے
شہرون مین وَثَمُودَ الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ اور کیا کیا تیرے پروردگار نے ثمود کے فرقے سے کہ بڑے بڑے پتھرون کو
تراشتے تھے وادی القری مین اور ثمود قوم ہے اولاد سے عاد کے کہ عادیون کے ہلاک ہونے کے بعد حجاز شریف اور شام مقدس کے درمیان مین اپنا مسکن
مقرر کیا تھا اور حجر سے وادی القری تک ایک سو بستیان اپنے تصرف مین رکھتے تھے اور ہر ہر بستی مین بڑے بڑے محل اور مکانات بنائے

ف

اور دروازے اور طاق پتھرون کے تراشے تھے اور تصویرین گل اور ریاحین کی اُنمین بنائی تھین اور طرح طرح کے اسباب عیش اور عشرت کے جمع کرکے
بیٹھے چین کرتے تھے مگر بت پرستی مین مشغول تھے یہان تک کہ حضرت صالح کو اللہ تعالی نے رسول کر کے انکی طرف بھیجا اور انکا قصہ والشمس کی سورت کی تفسیر
مین مذکور ہے اور وادی القری ایک شہر کا نام ہے کہ عرض اور طول مین مکہ معظمہ کے برابر ہے اور نخلستان اور چشمے اسمین بہت ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم خیبر کے فتح کے بعد اسپر جمیع متعلقات کے ساتھ قابض اور متصرف ہوئے ہر چند کہ بہت سے باغات اور عمارات ثمودیون کی حجر اور اسکے گرد نواح مین
تھین لیکن بالتخصیص ذکر وادی القری کا اس جہت سے واقع ہوا کہ یہ مکان اُن شہرون کی بانسبت [illegible] حجاز کے متصل اور ہنوز آباد تھا برخلاف حجر کے
کہ اتصال اسکا شام کی طرف ہے حجاز سے دور اور حجاز کے لوگ کما حقہ اسکے احوال پر مطلع بھی نہ تھے اور حجر لق ودق پڑا تھا طول حجر کا نجومی ستر
درجے اور تیس دقیقے ہے اور وادی القری کا بہتر درجے اور عرض نجومی دونون کا برابر ہے **وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ** اور کیا کیا فرعون
میخون والے سے جو لوگونکو چومیخا کر کے مارتا تھا چنانچہ کئی مسلمانون کو جو حضرت موسی علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اسی طور سے شہید کیا انمین سے
ایک کا نام جبرئیل کہ اسکے خزانے کے داروغہ تھے حضرت موسی علیہ السلام پر پوشیدہ ایمان لائے تھے جب فرعون کو خبر ہوئی تو انکو چومیخہ کر کے شہید
کیا اور ایک جبرئیل کی بی بی کہ وہ فرعون کی بیٹی کی مشاطہ تھین انکے ایمان لانے کی بھی فرعون کو خبر پہونچی تو انکو بلا کر کہا کہ تو اسلام سے باز آ انھون
نے کہا کہ یہ بات تو ممکن نہین آخر خفا ہو کر حکم دیا کہ انکو زمین پر ڈالکر چار دن ہاتھ پانون پر میخین ٹھونک کر ایذا دینا شروع کرو آخر اسی حالت مین انکی روح
پرواز کر گئی انھی مین سے ایک حضرت آسیہ فرعون کی بی بی کہ وہ بھی حضرت موسی علیہ السلام پر ایمان لائی تھین جب فرعون موسی علیہ السلام کی بد گوئی
کرتا تھا تو وہ سمجھا کے اسکو روک دیتی تھین یہان تک ایک روز نہایت غصے ہو کر حکم کیا کہ انکو چار میخون سے باندھکے چکی کا پاٹ انکے سینے پر رکھ دو
غرض انکو دھوپ مین گرم زمین پر لٹا کر چکی کا پاٹ انکے سینے پر رکھدیا اسوقت حضرت آسیہ نے جناب باری مین دعا کی کہ یا اللہ تو میرے واسطے بہشت مین
گھر بنا دے اور ان ظالمون کے ہاتھ سے مجھکو نجات دے اسیوقت جبرئیل علیہ السلام حکم الہی سے آئے اور انکی روح مبارک کو بہشت مین لیجا کر ایک موتی کے
محل مین کہ انکے واسطے تیار ہوا تھا داخل کیا فرعون نے جب نزدیک آکر دیکھا تو تن بیجان پڑا تھا مایوس ہو کر چلا گیا اور بعضے مفسرون نے کہا ہے کہ
میخون سے مراد لشکر کی میخین ہین کہ لشکر کا کاروبار سب میخون پر موقوف ہے کیونکہ گھر انکے تنبو شامیانے چھولداریان ہین وہ سب میخون پر کھڑے ہوتے ہین اور
جو انکے جانور ہین جیسے ہاتھی گھوڑے اونٹ خچر بیل یہ سب بھی میخون ہی سے بندھتے ہین اسواسطے لشکری لوگ میخ دینے مین اسقدر بخل کرتے ہین کہ شہر کے
لوگ روپیہ پیسا دینے مین اتنا بخل نہین کرتے اور فرعون کا لشکر گنتی سے باہر تھا کہتے ہین کہ اسکے لشکر کا یہ دستور تھا کہ ایک دستے رسالے کی یا ایک دوسری
مثل کی پہچان گھوڑون کے رنگ سے ہوتی تھی مثلاً کمیت گھوڑون کی ایک مثل اور مشکیون کی ایک مثل اسیطرح ابلق گھوڑون کے سوا کہ یہ رنگ اور
رنگون کی نسبت بہت کم ہوتا ہے ستر ہزار تھے کہ لشکر کے آگے ہراولی مین چلتے تھے اس حساب سے اسکے لشکر کی تعداد کو قیاس کر لیا چاہیے جبکہ بیان کر چکے ان
قصون سے کہ دلالت کرتے ہین بدلا لینے پر بڑے بڑے سرکش اور زور والون کی جماعت سے ان عمدہ مین اور دنیا کے اندر انکا کوئی بھی نہین ہے واقع ہو چکا ہے اب
فرماتے ہین کہ ہلاک کرنا ان تینون سرکشون کے گروہون کا انکے مال و ملک کی طمع کے واسطے نہ تھا جیسے کہ دنیا کے بادشاہونکو اپنے دشمنون کے مارنے سے منظور ہوتا ہے
بلکہ انکی سرکشی اور ظلم کے دفع کرنیکے واسطے تھا اسواسطے کہ انکا حال یہ تھا **الَّذِينَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ** جنھون نے سر اٹھایا تھا شہرون
اور تخصیص شہرونکی اسواسطے ہے کہ اکثر محل امن اور امان کا اور بنی آدم کے ہر قسم کے فرقونکی سکونت کا مقام شہر ہوتے ہین اور جسقدر ملک کے
مالک ظالم اور ستمگر ہوئے ہین لیکن اپنے شہرون مین عدل اور انصاف کا طریقہ جاری رکھتے ہین اور اگر ظلم اور تعدی کرتے ہین تو جنگلون پہاڑون لشکرون مین
کہ خارج اپنے قلمرو سے ہوتے ہین اور یہ تینون فرقے بیباک اپنے لشکرون مین ظلم اور تعدی کرتے تھے **فَأَكْثَرُوا فِيهَا الْفَسَادَ** پھر بہت
کرتے تھے ان لشکرون مین فساد اور بہت کرنا فساد کا یہ ہے کہ شہر والون کے غصے بھی فساد کرتے تھے اور بری رسمین اور مار دھاڑ اور بیگانہ مال زور سے چھین لینا اور
گالی گلوج کرنا جاری رکھتے تھے بلکہ بعضی بھی لوگونکا بیاہ جاتا تھا اور جان و مال عزت آبرو بھی نہ بچتا اور اکثر ظالمون کی غرض انھون سے مال اور جان ہی ہوتی تھی

فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ پھر برسایا اُنپر تیرے ربنے کہ ربوبیت اُسکی عام اور جامع ہی جیسا کہ مفسدون کا رب ہی ویسا ہی مظلومون کا
بھی ہی سو ربوبیت اُس ذات پاک کی اسی بات کو چاہتی ہی کہ مظلومون کا بدلا ظالمون سے پورا پورا لیا جاوے **سَوْطَ عَذَابٍ** ایک کوڑا عذاب
او کوڑے کے لفظ مین اشارہ اسبات کا ہی کہ یہ تمام سخت عذاب مینہہ کیطرح سے ان تینون گروہ پر برسا نسبت اُن عذابون کے کہ آخرت مین اُنکے واسطے تیار ہی اور وہ
اُسکے مقدار مین حکم کوڑے کا رکھتا ہی بہ نسبت شمشیر کے اور مجموع لفظ صب اور سوط سے معلوم ہوا کہ عذاب کے واسطے دو استعارے فرمائے ہین اول مینہہ کہ صب کا لفظ اسکی
تشریح ہی دوسرا تازیانہ کہ سوط کا لفظ اسکی تصریح ہی اور ایک عبارت مین دو استعارے جمع فرمانا آئین کلام اللہ کا ہی بشر کے کلام مین پایا نہین جاتا چنانچہ اس آیت مین
بھی **فاذاقها الله لباس الجوع والخوف** مذکور ہی اور بالتخصیص ان تینون قصون کے لانے مین نکتہ یہ ہی کہ لوگون کے ذہنون مین جو بدلا لینا جمع کثیر سے
مشکل معلوم ہوتا ہی سو یا تو اس جہت سے ہوتا ہی کہ وہ جماعت کثیر بڑے زور آور اور قوی ہیکل ہوتے ہین کہ کوئی اُنکے مقابلے کی طاقت نہین رکھتا تو اُسکے واسطے
قصہ شداد اور عاد کا بیان فرمایا اور یا گڑھی کوٹ کی مضبوطی کے سبب سے ہوتا ہی سو اس شبہے کے دفع کے واسطے ثمود کا قصہ ارشاد ہوا یا فوج اور
لشکر کے باعث سے ہوتا ہی سو اُسکے لیے فرعون کا احوال مذکور فرمایا اب اس مضمون کو جسکے واسطے پانچ قسمین اور تین قصے تمہید ہوئے تھے ارشاد فرماتے
ہین **إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ** تحقیق ثابت ہوا کہ تیرا رب البتہ گھات مین ہی جیسے کوئی شخص پوشیدہ سر راہ بیٹھا آنے جانے والون کا احوال
دیکھتا ہی اور معلوم کرتا ہی کہ فلانا کیونکر گذرا اور کیا کرتا گیا اور فلانا کیا لایا اور کیا لے گیا کہ ملاقات کے وقت اُسکے موافق عمل مین لاوے لیکن جناب باری کہ دنیا مین
انتقام نہین لیتا محض بنی آدم کی بھلائی برائی پوری ہو جانیکو کہ وہ بغیر فنا ہو جانے نوع انسانی کے ممکن نہین نہ کہ اُنکے بھلے برے کامون سے غافل ہی یا بے
پروائی کی راہ سے بدلا لینا منظور نہین رکھتا پس یہ سب اِمہال ہی یعنی ڈھیل دینا ایک مدت تک ہی اہمال نہین یعنی مہمل چھوڑ دینا نہین ہی اور اکثر یہ کمین گاہ
اور انتظار بندون کے حق مین مال اور جاہ اور عزت اور نعمت کے دینے اور نہ دینے کے سبب سے ہوتا ہی تاکہ معلوم کرے کہ مال اور جاہ اور نعمت کے دینے سے شکر
کرتا ہی اور اپنی حد کے اندازے سے قدم باہر نہین رکھتا ہی یا تکبر اور فخر اور سرکشی اختیار کرتا ہی اور مال اور جاہ اور نعمت نہ دینے کی حالت مین بھی دیکھتا ہی کہ کفران
نعمت اور جزع اور فزع کرتا ہی یا صبر اختیار کرتا ہی اور رضا بالقضا یعنی اللہ کے حکم پر ثابت رہتا ہی لیکن اس گھات اور انتظار کو سوائے اللہ تعالی اور پیغمبرون
اور صدیقون اور اولیاؤن اور عالمون ربانی کے کوئی نہین جانتا اور بنی آدم غیب کے معاملے کی کیفیت سے غافل ہین ہر گز اس بھید کو نہین پہنچتے
اور ظاہر کی نعمت اور مال پر فریفتہ ہو جاتے ہین اور ظاہر کے فقر اور تکلیف پر جزع اور فزع کرنے لگتے ہین اور نا امید ہو جاتے ہین چنانچہ فرماتے ہین
فَأَمَّا الْإِنسَانُ پس آدمی اس چھپے معاملے سے غافل ہی اور اُسکی غفلت کی دلیل یہ ہی **إِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ** جب آزماتا ہی اُسکا
پروردگار کہ گھات مین ہی مال دیکر **فَأَكْرَمَهُ** پس عزت دیتا ہی اسکو بسبب اس مرتبے کے کہ مال دینے سے اسکو حاصل ہوا ہی **وَنَعَّمَهُ** اور نعمت مین
رکھتا ہی اسکو کیونکہ مال سے ساری نعمتین حاصل ہوتی ہین **فَيَقُولُ رَبِّي أَكْرَمَنِ** پھر کہتا ہی میرے رب نے مجھکو عزت دی بے سمجھے بوجھے یہ نہین
جانتا کہ سب آزمایش ہی بکر آلہی سے نڈر ہونا بیجا ہے اور دھوکا نہ کھائیے کہ جو اول بار دنیا مین مال اور عزت دی ہی تو آخرت مین بھی اسیطرح سے کریگا یہ بات
ہرگز نہین ہی بلکہ مقدمہ ہنوز پردے مین ہی دیکھیے کیا ہو **وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ** اور مقرر آدمی جب آزماتا ہی اسکو پروردگار اسکا فقر و فاقے سے
فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ تو تنگ کرتا ہی اُسپر رزق اُسکا اگرچہ حاجت ضروری کے موافق کہ زندگانی اُسپر موقوف ہی میسر ہو **فَيَقُولُ
رَبِّي أَهَانَنِ** پھر کہتا ہی میرے پروردگار نے مجھکو ذلیل کیا بے سمجھے بوجھے اسبات کے کہ یہ سب آزمایش ہی میرے صبر کی اور عزت اور ذلت کا مقدمہ تو
پوشیدہ ہی نہین معلوم کہ کیا ہی کیونکہ بہت ہوتا ہی کہ فقر آخرت کی عزت کا سبب ہو جاتا ہی اور بہت ہوا ہی کہ مال اور دولت آخرت کی ذلت اور وبال کے سبب ہوئے ہین
سو دنیا کے پہلے حال پر مغرور ہونا اور ان دونون صورتون مین یعنی نعمت اور بلا مین غیب کے معاملے کو کہ امتحان اور آزمایش ہے نہ سوچنا بڑی غفلت ہی
ان ربك لبالمرصاد کے مضمون سے باقی رہے یہان پر چند سوال کہ جواب اُنکا بہت ضرور ہی اول یہ کہ لفظ فا کا تفریع کیواسطے آیا ہی اور عرب کی لغت مین
فا کا کلمہ مجمل کی تفصیل کے واسطے ہوتا ہی وہ مجمل جو سابق کے کلام مین گذرا ہو سو اس کلام مین وہ مجمل کہان ہی اور تفریع تفصیل کی کس چیز سے علاقہ رکھتی ہی جواب

اسکا یہ ہی کہ وہ مجمل کلام مضمون ان ربک لبالمرصاد کا تھا اسواسطے کہ اس مضمون سے معلوم ہوا کہ پروردگار عالم کا آزمایش اور امتحان کے درپے ہی اور بندون
کے احوال سے غافل نہین اور یہ بات اسکو چاہتی ہی کہ بندے بھی ڈرتے اور ہوشیار رہین غافل نہو جاوین لیکن آدمی غفلت مین گرفتار ہی اور اسکی غفلت کا
بیان دونون صورت مین عزت یا ذلت دولت ہو یا فقر تفصیل اس مضمون کی ہوئی اور اس تفصیل کو اس اجمال پر ف کے لفظ سے تفریع فرمایا ہی دوسرے یہ کہ
دولتمندی کی آزمایش کی جاے پر فاکرمہ ارشاد ہوا اور بندے کی زبانی بھی فاکرمن نقل فرمایا اور فقر کی آزمایش کی جاے پر فاھانہ نہ فرمایا اور بندے کی
زبانی سے فاھانن فرمایا اسمین کیا نکتہ ہی جواب اسکا یہ ہی کہ حقیقت مین رزق کی تنگی اہانت کا سبب نہین ہی پس فقر کو اہانت کہنا غافل بندے کا کام
ہی کچھہ موافق واقع کے نہین ہی کیونکہ اکثر ہوتا ہی کہ فقر ظاہری دنیا اور آخرت کی صلاح کا سبب ہو جاتا ہی بلکہ موجب عزت اور جاہ کا بھی ہو جاتا ہی چنانچہ
بہت سے اولیا اور امت کے احوال سے ظاہر اور ہویدا ہی اور دولت اور مال حقیقت مین عزت ظاہری کا سبب ہوتا ہی اکثر حالات مین گو کہ آخرت کی عزت
کا سبب نہو بہر صورت فراخی رزق کی دنیا مین بہتر ہی دنیا اور آخرت کے خسران سے معًا سو اس نکتے کے واسطے فاکرمہ کے لفظ کو اس جاپر
بڑھایا تیسرے یہ کہ اصل کلام یون معلوم ہوتا ہی کہ فاما الانسان فیقول ربی اکرمن اذا ما ابتلاہ فاکرمہ واما ھو فیقول ربی
اھانن اذا ما ابتلاہ فقدر علیہ رزقہ بس لفظ فیقول کا مبتدا کی خبر ہی دونون جاپر واما اذا ما ابتلاہ ظرف ہی یقول کا اور کلام مجید مین
اول اما کو انسان پر داخل کیا اور دوسری بار اذا ما ابتلاہ پر کہ ظرف یقول کا ہی لائے اس تغیر مین کیا نکتہ ہی جواب اسکا یہ ہی کہ حقیقت مین اما ظرف پر
داخل ہی اسواسطے کہ اما کا لفظ لانے سے انسان کی تفصیل منظور نہین ہی بلکہ اسکی آزمایش کی تفصیل دولت اور فقر سے منظور ہی اور پہلے قرینے مین
کہ انسان کا لفظ متصل اما کے وارد ہی ضمیرونکی مرجع کی تعین کے واسطے ہی جو کہ سابق مین مذکور نہین ہے سو باعتبار اصل معنی کے کلام کو یون سمجھنا چاہیے
کہ ان ربک لبالمرصاد والانسان غافل عن ذلک فی کلتا الحالتین فاما اذا ما ابتلاہ ربہ فاکرمہ ونعمہ فیقول ربی اکرمن و
اما اذا ما ابتلاہ فقدر علیہ رزقہ فیقول ربی اھانن بلکہ اگر خوب غور کیجیے تو یہان دو تفصیلین منظور ہین اول یہ کہ اما الانسان فھو
غافل عن کون ربہ لبالمرصاد فی کلتا الحالتین اور دوسرے یہ کہ اما فی حالۃ الابتلاء بالنعمۃ والمال فلا یتلقی النعمۃ بالشکر
واما فی حالۃ الابتلاء بالفقر والضیق فلا یتلقاہ بالصبر ولا یدری ان ربہ مترقب لمجازاتہ علی معاملتہ اور جو تفصیل اول
کی مقصود بالذات نہ تھی تو انسان کے لفظ کو اس تفصیل کے واسطے شروع مین اس تفصیل کے زیادہ کیا تا کہ اشارہ ہو اس تفصیل پر اور دوسری
تفصیل کو اشباع کے طور پر لائے ہین اسواسطے کہ یہی تفصیل بالذات مقصود تھی واللہ اعلم چوتھے یہ کہ انکار اور مذمت انسان کی جو اکرمن
اور اھانن کی لفظ سے سمجھی جاتی ہی کس چیز کی طرف متوجہ ہی حالانکہ انسان بیچارہ اس کہنے مین سچا ہی چنانچہ اکرام کے مقام پر اسکے مطابق خود بھی شکر
فرمایا ہی پھر اگر بندے نے بھی اسکے موافق کہا تو کیا جاے انکار کی ہی اور اہانت کی جاپر ہر چند کہ خود نہین فرمایا ہی لیکن مطابق واقع کے ہی کیونکہ فقر او
معاش کی تنگی اکثر اوقات مین سبب ذلت اور حقارت کا ظاہر بینون کی نظرون مین معلوم ہوتی ہی چنانچہ کہا ہی عزۃ الدنیا بالمال وعزۃ الآخرۃ
بالاعمال جواب اسکا یہ ہی کہ انکار اور مذمت کہنے پر اکرمن اور اھانن کے نہ اسواسطے ہی کہ موافق واقع کے نہین ہی بلکہ اس جہت سے ہی کہ بندہ اکرام اور اہانت
دنیوی مین گرفتار ہی اور اس آزمایش سے کہ پردے مین اکرام اور اہانت کے مخفی اور مستور ہی غافل ہو جاتا ہی اور حقیقت کو اکرام اور اہانت کی کہ قیامت مین ظاہر
ہوگی نہین جانتا اور سوا اکرام اور اہانت دنیوی کے کسیطرح کا اکرام اور اہانت تصور نہین کرتا پس بندہ مانند بے عقل بچے کے ہی کہ زہر شکر آلود کو مانند شکر
کے جانتا ہی اور بد مزہ دوا کو کہ سراسر اسکے حق مین نافع ہی زہر جانتا ہی سو یہ انکار اور جھڑکیان اسکی بیوقوفی پر ہین کہ حقیقت کو چھوڑ کے ظاہر پر ریجھ رہا ہی پانچوین
یہ بات ہی کہ ابتلا کے معنی معروف کے موافق فقر مین تو ظاہر ہین لیکن دولت اور اکرام مین ابتلا کے کیا معنی ہونگے جواب اسکا یہ ہی کہ لغت مین ابتلا کے معنی امتحان اور
آزمایش کے سو جیسی کہ فقر مین آزمایش منظور ہی یعنی صبر کریگا یا نہین اسیطرح دولت مین بھی وہی آزمایش منظور ہی کہ شکر کریگا یا نہین شعر بادہ نوشیدن و
ہشیار نشستن سہل است * گر بدولت برسی مست نگردی مردی * پس ابتلا سے اس جاپر لغوی معنی مراد ہین نہ عرفی اور جب آدمی کے

حال کی تفصیل بیان کرنے سے فقر ہو یا غنا فارغ ہو چکے تو اب اسکو یاد کرنے پر ان حقوق کے جو لوازمات غنا کے ہین ویا دکرنے پر اسکے شکر کے
زجر اور توبیخ فرماتے ہین **کَلَّا** بات یون نہین ہی کہ ملنے سے مال اور جاہ کے مغرور اور فریفتہ ہو کر اپنی بزرگی کی حقیقت اللہ تعالی کے نزدیک لازم جانو
اور اسکی نعمتونکو اسکی مرضیات مین صرف نکرو جسطرح نبی آدم کرتے ہین **بَلْ لَا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ** بلکہ تم لوگ یتیم کی عزت نہین
کرتے حالانکہ اللہ تعالی نے تمکو مرتبہ اور عزت اسواسطے دیا ہی کہ بے عزت لوگونکی عزت کرو خصوصا یتیم کی کہ بے عزتی ہر طرف سے اسپر برستی ہی چنانچہ بہت سا
مال و دولت تمکو اسواسطے دیا گیا ہی کہ فقیرون اور محتاجون پر خرچ کرو اور انکا پیٹ بھرو اور تم لوگ یہ کام نہین کرتے **وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ
طَعَامِ الْمِسْكِينِ** اور ایک دوسریکو تقید نہین کرتے ہو کھانا کھلانے پر مسکین کے بلکہ اپنے مال کمائے ہوے سے دینا تو کیا ممکن ہی غیر کے مال سے بھی جو
بے محنت اور بے مشقت تمکو ملتا ہی خرچ نہین کرتے ہو اور اسکو بھی بے دھڑک چکھ جاتے ہو چنانچہ ارشاد ہوتا ہی **وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ
أَكْلًا لَمًّا** اور کھاتے ہو میراث باپ دادون کی بے موقع اور بیجا اور فرق نہین کرتے ہو تم درمیان اپنے حق کے کہ حلال ہی اور اپنے شریکون کے
حق کے کہ حرام ہی پس تمہاری سمجھ بوجھ جانورونکی سمجھ بوجھ سے بھی کمتر ہی کہ اپنی گھاس کو اول سونگھ لیتے ہین پھر اگر قابل کھانیکے ہوتی ہی تو کھاتے ہین
نہین تو نہین اور کوئی یہ کہے کہ نتو میرے پاس مال ہی کہ یتیم اور مسکین کو اسمین سے دون اور نہ باپ دادا کی میراث ملی ہی کہ اسمین سے شریکو نکا حق کھایا ہو تو اسکے
جواب مین فرماتے ہین **وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا** اور دوستی رکھتے ہو تم مال سے جی بھر کے ہر چند کہ مالدار نہین ہو لیکن تمہارے دلمین مال کی محبت بھری
ہوئی ہی اگر تمہارے ہاتھ مین آوے تو تم بھی وہی کرو جو دوسرے کرتے ہین اور یہان پر جماً کے لفظ سے معلوم ہوتا ہی کہ فی الجملہ محبت مال کی اور تعلق دل کا
اسکی طرف اگر موافق حاجت ضروری کے ہو تو معیوب نہین ہی کیونکہ عالم کے انتظام کی بقا اسی پر موقوف ہی اور وہ محبت جو بد ہی سو اسی قدر ہی
زیادہ حاجت سے ہو **کَلَّا** یون نہ سمجھنا چاہیے کہ حق تعالی نیک و بد کامون سے بندون کے غافل ہی یا بدلا دینا نیک اور بد کامون پر منظور نہین ہی بلکہ اللہ تعالی
گھات مین ہی اور منتظر ہی ایک وقت کے آنے کا جو اسکی حکمت نے اعمالون کی جزا اور سزا دینے کے واسطے مقرر کیا ہی اور بیان اسوقت کا یہ ہی **إِذَا
دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا** یعنی جب کوٹی جاویگی زمین جیسا کہ حق ہی کوٹنے کا یہان تک کہ ریزہ ریزہ ہو جاوے اور پہاڑ اور
اونچی نیچی زمین سب برابر ہو جاوے اور یہ حالت بھونچال کی شدت کے سبب سے ہوگی جو قیامت کے دن آویگا اور اسی زلزلے کے سبب سے مردے قبرون سے
نکلینگے اور پھونکنے سے صور کے روحین بدنون سے مل جاوینگی **وَجَاءَ رَبُّكَ** اور آویگا تیرا پروردگار جلال اور قہر کی صفت سے اور تجلی فرماویگا
اور جزا اور سزا دینے کو بندون کے متوجہ ہوگا **وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا** اور آوینگے فرشتے صفین کی صفین یعنی فرشتے ساتون آسمان کے
سات صفین ہو جاوینگے اور حاملان عرش کی ایک صف دوسری اور علی ہذا القیاس **وَجِيءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ** اور لائی جاویگی اس روز
دوزخ یعنی ظاہر کیجاویگی چنانچہ دوسری آیت مین فرمایا ہی وبرزت الجحیم لمن یری اور بعضی روایتون مین آیا ہی کہ ستر ہزار فرشتے دوزخ کو
اپنے مقام سے ستر ہزار باگھون سے کھینچتے ہوئے بائین طرف کو عرش معلی کے لاوینگے اور جب وہ سو برس کی راہ حشر کے میدان سے دور رہیگی تو چنگاریان
اور لپٹین اسکی ماریگی اور اسکے جوش و خروش کی آواز اتنی دور سے سب اہل محشر سنینگے اسوقت محشر کے لوگون پر نہایت خوف غالب ہوگا اور پیغمبر منبرون
اور کرسیون سے اتر پڑینگے اور ساری مخلوق گھٹنون کے بل بیٹھ جاویگی اور نفسی نفسی پکار اٹھیگی **يَوْمَئِذٍ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ**
اسدن سوچیگا اور یاد کریگا آدمی کہ وہ جو پیغمبر اور نصیحت کرنیوالے کہتے تھے کہ بدلا نیک و بد کامون کا حق ہی اور قیامت آنیوالی ہی بیشک سچ تھا
کیونکہ اسباب جزا اور سزا کے سب جو دیکھیگا قید خانہ تو دوزخ سا اور فرشتون سے مارنے دھاڑنے والے پیادے اس کثرت کے ساتھ حاضر اور حاکم حق تعالی
ایسے قہر اور جلال کے ساتھ متجلی اور زمین کہ اجسام اور ارواح کے رہنے سہنے کی جا تھی سب ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو گئی نہ تو کوئی ٹھکانا بھاگنے کا اور نہ کوئی
پہاڑ قلعہ گڑھی کوٹ اسمین نظر آتا ہی کہ وہان جا چھپے لیکن یاد کرنا اور سوچنا اسوقت کا کچھ فائدہ نکریگا چنانچہ فرماتے ہین **وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ**
اور کہان ہی اسکو سوچنا یعنی اسوقت سوچنا اور یاد کرنا اسکو کچھ مفید نہوگا کیونکہ وہ دن سوچنے یاد کرنے کا نہین ہی بلکہ وہ دن تو جزا اور سزا کا ہی ہان آج اگر

ف مال کی محبت ضرورت سے زیادہ بری ہے نہین تو نہین

سوچے تو اسوقت کام آوے نہین تو سواے حسرت اور افسوس کے یہ بھی ایک بڑا عذاب ہی کچھہ ہاتھہ مین نہ آویگا چنانچہ فرماتے ہین یَقُوْلُ
یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ کہنے لگیگا آدمی افسوس کہ مین نے کچھہ آگے سے بھیجا ہوتا اس زندگانی کے واسطے مال اور اعمال نیک
جیسے ایمان اور طاعت اور یہ حسرت اسکو عذاب جسمانی سے بہت سخت ہوگی فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ پس اس روز
نہ مار یگا اُسکا سا مارنا کوئی نہ آگ نہ دوزخ کے موکل نہ سانپ بچھو کہ اُس آگ مین ہونگے کیونکہ مارنا اور دُکھہ دینا انکا عذاب جسمانی ہی اور حق تعالیٰ کا
عذاب اس طور پر ہوگا کہ تقصیروار کی روح کو حسرت اور ندامت مین گرفتار کردیگا اور یہ عذاب روحانی ہی پس عذاب جسمانی کو عذاب روحانی سے کیا نسبت ہی
وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ اور نہ باندھیگا اسکا سا باندھنا کوئی کیونکہ دوزخ کے پیادے ہر چند کہ دوزخیون کے گلون مین طوق
ڈالینگے اور زنجیرون سے جکڑینگے اور دوزخ کے دروازون کو بند کرکے اوپر سے سرپوش بند کردینگے غرض کہ طرح طرح سے عذاب کرینگے لیکن عقل
اور خیال کو انکے بند نہ کرسکینگے اور عقل وخیال کی عادت ہی کہ بہت سی باتون کی طرف التفات کرتا ہی اور بعضی باتین انہین سے دوسری باتونکی
حجاب ہوجاتی ہین اسیواسطے عین قید مین انسان کو کمال وسعت عقلی اور خیالی حاصل ہوتی ہی برخلاف اس شخص کے کہ اللہ تعالیٰ عقل وخیال کو
اُسکے ادھر اُدھر کے جانے سے روک رکھے اور بالکل دُکھہ درد ہی کے متوجہ رکھے تو ایسی قید ہزارون درجے بدنی قید سے سخت ہی اسیواسطے سودائیون
اور مجنونونکو عین سیر مین باغون اور جنگلونکی خنکی اور گھبراہٹ وہم وخیال کے سبب سے پیدا ہوجاتی ہی کہ وہ باغ اور وہ بڑے بڑے جنگل اُسکی نظر مین
تنگ معلوم ہوتے ہین اور بعضے معتبر قاریون نے لَا یُعَذَّبُ اور وَلَا یُوْثَقُ مجہول کے صیغہ سے پڑھا ہی اور اس صورت مین معنی ظاہر
ہین کہ نہ عذاب کیا جاویگا اس غافل کیطرح سے کوئی اور نہ بند کیا جاویگا اس غافل کی طرح سے کوئی کیونکہ دوسرے گنہگارون نے ہرچند کہ گناہ کیے تھے لیکن
اس دن سے غافل نہ تھے کبھی کبھی اُس دن کا خوف انکے خیال مین گذرا کرتا تھا جب اس دن کو دیکھینگے تو اس قدر خائف اور بیہوش نہو جاوینگے کیونکہ اول سے
دہشت اسکی رکھتے تھے اسواسطے انکے حق مین وہ روز بلاے ناگہانی نہوگا اور انکے عذاب اور قید مین منکرونکی عذاب اور قید سے تخفیف ہوگی اور اس ہول
و دہشت کے دن مین سب نیکون اور بدون کو اول مرتبے مین خوف اور اضطراب غالب ہوجاویگا تو اسوقت تابعدارون اور نیکون کو تسلی بخشنے کے
واسطے ایک منادی ندا کریگا یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ اے جی چین پکڑے ہوئے ساتھہ حق کے کہ تو التفات سواے حق کے کسی اور
کی طرف نہ رکھتا تھا تجھکو بس جانے سے زمین کے اور فرشتون کی صفون کے دیکھنے سے اور پر ہول آواز سننے سے دوزخ کے کیا پروا ہی اِرْجِعِیْۤ
اِلٰی رَبِّكِ پھر آ اپنے پروردگار کیطرف کہ ہمیشہ تو اُسیکے حضور مین مستغرق رہتا تھا اور اُسکے ماسوا کی طرف التفات نکرتا تھا رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً
ایسی حالت مین کہ خوش وقت ہونے والا ہی تو دیکھنے تجلی سے جمال حق کی اور پسند کیا گیا ہی تو ساتھہ ظہور آثار جمال جمیل مطلق کے فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ
پھر داخل ہو میرے مقرب بندون کے گروہ مین کہ دیدار کے مقام مین بیٹھے ہین اور یہ تیرا مرتبہ ہی سعادت روحانی کا وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ اور داخل ہو
میری جنت مین کہ وہ مقام ہی لذت جسمانی کے مزہ اُٹھانے کا رزقنا اللہ الفوز بالسعادتین اس جگہہ پر سمجھہ لیا چاہیے کہ نفس انسانی کو قرآن مجید مین
تین صفتون سے موصوف کیا ہی امارہ اور لوامہ اور مطمئنہ امارہ کی صفت ہی کافرون اور فاسقون کے نفس کی کہ کفر اور فسق سے منہہ نہین پھیرتے اور
انکا نفس اُنکو ہر وقت انہی کامون کی طرف رغبت دلاتا ہی اور لوامگی ان گنہگارون کے نفس کی تعریف ہی کہ وہ انپی بدی پر ندامت کھینچتے ہین اور گناہ ہوجانے
کے بعد اپنے کو آپ ملامت کرتے ہین کہ یہ کام مین نے کیون کیا اور بہت برا کیا اور مطمئنہ ہونا انبیا اور اولیا اور اصحاب کے نفسون کی صفت ہی کہ ایمان
اور طاعت اور ذکر اور فکر مین حق کی اطمینان رکھتے ہین اور کشمکش سے خواہشون کے اور خطرات سے گناہون کے انکے احوال پراگندہ
اور انکے اوقات مکدر نہین ہوسکتے اور بعضے کہتے ہین کہ امارگی ہر نفس کی صفت ذاتی ہی کہ شہوت اور غضب کے وقت لو عقل اور شرع
کے حکم پر ظہور کرتی ہی اور لوامگی بھی ہر نفس کی صفت ہی مگر جبوقت کہ عقل اور شرع کی طرف رجوع کرے اور خیر وشر کو پہچانے اور اطمینان بھی ہر نفس کی
صفت ہی مگر جبکہ ذکر کا نور تمام بدن کے اجزا پر غالب ہوجاتا ہی اور حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ ہماری نفسین متعدد نہین لوامہ ہونگے اور آپ کو

فا
بیان نفس امارہ اور لوامہ اور مطمئنہ

ملامت کرینگے کہ طاعت تونے زیادہ کیون نہ کی اور گناہ کیون کیا اور ہر چند کہ اصل مین وقت اس ندا اور بشارت کا وقت فزع اکبر کا ہی کہ قیامت کے روز ہوگا لیکن نمونہ اسکا وقت مرنے ہر مومن کے ظاہر ہوتا ہی چنانچہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مین نے سُنا ہی کہ جب باایمان آدمی کو اجل آتی ہی تو سرھانے اُسکے فرشتے خوبصورت خوشبو لباس معطر کرتے ہین اور کہتے ہین ای جان بحق آرمیدہ و خوشی اور آسانی سے نکل آ کہ تیرا پروردگار تجھسے خوش ہی یہ بات سنکر مسلمان کی جان بکمال خوشی سے نکل آتی ہی اور ایک عالم اسکی خوشبو سے معطر ہوجاتا ہی اور فرشتے اسکو ریشمی معطر کپڑون مین لیجاتے ہین اور دروازے آسمان کے کھل جاتے ہین اور وہان کے دربان مرحبا کہتے ہوئے استقبال کرتے ہین اور اُسکے واسطے بخشش طلب کرتے ہین اور اسکو عرش معلی کے نیچے لیجاتے ہین کہ اللہ تعالی کو سجدہ کرے اور حضرت میکائیل کو حکم ہوتا ہی کہ اس جان کو مسلمانون اور نیکوکارون کی ارواح کے مقام مین داخل کرو اور اسکی قبر کو فراخ کردو کہ آرام اور راحت اسکو پہونچتی رہے اور اُسکو کہدو کہ آرام سے سو رہے نئی دلہن کی مانند کہ اسکو کوئی بدخواب نہین کرتا اور کافرون کے ساتھ اُسکے برعکس معاملہ واقع ہوتا ہے

سُوْرَۃُ البَلَد

تمہید

یہ سورت مکی ہی اسمین بائیس ۲۲ آیتین اور بیاسی ۸۲ کلمے اور تین سو اکتیس ۳۳۱ حرف ہین اور اس سورے کا سورۂ بلد اسواسطے نام رکھا ہی کہ اُسکے شروع مین مکہ معظمہ کے شہر کی قسم کھائی ہی اور بلد عرب کی لغت مین شہر کو کہتے ہین اور دیکھنا اس شہر کے حال کا اس وقت کہ قسم کھانے کا وقت تھا دلیلی صریح ہی اس بات پر کہ آدمی کو دنیا اور آخرت مین اٹھانے سے مشقت اور رنج کے چارہ نہین ہی کیونکہ جب ایسا شہر بزرگ مجمع ایسی مشقتون کا ہو کہ تو دوسرے شہر تو بطریق اولی بڑے بڑے رنج اور مشقتون سے خالی نہونگے اور انسان جو مدنی الطبع ہی یعنی اسکی طبیعت مین شہر کی محبت لسبی ہوئی ہی بغیر شہر کے رہ نہین سکتا اور کوئی شہر مقام راحت کا نہین **مصرع** ہیچ گنجی بے دد و بے دام نیست ۔ اور شہر مکے کی عظمت بہت وجہون سے ثابت ہی انمین سے یہ ہی کہ حرم الہی کا مکان ہی اور مقام امن کا اور مرجع خلق کا کہ ہر سال مین ہزارہا آدمی دور دور کے ملکون اور شہرون سے ارادہ وہان کا کرتے ہین اور دو عمدہ نسک (یعنی عبادت) کی جاے ہی کہ حج اور عمرہ ہی اور اول یہ سب دنیا کی بناؤن سے اور قبلہ ہی عالم کا اور مقام حضرت خلیل علیہ السلام کا بھی وہان ہی اور اُن سب سے بڑھکے یہ بات ہی کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے تولد کی جاے ہی اور اس جناب پر اللہ تعالی کی طرف سے وحی نازل ہونے کی جگہ ہی اور اس سورت کی ربط کی وجہ سورۂ والفجر سے یہ ہی کہ اُس سورت مین تاکید عزت اور حرمت کرنے پر یتیم کے اور کھانا کھلانے پر مسکین کے اور مذمت مال کی محبت کی مذکور ہی اور اس سورت مین بھی یہی مضمون منظور ہی اور اُس سورت مین ہلاک کرنا بڑے بڑے زبردست سرکشون کا گناہون کی شامت کے سبب سے مذکور ہی جیسے عاد اور ثمود اور فرعون اور اس سورے مین بھی ایسے کافر پر جھڑکی ہی کہ اپنی قوت پر اترا آتا تھا اور کسیکو خیال مین نہ لاتا تھا اور سبب اس سورے کے نازل ہونے کا یہ ہی کہ قریش مین ایک کافر کلدہ بن اسید نام بڑا پہلوان قوی ہیکل زور آور تھا اور ابو الاسد اسکی کنیت مقرر کی تھی اور قوت اسکی اس مرتبے کو تھی کہ چمڑا عکاظی ([illegible]) گاے کا اپنے پانون سے دبا لیتا تھا اور لوگون سے کہتا تھا کہ اس چمڑے کو میرے پانون کے نیچے سے کھینچ لو تمام آدمی ملکر زور کرتے تھے یہان تک کہ وہ چمڑا ریزے ریزے ہو جاتا تھا لیکن اسکے پانون کے نیچے سے جنبش نہین کرتا تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکو اسلام کی طرف دعوت کی تو وہ کافر ایمان نلایا اور کلام سخت کیے کہ تو مجھکو ایک قید خانے سے ڈراتا ہی جسکے کل انیس پیادے ہین اُنکو تو مین ایک بائین ہاتھ سے بس کرتا ہون ایسا کون ہی کہ میرا سامنا کرے اور مجھ سے عہدہ برا ہووے اور ایک باغ پر مجھکو پھسلاتا ہی کہ مین نے شادیون مین اور خاطر داریون مین ڈھیرون مال خرچ کیے ہین اگر ان مالون کو گنیے تو وہ تیرا باغ سامان اور اسباب اور درختون اور نہرون سمیت اُسکے روبرو بے حقیقت ہی پس اسکی ان باتون کے جواب مین اللہ تعالی نے یہ سورت بھیجی اور مضمون اس سورت کا یہ ہی کہ آدمی کو اپنی قوت اور زور پر اور مال کی کثرت اور بڑائی پر نام اور جاہ کی مغرور ہونا نہ چاہیے اور ابتدا اپنی پیدایش کی موت کی نہایت تک نظر مین رکھنا چاہیے کہ کیا کیا سختیان درپیش ہین کہ طاقت اُنکے اٹھانے کی بغیر اللہ تعالی کی مدد کے ممکن نہین ہی اور مال کو اس وقت

نعمت جاننا چاہیے کہ آخرت کی سختیون مین کام آوے نہین نام اور جاہ دنیا کا جیسے سراب کا پانی اور نقش بر آب ہو

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

س
ع

لَآ أُقۡسِمُ بِهَٰذَا ٱلۡبَلَدِ قسم کھاتا ہون مین اس شہر کی اور لا اصل مین نفی کے معنون مین ہو اور یہان پر قسم کی تاکید کے مقام پر اس لفظ کو لاتے ہین اور وجہ تاکید کے سمجھانے کی اس لفظ سے یہ ہو کہ قسم اکثر اس بات پر کھاتے ہین کہ اس بات سے کوئی منکر ہو پس اون لا کے کلمے سے منکر کے انکار کو نفی کرتے ہین بعد اسکے قسم سے اپنے مطلب کو ثابت کرتے ہین پس گویا مطلب دو طور سے ثابت ہوتا ہو باطل کرنے سے نقیض کے اور ثابت کرنے سے عین مدعا کے اور اگر فقط قسم ہی کو ذکر کرتے تو اثبات ایک ہی طور سے ہوتا اسواسطے نفی کے کلمے کو لائے تا کہ تاکید کی زیادتی ہو اور بعضے علما کہتے ہین کہ قسم کی نفی مراد ہو یعنی اس مطلب پر قسم کی حاجت نہین ہو کہ خود ظاہر ہو اور بعضون نے کہا ہو کہ یہ کلمہ مقسم بہ کی بزرگی پر دلالت کرتا ہو کہ اس چیز کا رتبہ اس سے برتر ہو کہ ایسی چھوٹی سی بات پر اسکی قسم کھائی جاوے اور دونون صورتون مین تاکید ثابت ہونے پر مطلب دعوی کرنے سے اسکے ظہور کے پس اس راہ سے بھی تاکید ثابت ہوئی اور جو مطلب قسم کا یہ ہو کہ حقیقت مین آدمی ابتدا سے انتہا تک مشقت اور رنج مین گرفتار ہو پس قسم اس شہر کی کہ شہر مکہ ہو نہایت مناسب اس مطلب کے واقع ہوئی کیونکہ شہر مکہ اصل تمام زمین کا ہو کہ اول اسی جگہ زمین پیدا ہوا تھا بعد اسکے اس ٹکڑے سے تمام زمین کو پھیلا کر بچھایا اور زمین انسان کے مادے کی اصل ہو پس اصل الاصول اسکا جو محل مشقت اور رنج کا ہووے تو اسکو کہان سے توقع رکھنا چاہیے کہ مشقت اور رنج سے خلاصی پاویگا باوجود اسبات پر کہ یہ شہر کس جہت سے مقام مشقت اور رنج کا ہو سو کئی بیان پر ہو اول تو یہ کہ زمین سنگلاخ اور ریگستان واقع ہوئی ہو اصلا قابل زراعت کے نہین اور پانی بھی کھارا اور زمین کے نیچے بہت دور ہو کہ بسبب سنگلاخی کے کنوان کھودنا اسمین نہایت دشوار ہو تو کھود ڈالنے اور پانی کا سہولت سے رہنے والون کے واسطے موجود ہو دوسرے یہ واقع ہوا ہو کہ آفتاب کی گرمی کے موسم پر یہ دو مہینے جوزا اور سرطان مین متصل سمت الراس کے ہوتا ہو یعنی انکے سر کے نزدیک دائین بائین رہتا ہو دو سبب گرمی کی شدت کا ہوتا ہو اور آفتاب کی تپش کے سبب سے انکو بھی پہاڑون مین گرمی کی شدت ہوتی ہو اور سموم یعنی گرم ہوا اکثر چلتی ہو ان سبب برگی اور بینوائی کی جہت سے عیاشون اور خوش طبعون کے رہنے کے قابل نہین ہو سکتا اور اسیواسطے قدیم الایام سے بڑے بڑے بادشاہون نے ارادہ اس ملک کا نہین کیا اور اسکو اپنی قلمرو سے خارج رکھا ہو اور جو شخص کہ قصد اس مکان کا کرتا ہو تو فقط زیارت کی نیت سے کرتا ہو کیونکہ عیش اور خوش گذرانی کے اسباب سے کوئی چیز وہان نہین ہو اور اس مقام معظم کی زیارت کے سفر مین بھی جو جو مشقتین اور رنج کہ بحر اور بر مین کھینچتے ہین ظاہر اور موجود ہین اور یہ سب چیزین جو مذکور ہوئین مشقت اور رنج دنیاوی کے اسباب سے اس مکان عالیشان مین قبل پیدا ہونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے موجود تھین اور جب وہ جناب پاک مبعوث ہوئے تو ایک دنگل کھلا اور ایک دینی مشقت نہایت بڑی نمود ہوئی کہ ایک گروہ اس شہر والون سے اس جناب کے ساتھ گرویدہ ہوا اور اپنے باپ دادون کے باطل مذہبون کو چھوڑ دیا اور عبادت بتون کی بالکل دست بردار ہوئے تو ہر گھر مین مخالفت اور پھوٹ اور جھگڑا اور لڑائی پیدا ہوئی اور کافرون نے قتل و ایذا پر اس جماعت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی پر کمر باندھی اور اوقات اس شہر کے رہنے والون کی بسبب ان مہلک واقعون کے نہایت رنج اور مشقت سے گذرنے لگے [illegible] رنج و مشقت [illegible] نہایت مین گھرا رہتے ہین **وَأَنتَ حِلُّۢ بِهَٰذَا ٱلۡبَلَدِ** قسم کھاتا ہون اس شہر کی اسوقت کہ تو اس شہر مین آیا یعنی جو مین آیا کیونکہ تیرے روح نازل ہونے کے سبب سے اس شہر کی بھی شرافت اور بزرگی زیادہ ہوئی کہ شرف المکان بالمکین اور اسباب بھی دینی رنج و مشقت کے پیدا ہوگئے اور اس شہر کے لوگ [illegible] بیچ گناہون مین کہ قتل و ایذا بہترین خلق اللہ کی تھی گرفتار ہو کہ حرمت کو حرم کی کہ اسیکے ملاحظے کیواسطے موذی جانورونکو نہ مارتے تھے اور کٹیلے درختونکو نہ کاٹتے تھے یکقلم صاف جواب دیکر مخالف اس عقیدے کے ہوگئے اسوقت جو جو ظلم کہ وہانکے رہنے والون سے واقع ہوتے تھے آدم کیوقت سے اسدم تک کسی سے نہ ہوئے ہونگے پس یاد کرنے سے اس

قید کے یعنی وانت حل بہذا البلد کے اس قسم کو بستگی مطلب کے ساتھہ ہوگئی آور جو اس قسم مین اور مناسبت مین اسکی ساتھہ مطلب کے ایک طرح کی پوشیدگی تھی کہ سواے اذکیا کے اسکو کوئی دریافت نہین کرسکتا تھا تو ایک دوسری قسم عام فہم بھی مذکور فرمائی **وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ** اور قسم ہی جننے والیکی اور جنے گئے کی کہ دونون کمال مشقت اور رنج مین گرفتار ہین کیونکہ جننے والی کو اول تو بوجھہ اٹھانا حمل کا اور بدمزہ رہنا طبیعت کا اور جننے کا درد اٹھانا چاہیے اور بعد اسکے بچے کے پالنے مین سختیان و رنج کھینچنا چاہیے اور جسکو جنتی ہی اسکی مصیبتین یہ ہین کہ اول تو اسکو اندھیرے مین بچہ دان کے کمال عجز اور ناتوانی سے گذران کرنا چاہیے اور بعد اسکے اس محنت سرا فانی مین یعنی دنیا مین طرح طرح کے دردون اور رنجون جسمانی اور روحانی مین مبتلا ہونا چاہیے اسیواسطے کہا ہی کہ بچے کے رونے مین پیدا ہونے کے ساتھہ اشارہ اسی بات کی طرف ہی کہ اس جہان مین زندگانی روٹھوکے کاٹے گا اور کیا اچھا کہا ہی کسی شاعر نے **اشعار**

لِمَا تُؤْذِنُ الدُّنْيَا مِنْ صُرُوْفِهَا ۔ يَكُوْنُ بُكَاءُ الطِّفْلِ سَاعَةَ يُوْلَدُ ۔ وَاِلَّا فَمَا يُبْكِيْهِ مِنْهَا وَاِنَّهَا ۔ لَاَوْسَعُ مِمَّا كَانَ فِيْهِ وَاَرْغَدُ

یعنی اس سبب سے کہ خبر دیتی ہی دنیا تغیر حال اپنے سے ہوتا ہی رونا لڑکے کا وقت پیدا ہونے کے اور اگر ایسا نہوتا تو نہ روتا لڑکا جننے کے وقت اور البتہ وہ فراغت مین آیا ہی اس چیز سے کہ تھا اسمین اور کشادگی مین آور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ مراد والد سے حضرت آدم علیہ السلام ہین کہ کس مشقت سے بہشت سے نکلے گئے اور کیسی بھالی بھالی نعمتون کو اُنسے چھین لیا آور مراد ماولد سے انکی ذریات یعنی اولاد ہین کہ تمام عمر مین اپنی سوا اس دار المحنت کے کچھہ نہین دیکھا اور صفت اپنے وطن اصلی کے کمال حسرت اور افسوس سے سنے آور ان دونون خبس سے قسم ثابت ہوئی کہ آدمی کی اصل ترابی بھی مشقت ورنج ہی آور اصل آبی بھی مورد مشقت اور رنج کی ہی اب اس دلیل پر مدلول کو متفرع کرکے فرماتے ہین **لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ** مقرر پیدا کیا ہمنے انسان کو مشقت اور رنج مین کیونکہ اصل آدمی کی عالم خاک مین تکے کی زمین ہی اور وصل اسکی عالم آب مین نطفہ آدم علیہ السلام کا ہی اور دونون مشقت اور رنج مین گرفتار ہین آور کبدا کو یہان پر بے کے زبر سے پڑھنا چاہیے کہ مشقت کے معنون مین ہی آور کبد بے کے زیر سے کہ جگر کے معنی مین ہی وہ بھی اسی سے مشتق ہی کیونکہ آدمی کے بدن مین باورچی گری اسی کا ذمہ ہی غذا کو اپنے اندر لانے مین اور اُسکے پکانے مین اور اُسکے تقسیم کرنے مین بڑی بڑی مشقتین اٹھاتا ہی اور دوسرے اعضا لقمہ لیے دو ذریہ قابض او متصرف ہوتے ہین اور اگر مشقت اور رنج آدمی کے تفصیل کے ساتھہ بیان کیے جاوین تو ایک بڑا دفتر چاہیے لیکن مجمل اسقدر سمجھہ لیا چاہیے کہ آدمی کی خلقت چار ضدون سے ہی حرارت اور برودت اور رطوبت اور یبوست اور یہ چارون اپنے مزاج مین اپنا اپنا غلبہ چاہتی ہین اور اُسکے اعتدال کے خراب کرنے کے پیچھے پڑی رہتی ہین **مصرع** پیوستہ در کشاکش این چار از دہاست ۔ پھر کتنے دنون قید خانے مین بچہ دان کے قید رہتا ہی پھر کتنے دنون کمال عجز اور ناتوانی سے جھولے مین مردیکے مانند پڑا رہتا ہی نہ تو زبان ہی کہ اپنے دل کا حال بیان کرے اور نہ ہاتھہ پانون ایسے ہین کہ اپنی خواہش کو اُنسے کرے پھر دانت نکلنے کے دردمین اور دودھہ چھڑانے کی ایذا مین مبتلا ہوتا ہی پھر مکتب مین استاد کی مار دھاڑ کا رنج اٹھاتا ہی اور جب عقل کے پنجے مین گرفتار ہوا اور کشاکش مین کن مکن کی پڑا تو طرح طرح کے رنج اور ملال مین گتھہ گیا طبیعت اسکو کبھی قوت شہوانی کے زور سے چار پائے کی مانند ذلیل بنا دیتی ہی آور گرفتار حرص کا کرتی ہی اور روپیے کے واسطے اسکے سر پر بھاری بوجھہ دھر دیتی ہی اور تمام دن اسکو ایک ذلیل نوکر کی طرح کے واسطے آگ اور دھوین مین مقید رکھتی ہی اور چند پیسون کی محبت کے واسطے دوکان کا قیدی رکھتی ہی اور آرزو مین مٹھی بھر دانون کے اُسکو جال کے پیچھے دوڑاتی ہی آور کبھی اسکو قوت غضبیہ کے غلبے سے درندے چارپایون مین ملا دیتی ہی اور بدگوئی خلق کی اور پھٹکار عالم کی اُسکے نصیب ہوتی ہی اور مانند بھیڑیے اور چیتے کے پنجا کھولتا ہی اور مخلوق کو ایذا دیتا ہی آور ان سب سے طرفہ ایک اور دشواری ہی کہ مقید طبع کا بھی ہی اور مامور شرع کا بھی شرع مخالف طبیعت کے راہ بتاتی ہی اور طبع موافقت نفس کی کرتی ہی اور عبادت سے روکتی ہی اور یہ عبادت کا مامور ہی بے عبادت کیے اسکی نجات نہین ہی اور باوجود گناہ کے اسباب موجود ہونے کے گناہ سے مجبوری ہی کوئی رنج عالم مین زیادہ تر جمع ہونے سے ضدون کے اور راضی کرنے سے مخالفون ہمراد کے نہین ہی اور یہ تمام مشقتین اور رنج ہر شخص کی ذات سے تعلق رکھتے ہین لیکن جو مشقتین کہ غیر کے حق سے تعلق رکھتی ہین پس ان سب سے زیادہ تر سخت ہین جیسے رعیت ہمیشہ اطاعت مین بادشاہ کی گرفتار ہی اور بادشاہ رعایت کہ نہین عدل اور احسان کے

بیان مشقت اور رنج آدمی کے

رعیت پر اور بچہ اور اولاد رنج مین ماں باپ کی خدمت کے اور ماں باپ رنج مین بیٹا بیٹی کی محبت کے اسیطرح سے خاوند کا حال ہی جورو سے اور جورو کا حال ہی خاوند
اور میان کا غلام سے اور غلام کا میان سے اور پڑوسی کا پڑوسی سے بس کوئی شخص اس طرح کی مشقت سے بھی خالی نہین اور ان سب دنیا کی مشقتون
کے سوائے جان کندن کی مشقت اور مال کی مفارقت کا اور اولاد کے فوت ہونے کا رنج اور قبر کی تنگی کا اور لحد کے اندھیرے کا اور اُس مقام
مین تنہا پڑے رہنے کا اور منکر نکیر کے سوال کا اور ہول قیامت کا اور اُٹھنے کے دن کا اور ہیبت صور پھونکنے کی اور اولین اور آخرین کے سامنے فضیحت ہونے
کا خوف اور شرمندہ ہونے کا حساب کے وقت اور اعمال کے وزن کے وقت کا اور کھڑا ہونا روبرو حضرت رب العزت کے اور اگر معاذ اللہ ساتھ ان مشقتون
کے دوزخ کی معیبت نصیب ہوئی تو ذلت اور ہمیشہ کا ٹوٹا اسکے نصیب ہوا اور مشقت اور رنج اوس کا حد سے گذر گیا اور جو کوئی ابتدائے عمر سے انتہا تک
اس قسم کی مشقتون اور تکلیفون مین گرفتار ہوا اُسکو فخر کرنا اپنے زور اور بازو پر اور بہت مال خرچ کرنے پر نہایت بیجا اور نازیبا ہی چنانچہ فرماتے ہین **اَیَحْسَبُ**
اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ کیا گمان کرتا ہی آدمی ساتھ ان مشقتون اور رنجون کے کہ قدرت نپاویگا اوپر کوئی تاکہ جزا اُسکی دے اور
بھلے بُرے کامون سے پوچھے حالانکہ دم بدم مقہور قہر الٰہی کا اور تابعدار اسکی قدرت نامتناہی کا ہی بلکہ اُسکی ضعیف سے ضعیف مخلوق سے جو کھٹمل اور مچھر
ہی عہدہ برا نہین ہو سکتا اور جو اکثر فخر اسکا زیادہ مال خرچ کرنے پر تھا اور اس دعوے مین کہ مجھپر کوئی قدرت نہ پاسکیگا اکثر اعتماد اسکا اپنی عزت اور جاہ پر
تھا کہ بہت سا مال خرچ کرکے اس عزت اور جاہ کو حاصل کیا تھا کیونکہ جو شخص کہ بہت مال خرچ کرتا ہے سب لوگون مین عزیز اور سبکی نظرون مین
بڑا مرتبے مین معلوم ہوتا ہی اور کوئی شخص اُسکی خفگی اور اُسکے بُرا بھلا کہنے پر بسبب حیا کے یا طمع کی جہت سے کہ اُس سے رکھتا ہی اسکا سامنا کرنے پر
پیش قدمی نہین کرتا ہی سوا دفع کرنے میں اُسکے اس غرور کے فرماتے ہین **یَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا** یعنی فخر کے مقام مین
اور ثابت کرنے مین اسبات کے کہ مجھپر کوئی قدرت نپاویگا کہتا ہی کہ کھپا دیا مین نے ڈھیرون مال اور اکثر بڑے بڑے عمدہ کامون مین بہت سا مال
خرچ کیا ہی اس سبب سے بڑائی اور عزت میری لوگون کے دلون مین قائم ہو گئی ہی کوئی شخص بشقیدمی میرے مقابلے پر نہین کر سکتا **اَیَحْسَبُ**
اَنْ لَّمْ یَرَهٗ اَحَدٌ کیا گمان کرتا ہی کہ نہین دیکھا ہی اُسکو کسی نے اسوقت کہ ماں کے پیٹ سے ننگا بھوکا پیدا ہوا تھا اور کچھ اپنے پاس نہ رکھتا تھا
پھر جو مال کمانا شروع کیا تو کس وجہ سے حلال سے یا حرام سے پھر جو مال کو خرچ کیا تو کس مصرف مین جا یا بیجا اور کس نیت سے خدا کے واسطے یا فخر
اور ریا کے واسطے پس اسکو خرچ کرنے پر اس مال کے کہ اُسکے ہاتھ مین عاریت محض ہی اور اکثر حرام کی وجہ سے حاصل کیا ہی اور حرام جگہ پر صرف ہوا ہی
بری نیت سے پس ایسی چیز پر فخر اور بڑائی سزاوار نہ تھی اور اگر یہ فخر اور بڑائی اس شخص کے روبرو کرتا کہ ابتدا سے اُسکے حال سے اور اُسکی کمائی سے اور اُسکی
نیت باطنی سے آگاہ نہوتا تو گنجایش تھی یہ تو اُسکی کمال بیحیائی ہی کہ مقابلے مین رب الارباب کے اور عالم السر والخفیات کے کہ جاننے والا احوال اور استقبال کا ہی
زبان ساتھ فخر کے کھولی ہی اور اگر وہ کفر اور جہل کی راہ سے انکار حق تعالیٰ کے دیکھنے کا کرتا ہی تو حق تعالیٰ اُسکے جواب مین یون فرماتا ہی **اَلَمْ نَجْعَلْ**
لَّهٗ عَیْنَیْنِ کیا نہین بنادین ہم نے اُسکو دو آنکھین تاکہ چیزون کو دیکھے اور جو کہ غیرونکو بینائی بخشتا ہی اور اسباب بینائی کے درست کرتا ہی تو
کس طرح سے بینائی مین قصور رکھتا ہوگا اور اگر اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کو مسلم رکھتا ہی اور کہتا ہی کہ وہ جو میرے دل مین نیتین ہین انکو تو کوئی نہین جان سکیگا
سو اسکے جواب مین فرماتے ہین **وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ** کیا نہین بنا دیے ہمنے اُسکے واسطے ایک زبان اور دو ہونٹھ اور جسنے کہ قدرت دلکے
بھید ظاہر کرنے کی دوسرون کو بخشی ہی وہ کیونکر دوسرے کے دل کے بھیدون پر مطلع نہوگا اور فائدہ زبان کا آدمی کے اندر ظاہر ہی کہ سبب ہی بات کرنیکا
اور دلکی چھپی باتین ظاہر کرنے کا بھی وہی سبب ہی اور دونون ہونٹھون کے فائدے کئی چیزین مین اوّل تو چوسنا دودھ کا اور اسیطرح میوونکا
چوسنا جیسے آنب وغیرہ اور دوسرے چھپانا منہ کا تاکہ خاک دھول مکھی مچھر کا اسمین نہ چلا جائے اور تیسرے دانتون کا چھپانا کہ کھلا رہنا
دانتون کا نہایت بدزیب معلوم ہوتا ہی چوتھے مددگاری کرنا بات مین کیونکہ شفتی حروف جیسے بے اور واو کہ بغیر ہونٹھون کے نہین نکلتے اور
دوسرے حرفون مین بھی مدد انکی ضرور ہی پانچوان یہ کہ کھانا کھانے مین اور پانی پینے مین اور چابنے مین اور حلق سے اتارنے مین

اور گٹھلی چھلکے پھینکنے مین منہ سے مدد انکی ضرور ہی چھٹا پھونکنا بانسری کا اور دوسرے پھونکنے کی چیزون مین منفعت انکی ظاہر ہی اور دقیقہ شناس
عالمون نے کہا ہی کہ حق تعالی نے آدمی کو دو آنکھین اور ایک زبان دی ہی تا اشارہ ہو اسبات کی طرف کہ بولنا اسکا دیکھنے سے کم چاہیے کیونکہ دیکھنا
اسکا شامل ہی خیر اور شر کو اور بولنا سوائے بھلائی کے اچھا نہین اسیواسطے ایک زبان پر دو نگھبان مقرر فرمائے ہین کہ دونون ہونٹھ ہین تا کہ
معلوم کرے کہ زبان کو اپنی لگام رکھنا چاہیے چنانچہ حق تعالی دوسری جگہہ فرماتا ہی مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید نہین بولتا آدمی کوئی
بات مگر یہ کہ اسکے نزدیک مقرر ہین نگھبان تیار اسی کام کے واسطے اور حدیث صحیح مین ہی کہ جو شخص کہ خدا پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہی پس ح
چاہیے کہ نیک چیز کہے یا خاموشی اختیار کرے اور ترمذی نے عقبہ بن عامر سے روایت کی ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ نجات کس چیز مین ہی تو ح
فرمایا کہ اپنی زبان کو بند کر اور گھر مین بیٹھ رہ اور اپنے گناہون پر رو اور سلف کے لوگ کہہ گئے ہین کہ آدمی کی زبان ایک مہلک اژدہا ہی کہ سوراخ اسکا دہن
ہی اور کیا خوب کہا ہی احفظ لسانک ایہا الانسان لا یلدغنک انہ ثعبان یعنی نگاہ رکھ زبان کو اپنی اے آدمی نہ کاٹ کھائے تجھکو وہ تو ایک
اژدہا ہی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہی کہ جب آدمی چاہے کہ بات کرے تو اول چاہیے کہ فکر کرے اور اپنے دل سے مشورت لے پھر اگر جانے
کہ میری بات کرنے مین سراسر مصلحت ہی اور اسمین کسی طرح کی دین دنیا کی کوئی مضرت نہین تو البتہ بات کرے اور اگر مضرت کا بھی شک ہو تو ہرگز اسکو بات
کرنا روا نہین ہی پھر اس بات کا کہان ٹھکانا جسمین مصلحت نہو اور مضرت ظنی یا یقینی ہو اور یہ بھی حدیث شریف مین ہی کہ جب آدمی صبح کو اٹھتا ہی تو تمام ح
اعضا اور جوارح اسکے زبان کے آگے عاجزی اور زاری کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اے ظالم انصاف کر کہ ہم سب تیری اچھائی اور برائی کے ساتھ متعلق
ہین اگر تو سیدھی راہ پر رہے گی تو ہم بھی نجات پاوینگے اور نہین تو تیرے کیے پر ہم بھی گرفتار ہونگے اور اس آیت مین تخصیص ان تینون نعمتون کے بیان کی
کہ آنکھ اور زبان اور ہونٹھ ہین ایک وجہ دوسری بھی ہی وہ یہ ہی کہ جب آدمی اپنی ماکے پیٹ سے پیدا ہوتا ہی تو بھوکھا ہوتا ہی اور پہلی چیز کہ اپنی قوت کے واسطے
دنیا سے حاصل کرتا ہی وہ دودھ ہی کہ پستان سے پیتا ہی اور دودھ پینے مین یہے تین عضو ضرور ہین تا کہ دودھ پلانے والی کو دیکھے اور پستان کو
ہونٹھون سے چوسے اور دودھ کو زبان کی مدد سے فرو جھکا کر حلق سے اتارے پس جو شخص کہ پہلی کمائی پر اپنی قادر نہو کہ ابتدا اسکی زندگی کی اسپر موقوف
ہی تو دوسرے مکسوبات پر اپنی خودی سے کس قسم سے اسکو اترانا روا ہوگا اور اگر مقابلے مین وہی کافر کہے کہ ہر چند کہ خدا تعالی سب چیزون کو
ظاہر اور باطن سے دیکھتا ہی اور جانتا ہی لیکن مین نے جس جاے پر کہ مال خرچ کیا ہی اور جس نیت سے کیا ہی معذور تھا کیونکہ مجھکو وہی محل اور وہی نیت
بہتر اور خوب معلوم ہوئی تھی دوسرے محل اور دوسری نیت کو مین جانتا ہی نہ تھا کہ اس محل اور اس نیت سے مال خرچ کرون اسکے جواب مین
فرماتے ہین **وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ** اور بتادین اور دکھادین ہم نے اسکو دونون راہین خیر اور شر کی پس دعوی مین بے علمی
اور بے سمجھی کے جھوٹھا ہی کیونکہ اول اسکو ہمنے عقل دی پھر انبیا اور عالمون اور واعظون کے واسطے سے اسکے کان مین علامتین نیک راہ
کی اور بدراہ کی پہونچادین اور دونون راہون کو جدا جدا اسکے نظرون مین دکھادیا اسنے بری راہ کو اختیار کیا اور سیدھے رستے کو چھوڑ دیا اور
ہرگز اپنے مال کو نیک جگہہ پر خرچ نہ کیا چنانچہ فرماتے ہین **فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ** پس اس کافر سے نہو سکا کہ گھسنا سخت گھاٹی
اور سختی اور دشواری بھی ایک عمدہ علامتون سے ہی نیک راہ کی کیونکہ بری راہ نفس کی موافقت اور اسکی خواہش کے سبب سے آسان اور سبک
معلوم ہوتی ہی اور خرچ کرنا مال کا خواہشون مین اور لذتون مین آسان ہوجاتا ہی مال خرچ کرنا تو وہان مشکل ہوتا ہی کہ کچھ لذت او تو قع منفعت
کی اسمین نہو اور محض ابتغاء لمرضات اللہ واقع ہو یعنی واسطے طلب کرنے رضامندی اللہ تعالی کے ہو چنانچہ فرماتے ہین **وَمَا أَدْرَاكَ**
مَا الْعَقَبَةُ اور کیا بوجھا تو اے آدمی کہ کیا ہی وہ سخت گھاٹی کہ خرچ کرنا مال کا اسمین طبیعت اور نفس پر شاق اور بھاری معلوم ہوتا ہی
فَكُّ رَقَبَةٍ وہ گھاٹی سخت اور دشوار خلاص کرنا گردن کا ہی اور یہ کئی قسم سے ہوتا ہی اول آزاد کرنا غلام یا لونڈی کا اپنی ملک کی تو سے دوسری قسم
خلاص کرنا جان کا ہی قصاص او خون سے کہ اسکی عوض مین خون بہا دیکر اسکی جان بخشی کرے تیسرے قرضدار کا چھڑا دینا ہی کہ اسکو اسکے قرض خواہون سے

اپنے قرض کی بابت پکڑ کر قید کیا ہو اُسکا قرض ادا کرکے قرض خواہون سے چھڑاوے چوتھے قیدی کا خلاص کرنا ہی کہ کوئی کافر یا ظالم اسکو زور سے پکڑ لیگیا ہو اور بغیر مال دینے کے نہین چھوڑتا اور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھکو ایک کام بتاو کہ اُسکے سبب سے بہشت مین داخل ہون فرمایا آزاد کر بردہ اور خلاص کر گردن اُسنے عرض کی یا رسول کیا یہ دونون ایک چیز نہین ہین فرمایا نہین آزاد کرنا بردے کا یہ ہی کہ مطلقاً اسکو قید سے غلام پنے کی آزاد کردے اور خلاص کرنا گردن کا یہ ہی کہ مدد کرے تو اُسکی تاوان سے چھڑانے مین یا خون بہے اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تقدیم سے فک رقبۃ کے اطعام مسکین پر کہ اس آیت مین واقع ہوا ہی استدلال کیا ہی اسبات پر کہ خرچ کرنے سے بہتر ہی اور دوسرے علما اسکے برعکس پر قائل ہوئے ہین اور کہتے ہین کہ صدقے مین جان کا بچانا ہی ہلاکت سے کیونکہ قوام بدن کا غذا سے ہی اور آزاد کرنا بردے کا خلاص کرنا قید سے ہی اور قید اس قدر موذی نہین ہی کہ اُس سے خوف ہلاک ہونے کا ہو **اَوْ اِطْعَامٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ** یا کھانا کھلانا ہی بھوک اور احتیاج کے دن مین جیسے قحط کہ اسمین کھانا کھلانا ہیرے موتیون سے عزیز ہو جاتا ہی **يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ** یتیم ناتے والے کو جیسے بھتیجا یا چچا کا بیٹا اور خالہ کا بیٹا اور سوا اسکے اور یہ قید اسواسطے لائے ہین کہ کھانا کھلانا ہر وقت مین عبادت ہی کیونکہ کھانے والا بغیر بھوک کے کھا نہین سکتا بس ہر شخص کیا غنی اور کیا فقیر کھانے کے وقت محتاج طعام کا ہوتا ہی اور کھانا کھانے سے اسکی روح تازہ ہو جاتی ہی اسیواسطے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے بہتر کام اسلام کا کونسا ہی فرمایا کہ کھانا کھلانا اور جو ملے اُس سے سلام علیک کرنا اور نماز پڑھنا رات کو جب لوگ سوتے ہون اور جو کھانا کھلانا قحط اور غلے کی تنگی کے وقت واقع ہو تو اسکا اجر کتنے درجے بڑھجاتا ہی کیونکہ دوسرے وقتون مین اگر کوئی شخص ابتداے بھوک مین اذیت اٹھاویگا لیکن بعد ایک دو ساعت کے کہین نہ کہین روٹی کے سر جاٹکیگا اور خوف جان جانے کا نہوگا بخلاف قحط اور غلے کی نایابی کے دنون مین کہ خوف ہلاکت کا ہی اور ان وقتون مین بھی جو لوگ کہ محنت اور تلاش معاش پر قادر نہین یا والی وارث رکھتے ہین انکو ایک دو روز کے بعد کھانے کو مل رہتا ہی اور ذمہ دار انکی معاش کے تھوڑی بہت اُنکی خبر گیری کرتے رہتے ہین اور یتیم کہ ان علاقون مین سے ایک بھی نہین رکھتا ہی اور خوف اُسکی ہلاکت کا یقین کے درجے کو اور احتیاج اسکی نہایت کو پہونچتی ہی علی الخصوص ایسا یتیم کہ قرابت کا علاقہ بھی اُس سے رکھتا ہو کہ اُسکے کھلانے مین صدقہ بھی ہی اور صلہ رحم بھی کہ یہ جُدی ایک عبادت ہی اور یہ بھی ہی کہ کھلانے مین یتیم کے علی الخصوص کہ ناتے والا بھی ہو کوئی نفع حال یا آیندہ کا متوقع نہین ہی سواے آخرت کے ثواب کے کیونکہ بسبب بچپن کے کوئی کام اُسکے ہاتھ سے ہو نہین سکتا اور تعریف اور بڑائی کا اُسکی کوئی اعتبار نہین کرتا اور اگر اسکے کھانا کھلانے کے وقت کوئی دیکھے بھی تو دل مین یہی سمجھے کہ رشتہ داری کے سبب اسکو کھلاتا ہی بس دروازہ ریا اور بڑائی کا بالکل بند ہو جاویگا اور خلوص نیت کا کماحقہ ثابت ہوگا **اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ** یا کھانا کھلانا اس مسکین کا ہو جو خاک مین رلا ملا ہی اور یہ قید اسواسطے بڑھائی ہی کہ مسکین کبھی اس محتاج کو بھی کہتے ہین کہ خرچ اسکا اُسکے دخل سے زیادہ ہو چنانچہ سورہ کہف مین واقع ہی واما السفینۃ فکانت لمساکین یعملون فی البحر لیکن وہ مسکین خاکساری اور افتادگی کے مرتبے کو نہین پہونچا کہ اصلی جان جانیکا خوف دمبدم لگا ہوا ہو اور جب نوبت فقیر کی اس مرتبے کو پہونچتی ہی تو اسوقت مین وہ بھی محل کسیطرح کے نفع کی توقع کا حال و استقبال مین نہین رہتا اور صرف کرنا مال کا محض اللہ تعالی کی رضامندی کے واسطے ثابت ہوتا ہی اور جو خرچ کرنا مال کا ان تینون وجہون مین کہ مذکور ہوئی ہین کبھی کبھی کافرون بد اعتقاد کے ہاتھ سے بھی جنسیت کی محبت اور رحم جبلی کے سبب سے واقع ہوتا ہی اور آخرت کے حساب مین رائگان و برباد ہی تو ناچار احتراز کے واسطے اس قسم کے مال خرچ کرنے پر تھوڑا سا اور بھی بڑھا کر فرماتے ہین **ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا** پھر ان سب باتون کے ساتھ ان لوگون کے گروہ مین سے ہو کہ ایمان لائے ہین اور تصدیق دین او شریعت کی اور اپنے وقت کے پیغمبر کی کی ہی تاکہ یہ عمل خیر اس شخص کا آخرت مین شامت کفر کی اور تکذیب پیغمبر کی سے بیفائدہ اور برباد نہووے اور ثم کا لفظ ہر چند کہ ان اعمال سے تراخی اور تاخیر پر ایمان کی دلالت کرتا ہی حالانکہ ایمان تمام طاعتون اور عبادتون کے قبول ہونیکی شرط ہی اور شرط مقدم ہی مشروط پر لیکن مراد تاخیر اور تراخی بیان مین ہی نہ واقع ہونے مین چنانچہ کہتے ہین نماز اسوقت مین مقبول ہوتی ہی کہ ابتدا تکبیر سے سلام تک اُسکے ارکان ترتیب سے ادا کرے پھر وضو بھی کیا ہو حالانکہ وضو

نمازکی شرط ہی پہلے نماز سے کیا جاتا ہے لیکن بیان مین مرتبہ شرط کا پیچھے ہی مشروط کے مرتبے سے سواس تاخیر کی آگاہی کے واسطے ثم کی لفظ کو استعمال فرمایا ہی اور اگر اول سے ایمان کو ذکر فرماتے تو یون گمان ہوتا کہ ایمان بھی عقبہ مالی کے ارکان مین داخل ہی اور واقع مین اس طور سے نہین ہی اور بعضے علمانے کہا ہی کہ تاخیر وقوع مین مراد ہی کیونکہ کافرون کے عمل توقف مین رہتے ہین اگر آخر عمر مین ایمان لائے تو وہ سب اگلے اعمال برکت ایمان لاحق کی مقبول ہو جاتے ہین اور منیر ثواب پاتے ہین چنانچہ حدیث صحیح مین ہی کہ حکیم بن حزام نے جو بھتیجا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد اسلام کے سوال کیا کہ یا رسول اللہ مین نے کفر کی حالت مین بہت نیک کام کیے ہین فرمایا کہ تیرے اسلام نے اُن سب کامونکو نیک کر دیا اور مقبول ہو گئے پس معنی اس تقدیر پر اس طور سے ہین کہ اول جس شخص نے خرج وجوہ مذکورہ مین کیا اور بعد اُسکے توفیق ایمان کی بھی پائی تو سخت اور کٹھن گھاٹی سے گذر گیا اور عربیت کے علماکو ترکیب مین اس آیت کی ایک اشکال مشہور ہی اسکا حاصل یہ ہی کہ عرب کے کلام مین نفی فعل ماضی کی لا کے ساتھ نہین آئی ہی مگر دعا مین چنانچہ دعا مین لا بارک اللہ فی سھیل یا تکرار کے ساتھ چنانچہ فلا صدق ولا صلی مین ہی اور اس آیت مین یعنی فلا اقتحم مین نفی فعل ماضی کی لا کے ساتھ ہی دونون نوع سے خارج ہی جواب اُسکا یہ ہی کہ جو عقبہ کئی چیزون کے ساتھ بیان فرمایا تو باعتبار معنون کے ماضی مکرر پیدا ہو گیا اور کلام مین زیادہ اعتبار معنی کا کرتے ہین نہ لفظ کا اور اسکے ساتھ بھی قرآن خود حجت کافی ہی گواہ لانے کی حاجت نہین ہی اور جو بیان مین عقبہ کے اس حد کو پہونچے تو مرتبہ کمال کا خرج کرنے مین مال کے تمام ہوا اب مرتبہ تکمیل کا اسباب مین ارشاد ہوتا ہی کیونکہ کمال بغیر تکمیل کے چندان اعتبار کے قابل نہین ہوتا **وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ** اور آپس مین وصیت کرتے ہین صبر کی کہ مجموعہ نیک خلقون کا ہی اور کتاب اللہ مین نیش اور کئی آیتون مین اسپر تاکید واقع ہی اور حق تعالی نے اپنے پیغمبر کو بھی اسکا حکم فرمایا ہی کہ فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل اور اسی جاے سے صبر کی بزرگی کو سمجھ لیا چاہیے کہ قرآن مین اسکا ذکر نماز پر بھی مقدم رکھا ہی جس جاے پر کہ فرمایا ہی یا ایھا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوۃ اور اپنی رفاقت کو بھی صبر والون کے ساتھ مخصوص کیا ہی کہ ان اللہ مع الصابرین اور کسی جاے پر ان اللہ مع المصلین اور مع الصائمین اور مع المتصدقین نہین فرمایا اور یہ بھی ہی کہ ہر عمل کے واسطے ایک اجر مقرر فرمایا ہی اور صبر کے واسطے بے حساب اجر کا وعدہ دیا ہی قال اللہ تعالی انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب اور دین کی پیشوائی کو ساتھ صبر کے متعلق رکھا ہی وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لما صبروا اور بنی اسرائیل کو صبر کی برکت سے عزت دین اور دنیا کی بخشی کہ تمت کلمۃ ربک الحسنی علی بنی اسرائیل بما صبروا فرمایا اب حقیقت کو صبر کی سمجھ لیا چاہیے تا کہ معلوم ہو جاوے کہ صبر کی وصیت کرنا گویا سب وجہ کے کمالون کی وصیت کرنا ہی اور حقیقت صبر کی یہ ہی کہ آدمی اپنے دین پر طمع اور نفس کی کشاکش کے وقت ثابت رہے اور بے پروائی کرے اور یہ استقلال اور اثبات کبھی تو جسم سے ہوتا ہی اور وہ دو قسم ہی ایک تو عبادات شاقہ سے تکاسل اور سستی نکرنا اور دل نہ چرانا اور حلیت اور ایذا کے آجانے سے ہراسا نہونا اور وضع دینی کو اپنی نچھوڑنا اور کبھی ساتھ نفس کے ہوتا ہی پس اگر دونون شہوتون سے کہ شہوت بطن کی اور شہوت فرج کی ہی نفس اسکا نہ بھٹکا اور خلاف دین کے کوئی حرکت اور خواہش اس سے صادر نہوئی تو اسکو عفت کہتے ہین اور مقابل اُسکے مجانت اور فجور ہی اور اگر بہنیر کرنے مین مکروہات سے طبیعت اور نفس کی ناخوشیون پر تحمل اور استقلال کرے تو اسکو صبر مطلق کہتے ہین اور ضد اسکی اضطرار اور بے باکی ہی اور اگر مالداری اور دولت مندی کی حالت مین اپنے نفس کو حکم شرع کے ضبط مین رکھے اور تکبر اور خود پسندی کو دخل ندے اور بڑائی اور فخر نکرے تو اسکو حوصلے کی وسعت کہتے ہین اور ضد اسکی تنگی حوصلے کی ہی اور اگر لڑائی مین بھاگنے سے اور سستی کرنے سے اپنے کو بچاوے تو اسکو شجاعت کہتے ہین اور ضد اسکی جبن ہی یعنی نامردی اور اگر غصہ پی جاوے اور استقلال کرے تو اسکو حلم کہتے ہین اور ضد اسکی طیش ہی اور اگر سر انجام مین مہمون کے تنگدل نہووے تو اسکو کشادگی سینے اور حوصلے کی کہتے ہین اور ضد اسکی تنگدلی ہی اور اگر رازداری مین اور چھپانے مین بھیدون کے بیجا نہو جاوے تو اسکو کتمان کہتے ہین اور ضد اسکی اظہار ہی اور اگر نگاہ رکھنے مین حقوق کے جیسے امانت اور قرض مین احتیاط کرے تو اسکو امانت کہتے ہین اور ضد اسکی خیانت ہی اور اگر لذتون پر دنیا کی رغبت نکرے اور ضروریات پر اکتفا کرے تو اسکو زہد اور قناعت کہتے ہین اور ضد اسکی حرص ہی حاصل کلام کا یہ ہی کہ اکثر اخلاق ایمان کے صبر مین داخل ہین اسیواسطے صحیح حدیث مین وارد ہی

کہ الصبر نصف الایمان اور صبر حرام سے فرض ہی اور مکروہ سے نفل اور دین مین صبر سے بہتر کوئی چیز نہین ہی اسواسطے کہ بنا عبادت کی صبر پر ہی کیونکہ
داخل ہونا عبادت مین نفس کی مرضی کے مخالف ہی اور تمام کرنا عبادت کا زیادہ تر نفس کے مخالف پڑتا ہی اگر صبر نہو تو کوئی عبادت سرانجام نہو یعنی تمامی کو نہ پہونچے
اور یہ بھی ہی کہ دنیا محنت اور بلا کا گھر ہی اور جزع فزع روکنے والے طاعتون سے اگر صبر نہو تو دنیا کی محنتین ہمیشہ آدمی کو جزع اور فزع مین گرفتار
رکھین تو کبھی اسکو فراغت عبادت کے واسطے میسر نہو اور یہان سے وجہ صبر کی تقدیم کی نماز پر واضح ہوگئی اور صبر کے درجے مختلف اور گوناگون ہین اور
شرع مین ہر رنگ سے مطلوب ہی پس جو صبر کہ مقابلہ مین لذتون اور دنیا کے بیہودہ کامون کے چاہیے وہ یہ ہی کہ میل اور التفات اس جانب کو نکرے
اور رعایت حق تعالی کی منظور رکھے اور جو صبر کہ طاعتون مین چاہیے سو اسمین اول نیت کو بچانا ہی ریا سے اور دوسری چیزون سے کہ اخلاص کی
منافی ہین پھر اس عبادت کے ادا کرنے کی محافظت فساد اور ابطال سے پھر محافظت اسکے ثواب کی ہی ضائع ہونے سے اور محافظت عبادت کی تکاسل سے
اور وقتون اور شرطون کی رعایت معدوم ہونے سے اور جو صبر کہ گناہون کے مقابلے مین چاہیے سو یہ ہی کہ ریاضت سے نفس کو ان گناہونکی طرف رغبت
کرنے سے روکے اور ورع کا قصد کرے اور ورع کہتے ہین گناہ کے اسباب اور وسیلون سے پرہیز کرنے کو اور جو صبر کہ مصیبت مین ہوتا ہی وہ دو قسم پر ہی اسواسطے
کہ مصیبت دو قسم کی ہی اول مصیبت کہ انتقام اور بدلا لینا اسکا بندے کی قدرت مین ہی تو اس قسم کی مصیبت پر صبر یہ ہی کہ تحمل کرے اور اسکا بدلا نہ دے
نہ زبان سے نہ ہاتھ سے اور اس مقدمے مین سلف کے صالح لوگون نے ظالم پر بد دعا کرنے سے بھی احتراز کیا ہی اور اسکو موجب صبر کے نقصان کا جانا ہی چنانچہ حدیث
صحیح مین وارد ہی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک چور کو کہ انکا اسباب چرا لے گیا تھا بد دعا کرتی تھین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے سنکر
ارشاد فرمایا کہ کیا تو چاہتی ہی کہ اس چور کا عذاب کم ہوجاوے اور بوجھ اور وبال اسکا خفیف ہوجاوے اور تیرا اجر بھی گھٹ جاوے اسکو بد دعا نکر تاکہ وبال اسکا سخت
اور اجر تیرا زیادہ ہو دوسری وہ مصیبت کہ تدارک اسکا بندے کے ہاتھ مین نہو اور صبر اس قسم کی مصیبت پر وہ ہی کہ فریاد نکرے اور شکایت اصلا قولا اور فعلا
نکرے **وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ** اور وصیت کرتے ہین ایک دوسرے کو مہربانی اور شفقت کی خلق اللہ پر کیونکہ یہ خلق حضرت الوہیت کے
اخلاق سے ہی جیسے الرحمن الرحیم دلالت کرتا ہی اور عمدہ صفات سے حضرت نبوت کے ہی کہ بالمؤمنین رؤف رحیم انکے حق مین ارشاد ہوا ہی اور بہت سے
اخلاق محمودہ کا منبع ہی اور عفو اور کرم اور لطف اور حلم اسی خلق سے پیدا ہوتے ہین اسیواسطے حدیث صحیح مین وارد ہوا ہی کہ الراحمون یرحمہم الرحمن
ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء یعنی رحم کرنیوالے انپر رحمت کرتا ہی رحمان رحم کرو انپر جو زمین مین ہین رحم کرے تمپر جو آسمان پر ہی اور ابو یعلی
طبرانی نے روایت کی ہی انس بن مالک سے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ حق تعالی اپنی رحمت کو نازل نہین کرتا مگر رحیمون پر
صحابہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہر شخص ہم مین سے رحمت رکھتا ہی فرمایا کہ رحیم وہ نہین کہ اپنی جان پر اور اپنے خویش و اقربا پر رحمت کرے رحیم وہ ہی کہ سب
مسلمانون پر مہربان ہو بڑے کو باپ اور برابر کو بھائی اور چھوٹے کو بیٹا جانے اور ابن عدی نے کامل مین حضرت امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
سے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت حق جل شانہ فرماتا ہی کہ اگر تم میری رحمت چاہتے ہو تو میری خلق پر رحمت کرو اور طبرانی
روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانون کو چاہیے کہ شفقت اور دوستی اور حسن سلوک آپس مین کیا کرین اور مانند
ایک تن کے ہون کہ اگر ایک عضو بدن مین درد کرتا ہی تو تمام بدن اسکی رفاقت مین بے چین رہتا ہی اور تپ مین گرفتار ہو جاتا ہی اور طبرانی نے اس
حدیث کی روایت کرنے کے بعد کہا ہی کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک روز خواب مین دیکھا اور اس حدیث کو پوچھا آپ نے اپنے دست
مبارک سے اشارہ کرکے فرمایا صحیح صحیح صحیح اور ایک دن ایک عامل عاملون سے حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب کے انکی ملاقات کے واسطے
آیا تو کیا دیکھتا ہی کہ وہ اپنے چت لیٹے ہین اور غریبون کے بچے انکے پیٹ پر چڑھتے ہین اور کھیلتے ہین عرض کی کہ یہ حرکت خلافت کی شوکت کے
لائق نہین ہی فرمایا کہ کیا تو اپنی رعیت کے ساتھ ایسا سلوک نہین کرتا اسنے عرض کی کہ مین جس وقت دربار مین بیٹھتا ہون تو بڑے بڑے
گردن کش اس جگہ میری ہیبت سے دم نہین مار سکتے نہ یہ کہ فقیرون غریبون کے بچے میرے پیٹ پر کھیلین فرمایا کہ تو ہمارے کام کا نہین

معزول ہو کہ ہمکو محبت اور شفقت اپنے پیغمبرؐ کی امت پر منظور ہی ریاست کی ہیبت اور شوکت دکھانا منظور نہین آور بعضی حدیثون مین بھی آیا ہی
کہ میری امت کے ابدالون کو یہ منصب عالی نماز روزے سے حاصل نہین ہوتا بلکہ نفس کی سخاوت اور سینے کی صفائی سے اور مہربانی کرنے سے
اللہ تعالی کی مخلوق پر اس مرتبے کو پہونچتے ہین اب سمجھ لیا چاہیے کہ حق تعالی نے عبادت مالی کے کامل کرنے کے حق مین ان دونون صفتونکو کہ صبر اور مرحمت ہی
کسواسطے تخصیص فرمایا ہی وجہ اسکی یہ ہی کہ خرچ کرنا مال کا ان جگہون مین خیرات اور مبرات کی بغیر ان دونون چیزون کے متصور نہین اول چاہیے کہ حرام مال سے
صبر کرے اور نفسانی لذتون سے بھی اگرچہ حلال ہون اپنے نفس کو باز رکھے اور بعد اسکے بسبب رحمت اور شفقت کے اس مال کو محتاجون اور مسکینون اور
یتیمون پر صرف کرے اپنے دل پر جبر کرے تاکہ دونون مانع کے ہی اسواسطے کہ وہ حرص جو مال خرچ کرنیکو مانع ہی بسبب صبر کے زائل ہو جاتی ہی اور رحمت
اور شفقت مانند وجود مقتضی کے ہی اسواسطے کہ یہ صفت اخلاق سے حضرت ربوبیت کے ہی اور ربوبیت احسان اور پرورش کو تقاضا کرتی ہی اور وجود رفع
مانع کا وجود مقتضی پر مقدم ہی تو ذکر مین بھی صبر کو مرحمت کے اوپر فرمایا اور یہ بھی یہان پر سمجھ لیا چاہیے کہ جاہلون کے ذہنون مین اکثر وقتون مین قساوت قلب
اور سختی دل کے ساتھ صبر کے مشتبہ ہو جاتی ہی اور جانتے ہین کہ خلق اللہ کی مصیبت اور سختی مین بیتاب ہونا اور قلق کرنا صبر کے خلاف ہی اور اسی خیال فاسد سے
اقربا کی اور دوسرے مخلوقات الہی کی مدد کرنے سے محروم رہتے ہین سو حق تعالی نے دفع کرنیکو اس وہم کے مرحمت کی وصیت کو صبر کی وصیت کے ساتھ قریب
کیا ہی تاکہ اشارہ ہو اسبات کی طرف کہ استقلال اور ثابت رہنا اس جا پر محمود ہی کہ لاحق ہونا ضرر کا کسی بندیکو خدا کے بندون سے مظنون نہو والا موجب اس بیت کے
بیت اگر بینم کہ نابینا و چاہ است ، وگر خاموش بنشینم گناہ است ، محمود نہین ہی اور اسیواسطے عرب کے بزرگ اپنی مثالون مین کہہ گئے ہین کہ صبرک
فی مصیبتک خیر من جزعک وجزعک فی مصیبة اخیک خیر من صبرک یعنی صبر کرنا تیرا اپنی مصیبت مین بہتر ہی جزع اور فزع سے اور
بیقراری اپنے بھائی کی مصیبت مین بہتر ہی صبر سے **اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ** وہ لوگ کہ آپسمین یہ وصیتین کرتے ہین اور اسکے
موافق عمل مین لاتے ہین وہی لوگ یمن اور برکت والے ہین کیونکہ معنی یمن اور برکت کے یہ ہین کہ کسی چیز سے بہت سا نفع علی سبیل الدوام یعنی سدا جاری
ہوتا رہے اور انسے بسبب وصیتون کے کہ خلق اسپر قیامت تک عمل کرینگے اور احسان فقرا اور مساکین پر اور یتیمون خاکسارون پر قیامت کے قائم
ہونے تک مروج اور مستمر ہوا اور بہت سا نفع ہمیشہ خلق اللہ کو پہونچا ہی اور انکے واسطے ثواب ان سب احسانون کا انکے نامۂ اعمال کے دفتر مین لکھا
گیا ہی اور بعضے مفسرون نے میمنہ کو سیدھی جانب پر قیاس کیا ہی کیونکہ عرب کے عرف مین سیدھی جانب کو میمون اور مبارک جانتے تھے اور اسیواسطے
سانح سے تبرک لیتے تھے اور الٹی جانب کو شوم اور منحوس جانتے اور اسیواسطے بارح سے بدشگونی پکڑتے تھے اور اہل نجات کو میثاق کے دن حضرت آدم
علیہ السلام کی پیٹھ کی سیدھی طرف سے نکالا ہی اور قیامت کے دن اعمال نامے انکے سیدھے ہاتھ مین دینگے اور بہشت مین کہ اس روز سیدھی جانب کو عرش عظیم کے
ہوگی انکو داخل کرینگے پس ان معنون سے بھی اصحاب المیمنہ یہی بزرگ لوگ ہین **وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا** اور جن لوگون نے
انکار کیا ہمارے حکمونکا ہر چند کہ واسطے نیتون فاسدہ اور اپنی دنیوی غرضون کے واسطے یا اپنے بتون اور معبودون کی خوشنودی کو گردن مین غلام
کی ہونگی اور یتیمون مسکینونکو کھانا کھلایا ہوگا اور آپسمین صبر اور مرحمت کی وصیت کی ہوگی لیکن بسبب کفر کی شومی کے کوئی چیز انکے کام مین
نہ آویگی بلکہ **هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ** وہی ہین شامت اور بدبختی والے کہ ایک ضرر عظیم دائمی ایک کفر کا کلمہ کہنے سے انکے نصیب ہوا
اور تمام خیرات اور مبرات انکے برباد ہو گئے پس کفر کے ذکر سے سب عبادتون مالی کے مقابلے مین معلوم ہوا کہ وہ سب خیرات جو کفر کے ساتھ ملی ہوتی ہین محض
رائگان اور بیہودہ ہین فخر اور بڑائی کی جا نہین ہی اور کافر جیسے کہ شامتی اور بدبخت ہین اسیطرح سے میثاق کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی پیٹھ کی
بائین طرف سے پیدا ہوئے ہین اور قیامت کے دن اعمال نامے بائین ہاتھون مین پاوینگے اور بائین طرف کو عرش عظیم کے کہ دوزخ کی راہ ہی چلینگے پھر اگر مشئمہ
کو بائین کے معنون مین کہیے تو بھی درست ہی اور جو اس قدر بیان فرمایا کہ کافر کو کسی عمل پر فخر نہین ہی کیونکہ اسکی اہانت اور تذلیل کے واسطے اسکا
کفر کافی ہی اب بیان فرماتے ہین کہ انکے حق مین اسیقدر تذلیل اور اہانت پر اکتفا نہوگی بلکہ **عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ**

اپر مسلط ہوگی ایک آگ کہ سرپوش کی گئی ہی اور دروازے اُسکے بند کر دیے ہین تاکہ اسکی گرمی سے گرم بھاپ باہر نہ نکلے اور باہر کی سردی سے ٹھنڈی ہوا اندر نجاوے تاکہ فی الجملہ کچھہ تخفیف حاصل ہو اور اسوقت مشقت ورنج انکا نہایت کو پہونچے نعوذ باللہ من اہل النار

تمہید

سورۃ الشمس

یہ سورت مکی ہی اسمین پندرہ آیتین اور چوّن کلمے اور دو سو چھیالیس حرف ہین اور اس سورۃ کا ربط سورۂ لا اقسم کے ساتھہ اس جہت سے ہی کہ اُس سورے مین بھی ہدایت خیر و شر کی راہ کی مذکور ہی جیسے وھدیناہ النجدین ویسے اس سورے مین فجور اور تقویٰ کے الہام کا یعنی دل مین ڈال دینے کا بیان ہی اور اُس سورے مین بیان اصحاب میمنہ اور اصحاب مشامہ کا ہی اور اس سورے مین بیان نفس کے پاک کرنے والون کا اور نفس کے ذلیل کرنے والون کا ہی اور یہ دونون مضمون ایک دوسرے کے قریب ہین اور اس سورے کو سورۂ والشمس اس جہت سے نام رکھا ہی کہ عمدہ سے عمدہ چیز جو اللہ کی راہ کے چلنے والیکو درکار ہی سو آفتاب نبوت کا نور ہی کہ اس نور کے سبب سے اسکی نگاہ ایسی روشن ہوجاتی ہی کہ نجات کی راہ اور ہلاکت کی راہ مین تمیز کر لیتا ہی اور دوست اور دشمن کو جدا جدا پہچان لیتا ہی اور موافق اور مخالف مین فرق کرتا ہی اور نبوت کے آفتاب کو انوار حسیہ کے عالم مین کمال مناسبت اور مشابہت آفتاب ظاہری کے ساتھہ ہی کہ عرب کی لغت مین اسکو شمس کہتے ہین اور توضیح اس ابہام کی یہ ہی کہ نفس انسانی دنیا مین کہ مزرعہ آخرت کا ہی مانند ایک کسان کے ہی کہ اسکو معرفت الٰہی کا بیج دیکر اور اسباب اُس تخم کے بونے کے کہ قویٰ اور اعضا ہین عنایت فرماکے اس مزرعہ مین بھیجا ہی اور ہر مزارع کو چھہ چیزین ضروری ہین کہ بغیر اُن چیزون کے عمل زراعت کا ممکن نہین ہی اول اُن سب مین سے آفتاب ہی کہ اُسکی شعاع سے زمین کھیتی کی صلاحیت کھیتی کی قبول کرتی ہی اور زمین کے اندر گرمی پیدا ہوتی ہی اور اس گرمی کے سبب سے قوت نامیہ زور کرتی ہی اور اگر خوب غور کیجیے تو صاف معلوم ہوتا ہی کہ آفتاب کھیتی کے حق مین ایسا ہی جیسے حرارت غریزی حیوانون کے حق مین کیونکہ جب بیج کو زمین مین ڈالتے ہین تو خاک اور ہوا اور پانی تینون ملکر استعداد حیات نباتی پیدا کرتے ہین لیکن پالا کو اور عفونت کے دفع کرنے کو ایک حرارت درکار ہی پھر اگر اس حرارت کو آگ کے عنصر سے لیوین تو تخم جل جاوے ناچار حکمت الٰہی نے چاہا کہ آفتاب کی حرارت کو اسپر مسلط فرماوین تاکہ منفعت آگ کی حاصل ہو اور نقصان اُٹھہ جاوے اور یہ بھی ہی کہ بدلنا فصلونکا اور آنا ربیع اور خریف کا آفتاب کی حرکت کے سبب سے ہی اور آنا فصلونکا اور بدلنا موسم کا کھیتی کے واسطے ضروریات سے ہی حاصل کلام کا یہ ہی کہ فائدے آفتاب کے کھیتی کی ابتدا سے انتہا تک علم فلاحت والون پر پوشیدہ نہین ہین دوسرا چاند کہ دانے پڑنے کے وقت اور پھل لگنے کے وقت اور اسکے اُبھرنے کے وقت زمین کے پانی کی رطوبت کفایت نہین کرتی پس ایک دوسری رطوبت اوپر کی بھی چاہیے تاکہ میوہ اور دانہ پر مغز اور بڑا پیدا ہو اور میوہ اور دانہ لگنے کے وقت چاندنی کی تاثیر ضرور ہی چنانچہ یہ بات بھی فلاحت کے علم والون پر ظاہر اور روشن ہی تیسرا دن کہ وقت تلاش اور محنت کا اور ہل چلانے کا اور پانی سینچنے کا اور دوسرے مشکل کامون کا ہی چوتھی رات کہ اگر رات نہ آوے تو آدمی اور بیل آرام نہ پاوین اور آٹھون پہر کی دھوپ میوہ دار درختون اور کھیتی کو جلا دینے کی نوبت کو پہونچاوے اور شبنم کہ سرسبزی اور تازگی کا باعث ہی بند ہوجاوے پانچوان آسمان کہ مینہہ کا برسنا اور ہوا کا چلنا موافق حاجت کے ہر وقت اُسی جہت سے ہی چھٹی زمین وسیع اور کشادہ ہموار کھاری نہ پتھریلی اور کسان کی حاجت ان دونون چیزون کی طرف ظاہر ہی اور جو نفس انسانی کو دنیا کے کھیت مین کسان بناکر بھیجا ہی تو اُسکو بھی یہ چھہ چیزین لازم ہین ایک تو آفتاب کہ اُسکے کام آوے سو اُسکے زمانے کے نبی کے دل کا آفتاب ہی کہ اُسکی شعاعین دور اور نزدیک سے پہونچتی ہین اور چاند کہ اسکے کام آوے وہ نور ولایت ہی اپنے صاحب طریقے کا اور جسطرح سے کہ ماہتاب ظاہری خلیفہ آفتاب ظاہری کا ہی اسیطرح سے نور ولایت کا قائم مقام نور نبوت کے ہی بلکہ حقیقت مین وہی نور ہی کہ اُسنے دوسری کیفیت پیدا کی ہی اور اگر فرق درمیان دونون فرقون کے کسیکو سننا مرغوب ہو تو سن لے کہ نور نبوت کا ملا ہوا قہر اور سیاست سے ہی اسیواسطے انبیا اپنی امت پر ایسا حکم رکھتے ہین جیسے بادشاہ اپنی رعیت پر اور طاعت انکی اُن سب لوگون پر جنکی طرف بھیجے گئے ہین واجب اور فرض ہی اور مخالفت کرنا ان سے

سبب خرابی دنیا اور آخرت کا ہی اور معجزون قاہرہ کا دکھانا او جہاد زبانی یا سیفی یا سنانی اُنپر لازم اور واجب ہی اور ولایت کا نور ملا ہوا ہی جمال
اور تالیف قلوب سے اور کشش و الفت سے اسیواسطے یے چیزین وہان یعنی نبوت مین ضروری نہین اور کیا اچھا کہا ہی کسی شاعر نے شعر آن بادہ
تنعا گون کہ دارد خورشید ہ در کاسۂ ماہ چون سہ شیر شود ہ اور ایک فرق یہ بھی ہی کہ ایک نورانین اصل ہی اور دوسرا عکس اسکا جیسے نور آفتاب کا کہ اسکی
ذات کو لازم ہی او چاند کا نور کہ اسکی صفائی کے سبب سے اور آفتاب کی روشنی قبول کرنے سے ہی اسیواسطے مقابلے او نزدیکی او تربیع کی حالت مین مختلف
اور متبدل ہوجاتا ہی اسیطرح سے نبوت کا نور اصل ہی اور ولایت کا نور عکس اسکا ہی اور اُسکے واسطے بجاے دن کے ریاضت کا وقت ہی کہ سالک
طریقت کو اور آخرت کی کھیتی کرنے والے کو وہی زمانہ حصول مطلب کا ہی کہ نور نبوت اور نور ولایت کو اسی ریاضت کے وقتمین سعی اور کوشش اور رنج
اور محنت سے اپنے کام مین لگاتا ہی یعنی اس سے فائدہ حاصل کرتا ہی اور بجاے رات کے زمانہ پیدایش او براحت کا ہی او نفس کی احتیاج مین مشغول ہونیکا اور
اہل و عیال اور تمام مخلوق کے حق ادا کرنے کا زمانہ ہی کہ اسکے حق مین رات کی مانند ہی او اگر یہ رات اُسکے واسطے نہوتی تو ہمیشگی نور نبوت اور نور ولایت
کی اسکے دل پر قرار پکڑکے دنیا کے کامون سے اُسکو بیکار کردیتے اور انسانیت کے مرتبے سے نکلکر کہان سے کہان پہونچ جاتا اور آسمان کی جگہہ پر اُسکے
واسطے شریعت کا آسمان ہی کہ تمام اعمال و اخلاق اور احوال او مقامات او عقائد او مذاہب سے اُسکو گھیری ہوئی ہی اور اسی آسمان شریعت سے رحمت
الٰہی کا فیض مینہ کی طرح اُسپر برستا ہی اور جذب او کشش کی باوین بہہ رہی ہین او اسکو نئے نئے حالتون اور مرتبون کی طرف جھکاتے ہین تاکہ اپنے
کمال کو پہونچے اور اُسکے واسطے زمین کی جگہہ اُسکی استعداد ہی کہ اُسکی کشادگی او صفائی کے قدر نشو و نمائی یعنی پیدایش احوال و مقامات کی اُسکو میسر ہوتی
ہی یعنی مرتبے باطنی اُسکے بڑہتے ہین اور جو عمدہ ان کامون کا او اصل پوشیدہ کی جڑ نبوت کا نور ہی او آفتاب روشنی مین اس نور سے مناسبت رکھتا ہی
اسیواسطے اس سورت کو کہ سلوک طریقت کے لوازم اور کمال معرفت کے وسیلے کے بیان مین ہی آفتاب ہی کے نام سے شروع کیا اور اسی آفتاب کے نام پر اُسکا نام رکھا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ س

وَالشَّمْسِ قسم کھاتا ہون مین آفتاب کی کہ اپنے زمانے کے پیغمبر کے دل کی مانند ہی وَضُحٰهَا اور قسم کھاتا ہون مین اسکی روشنی کی کہ نبوت کے ع
نور کی روشنی کی مانند ہی سب مخلوقات پر وَالْقَمَرِ اور قسم کھاتا ہون مین چاند کی کہ مرشد طریقت والے اور استاد تعلیم کرنیوالے کی مانند ہی جو پیغمبر کے
خلیفہ ہوکے قائم مقام ہی بعد پیغمبر کے یعنی بعد مرنے یا دور رہنے پیغمبر کے اِذَا تَلٰهَا جب پیچھے پیچھے چلے اُسکے یعنی ماہتاب آفتاب کے او اس شرط کو یعنی پیروی کو
اسواسطے لائے ہین کہ مرشد کی حرمت مشروط ہی نور نبوت کی پیروی پر او کمال پیروی کے سبب سے اسکو خلافت کا منصب نصیب ہی اور ماہتاب کا
پیروی کرنا آفتاب کو کئی وجہون سے ہی اول استفادے مین یعنی فائدہ روشنی کا حاصل کرنے مین اور دوسرے اسکی پیروی غروب مین کرنا اور یہ اول مہینے
مین ہوتا ہی تیسرے طلوع مین اسکی پیروی کرنا او یہ بیچ مہینے مین ہوتی ہی چوتھے جثہ یعنی جسم کی بزرگی مین بموجب ظاہر حس کے کہ کوئی تارہ
آفتاب سے حسن مین برابری نہین کرسکتا سواے ماہتاب کے اگرچہ ابعاد او اجرام کی دلیلون کے موافق بزرگ اور بڑا دوسرا بھی ہو پانچوین
یہ کہ دنیا کی مصلحتین انھین دونون کی حرکتون پر موقوف ہین اسواسطے کہ سال کی فصلونکا بدلنا اور جو حساب کہ سال سے تعلق رکھتے ہین اور بڑے بڑے کام
سب آفتاب کی حرکت سے تعلق رکھتے ہین اور بدلنا ہر مہینے کی شکلون کا اور جو حساب کہ مہینے سے تعلق رکھتے ہین یے سب ماہتاب کی حرکت سے ہین اور حادثہ
بیماریون کا بڑھنا جیسے خارشت او جاندار کی آنتون مین رطوبت کا زیادہ ہونا اور ہڈیون مین مغز پیدا ہونا او دودھار جانورون مین دودھ کا زیادہ
ہونا اور خون کا جوش کرنا بدن مین اور بڑھنا گھٹنا سمندر کا یے سب چیزین ماہتاب کے نور کی زیادتی سے متعلق ہین وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا
اور قسم کھاتا ہون مین دن کی جب روشن کرے وہ آفتاب کو کہ سالک کے ریاضت کے وقت کے مانند ہی اس جگہہ پر بھی ایک شرط زیادہ کی ہی تاکہ اشارہ
ہو اسبات کی طرف کہ وقت ریاضت کا وہی وقت حرمت اور بزرگی پیدا کرتا ہی کہ اس ریاضت کے سبب سے نبوت کا نور سالک کے دل پر متجلی ہوجاوے

اور حجاب اُٹھ جانے والا باطل ریاضتین جیسے جوگیون کی اور باطل مذہب والونکی کہ نبوت کے نور سے متجلی نہین ہوتی ہین اور حجاب کو درمیان سے نہین اُٹھاتی ہین ایسی ریاضتون سے کچھ حرمت اور بزرگی حاصل نہین ہوتی آور اس جگہہ اکثر تفسیر والے شبہہ لاتے ہین کہ روشن کرنا دن کو آفتاب کا کام ہی نہ یہ کہ دن آفتاب کو روشن کرتا ہی ایسی اُلٹی عبارت یہان کس واسطے لائے ہین یہان تک کہ بعضے مفسرون نے اس شبہہ کو قوی جانکر ضمیر کو آفتاب کی طرف سے پھیر کر زمین اور دنیا کی طرف عائد کیا ہی اور تاکہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آوے ایک قرینہ جو مرجع پر دلالت کرے ذکر کرکے اس الزام سے اپنا بچاؤ کیا ہی اور حق بات یہ ہی کہ اسمین ضمیرون کی جدائی لازم آتی ہی اور ضمیرون کی تفریق خوب نہین اسواسطے کہ ضحٰها اور تلٰها مین بلا شبہہ ضمیر آفتاب کی طرف راجع ہی اور باوجود ذکر مرجع کے مرجع کو مقدر ٹھہرانا اچھا نہین ہی لیکن اس ترکیب کی وجہ کو کہ ظاہر مین اُلٹی معلوم ہوتی ہی سن لیا چاہیے کہ عادت وہم کی یہ ہی کہ جو کسی چیز کو ایک مقرر وقت مین کئی بار دیکھتا ہی تو اُسوقت کے آنے کو سبب اس چیز کا جانتا ہی اور عقلی قاعدے کے موافق بھی ہی کہ وجود اثر کا دلیل مؤثر کے وجود کی ہی چنانچہ مبحث مین برہان انّی کے مقرر ہی اور جو دن کا وقت دونون وجہون عقلی اور وہمی سے آفتاب کو روشن کرتا ہی یعنی جب دن ہوتا ہی تبھی آفتاب روشن ہوتا ہی تو نسبت اُسکی طرف کی گئی اور اس مجاز کو کہ اس جاے پر استعمال کیا ہی سو مثل اُس کی حقیقت کے لحاظ سے کہ وقت ریاضت کا ہی اور موجب روشن ہونے نور نبوت کا تو استعمال سے حقیقت کے بہتر ہوا اور یہ بھی احتمال ہی کہ معنی اذا جلّٰها کے یہ ہون کہ اس وقت ابر اور غبار حائل نہو اس صورت مین روشنی کی نسبت دن کی طرف بے تکلف درست ہو جاتی ہی **وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا** اور قسم کھاتا ہون مین رات کی جب چھپا لیتی ہی آفتاب کو کہ مانند وقت راحت کے اور توجہ طرف ادا کرنے حقوق اہل و عیال کے اور زمانہ غفلت اور حجاب کے ہی نور نبوت سے اور یہ بھی آخرت کی کھیتی کرنے والے کو اور سالک طریقت کو ضروری ہی ورنہ کارخانہ دنیا کا درہم برہم ہو جاوے اور اُن عبادتون سے کہ خلق اللہ کے حق سے متعلق ہین جیسے عیادت مریضون کی اور ملاقات اقربا کی اور روزی کمانا اہل و عیال کے واسطے یا اور جو اُسکے سوا ہین محروم رہے اور آخرت کی زراعت کے نقصان کا سبب پڑے اور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ حضرت امیر المؤمنین

ح

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایکروز مجلس مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اُٹھکر اپنے گھر کو تشریف لیجاتے تھے کہ ناگاہ ایک شخص صحابہ کرام سے کہ اُنکا نام حنظلہ تھا رستے مین ملے اور پکار کر بولے کہ حنظلہ منافق ہو گیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا حال ہی کہنے لگے کہ جسوقت حضور پر نور مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر ہوتا ہون تو مجھکو غیب کا عالم ایسا منکشف ہو جاتا ہی کہ گویا ان آنکھون سے دیکھتا ہون اور جب اس مجلس مقدس سے اُٹھکر گھر کو آتا ہون او جورو بچون کے ساتھ مشغول ہو جاتا ہون تو وہ کیفیت باقی نہین رہتی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ سب کا یہی حال ہی آؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین جاکر عرض کرین دونون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حاضر ہوئے پہلے حنظلہ نے اسیطور سے پکار کر کہا کہ حنظلہ منافق ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا ماجرا ہی انھون نے سارا احوال اپنا عرض کیا فرمایا کہ اگر تمکو ہمیشہ یہی حالت رہے جو میرے حضور مین یا ذکر اللہ کی مجلس مین ہوتی ہی تو ہرگز تم لوگ اپنی عورتون سے حظ نہ اُٹھاؤ اور نعرے مارتے ہوئے اور فریاد کرتے ہوئے جنگلو نکلو چلے جاؤ اور فرشتے تمسے مصافحہ کرین لیکن یہ حالت اُسیطرح ہمیشہ نہین رہتی بلکہ ایک ساعت اس حالت مین گذرتی ہی اور ایک ساعت غفلت مین تا توجہ بحق اور توجہ بخلق ملی ہوئی رہین یہین سے معلوم ہوا کہ غفلت اور راحت کے وقت بھی بزرگی رکھتے ہین کہ آیندہ کی ریاضتونکو مددگار ہوتے ہین اور ان عبادتونکے ثوابون کے حاصل ہونے کا باعث ہوتے ہین جو تعلق مخلوق کے حق سے رکھتے ہین چنانچہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ انی لاحتسب نومتی کما احتسب قومتی یعنی مین اپنے خواب مین بھی متوقع اجر او ثواب کا رہتا ہون جیسا کہ اپنی تہجد مین اسواسطے کہ اگر تہجد مین اللہ تعالی کا حق ادا ہوتا ہی تو سونے مین نفس کا حق ادا ہوتا ہی اور یہ دونون حق اللہ تعالی کے واجب کرنے سے واجب ہوئے ہین مگر جو غفلت کہ مددگار طاعت کی نہو اور موافق حکم شرع کے اور فرمان الٰہی کے ادا کرنے کی نیت سے نہو تو ایسی غفلت کی کچھ حرمت اور بزرگی نہین ہی بلکہ حرام مطلق ہی آور یہین سے معلوم ہوا کہ یہ چارون قسمین حقیقت مین آفتاب سے متعلق ہین اسیواسطے اس سورۃ کا آفتاب کے نام پر نام رکھا گیا **وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا** اور قسم کھاتا ہون مین آسمان کی اور اس حکمت الٰہی کی کہ اس آسمانکو محیط بنایا ہی ان چیزون پر جو اُسکے درمیان مین ہین اور یہی

ف

ف

شریعت کی ہی کہ مانند آسمانکے محیط ہی مکلفون کے تمام عملون پر اور ہر عمل کا حکم اسمین موجود ہی اور مانند آسمان کے بارہ برج رکھتی ہی ضمن مین چار مثلثے کے پہلا
کہ مثلثہ اعتقاد کا ہی شامل ہی تین برجونکو ایک برج ذات اور صفات کا اور دوسرا برج انبیا اور ملائکہ اور کتابونکا اور تیسرا برج معاد کا اور مثلثہ دوسرا
کہ مثلثہ عبادتکا ہی ملا گیا ہی تین برجون سے ایک برج تو عبادتون بدنی کا ہی جیسے نماز اور روزہ اور تلاوت قرآن مجید کی اور ذکر اور دعا اور درود اور اسکے سوا اور
دوسرا عبادتون مالی کا جیسے زکوة اور صدقہ اور وقف اور مسجدین اور مسافرخانے اور خانقاہین اور مدرسے اور کوے اور پل اور مہمانسرائین اور تیسرا
عبادتون مرکب کا بدنی اور مالی سے جیسے حج اور عمرہ اور جہاد اور نماز عیدین تیسرا مثلثہ معاملات کا ہی وہ بھی مرکب ہی تین برجون سے پہلا برج اسمین
وہ معاملے ہین کہ ایک وجہ عبادت کی بھی رکھتے ہین جیسے نکاح اور خدمت ماباپ کی اور پرورش اولاد کی اور لونڈی اور غلام کی اور پڑوسی کے حق اور
ہمنشین کے حق کی اور مہمان کے حق کی اور سوا اسکے دوسرے ناتے والونکے حق کی رعایت اور دوسرا برج اسمین وہ معاملے ہین کہ کوئی وجہ عبادت سے نہین
رکھتے جیسے خرید اور فروخت اور اجارہ اور گرو اور شرکت اور وکالت اور ضامنی اور سوا اسکے اور تیسرا برج اسمین وہ معاملے ہین کہ ایک وجہ تبرع اور احسان کی
بھی اسمین ملی ہوئی ہی جیسے ہبہ اور قرض اور اقراض اور مضاربت چوتھا مثلثہ کہ سیاست کا مثلثہ ہی وہ بھی ملا ہوا تین برجون سے ہی پہلا کفارات مین کہ سیاست کے
ساتھ ایک وجہ عبادت کی بھی رکھتی ہی جیسے کفارہ سوگند کا اور کفارہ نفس کے قتل کا اور کفارہ روزہ توڑنے کا اور ظہار کرنے کا اور حیض کی حالت مین
جماع کرنے کا اور دوسرا سوا اسکے اور دوسرا حدون اور تعزیرون اور قصاص کا کہ سیاست محض ہین جیسے شراب پینے کی حد اور زنا کی حد اور چوری کی
حد اور بٹمارون اور رہزنون کی حد اور گالی دینے کی حد اور سوا اسکے اور تیسرا دیتون اور ضمانون کا کہ ہمراہ سیاست کے ایک وجہ معاملے کی بھی رکھتے ہین
اور وہی آسمان شریعت کا ستارے بھی رکھتا ہی کہ حکمون کی دلیلین ہین ان سب مین سے سات ستارے سیارے ہین کہ احکام کے فنون مین دورا اور سیر کرتے ہین
کتاب اور سنت اور اجماع اور قیاس اور استصحاب اور تعامل اور اباحت اصلیہ اور باقی ستارے ثابت ہین کہ اپنے اپنے جگہون اور مکانون مین ٹھہرے
ہوئے ہین جیسے مصالح جزئیہ کہ ہر ہر فرد مین پائے جاتے ہین اور بنا اس آسمان کی کہ عمارت شریعت سے ہی اس طور سے واقع ہوئی ہی کہ جس وقت مکلفین مقید
اسکی خواہش کے ہوجاوین تو عمل نیک انکے قبولیت کے مقام پر چڑھ جاوین اور اس طرف سے وہ قبولیت صورت رحمت اور ہدایت کی پکڑکر مینھ کی مانند
برس پڑے جیسے بخارات کہ زمین سے اٹھتے ہین اور آسمان کی طرف جاکر پانی کی صورت پکڑکر پھر لوٹتے ہین اور زراعت کی سرسبزی اور شادابی کا موجب
ہوتے ہین **وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا** اور قسم کھاتا ہون مین زمین کی اور اس حکمت الٰہی کی جسنے اسکو ایسا چوڑا اور فراخ بچھایا کہ
اور وہ نفس انسانی کی استعداد کی مانند ہی کہ بسبب فراخی کے معرفت کا تخم بونے کے قابل ہی اور جو نفس انسانی کو عالم حس مین کوئی مشابہ اور نظیر
کہ قابل تعظیم کے ہو اور اسکی قسم کھائی جاوے پایا نہین جاتا تو اسی نفس کی قسم کھاکے فرماتے ہین **وَنَفْسٍ** اور قسم کھاتا ہون مین
اس نفس کی کہ دو چیز رکھتا ہی اول قابلیت کمال حاصل کرنے کی دوسرے نقد اس کمال کا بالفعل کہ بسبب ان دو چیزون کے بونا معرفت کے تخم کا
اسکو میسر ہوتا ہی اور وہ نفس انسانی ہی کیونکہ نفوس ملائکہ اپنے کمالونکو بالفعل حاصل رکھتے ہین انکو کمالات طلب کرنے کی حاجت نہین ہی اور نفوس
حیوانی کمالات حاصل کرنیکی قابلیت نہین رکھتے ہین پس بونا معرفت کے تخم کا ان سے ممکن نہین اور اسی نکتے کے واسطے نفس کو نکرہ لائے ہین کہ دلالت
کرے ایک نوع پر نوعون سے نفس کے برخلاف دوسری قسمون کے کہ معرفہ لائے ہین کیونکہ وہ سب چیزین ایک ایک نگ رکھتی ہین تعدد نوعی انمین متصور نہین ہی
آفتاب اور ماہتاب اور آسمان اور زمین یے سب کلیات منحصر فرد واحد مین ہین اور دن اور رات ہر چند کہ موافق نظر عقلی کے جدے جدے معلوم ہوتے ہین لیکن نظر عرفی
اعادہ اور تکرار پر یعنی بار بار اور لوٹ لوٹ آنے پر انکے حکم کرتی ہی اور تعدد اور جدا جدا ہونے پر انکے یقین نہین رکھتی **وَمَا سَوّٰهَا** اور قسم اس
حکمت الٰہی کی کہ درست کیا ہی اس نفس کو اور اعتدال مزاج کا اور حواس ظاہری اور باطنی اور قوای طبعیہ اور حیوانیہ اور نفسانیہ سب اسکو دیے
تا کہ قابل تعلیم اور سمجھ کے ہوجاوے اور اٹھانیوالا مشکل کامون کا اور صبر کرنیوالا اور ثابت رہنے والا ہو اور معرفت کے تخم کو ان اسبابون سے
بوسکے اور بعضے مفسرون نے وجہ ان چھ قسمون کے خاص ہونے کی سوائے نفس انسانی کے یون ذکر کی ہی کہ حق تعالی کو اس سورے مین حال

بیان کرنا نفس انسانی کا منظور ہی اور مخلت ہونا اسکا الہام قبول کرنے مین فجور اور تقوی کے اور مذکور کرنا اسکی وسعت اور فراخی کا تاکہ موافق قوت علمیہ کے
نمونہ تمام جہان کا ہو جاوے اور تمام عالم اپنے وجود ظلی سے اسمین سما جاوے اور موافق قوت عملیہ کے خلیفہ حضرت ربوبیت کا ہو کہ ہر چیز کو مخلوقات مین سے
ایک کام مین صرف کرے اور کمال حاصل کرنا صنعتونمین اور پورا بھر لینا منفعتون اور مصلحتونکا جو ہر ہر ذرہ مین عالم کے ودیعت ہین ارادہ کرے پس ابتدا مین
کلام کے چھ چیزونکو بطور قسم کے یاد فرمایا کہ وہ چھ چیزین عموم اطلاق اور وسعت مین نمونہ حضرت الوہیت کا ہین تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ حق تعالی نے دو چیز
کو عالم مین ایسی وسعت اور کشادگی بخشی ہی کہ کسی چیز کو حاصل نہین ہی اول تو زمان اور دوسرا مکان لیکن وسعت مکان کی ایک رنگ رکھتی ہی اور وسعت زمانکی
دوسرا رنگ مکان نے عرش سے فرش تک ایک آن واحد مین بیشمار مخلوقات کو گھیر لیا ہی اور سبکو اپنے اندر جا دی ہی اور آپ ایک طور پر ثابت ہی اور اسکی اندر
کی چیزین گذرنے والی ہین مصرع کی میرود دیگر آید بجاہ اور عام ہونا زمانے کا اس طور سے ہی کہ آپ گذرنے والا ہی اور اُسکے درمیان کی چیزین اپنے مکان
پر ثابت ہین اور وہ کوئی لحظہ اور کوئی لحہ انکے ساتھ قرار پکڑنے والا نہین ہی اس بے ثباتی کے ساتھ محیط اور گھیرنے والا اپنے اندر بے انتہا اور بیشمار چیزونکا
ہی سو یاد دلانے کو ان دونون عام قسمونکے آسمان اور زمین کو کہ عمدہ مکانون سے ہین ذکر فرمایا اور رات اور دن کو کہ اجزا سے زمانے کے ہین اور اختلاف ظاہر اور نمایان
باہر رکھتے ہین اور باوجود تھوڑی دیر گذرنیکے تغیر اور تبدل قبول کرتے ہین لائے ہین اور اس جگہہ پر ایک قسم اور ہی کہ اُسکے نور کا فیض سبکو شامل ہی بدون
فرق کے درمیان وضیع اور شریف اور غنی اور فقیر اور مسلمان اور کافر اور صالح اور فاسق کے اور کمال مشابہت رکھتی ہی حضرت الوہیت سے فیضان وجود
اور لوازم صور نوعیہ مین اور یاد کرنے سے آفتاب اور ماہتاب کے بواس قسم کی دماغ مین ذکیاکے پہونچائی ہی باقی رہی یہ بات کہ ان تینون عام قسمونمین کس
واسطے دو چیزونکی قسمین کھائی ہین جواب اسکا یہ ہی کہ باوجود عام فائدہ دینے کے اختلاف کمال اور نقصان اور نورانیت اور ظلمانیت اور اصالت اور تبعیت
کا بھی منظور ہی تاکہ آگاہی اختلاف پر نفوس انسانی کے باوجود عام ہونے تصرف کے ان صفتون مین کی جاوے پس اس بات کے واسطے ضرور ہوا کہ ان تینون
قسمون مین دو دو چیزین یاد کی جاوین سو اسکا بیان یہ ہی کہ آفتاب عالم انوار مین اصل ہی اور ماہتاب عکس اسکا ہی اور دن اجزاؤن مین زمانے کے نورانی ہی اور
رات اندھیری اور اور آسمان بلند اور محیط ہی اور زمین پست اور محاط یعنی گھیری ہوئی ہی اور جو عام ہونیکو نفس انسانی کے عام ہونے پر ان چیزون کے
قیاس کرین تو اسکی دورنگی بھی ظاہر ہو جاوے چنانچہ فرماتے ہین **فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا** پس الہام کردی یعنی دل مین ڈالدی اس نفس کو
بدکاری اسکی اور الہام لغت مین کہتے ہین کھانا ڈالنے کو کسی شخص کے حلق مین اس طور سے کہ اس شخص کو دانت اور ہونٹ ہلانے نہ پڑین اور قرآن کے
عرف مین عبارت ہی ڈالنے سے کام کے داعیہ کے دلمین بغیر واسطے پہلی فکر کے اور جو اعمال بنی آدم کے خواہ خیر ہون خواہ شر سب تابع داعیہ اور ارادے کے ہین
پس سررشتہ نیک اور بد کا بندھا ہوا اسی داعیہ اور ارادے سے ہی اور اللہ تعالی نے اس سررشتہ کو اپنے دست قدرت مین رکھا ہی اور کسی دوسرے کو نفس و شیطان اور
مشیرون اور مصاحبونکو سبب بنایا ہی ان یہ چیزین مددگار اور سبب نیک اور بد داعیے کے فیضان کی عالم غیب سے ہوتے ہین اور اسی سبب سے محل عتاب اور ملامت کا
ہوتے ہین اور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ اِنَّ قُلُوبَ بَنِي آدَمَ بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ يُقَلِّبُهَا كَيْفَ يَشَاءُ یعنی بنی آدم کے دل دو انگلیون مین ہین ع
اللہ تعالی کی انگلیون سے پھراتا ہی ان دلونکو جس طرف چاہتا ہی اور اگر اس جاپر کسیکے دل مین شبہہ گذرے کہ جب دل مین انسان کے ڈالنا بدی اور نیکی کے
داعیہ کا اس جانب سے ہی تو پس جبر لازم آیا اور بے اختیاری ثابت ہوئی اور کارخانہ جزا دینے کا اور نصیحت کرنیکا اور خوف اور رغبت دلانیکا سب برباد ہوگیا
اور بھیجنا پیغمبرونکا اور نازل کرنا کتابونکا اور قائم کرنا قیامت اور حشر اور نشر اور سوال اور جواب اور حساب اور کتاب کا سب بے فائدہ اور بیکار ہوگیا جواب اسکا یہ فائدہ
ہی کہ جبر اس صورت مین لازم آتا ہی کہ ارادہ اور اختیار درمیان مین نہو اور جب یہ بات ثابت ہوئی کہ جو کچھ کہ کرتے ہین سو اس شخص کے ارادے اور اختیار سے کرتے ہین
پھر جبر کس واسطے لازم آویگا اور ہر شخص اپنے نیک اور بد کامونکو اپنے ارادے اور اختیار سے کرتا ہی اور حرکتین اختیاری اور جمادات کی ہین جیسے پانی کا بہنا اور
پتھر کا لڑھکنا ان مین فرق ظاہر ہی پس جبر اسکو کہتے ہین نہ اسکو اور جزا دینے کے واسطے اور سوائے اسکے اور جو ایسا امر ہی اُسکے واسطے وجود اختیار کا کافی ہی
نہ یہ کہ اختیار بھی اپنے ہاتھہ مین ہو اور جو بندیکی ذات نے قوام اور وجود دوسری جاے سے پیدا کیا ہی تو اختیار اسکا کیونکر اپنی ذات سے ہوگا یہ مرتبہ صفت کا

موصوف ہے اور فجور کے معنی کی تحقیق یہ ہے کہ آدمی کو حق تعالیٰ نے تین قوتیں عنایت کی ہیں ایک قوت عقلی ہے جسکے سبب سے نیک و بد کو دریافت
کرتا ہے اور دوسری قوت شہوی یعنی خواہش کی ہے جسکے سبب سے چیزوں کی طرف خواہش کرتا ہے اور اپنی لذتونکو حاصل کرتا ہے اور تیسری قوت غضبی
ہے کہ اُسکے سبب سے اپنے مخالف اور مزاحم کو دفع اور دور کرتا ہے سو آدمی کی جبلت یہ ہے کہ دونوں قوتیں یعنی شہوی اور غضبی اسکی عقلی قوت کے تابعدار ہو جاویں
اور بے اسکی صلاح کے کوئی کام نکریں جس چیز کو حکم کرے وہی کام کریں اور جس سے منع کرے اُس سے دور رہیں اور جس سے کہے لڑائی کو تو لڑ بھڑیں
اور جسکو منع کرے اسکو روک دیں اور وہ شخص اپنی قوت عقلیہ کو شریعت کے نور سے روشن کرے اور انبیا کے طریقے پر چلاوے اور نیک کو نیک اور
بد کو بد پہچان کے ان دونوں قوتونکو کام میں لگاوے تب مرتبہ تقویٰ کا حاصل ہوتا ہے اور اگر خدانخواستہ قوت عقلیہ اسکی نور شرع سے منور نہووے
اور نیک کو بد اور بد کو نیک جانا یا باوجود منور ہونے کے شریعت کے نور سے حکم قوت عقلیہ کا ان دونوں قوتوں پر جاری نہوا اور یے دونوں قوتیں اسکے
کہنے پر نہ چلیں بلکہ اس قوت عقلیہ کو بھی اپنا تابعدار کر لیا اور جس طرف چاہا خواہش کی اور جس سے چاہا لڑ بھڑیں اس وقت مرتبہ فجور کا حاصل ہوتا ہے پس حقیقت
فجور کی غالب ہو جانا قوت شہویہ کا اور غضبیہ کا ہے قوت عقلیہ پر **وَتَقْوٰىهَا** اور الہام کیا اُسی نفس کو تقوی اسکا اور تقوی کی حقیقت
قوت عقلیہ کو قوت شہویہ اور غضبیہ پر غالب کرنا ہے اور جو قسم کھانے سے فراغت پائی تو اب وہ مضمون جسپر قسم کھائی ہے یاد فرماتے ہیں **قَدْ اَفْلَحَ**
مَنْ زَكّٰىهَا تحقیق خلاصی پائی جس شخص نے پاک کیا اس نفس کو اور نفس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ قوت شہویہ اور قوت غضبیہ کو عقل کا
تابع کرے اور عقل کو تابعدار شریعت کا تاکہ روح اور دل دونوں تجلی الٰہی کی روشنی سے روشن ہو جاویں اور مرتبہ اُسکا فرشتے کے مرتبے
سے بھی بڑھ جاوے اس واسطے کہ فرشتے صرف قوت عقلیہ رکھتے ہیں قوت شہویہ اور غضبیہ سے پاک ہیں اور اس شخص نے قوت شہویہ اور
غضبیہ کو پست کر کے قوت عقلیہ کا تابع اور فرمانبردار کر دیا ہے اور اپنے عقل کو خادم شرع شریف کا کیا ہے اور یہ مرتبہ بڑی کوشش اور مجاہدے سے حاصل
ہوتا ہے کہ فرشتونکو یہ بات ہرگز میسر نہیں ہو سکتی اور یہ بھی ہے کہ شہوت اور خشم اسکے شرع کے فرمانبردار ہو کے عجیب اور غریب حالتیں شوق اور ذوق
اور غیرت الٰہی کی اور مقابلہ دین کے دشمنوں سے کرتے رہتے ہیں کہ فرشتونکو یے باتیں اور یے مرتبے ہرگز نصیب نہیں ہیں اور نفس کے پاک کرنے کے واسطے
طریقت والے بزرگوں نے رسالے اور کتابیں تالیف اور جمع کی ہیں جیسے قوت القلوب اور احیاء العلوم اور تعرف اور عوارف اور سوا انکے
بہت سی کتابیں ہیں اس فن میں لیکن جو قرآن مجید سے دریافت ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ بیس آیتوں میں قرآن شریف کی فلاح کی لفظ کو بعضے نیک عمل پر لائے ہیں
اور اس آیت میں فلاح کو تزکیۂ نفس سے مربوط کیا ہے تو ان عملوں کو بجا لانا موجب اس اشارے کے نفس کے تزکیہ اور پاکی کے واسطے کافی
ہو گا اور حقیقت میں وہ رسالے اور کتابیں جو طریقت کے بزرگوں نے جمع کیے ہیں انھیں بیس آیتونکی شرح ہے عمدہ اُن آیتوں میں وہ ہیں جو سورۂ بقر کے اول میں ہیں
جیسے هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ سے اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک اور اول سورۂ مومنون میں ہیں جیسے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ سے هُمْ
فِيْهَا خٰلِدُوْنَ تک اور اسی طرح سورۂ روم میں اور سورۂ توبہ میں اور سوا انکے دوسری سورتوں میں آیتیں متفرق مذکور ہیں **وَقَدْ خَابَ**
مَنْ دَسّٰىهَا اور تحقیق نامراد ہوا اور اپنا نقصان کیا جس نے گم نام کیا اس نفس کو اور خاک میں ملایا اور نفس کے گم نام کرنے کے یہی معنی ہیں کہ اسپر تجلی الٰہی کے
نور کی روشنی نہ پڑے اور یہ بات بسبب ترجیح اور غالب کرنے شہوت اور غضب کے مقتضیات کے اس عقل کے مقتضیات پر جو شرع کے تابع ہے حاصل ہوتی ہے اور
جب اس نور سے محروم رہا تو اُسکا مرتبہ حیوان کے مرتبے سے بھی بدتر ہو گیا اسواسطے کہ حیوان کو اس نور کے تحصیل کے اسباب دیے نہیں گئے ہیں اور اس شخص نے باوجود
موجود ہونے ان اسباب کے اس نور کو حاصل نکیا بلکہ ان اسباب کو مغلوب کر کے ایک پردہ اپنے دل پر ڈال لیا کہ اٹھانا اسکا دشوار ہے اور جو غالب کرنا شہوت اور غضب کا عقل
اور شرع کے مقتضیات پر نزدیک عوام الناس کے نقصان اور محرومی کا سبب نہیں ہے بلکہ اس قسم کے کاموں پر جرأت کر بیٹھنے کو بڑی دانائی جانتے ہیں اور نام
اور ترقی دنیاوی کے حاصل کرنے میں اس جرأت کو سبب قوی جانتے ہیں اسیواسطے عاقلوں نے کہا ہے شعر من راقب الناس مات غمًا * وفاز باللذات
الجسور یعنی جسنے خوف کیا لوگوں سے تو مرا جل جل کر اور ہوا نامراد اور جسنے دلیری کی اور بعضوں نے اسی مضمون کو اس طور سے بھی کہا ہے الرزق [illegible]

باب عاقل قوم ویبیت بوابا الباب لاحق یعنی رزق چوک جاتاہی قوم مین عاقل کے دروازیکو اور رہتاہی نگہبان بن کے احمق کے دروازے پر
اسیواسطے ضرور ہوا کہ قد خاب من دسّٰہا کے مضمون پر تمثیل اور شاہد کے طور پر ایک قصے کو بیان کرین تاکہ اس قصے کے مضمون سے خود بخود ظاہر
ہوجاوے کہ شہوت اور غضب کے حکم کو عقل اور شرع کے حکم پر غالب کرنا اور عقل اور شرع کو محکوم شہوت اور غضب کا بنانا رفتہ رفتہ دین کے انکار اور
تکذیب کا سبب ٹھہرتاہی اور ہمیشگی کی ہلاکیت کا موجب ہوتاہی بلکہ بعضے وقت دنیا مین بھی سواے خرابی اور رسوائی کے کچھ فائدہ حاصل نہین ہوتا آیۃ اس سے
کی طرف اشارہ فرماتے ہین **كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوٰىهَآ** انکار کی پیغمبر اور حق تعالی کے حکم کی ثمود کی قوم نے اپنی سرکشی کے
سبب سے یعنی اپنی شہوت اور غضب کی خواہشون کو شرع اور عقل کے حکم پر غالب اور حاکم کیا اور یہ غلبہ انکار اور تکذیب کا سبب ہو گیا لفظ طغوی مین اور
طغوی کی لفظ مین ایک اشکال ہی مشہور اسواسطے کہ یہ طغیان سے مشتق ہی تو موافق قاعدے کے چاہیے تھا کہ طغیا ہوتا یے کو واو سے کسواسطے بدل کیا سو
صرف کے عالمون نے اس اشکال کے جواب مین یون لکھاہی کہ فعلی کبھی اسم ہوتاہی اور کبھی صفت تو واسطے فرق کے درمیان اسم اور صفت کے اسم مین یا کو واو
سے بدل کرتے ہین اور صفت مین اپنے اصل پر رہنے دیتے ہین چنانچہ کہتے ہین اِمْرَاَۃٌ صَدْیَا وَخَزْیَا یعنی ایک عورت ہی پیاسی اور رسوا اور ثمود
نام ہی ایک شخص کا حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے یعنی بیٹا عامر بن ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کا ہی کہ چوتھی پشت مین حضرت نوح علیہ السلام
سے ملتا ہی سو اس شخص کی اولاد بعد ہلاک ہونے عاد کی قوم کے عرب کے ملکون مین پھیل گئی تھی اور ان ملکون کی مالک ہو گئی تھی اور انکا ملک اصلی یعنی
وطن شام اور حجاز کے درمیان مین تھا اور انکے شہرون مین سے جو شہر شام کے قریب تھا نام اسکا حجر تھا اور جو شہر حجاز سے ملا ہوا تھا نام اسکا وادی القری تھا
اور ان دونون کے درمیان مین ایک ہزار سات سو بستیان چھوٹی بڑی ملاکے یعنی گانون اور قصبے اور شہر انکے تصرف مین تھے اور بستی مین سنگین عمارتین بنائی
تھین اور کھیتی کرتے تھے اور کنوین اور تالاب کھودتے تھے لیکن اس زمین مین پانی کم تھا اور پتھر کے سبب سے کنوا اور تالاب دشواری سے کھودا جاتا تھا اور انکا مال
انکا عمارت کے بنانے مین اور باغون کے لگانے مین اور پتھر تراش کے مکان بنانے مین اور کنوا اور تالاب پہاڑون کے اندر کھودنے مین خرچ ہوتا تھا یہان
تک کہ بڑے بڑے سنگتراش کاریگر پہاڑون پر عمارتین منقش تراشتے تھے آخر کو ہوتے ہوتے پتھرون کی صورتین عجیب اور غریب تراشنے لگے اور انکو پوجنا شروع
کیا اور یہ رسم ان مین رائج ہوئی یہان تک کہ بالکل بت پرستی ان مین پھیل گئی اور حق تعالی سے بالکل غافل اور بیخبر ہو گئے تب حق تعالی نے حضرت صالح
بن عبید علیہ السلام کو کہ صورت اور شکل مین سب سے بہتر تھے حسب و نسب مین بھی سب سے اعلی اور جوانی اور لڑکپن سے نیکبختی اور صلاحیت کی نشانیان ان مین
پائی جاتی تھین مرتبہ رسالت کا عنایت فرماکے وحی نازل فرمائی اور حکم الہی انکو ہوا کہ اپنی قوم کو سمجھاکے بتون کی عبادت سے باز رکھو اور منع کرو اور عبادت رب الارباب
کی طرف انکو رغبت دلاؤ اور مشغول کرو اور یہ حکم الہی انکو پہونچاؤ اور خوب اچھی طرح سے سمجھاؤ کہ یہ سب نعمتین کہ تمکو حاصل ہین اللہ تعالی کی عنایت کی ہوئی
ہین ان نعمتون کا شکر ادا کرو اور ان نعمتون کو غیر خدا کی طرف منسوب نکرو اور سرکشی اور تکبر کو چھوڑو حضرت صالح علیہ السلام نے بموجب حکم الہی کے تبلیغ احکام
اور دعوت اسلام اپنی قوم کو کرنا شروع کی اور قوم نے انکار پر اصرار کیا اور حضرت صالح علیہ السلام سے معجزہ طلب کیا آپ نے فرمایا کہ اگر مین بموجب تمھاری
خواہش کے معجزہ تمکو دکھلاؤن اور پھر تم نے میرا کہنا نہ مانا اور ایمان نہ لاؤ تو تم سب عذاب الہی مین گرفتار ہوگے ان لوگون نے اس بات کو یقین نکیا اور کہا کہ ہم سب فلانی تاریخ
ہر سال شہر کے باہر جاتے ہین اور بتونکو پوشاک اور زیور سے آراستہ کرکے باہر نکالتے ہین اور حاجتین تمام سال کی ان بتون سے مانگتے ہین اور وے ہمکو دیتے ہین تم بھی
اسدن ہمارے ساتھ چلو اور اپنے خدا سے اپنا مطلب طلب کر دیکھین تو تیرا خدا کیا دیتاہی حضرت صالح علیہ السلام نے اس بات کو قبول کیا اور اسدن جسکا وعدہ ہوا تھا انکے
ساتھ باہر نکلے اور شہر سے لوگ جو ایمان نہین لائے تھے وے بھی انکے ساتھ ہوئے اور جب عیدگاہ کو پہونچے دیکھا کہ بتون کو نہایت زیب و زینت سے
آراستہ کرکے اپنے سامنے تختون پر بٹھلایا ہی اور نہایت ادب اور ملاحظہ سے سب قوم انکے سامنے کھڑے ہوکے اپنی اپنی حاجتین مانگتے ہین حضرت صالح نے فرمایا کہ تم پہلے
بتون سے کوئی چیز انوکھی مانگو تاکہ ہم بھی دیکھین کہ یہ تمھارے بت کیسی قدرت رکھتے ہین ان لوگون نے کہا اچھا پھر ان بتون سے ایک چیز انوکھی مانگنا شروع کیا اور نالہ اور زاری
اور عاجزی اور چاپلوسی حد سے زیادہ کی لیکن سواے محنت کے فائدہ کچھ بھی حاصل نہوا آخر کو عاجز ہوکر بیٹھ رہے تب حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسے

جو تم کہو مین بھی اپنے اس مالک الملک قادر علی الاطلاق کے سامنے ہاتھ پھیلا کر مانگون اور اسکی قدرت کو بھی دیکھو کہ کیسا اپنے بندۂ خاص کی فریاد رسی کرتا
ہے اور جو مانگون سو دیتا ہے جندع بن عمرو کہ اُنکے سردارون مین بڑا سردار تھا دوسرون سے کہا کہ ان سے ایسی چیز طلب کیا چاہیے کہ عقل کے نزدیک محال ہو تاکہ ان
سے لائی نجائے اور ہماری ہتونکی بھی عزت اور آبرو باقی رہ جاوے والا ہم خفیف اور ذلیل ہوجائینگے سب نے کہا کہ تو ہمارا سردار ہے اور عقل اور دانائی مین بھی سب سے زیادہ
ہوشیار تو کوئی ایسی چیز تجویز کرکے کہہ کہ یے عاجز ہوجاوین اور لا نہ سکین تب جندع نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا کہ اس پہاڑ کے پشتے سے کہ عید گاہ کے سامنے ہے اور اس
پشتے کو اُنکے عرف مین کاتبہ کہتے تھے ایک اونٹنی ہمارے واسطے نکال کہ اسکی پیشانی سیاہ ہو اور سارا بدن اُسکا سفید اور بال اُسکے بڑے ہون اور نرم اور اُسکے
دس مہینے کا حمل بھی ہو اور ڈیل اسکا بہت بڑا ہو کہ ہم سبکو اس ٹیکرے کے برابر معلوم ہووے اور اس پتھر سے نکلنے کے بعد ہمارے سامنے بچہ جنے اور وہ بچہ بھی
اُسی کی مانند ہو شکل اور رنگ اور ڈیل مین حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر مین اس شرط کی اونٹنی اس پتھر سے نکالون تو تم ایمان لاؤگے اور حق تعالی کے
دین اور حکم کے فرمان بردار ہوگے سب نے اقرار کیا کہ اگر یہ امر ظہور مین آویگا تو ہم سب ایمان لاوینگے حضرت صالح علیہ السلام نے اس بات پر عہد اور
پیمان کیا اور قول و اقرار ان سے مضبوط لیا پھر اُن لوگون کو جو اُن پر ایمان لائے تھے اپنے ساتھ لیکر اس پتھر کے نزدیک تشریف لے گئے اور دو رکعت نماز
ادا کی اور درگاہ مین جناب الٰہی کے دعا مین مشغول ہوئے اور ان مسلمانونکو کہا کہ تم سب میرے پیچھے کھڑے ہوکر آمین کہو اور اس قوم ثمود کے سردار مع فوج
اور لشکر گرداگرد اُنکے گھیر کے کھڑے ہوئے اور تماشا دیکھنے لگے کہ کیا ہوتا ہے کہ یکایک قدرت سے اس قادر توانا کی اس پہاڑ کے پشتے سے آواز جانور کے
بچہ جننے کی آنے لگی جسطرح جننے کے وقت آواز کرتا ہے یہان تک کہ وہ پشتہ پھٹا اور ایک اونٹنی جیسے اُسنے طلب کی تھی ویسی ہی نکلی اور جنگل مین چگنے لگی اور
بعد ایک ساعت کے اُسکے بھی درد زہ شروع ہوا اور وہ بھی ایک بچہ جنی اپنے برابر قد و قامت مین اور صورت اور شکل مین اس ماجرے کو دیکھکر لوگ ایک آواز ہوکر
اور سب اس بات کے قائل ہوئے کہ حضرت صالح کا معبود بڑی قدرت رکھتا ہے اُسی پر ایمان لایا چاہیے اور جندع بن عمرو چھ ہزار آدمیون سے ایمان لایا اور اسلام سے
مشرف ہوا اور حضرت صالح علیہ السلام کے قدمون پر گر پڑا اور پچھلی تقصیرون سے نادم اور شرمندہ ہوا اور اُسکی بخشش طلب کی اور دوسرے سردار اپنے نفس کی
شامت سے اُسی انکار پر قائم رہے اور اپنے تابعدارونکو بھی اُبھارنا اور بہکانا شروع کیا کہ ایسے جادو پر فریفتہ مت ہوا و راپنے دین اور مذہب کو مت چھوڑو
اور اسی پر مضبوط رہو کہ یہ وقت آزمایش اور امتحان کا ہے وے بدبخت اپنے رئیسون کے بہکانے سے کفر کے کلمے کہنا شروع کیے اور حضرت صالح کو جادوگر قرار دیکر پھر
گئے تب حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تمنے خلاف عہد کے کیا اور مجھپر ایمان نہ لائے اب تمہارے بچاؤ کی عذاب الٰہی سے یہ صورت ہے کہ اس اونٹنی
اور اسکے بچے کو نہایت تعظیم سے اپنے ملک مین رکھو اور کسی طرح سے اُسکو رنج مت دو اور بری طرح سے مت چھیڑو کہ تمہارے امن اور بچاؤ کی سبب ہوا ور
جب تک یہ اونٹنی اور اسکا بچہ تم مین رہیگا عذاب الٰہی تم پر نہ آویگا اور جو کسی طور سے تمنے اُسکو بُرائی پہونچائی تو عذاب الٰہی مین گرفتار ہوگے اب سمجھنا
جانا چاہیے کہ اس معجزے کے خاص ہونے مین اس قوم کے واسطے بھید یہ تھا کہ انکو پتھر تراشنے اور تصویر بنانے مین بڑا دخل تھا اور اس کام مین بڑی بڑی
باریکیان اور کاریگریان کرتے تھے تو اس معجزے کے خاص کرنے مین اس گروہ کے واسطے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ہر چند کہ تم لوگ پتھر کی تصویرین عجیب اور غریب
بناتے ہو لیکن جان اُسمین نہین ڈال سکتے اور ہم پتھر سے ایک جاندار جانور کہ اس ملک کے جانورون سے بڑا ہو نکال سکتے ہین ؎ کافران از بت بیجان چہ تمتع دارند
باری آن بت بپرستید کہ جانے دارد + اور اسمین اشارہ اس بات کی طرف بھی ہوا کہ حق تعالی کی ہدایت پتھر کے دلونکو نرم کر سکتی ہے اور اسمین روح کے وصف ظاہر
کر سکتی ہے اب آئے ہم باقی رہے قصے کے بیان پر کہ اونٹنی قد اور قامت اور ڈیل ڈول مین بہت بڑی تھی چنانچہ حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ کہ بڑے
جلیل القدر صحابیون مین سے ہین وے فرماتے ہین کہ مین ثمود کے شہر مین جسکا حجر نام ہے گیا تھا اُس اونٹنی کے بیٹھنے کی جگہہ کہ مشہور ہے اور لوگ اسکی زیارت کرتے ہین
اپنے ہاتھ سے مین نے ناپی تھی تو ساٹھ گز دور اُسکا ہوا تھا اور اس اونٹنی کی خاصیت یہ تھی کہ سب جانور اہلی اور جنگلی اُسکے دیکھنے سے خوف کھاکر
بھاگتے تھے اور جس جنگل مین وہ چرتی تھی کوئی دوسرا جانور قدم نہین رکھہ سکتا تھا اور جس کنوے اور تالاب اور ندی پر وہ پانی پینے کو جاتی تھی تو سب
پانی اسکا پی لیتی تھی اور جس چراگاہ مین وہ چرتی تھی اُسمین گھاس کا نام بھی نہین رہتا تھا اور شام کیوقت جو شہر مین آتی تھی سب شہر والے اپنے اپنے برتن لاکے

ف

اسکے دودھ سے بھر لیتے تھے اور تمام شہر والونکو اسکا دودھ کفایت کرتا تھا جب ایک مدت اسیطور سے گذری تو مواشی اور جانورون والے
اُسکے پھرنے اور سیر کرنے سے عاجز ہوئے اور حضرت صالح علیہ السلام سے فریاد کی آپ نے مصالحہ کے طور پر ایسا ٹھہرا دیا کہ ایک دن تم سب اپنے جانور
چرایا کرو اسدن اونٹنی کو ہم اپنے گھر مین بند رکھینگے اور دوسرے روز ہم اس اونٹنی کو چھوڑ دینگے اُسدن تم اپنے جانورونکو بند رکھو اس قول اور اقرار پر ایک
مدت تک گذران کرتے رہے لیکن اکثر شہر والون پر جو جانورونکی پرورش کا ذوق اور شوق رکھتے تھے یہ قسمت بھی گران گذری اور اپنے دلونمین
کہتے تھے کہ کسی حیلہ اور تدبیر سے اس اونٹنی کو یہان سے دور کیا چاہیئے تاکہ ہمارے جانور اچھی طرح فراغت سے پانی اور چارہ کھایا کرین لیکن عہد کے ٹوٹنے
اور قول و اقرار کے خلاف ہونے سے خوف کھاتے تھے اس درمیان مین ایک نوجوان اسی قوم کا کہ نہایت شورہ پشت اور دنگئی تھا اور اسکا نام
قدار بن سالف تھا کوتہ گردن چار شانہ ماباپ کو آزار دینے والا زبان دراز ہتھہ چھٹ پیدا ہوا اور وہ ایک عورت فاحشہ پر عاشق ہوا اور اس عورت کا نام
غنیزہ تھا کہ خوبصورتی اور خوش اسلوبی اور لطیفہ گوئی اور نزاکت طبع مین وہان مشہور تھی اور اس فاحشہ کے گھر مین آٹھ شخصون سے جو اُسکے
ہم مشرب اور ہم وضع تھے اور انمین سے ایک کا نام مصدع بن واہر تھا کہ اُسکے چچا کا بیٹا تھا جاتا تھا اور اس سے حظ نفسانی حاصل کرکے روسیاہی دونون
جہان کی کمایا کرتا تھا اور اسکے یار اور ہمنشین شراب خوری کرکے اسکے گھر کی لونڈیون باندیون سے اپنا منھہ کالا کیا کرتے تھے ایک روز اس جوان یعنی
قدار نے اس فاحشہ سے کہا کہ کب تک یہ آشنائی چوری چھپی کی رہے گی کھل کے مجھسے نکاح کیون نہین کرلیتی ہی کہ عمر بھر ہنسی خوشی سے گذران کرین اس
قحبہ نے کہا کہ اگر اسبات کا تجھکو خیال ہی تو ایک فرمائش میری ہی اگر اسکو تو بجا لاوے تو مین معہ مال اور اسباب اور لونڈیان کے تیری تابعدار ہوکر رہون
اور وہ کام یہ ہی کہ اس اونٹنی کو جسنے مجھکو اور تمام شہر کو ایک رنج اور بلا مین ڈال رکھا ہی اور تمام جانورون بے زبان کو بھوکھ اور پیاس کے عذاب
مین گرفتار کر رکھا ہی کسیطرح مار ڈال اور اسکی کونچین کاٹ کہ ہم سب اس بلا سے نجات پاوین اور اس قحبہ کے جو جانور بہت تھے اس سبب سے اور لوگون سے
زیادہ اُسکو اس اونٹنی سے دشمنی تھی غرض کہ قدار نابکار نے اس ادنی اور خسیس کام کے واسطے ایسے بڑے گناہ کے کرنیکا اقرار کیا اور اس اونٹنی کے مارنے کی
تدبیر مین پڑا اور اپنے یارون اور آشناؤن کو بھی اس کام مین اپنا رفیق کیا اور ایک روز ایک تنگ گلی مین جو اس اونٹنی کے آنے جانے کی راہ تھی اُسکی راہ روک
کے گھات مین بیٹھا اور اپنے یارونکو بھی اس کوچے مین گھات کی جگہونمین بٹھایا جسوقت وہ اونٹنی چراگاہ سے پھری اور اس کوچے مین پونہچی تو پہلے مصدع نے
تیر اسکی پیشانی پر مارا اور دوسرے ساتون شخص تلوارین کھینچ کے غل مچاتے ہوے اونٹنی تک پہونچے لیکن وہ اونٹنی باوجود زخمی ہونے کے کسیکو اپنے پاس آنے نہین دیتی
تھی اور جسطرف حملہ کرتی تھی سبکو بھگا دیتی تھی آخر کو قدار نابکار نے اُسکے پیچھے پہونچ کر ایک تلوار اسکی کونچون مین ماری کونچونکے کٹتے ہی وہ اونٹنی زمین پر گری
زمین پر گرتے ہی سب اسکے یار گرد سے پہونچے اور تلوارون سے اسکو پرزے پرزے کر ڈالا اسبات کو سنکر شہر والے سب خوش ہوے اور اسکے گوشت کو تقسیم کرکے سب شہر والے
اپنے اپنے گھر کو لے گئے اسکا بچہ جو پیچھے سے آیا اور اپنی ما کا یہ حال دیکھا تو وہان سے بھاگ کر اسی پہاڑ کے پشتے پر جا کر کھڑا ہوا جو یہ خبر حضرت صالح علیہ السلام کو پہونچی
تو افسوس کرتے ہوئے باہر نکلے اور شہر کے لوگونسے فرمایا کہ یہ تمنے اچھی بات نکی بلکہ خدا کے عذاب کو قصد کرکے اپنے واسطے منگوایا اب بھی ایک بچاؤ کی صورت ہی کہ میرے ساتھ
آؤ اور اُسکے بچے کو اپنے شہر مین لاؤ تاکہ اُسکے سبب سے حق تعالی کے عذاب سے بچ جاؤ قدار نابکار اور دوسرے کافرون نے اسبات کو نہ سنا اور اسبات کی کچھہ حقیقت نجانی تب
تو حضرت صالح علیہ السلام سب مسلمانون کے ساتھہ اس بچے کے لانے کو جنگل کیطرف گئے سو جہین بچے نے حضرت صالح کو دیکھا تین مرتبے آواز کی اور وہ پشتہ پہاڑ کا
پھٹا اور وہ بچہ اسکے اندر گھس گیا تب حضرت صالح علیہ السلام اس حال کو دیکھکر افسوس کرتے ہوے پھر آئے اور شہر والون سے کہا کہ تمنے اپنی خرابی اپنے ہاتھہ سے
کی اور اس بچے کے تین مرتبے آواز کرنے کی تعبیر یہ ہی کہ تمکو تین دن کی مہلت ہی عذاب الہی سے پہلے دن منھہ تمھارا زرد ہو جائیگا اور دوسرے دن سرخ ہو جائینگا
اور تیسرے دن سیاہ اور یہ ماجرا تھوڑا دن رہے بدھہ کو ہوا تھا جمعرات کے صبح کو شہر والے جو سو کے اُٹھے تو دیکھا کہ سب کے منھہ زرد ہو گئے ہین تب سب کو یقین ہوا کہ جو
کچھہ حضرت صالح علیہ السلام نے کہا تھا سب سچ اور واقع ہونے والا ہی لیکن اسوقت انکی قوت غضبیہ نے جوش کیا اور قوت عقلیہ بالکل معزول ہو گئی یعنی قدار نے
اپنے آٹھون یارون سے قسمیہ عہد کر کے یہ بات ٹھہرائی کہ قبل آنے تیسرے دن کے حضرت صالح عم کا کام تمام کیجیے یہ ارادہ دل مین ٹھانکر اسی رات کو سیتے نو آدمی

حضرت صالح علیہ السلام سے بے ادبی کرنے کو چلے اُس وقت حضرت صالح علیہ السلام اپنی مسجد مین تھے ایک درخت اس مسجد مین تھا وہ بلند آواز سے بولا کہ قدار آتے
یارونکے ساتھ آپکے مارنے کو آتا ہی سو آپ اپنے گھر مین تشریف لے جائیے اور دروازہ بند کر لیجیے حضرت صالح علیہ السلام نے اُسکے کہنے کے بموجب عمل کیا اور
گھر مین دروازہ بند کرکے جا بیٹھے جب قدار نابکار اپنے یارونکے ساتھ مسجد مین آیا اور حضرت صالح علیہ السلام کو وہان نپایا تو ارادہ کیا کہ آپکے مکان کا دروازہ توڑ کر اندر
گھسکے آپسے بے ادبی کرین وہ اسی سوچ مین تھے کہ یکا یک فرشتے بموجب حکم آلہی کے آپکی حمایت اور مدد کو پہونچے اور اپنے پرونکو اُن بدبختونکے منہہ پر مارا بجرد اسکے مارنے
کے وہ سب اندھے ہوگئے اور حیران اور پریشان گرتے پڑتے بے تحاشا وہانسے بھاگے اور اُس بھاگنے مین کسی کا سر دیوار مین لگ کر پھٹ گیا اور کوئی کنوین مین گر کر مرگیا
یہانتک کہ سب کے سب مرگئے اور خسر الدنیا والآخرۃ ہوئے دوسرے دن شہر والے جو اُٹھے تو سبکے منہہ سرخ پائے اور قدار وغیرہ کے وارثونے جو انکی
تلاش کی تو حضرت صالح علیہ السلام کے گھر کے قریب اُن سب کو مرا پایا پھر اُس حال کو شہر کے رئیسون اور سردارونسے جو کافر تھے ظاہر کیا تو سردار اور سب
شہر والے حضرت صالح علیہ السلام کے گھر پر چڑھ آئے اور گھر کو گھیر لیا اور کہا کہ تمنے اُس اونٹنی کے عوض مین ہمارے نو آدمی رات کو مار ڈالے ہین ہم اِن آدمیون کی
عوض مین تمکو اور تمہارے سب گھر والونکو مار ڈالینگے حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم اِن لوگون کے گھر مین مارنے کو نہین گئے تھے یہ خود ہمارے گھر پر آتکو
چڑھ کے گئے تھے اللہ تعالی نے غیب سے انکو سزا دی وہ سب اسی جواب اور سوال مین تھے کہ جندع بن عمرو اس شہر کا بڑا رئیس کہ معہ اپنی فوج کے اسلام سے
مشرف ہوا تھا اور بڑا معتقد اور دوست حضرت صالح علیہ السلام کا تھا اس حال کی خبر پاکے معہ اپنی فوج حضرت صالح علیہ السلام کی مدد کو پہونچا اور
اُن رئیسون اور شہر والونسے مقابلہ کیا آخر کو چند آدمی درمیان مین آکے اس بات پر صلح ٹھہرائی کہ حضرت صالح علیہ السلام اِس شہر سے باہر جاوین حضرت صالح
علیہ السلام نے اس بات کو غنیمت جانا اور جندع بن عمرو اور دوسرے مسلمان کو اپنے ساتھ لیکر شہر سے باہر چلے گئے تیسرے دن کہ سنیچر کا دن تھا صبح کو شہر کے
لوگ جو اُٹھے سبکے منہہ کالے پائے اُس دن پھر نہایت تشویش مین رہے کہ کیا ہوشیوالا ہی آخر یہ بات سوچی کہ سنگین مکانات خالی کیجیے اور خدا کا عذاب جب
آویگا تو ان مکانون مین چھپ بیٹھینگے کیونکہ عذاب آلہی یا آسمان سے آویگا جیسے پانی یا پتھر کا برسنا یا زمین سے ہوگا جیسے زلزلہ اور ان سب چیزون سے اِن مکانون
بچاؤ ہی اسواسطے کہ یہ مکان پہاڑ کو تراش کے بنائے ہین ایسی چیزون سے ان مکانون مین کچھ دہشت نہین ہی یہ نہ سمجھے کہ حق تعالی کے غضب سے کوئی چیز بچا
نہین سکتی ماحصل کلام کا پنجشنبہ کی صبح کو حضرت جبرئیل علیہ السلام بموجب حکم آلہی کے درمیان مین آسمان اور زمین کے ایک بڑی صورت وحشت ناک
سے ظاہر ہوئے اور ایک ایسی سخت آواز کی کہ اُسکے سبب سے پہاڑ جنبش مین آگئے اور تند ہوا آندھی کے طور پر چلنا شروع ہوئی سب شہر والے دہشت کھاکے
انہی سنگین مکانون مین گھسے پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ایک آواز پہلے سے بھی زیادہ سخت کی کہ اُسکے سبب سے سب شہر والے اوندھے اپنے زانون پر
گر پڑے اور اُنکے پتے پھٹ گئے اور سب جہنم واصل ہوئے ایک بھی اُنمین سے باقی نرہا حضرت صالح علیہ السلام نے جو یہ ماجرا سنا تو مسلمانونسے فرمایا کہ یہ شہر غضب
آلہی کے نازل ہونیکی جگہہ ہوئی یہان پر رہنا ہرگز مناسب نہین ہی اسکو چھوڑو اور مکہ معظمہ کے حرم کا احرام باندھو اور وہین چلکر رہو چنانچہ وے سب حضرت صالح
علیہ السلام کے فرمانے کے بموجب عمل مین لائے اور نجات دارین کی حاصل کی اللھم ارزقنا اتباع نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کے سفر مین شہر حجر کے دروازے پر پہونچے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ تم مین سے کوئی شخص اِس شہر مین نہ بیٹھے اور پانی
نہ پیے مگر یہ کہ روتا ہوا اور ڈرتا ہوا اسواسطے کہ روحین اُن کافرون کی اسی شہر مین عذاب آلہی مین گرفتار رہین اور جس جاے پر عذاب آلہی نازل ہوتا ہی
وہان سے دور رہنا خوب ہی اور یہ بھی حدیث شریف مین آیا ہی کہ ثمود کے قوم کے کافرون سے کوئی آدمی نہین بچا مگر ایک شخص جسکا ابو رغال نام تھا
کسی کام کے واسطے مکہ معظمہ مین آیا تھا سو جب تک حرم شریف کے اندر رہا تب تک عذاب آلہی سے محفوظ رہا جو ہین حرم سے باہر نکلا
اور طائف کی طرف چلا راستے مین اسی عذاب مین جس مین اُسکی قوم ہلاک ہوگئی تھی یہ بھی ہلاک ہوا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
طائف کی مہم پر جانے کے وقت جب اُسکی قبر پر پہونچے اور عادت وہان کے لوگون کی یہ تھی کہ جب اُس قبر کے نزدیک پہونچتے تو اسکو سنگسار کرتے
تھے تب آپنے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ یہ قبر کسکی ہی صحابہ نے جواب مین عرض کیا کہ اللہ اور اسکا رسول خوب جانتا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

سب قصہ اسکا مفصل اپنی زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا اور کہا کہ اس میری بات کی سچائی کی نشانی یہ ہی کہ اس شخص کی چھڑی سونیکی اسکے ساتھ دفن ہوئی ہی صحابہ نے جو یہ کلام سنا دوڑے اور اسکی قبر کو تلوارون سے کھودا اور وہ سونیکی چھڑی اس سے نکال لائے اور اسکی قبر کو پھر اسیطرح بند کر دیا یہ ہی ثمود کا قصہ جو بیان ہوا چنانچہ یہ قصہ بعضی بعضی سورتون مین زیادہ تفصیل سے مذکور ہی مگر اس مقام پر حق تعالی نے تھوڑا اس قصے سے جتنا یہان پر مناسب تھا بیان فرمایا کہ ثمود کی قوم سرکشی سے اور شہوت اور غضب کی خواہشون کے غالب کرنے سے عقل اور شرع کے حکمون پر چلنے کا انکار کیا اور پیغمبر کو اور اسکی لائی ہوئی خبر کو جھوٹھا جانا **اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰهَا** جب اُٹھا اتراتا ہوا بدبخت اس قوم کا یعنی قدار بن سالف اور عقل اور شرع کے برعکس شہوت اور غضب کی تابعداری کی یعنی اونٹنی کی کونچین کاٹین اور حضرت صالح علیہ السلام کے قتل پر مستعد ہوا **فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ** پھر کہا اسکو اللہ کے رسول نے یعنی حضرت صالح علیہ السلام نے اور اس جگہ پر رسول اللہ فرمایا انکا نام یعنی صالح نفرمایا تاکہ اسبات کی طرف اشارہ ہو کہ یہ کہنا حضرت صالح علیہ السلام کا گویا خدا کا کہنا تھا اور انکا ڈرانا بعینہ خدا کا ڈرانا تھا اسواسطے کہ رسول جسکا ہوتا ہی اسکا پیغام پہونچاتا ہی اور جو کچھ کہتا ہی اسکی زبانی کہتا ہی گویا رسول کا حکم مالک کا حکم ہی اور اگر نام حضرت صالح علیہ السلام کا ارشاد ہوتا تو یہ فائدہ بوجھا نجاتا **نَاقَةَ اللّٰهِ** یعنی چھوڑ دو اور رہانکو مت اللہ کی اونٹنی کو تاکہ جہان چاہے چرے اور جس پانی کو چاہے پیوے اور کسی طرح کی رنج اور اذیت مت دو اور اسکی ہلاکت کے پیچھے مت پڑو اسواسطے کہ گنوار اور زمیندار بھی اپنی ناقص عقل اور شعور سے اتنا جانتے ہین اور بوجھتے ہین کہ زورآور حکومت والے کے جانور کو چارہ پانی پر سے ہانکنا نچاہیے بلکہ کسیطرح چھیڑنا نچاہیے تو خدا کے جانور کو جو سب جانورونکا حاکم ہی اور سب زبردستونکا زبردست اور ہر قدرت و سزا دیسکتا ہی اور جو چاہے سو کر سکتا ہی بطریق اولی نچھیڑنا چاہیے اور اسکے قتل کے پیچھے نپڑنا چاہیے کہ یہ بات بالکل عقل کے خلاف ہی پھر گنوارون اور زمیندارون اور بکریون چرانیوالونکی برابر بھی نسمجھنا کس نادانی اور بیوقوفی ہی اور یہ بلا عقل کے مغلوب کرنے سے اور شہوت کے غالب کرنیسے سر پر پڑتی ہی اور اس اونٹنی کی نسبت خدا کی طرف اسواسطے ہوئی کہ وہ کسیکی ملک مین سواے خدا کے نتھی اور ایک وجہ یہ بھی ہی کہ بے ماباپ پتھر سے پیدا ہوئی تھی اور حق تعالی کی قدرتکا ظہور تھا اور دلیل تھی قیامت کے قائم ہونے پر اور مردونکے زندہ ہوکر گور سے ان سب باتونکے جمع ہونیکے سبب سے اسکو ایک مرتبہ ایسا حاصل ہوا تھا کہ دوسرے جانورون مین وہ بات پائی نہین جاتی ہی جسطرح سب دنیا کے مکانون مین بیت اللہ کا مرتبہ ہی **وَسُقْيٰهَا** اور چھوڑ دو پانی اسکے پینے کا تاکہ تمہارے جانور اسکے پانی کے حصہ مین شریک نہونے پاوین اسواسطے کہ تمنے عہد باندھا ہی اور قول اور اقرار کیا ہی راضی ہو کہ ایک روز یہ اونٹنی پانی پیوے اور دوسرے روز تمہارے جانور پھر عہد و پیمان کا توڑنا اور قول اور اقرار کے خلاف کرنا سب دینون مین اور سب ملتون مین حرام ہی اور منع اور شہوت اور غضب کو عقل پر غالب کرکے عہد کو توڑنا کمال بے دینی ہی **فَكَذَّبُوْهُ** پھر جھٹلایا اس سب قوم نے حضرت صالح علیہ السلام کو اس ڈرانے اور سمجھانے مین اور انکی نصیحت کو کہ اس آیت کا مضمون تھا لا تمسوها بسوء فیاخذکم عذاب الیم قبول نکیا **فَعَقَرُوْهَا** پھر کاٹین اس اونٹنی کی کونچین ہر چند کہ کونچین کاٹنے والا وہی قدار بن سالف تھا اور اسکے آٹھوں یار جو اسکے مددگار تھے لیکن جو سب شہر والونکی مرضی کے موافق یہ کام تھا اور سب سنکے خوش ہوتے تھے تو گویا سب اسمین شریک تھے اسیواسطے گروہ مین سے ایک شخص کا کام جو سبکے مشورہ اور صلاح سے ہوتا ہی تو سب گروہ کی طرف نسبت کرتے ہین بموجب مضمون اس شعر کے شعر چو از قومی یکی بیدانشی کرد نہ کہ را منزلت ماند نہ مہ را اور سورۂ قمر مین فتعاطی فعقر جو واقع ہی تو اس سے مراد فقط اس فعل کا کرنیوالا ہی اور بس تو ان دونون مین تعارض لازم نہوا **فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ** پھر الٹ مارا اوپر زمانے کو انکے پروردگار نے جیسا کہ ان لوگون نے اللہ تعالی کی اچھی ترتیب کو الٹ ڈالا تھا یعنی اللہ تعالی نے انکو قوت شہویہ اور غضبیہ اسواسطے دی تھی کہ ان دونکو عقل کا تابعدار کرین اور عقل کو اسواسطے دیا کہ شرع کا فرمانبردار کرین اور ان لوگون نے اسکا عکس کیا یعنی شرع کو تابع عقل کا اور عقل کو تابع شہوت اور غضب کے کیا **بِذَنْۢبِهِمْ** انکے گناہ کے سبب سے اور گناہ حکمت الہی کی ترتیب کو بدل ڈالنا اور اسکی ضد پر عمل کرنا تھا جیسے کوئی شخص اپنے غلام کو تلوار دے کہ میرے دشمن کو جاکے قتل کر وہ غلام جاکے اسکے لڑکونکو مار ڈالے **فَسَوّٰىهَا** پھر برابر کر دیا اس بستی کو اور خاک مین ملا دیا اسواسطے کہ اس اونٹنی کے قتل مین سب شریک باطن مین تھے اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جسوقت زمین پر کوئی گناہ ہوتا ہی پھر جو کوئی اس مجلس مین حاضر ہو لیکن دل سے بیزار ہو اور اسکو برا جانتا ہو تو وہ

شخص گو یا اس گناہ سے منزلون دور ہی کچھ گناہ کی بُرائی اسکو نہ لگیگی اور جو اس مجلس سے دور ہو اور دل سے راضی اور خوش ہو اس گناہ کے کرنے سے وہ ایسا ہی کہ گویا اس مجلس مین موجود ہی اور اس گناہ مین شریک **وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا** اور نہین ڈرتا ہی اللہ تعالیٰ اس قوم کی ہلاکی کے انجام سے اسواسطے کہ انجام کا ڈر وہ شخص کرتا ہی جسکو یہ معلوم نہو وے کہ انجام اسکا اچھا ہی یا بُرا اور نادانستہ وہ کام کر بیٹھے یا وہ شخص ڈرے جسکو اُسکے انجام کا سنبھالنا مشکل ہو اور جو مفسدہ اس کام کے پیچھے اُٹھے اسکام کا تدارک قرار واقعی نہ کر سکے سو اللہ تعالیٰ ان سب باتون سے کہ موجب نقصان کے ہین پاک ہی وہ تو علام الغیوب ہی اور پرلے درجے کی قدرت اور غنا رکھتا ہی اُسکو کیا پروا ہی جو ایک فرقہ اسکی مخلوقات سے کم ہو جاویگا اور اسکا کچھ افسوس بھی نہین ہی کہ مین نے مدتون سے اس فرقے کو پالا ہی سو سب پرورش میری اکارت گئی اور جس کام کے واسطے پرورش کیا تھا وہ کام نہوا اب یہان پر جان لیا چاہیے کہ حدیث صحیح مین جو مسند امام احمد وغیرہ معتبر کتابون مین پائی جاتی ہی وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ کچھ تمکو معلوم ہی کہ سب سے زیادہ بدبخت پہلی امتون کا کون شخص ہی اور اس امت مین زیادہ بدبخت کون ہی حضرت علیؓ نے عرض کی کہ مجھکو معلوم نہین ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑا بدبخت اگلی امتونکا ایک سرخ رنگ ثمود کی قوم سے تھا یعنی قدار بن سالف کہ حق تعالیٰ کی اونٹنی کی کونچین کاٹین اور اس امت کا بڑا بدبخت وہ شخص ہی جو تیرے سر پر تلوار ماریگا اور تیری داڑھی اس خون سے رنگین ہو گی اور اسی تلوار سے تو شہید ہو گا اب یہان پر ضرور ہوا کہ اگلی امتون سے قدار کے زیادہ بدبخت ہونے کی وجہ اور اس امت مین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قاتل کی زیادہ بدبخت ہونے کی وجہ بیان کی جاوے اور اُسکا بیان موقوف ہی کئی مقدمونکی تمہید پر پہلا مقدمہ یہ ہی کہ فرج کی شہوت سب شہوتون سے خسیس اور بدتر ہی اسواسطے کہ اس حالت مین آدمی عقل سے بہت دور ہو جاتا ہی اور جانور کی سی حرکتین آدمی سے اُسوقت ظاہر ہوتی ہین اور اس شہوت کی جا بھی نجاست اور ناپاکیون سے بھری ہوئی ہی اور سعورت کی جگہہ ہی کھلنا اس شہوت کو لازم ہی جسکا تمام بنی آدم کے نزدیک چھپانا واجب ہی اسیواسطے عادت پیدایشی آدمی کی ہی کہ اس شہوت کے نکالنے کے وقت بہت پردہ کرتا ہی اور سب سے چھپاتا ہی اور اسکا نام مجلس اور محفل مین کھول کر نہین لیتا سواے اشارے اور کنائے کے اور جو گالی دنیا مین سنی جاو سو اسی شہوت سے کچھ لگتی زیادتی کر کے نکلی ہو گی دوسرا مقدمہ یہ ہی کہ شہوت کسی طرح کی ہو اس قسم مذکور کی ہو خواہ دوسری قسم کی جیسے کھانے کی ہو یا پینے کی پہننے کی ہو یا مکانات کی سواری کی ہو یا سیر باغ اور بہار کی گانے بجانے کے سننے کی ہو یا خوشبوئیون کے سونگھنے کی اور جو سوا اُسکے ہین یہ سب کمتر اور خسیس غضب اور غیرت سے ہین اسیواسطے عرف مین ان لوگون کو جو ان شہوتون کے مغلوب ہوتے ہین بدتر جانتے ہین ان لوگون سے جو غضب اور غیرت کی شہوت سے مغلوب ہوتے ہین جیسے بادشاہ عیاش اور تماشبین کو بُرا جانتے ہین بادشاہ سفاک خونریز سے اور اسکا بھید یہ ہی کہ غضبیہ قوت سبب ہی غلبے اور قہر اور سیاست کی اور شہوت قوت باعث ہی تملق اور چاپلوسی اور خوشامد کی اور سب لوگون کے نزدیک فاعلیہ قوت بہتر ہی اسواسطے کہ یہ زبردست ہی منفعلہ قوت سے اسواسطے کہ یہ زیردست ہی تیسرا مقدمہ یہ ہی کہ جب شہوت اور غضب کے سبب سے واجب حق تلف ہونے لگین تو سب لوگون کے نزدیک وہ شخص معیوب اور مطعون ہو جاتا ہی اور جسقدر وہ حق بزرگ ہو گا اسیقدر طعن اور تشنیع زیادہ لاحق ہو گی تو اول بدبخت وہ شخص ہی جو اپنے نفس کے حق پر شہوت اور غضب کو مقدم رکھے اور اپنے نفس کے حق کو تلف کرے اُس سے بدبخت وہ شخص ہی کہ اپنی لذت شہوی اور غضبی کے سبب سے دوسرے کا حق تلف کرے اور اس سے بھی زیادہ بدبخت وہ شخص ہی کہ ان دونون لذتون کے سبب سے بہت آدمیون کے حقونکو تلف کرے پھر حق بھی آپس مین مختلف ہین جیسے دنیا کا حق کہ اُسکا تلف ہونا سہل اور آسان ہی آخرت کے حق تلف ہوتے سے کہ اسکا دفعیہ بہت مشکل ہوتا ہی چوتھا مقدمہ یہ ہی کہ آدمی پر تین حق بڑے اور عمدہ ثابت ہین پہلا حق تعالیٰ کا حق ہی کہ اُسکا پیدا کرنیوالا اور نعمت دینے والا اور سب کام کا درست کرنے والا وہی ہی اور کسی وقت اور کسی دم آدمی اُسکے احسان سے باہر نہین ہو سکتا اور ہر کام مین آدمی اُسکی مدد اور مہربانی کا محتاج ہی اسیواسطے کوئی حق اور کسی کا حق اس حق کی برابری کر نہین سکتا دوسرا حق اپنی قوم اور برادری کا ہی کہ اپنی زندگی اور موت مین انکا محتاج ہی اور ہر طرح کی مدد کا اُن سے امیدوار تیسرا حق اپنے نفس کا اور اس حق کی حقیقت خود ظاہر ہی کچھ حاجت بیان کی نہین ہی پس سب بدبختون سے بدبخت وہ شخص ہی کہ ان تینون حقونکو ایک خسیس شہوت کی عوض مین تلف کرے سو یہ وصف اگلی امتون مین سے قدار بن سالف مین تھا کہ ادنی اور خسیس کام کیواسطے ان تینون حقونکو تلف کر ڈالا اول اپنے نفس کے حق کو تلف کیا کہ کافر مرا اور دوزخ کا کندہ ہوا اور اپنی زندگی کو برباد کیا دوسرے اپنی قوم کے حق کو تلف کیا کہ اُسکے سبب سے سب حق تعالیٰ کے عذاب مین گرفتار ہوئے اور

کسی کا نشان بھی باقی نہ رہا تیسرے حق تعالیٰ کا حق تلف کیا [illegible] اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا تھا اور اللہ تعالیٰ کے ہدایت کی
صورت تھی اور رحمت اور عنایت الٰہی کے نزول کا سبب تھی او [illegible] اللہ کی سی بزرگی پیدا کی تھی اسکی کونچین کاٹیں اور ہلاک کیا اور اس امت مین
حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاتل یعنی ابن ملجم ویسا ہی بدبخت [illegible] باہام کی اور تشریح اس مقام کی یہ ہے کہ وہ [illegible] جس طرح
حضرت صالح علیہ السلام کے کمال کی صورت تھی اور انکی نبوت پر گواہ صادق تھی اور قوم ثمود کی ہدایت کے واسطے جو حق تعالیٰ کی عنایت متوجہ ہوئی
تھی اور حضرت صالح علیہ السلام کو مرتبۂ رسالت کا مرحمت کر کے اس قوم کی طرف مبعوث کیا تھا اور وہی ہدایت انکے سوال کے [illegible]
انہین ٹھہری تھی اور قرار پایا تھا یہان تک کہ اس [illegible] اور [illegible] حضرت صالح علیہ السلام کی شریعت کا قبول کرنا [illegible]
دفع کرنے کے واسطے انکے دین قبول کرنے کے قائم مقام تھی گویا حضرت صالح علیہ السلام کی ولایت کا نور اس راہ سے جلوہ گر اور ظاہر [illegible]
کے نزدیک انکے مرتبے کی بزرگی اور [illegible] قبولیت اس جہت کے سے ظاہر ہوئی [illegible] وجود مبارک حضرت امیر المومنین [illegible]
کرنے والے خلافت حقہ کے تھے اور جناب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت کے کمال کی صورت تھے اور آنحضرت صلی اللہ [illegible] کی ہدایت [illegible]
جلوہ گر تھا اور اس جناب کے قرب معنوی کی روشنی اسی راہ سے ظاہر تھی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت [illegible] ذات مین اسی ذات قابل
الصفات مین منحصر تھی اسیواسطے حدیث شریف مین جس طرح بیت اللہ کے حق مین وارد ہے کہ النظر الی الکعبۃ عبادۃ یعنی دیکھنا بیت اللہ کا عبادت
ہے اور قرآن شریف کے حق مین وارد ہے [illegible] النظر الی المصحف عبادۃ یعنی دیکھنا قرآن کے حرفوں کی طرف عبادت ہے اسیطرح حضرت علی کے حق مین
آپنے فرمایا ہے کہ النظر الی وجہ علی عبادۃ یعنی دیکھنا حضرت علی کے مونہہ کی طرف عبادت ہے سو اسوقت مین وجود شریف حضرت علی رضی اللہ عنہ کا [illegible] وجود
شریف حضرت نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے تھا اسواسطے کہ اسوقت مین تشنگان امت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی چشمۂ خاص سے سیراب ہوتے تھے اور
ہر حاجت ظاہری اور باطنی کو اسوقت اسی سبب جمع ہونے تمام صفات کمال بشری کے وہ ذات مبارک کفایت کرتی تھی ایسے وقت مین [illegible]
کو کہ اس بدبخت ترین بدبختون نے شہید کیا تو گویا ہدایت کے شمع کو گل کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے حق کو تلف کیا اور تمام امت کے حق کو بھی تلف
الصفات کو کہ اسوقت مین اپنا ثانی [illegible] فضیلت اور بزرگی مین نہ رکھتے تھے ہلاک کر کے تمام امت کو جھاڑو بے رسی کی مانند منتشر اور [illegible]
کی طرح پریشان کر دیا اور اپنے نفس کے حق کو بھی تلف کیا [illegible] دوزخ کا ہوا اور اپنی زندگانی کو برباد کیا اور یہ سب برائی اس بدبخت کو اسی شہوت [illegible]
حاصل ہوئی تھی چنانچہ روایات صحیحہ مین وارد ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاتل عبدالرحمن بن ملجم مرادی تھا خارجی مذہب کوفے مین آیا اور ناگہان [illegible]
ایک عورت خوبصورت پر جسکا نام قطام تھا پڑی اور دل اور جان اسپر فریفتہ ہوا اور وہ عورت بھی مذہب [illegible] رکھتی تھی اور باپ اور بھائی اسکا نہروان کی
لڑائی مین حضرت [illegible] کے ہاتھ مبارک سے [illegible] اور خط کتابت اس [illegible] مین
اس نے شروع کی [illegible] دوسیانون مین ڈالا تب اس [illegible] جواب مین [illegible] تو اللہ مین
تجھکو قبول کرون اور اپنے تئین تیرے نکاح مین دون اور وہ کام یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تو شہید کر [illegible] تھا اس ملعون نے
ملعونہ کی قبول کیا اور اس کام کی تدبیر مین پڑا ایک تلوار ہزار درم کو خرید لی اور اسکو زہر کے پانی سے بجھایا اور [illegible] اس کام [illegible] اسکے یارون نے
کہا کہ یہ کام کچھ مشکل نہین ہے بہت آسان ہے اسواسطے کہ وے کوئی نگہبان اپنے ساتھ نہین رکھتے ہین اور اکیلے [illegible] مین کسی کونے مین
اندھیرے مین چھپ رہو اور اپنے کام کو انجام کو پہونچا انیسوین رمضان مبارک کی صبح صادق کے وقت کہ ہنوز تاریکی باقی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر سے نکلکر
مسجد شریف مین لائے اور یہ ملعون ایک ستون کی آڑ مین مستعد اسی کام پر کھڑا تھا اور آپ کی عادت شریف یہی تھی کہ مسجد مین سوئے ہوئے [illegible]
آواز سے بیدار کرتے تھے تاکہ وے سب اٹھ کے طہارت کرین اسی آواز سے جونہین آپ نے مسجد شریف مین قدم مبارک رکھا وہین اس ملعون نے پیچھے سے غفلت مین
ایک تلوار کا ضربہ آپکے سر مبارک پر مارا اور بھاگا آدمی ہر طرف سے دوڑے اور اسکو پکڑ کے قید کیا ہر چند کہ زخم چندان کاری نہ تھا لیکن زہر کی تاثیر سے

آپکا کام تمام ہوا اور اس ظالم کے ان ظلمانی سے فردوس برین کو انتقال فرمایا اکیسوین رات کو رمضان کی جسد مبارک کو آپ کے نجف الحیرہ مین کہ ایک جگہ کا نام ہی کوفے سے نزدیک مسجد جامع سے ایک فرسنگ پر حیرۃ النعمان کی راہ مین وہان مدفون کیا اور آپ کی قبر کو بلند نکیا بلکہ بالکل بے نشان کہا کہ خارجی کہ اس زمانے مین کوفے کی نواح مین بہت منتشر تھے کچھ بے ادبی آپ کے جسد مبارک سے نکرین اور یہ قصہ سال چالیس ہجری مین واقع ہوا اور آپ کی شہادت سے نبوت کی خلافت منقطع ہوگئی اور کوئی قائم مقام اس تبے کا نرہا یہی بات صحابہ نے سمجھ کے نہایت افسوس کیا چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہی کہ جب خبر شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سنی تو فرمایا کہ اب عرب جو چاہین سو کرین اب ایسا کوئی نرہا کہ انکو کسی بدکام سے منع کریگا اب جاننا چاہیے کہ صحابہ مین بعد وفات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علما اور واعظ بہت موجود تھے اور آدمیونکو بدکامون سے بے محابا یعنی بے دہشت منع کرتے تھے اور کسی کا بنی امیہ کے بادشاہون سے یا دوسرے سردارون سے لحاظ اور خاطرداری سچی بات کہدینے مین نہین کرتے تھے لیکن انکی امر و نہی مانند سمجھانے علما اور رہنمائی اولیا کے تھی پیغمبرون کے حکم کی مانند کہ وہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ختم ہوگئی اسیواسطے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ کلمہ ارشاد فرمایا اسی جگہہ سے قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اشقی ہونے کی وجہ ظاہر ہوگئی کہ اس وقت مین تمام کمالات اس ولایت کے جو قائم مقام نبوت کے ہی آپکی ذات مبارک مین منحصر تھے دوسرا کوئی اس وقت مین ویسا نتھا بخلاف خلفاء سابقین کے کہ انکے زمانے مین دوسرے بھی جو لیاقت اس امر کی رکھتے تھے موجود تھے کہ انکے معدوم ہونے کے بعد اس امر کو سنبھال لیا اور انکے قتل ہونے سے دین مین خلل نپایا گیا بخلاف قتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کہ خاتم الخلفا تھے تو انکا قتل گویا اللہ تعالی کے نور کو بالکل بجھا دینا تھا اور ہدایت کے شمع کو گل کردینا اسیواسطے انکے قتل سے خرابی دین مین ہوئی کہ پھر تدارک اسکا نہوسکا اور اگر کسی کو یہ شبہہ خاطر مین گذرے کہ اس بدبخت ترین کی حرکت سے ثمود کی قوم سب ہلاک ہوئی اور اس امت کے بدبخت ترین کی حرکت سے باقی ماندہ کو کچھ آسیب بھی نپہونچا اسکا کیا سبب ہی اسکا جواب یہ ہی کہ ان دونون مین فرق دو وجہ سے ہی اور اول وجہ یہ ہی کہ اونٹنی کے مارے جانے سے تمام ثمود کی قوم راضی اور خوش ہوئی تھی اور اس امت مین اکثر لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے سے راضی نہوئے تھے بلکہ اس حرکت کرنے والے پر لعنت اور نفرین کرتے رہتے دوسری وجہ یہ ہی کہ اونٹنی کے مارے جانے کے بعد اسکا بچہ بھی غائب ہوگیا تھا اور بالکل اسکا نام اور نشان نرہا تھا اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے وفات کے بعد آپ کی اولاد امجاد باقی رہی اور آپ کا نام اور نشان قائم رہا اور نور اس ولایت کا جسکے آپ حامل تھے نسلاً بعد نسل ایک حامل آپ کی اولاد مین پیدا ہوتا رہا اور امام اپنے وقت کا ہوتا رہا ہرچند کہ وہ ہیئت اجتماعی مٹ گئی تھی لیکن وہ نور متفرق اور منتشر ہوکے موافق استعداد ہر ایک فرقے مین اہل خیر سے قائم رہا ان سببون سے یہ امت اسطرح کے عذاب سے بچ رہی اور ایک سوانحہ عجیبہ آپ کے شہادت کے یہ ہی کہ اس دن بیت المقدس مین کوئی پتھر نتھا جسکے نیچے سے خون جوش نمارتا تھا واللہ اعلم

تمہید

سورۃ اللیل

یہ سورت مکی ہی اسمین اکیس آیتین اور اکہتر کلمے اور تین سو دس حرف ہین اور اس سورے کا ربط والشمس کی سورت سے یہ ہی کہ دونون کو قسم سے شروع کیا اور اس امر مین بھی دونون سورتین مناسبت تمام رکھتی ہین اور اس سورت مین انسان کے نفسونکا اختلاف مذکور ہی کہ بعضون کے دل مین بدکاری ڈالی جاتی ہی اور بعضون کے دل مین پرہیزگاری اور ان لوگون کا حال مذکور ہی جو اپنے نفس کی پاکی مین مشغول ہین اور دوسرے ان لوگونکا حال ہی جو اپنے نفس کی ذلت اور خواری کے پیچھے پڑے ہین شہوت اور غضب کی تابعداری کے سبب سے اور اس سورہ مین بھی بنی آدم کے عملوں کا اختلاف بیان ہی نیکبختی اور بدبختی مین اور بعضونکو اچھی راہ پر چلنے پر توفیق دی ہی اور بعضونکو بری راہ بدبختی مین ڈال کے شرمندہ کر رکھا ہی اور یہ بھی ہی کہ دونون سورتون مین بدبختون کا حال بیان ہی چنانچہ اس سورت مین ثمود کی قوم کے بڑے بدبخت کا حال بیان ہی جسکا نام قدار تھا اور اس سورت مین اس بڑے بدبخت کا حال بیان ہی جو اس امت کے شروع مین تھا جسکا نام امیہ تھا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ستانے سے شخص کی ایذا دینے مین بڑا تھا اور بلال رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتگاری اور صحبت سے ایک بڑا رتبہ حاصل کیا تھا کہ حضرت صالح علیہ السلام کے ناقہ سے مشابہت بہم پہونچائی تھی اور اس سورہ کا نام واللیل اس سبب سے رکھا ہی کہ عرب کی زبان

لیل رات کو کہتے ہین اور اس سورۃ مین آدمیون کے عملون کے اختلاف کا بیان منظور ہی نیکی اور بدی مین اور بڑا عمدہ وقت اس اختلاف کا رات ہی کہ عابد لوگ عبادت مین مشغول ہوتے ہین اور چور چوری مین اور عیاش لوگ حرام کاری اور فقرا نجواری مین اور آزاری دکھا اور مصیبت مین بعضے محبوبون کی جدائی مین تڑپ تڑپ کے رات کاٹتے ہین اور بعضے باغ وصال سے اور چمن ہم آغوشی سے اپنے آرزو کے دامن کو مراد کے پھولون سے پر کرتے ہین مصرع شب تنور گذشت و شب سمور گذشت بیت فرق ست میان آنکہ یارش در بر + با آنکہ دو چشم انتظارش بر در + ہر چند کہ دن مین بھی اسی قسم کے اختلاف اور رنگ برنگی معاملے ہوتے رہتے ہین لیکن جو وقت ظہور اور روشنی کا ہی تو ہر شخص تکلف اور بناوٹ کرتا ہی چور عابد بن کے نکلتا ہی اور فاسق صلحا کے لباس مین اپنے تئین ظاہر کرتا ہی بخلاف رات کے کہ تاریکی کے سبب سے حجاب کا پردہ اٹھ جاتا ہی اور شرم اور حیا بالکل جاتی رہتی ہی اور ہر شخص اپنے نفس کی خواہش کے موافق بے تکلف اور بے پردہ ہوکے اپنے اپنے کام مین مشغول ہوتا ہی اور ظاہر کا تکلف اور بناوٹ بالکل جاتا رہتا ہی اور سبب نزول اس سورت کا یہ ہی کہ مکہ معظمہ مین دو شخص رئیسون مین بڑے مالدار تھے ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دوسرا امیہ بن خلف اور ان دونون کا معاملہ مال کے صرف کرنے مین مختلف ہوا امیہ مال بہت رکھتا تھا اور بارہ غلامونکو تربیت کر کے ہر ایک کو ایک ایک کام سپرد کیا تھا چنانچہ ایک غلام کو کھیتی کا داروغہ کیا تھا اور ایک کو میوون کے باغ کا اور ایک غلام کو قیمتی کپڑونکی تجارت کے واسطے یمن اور شام کی طرف بھیجتا تھا اور ایک کو جانورونپر مقرر کیا تھا کہ دودھ اور دہی اور نسل کی خبرداری کر کے اسکے حاصل کو جمع کیا کرے اور اسیطرح ہر غلام کو ایک کام سپرد کیا تھا اور اس تدبیر سے مال بہت جمع کیا تھا اور باوجود اس ثروت اور مال کے اپنے پاس سے ایک کوڑی فقیر کو نہین دیتا اور اگر کوئی غلام کسی محتاج کو کچھ ادھی دمڑی بھی دیتا تو اس پر خفا ہوتا بلکہ اسکو اس کام سے موقوف کرتا تھا اور اگر کوئی شخص اس کمبخت کو بطور نصیحت کے کچھ سمجھاتا تھا کہ باوجود اس کثرت مال کے اللہ تعالی کی راہ پر محتاجون اور مسکینونکو کسواسطے نہین دیتا ہی اور آخرت کا ذخیرہ کیون نہین کرتا ہی تو وہ بدبخت اسکے جواب مین کہتا تھا کہ اول تو آخرت ہی کہان اور اگر بالفرض ہوئی بھی تو اسقدر مال اور اسباب اور اولاد مین نے جمع کیا ہی کہ مجھکو کچھ احتیاج بہشت کی نعمتونکی نہین ہی اور ان چیزون سے جنکی طمع اور لالچ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقیرون اور محتاجون کو دیتے ہین اور اس سبب سے ان لوگونکا اپنا گرویدہ کرتے ہین مجھکو کچھ پروا نہین ہی اور اسی کے غلامون مین سے ایک حضرت بلال رضی اللہ تعالی عنہ تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے اور بزرگی مین انکا مرتبہ اس حد کو پہونچا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو عالم معاملے مین اپنے آگے آگے جنت مین دیکھا اور انکے حق مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ بہشت بلال کی مشتاق ہی سو حضرت بلال جسوقت مین کہ مملوک اس بدبخت کے تھے تو پوشیدہ اسلام لائے تھے آخر کو رفتہ رفتہ انکے اسلام لانے کی خبر اسکو پہونچی تو اول انکو معزول کیا اور خزانے اور بتخانے کی داروغگی جو انسے تعلق رکھتی تھی دوسرے غلام کو سپرد کی پھر انکو اپنے سامنے بلوا کے پوچھا کہ تو کسکو پوجتا ہی حضرت بلال نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کو اس ملعون نے کہا کہ اس دین کو چھوڑ دے نہین تو مین تجھکو بری طرح سے پیش آونگا اور راتدن مارے مار ہی ڈالونگا حضرت بلال نے کہا کہ مین تو اس دین سے پھر نہین سکتا تیرا جو جی چاہے سو کر مین تیرا غلام ہون اس شقی ازلی نے اپنے غلامون سے ایسا حکم کیا کہ دن چڑھتے انکے بدن مین ببول کے کانٹے چبھوایا کرو اور جب آفتاب خوب گرم ہو تب دھوپ مین انکو چیت لٹا کر سر سے پیر تک انپر گرم پتھر رکھ دیا کرو تاکہ ہل نسکین اور گرد انکے آگ جلادیا کرو اور جب شام ہو تب ہاتھ پیر باندھکے اندھیرے مکان مین قید رکھو اور ساری ساری رات کوڑے مارا کرو اور صبح تک نیا مار موقوف نکرو اسیطرح سے کتنے دنون تک حضرت بلال اس مصیبت مین گرفتار رہے اور پکار پکار کر احد احد کہا کیے یعنی معبود میرا ایک ہی معبود میرا ایک ہی ایک روز حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رات کے وقت اس طرف سے گذرے اور اس ملعون کے گھر سے آواز نالہ و زاری کی آپ کے کان مین پڑی پوچھا کہ اس گھر مین کیا ہوتا ہی اور یہ آواز کیسی ہی لوگون نے کہا کہ بلال نام ایک غلام ہی اسکو مارتا ہی یہ آواز اس غلام کے رونے کی ہی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ بات سنکے نہایت رنج ہوا اور صبح کے وقت اسکے گھر مین آپ تشریف لے گئے اور اس مردود کو نصیحت کرنا شروع کیا کہ خدا سے ڈر اور اس غلام پر اتنا ظلم ناحق مت کر اس واسطے کہ اسنے سچے دین کو قبول کیا ہی اور اللہ تعالی کی دوستی اور رضامندی کو اختیار کیا ہی تجھکو چاہیے کہ اس غلام کو غنیمت جان اور اسکے ساتھ احسان کر کہ آخرت مین تیرے کام آویگا اور تجھکو اسکی سختی سے بچاویگا اس ملعون نے

کہا کہ آخرت ہی کہان اور یہ دین کہان سے معلوم ہوا کہ سچا ہی اور اگر بالفرض آخرت ہوئی بھی تو مجھکو دنیا مین کس چیز کی کمی ہی کہ آخرت کی نعمتون پر
جو فقط وہم اور خیال ہو فریفتہ ہون میرے پاس اسی دنیا مین بھی بہشت موجود ہی چنانچہ تم بھی جانتے ہو کہ کوئی چیز ایسی نہین ہی جو میرے کارخانے
مین کثرت سے موجود نہین ہی اور مضمون ان آیتون کا ذکر تا تھا صبح تو جام سے گذرتی ہی شب دلارام سے گذرتی ہی عاقبت کی خبر
معلوم یہان تو آرام سے گذرتی ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھر اسکو سمجھایا اور نصیحت کی کہ میرا کہا مان اور اس بیچارے مسکین پر
ظلم کرنے سے باز آ اس بدبخت نے کہا کہ اگر تمھارا دل اسپر ترس کھاتا ہی تو تم بھی مالدار ہو اور آخرت کا اعتقاد بھی رکھتے ہو تم ہی ثواب کماؤ اور اس
غلام کو مجھسے خرید کر لو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے کہ اسبات کی آرزو رکھتے تھے فرمایا کہ اسسے کیا بہتر ہی اسکی عوض مین جو تو طلب
کرے مین دونگا اور اسکو خرید کرونگا اس کافر نے عاجز کرنے کو کہا کہ تم اسکو نہ خرید کر سکوگے اور اگر یہی منظور ہی اور تمھین اسکے خرید کرنے کا
بڑا شوق ہی تو اپنا غلام نسطاس رومی کہ وہ آپکے غلامون مین بڑے ہی لیاقت اور قابلیت تجارت ... اور دو ہزار دینار عرب پونجی جمع
کی تھی مجھکو دو اور اس غلام یعنی بلال کو مجھسے لو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے کہ اللہ تعالی کی رضامندی کے واسطے جان تک
دینے مین عذر نہ رکھتے تھے اسبات کو دل اور جان سے قبول کیا بلکہ چالیس اوقیہ اور اسپر زیادہ کر کے اس کافر کو دیئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو قید خانے
سے باہر نکالکر اپنے ساتھ لیکر چلے وہ کافر آپکو دیکھتا تھا اور ہنستا تھا اور اپنے مصاحبون سے کہتا تھا کہ یہ شخص باوجود اس عقل اور دانائی کے اس معاملے مین
کس قدر دھوکھا کھایا ہی اور اپنا نقصان کیا ہی کہ ایسے غلام قابل کو جو دو ہزار دینار کی پونجی بھی رکھتا تھا ایسے نکمے غلام کی عوض مین جو کسی کام کا نہین
ہی اور ایک کوڑی بھی پونجی نہین رکھتا ہی دیا ہی اور مین ایسے غلام کو یعنی بلال کی مانند کو ایک دانق کی عوض مین کہ درم کا چھٹا حصہ ہوتا ہی نہ خریدکرو
بلکہ مفت بھی نہ لون حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے جو یہ بات سنی تو فرمایا کہ اس غلام کا مرتبہ یعنی بلال رضی اللہ عنہ کا اسقدر میرے نزدیک
ہی کہ اگر تمام زمین کی بادشاہت کی عوض مین تو بیچتا تو بھی مین بے لیے نہ چھوڑتا پھر بلال رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین
حاضر کیا اور سب حال جو گذرا تھا عرض کیا کہ اس طرح سے مین نے انکو خرید کیا ہی اور آپ گواہ رہیئے کہ اللہ کی رضامندی کے واسطے انکو مین نے آزاد کیا
جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اسبات سے بہت خوش ہوئے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ اس رنج سے فارغ البال ہو کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت شریف مین رہنے لگے اور نیکبختی دونون جہان کی حاصل کی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ابتداء اسلام سے کہ مسلمانون کی نہایت ضعیفی
اور عاجزی کا وقت تھا اپنے مال کو اللہ تعالی کی رضامندی کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصارف اور حاجتون مین اور کافرون کے ہاتھ سے
مسلمانون کو چھڑا لینے مین اور ... ایسے کامون مین صرف کرکے ذخیرہ آخرت کا جمع کیا تھا چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے خرید کرنے سے
... معلوم ہوتا ہی ... غلام اور لونڈی قریش ... دین اسلام کو دل سے قبول کیا تھا اور ... سے
... دیتے تھے خرید ... اللہ تعالی کی رضامندی کے واسطے آزاد کر دیا تھا چنانچہ انمین سے ایک عامر بن فہیرہ ہین کہ بنی جدعان کے غلام تھے حضرت
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انکو انکے مالکون سے ایک حل بھر سونیکی عوض مین خرید کرکے آزاد کر دیا تھا اور رستے ہجرت کے سفر مین رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی ہمرکابی مین شرف ... اور بیر معونہ کے دن شہید ہوئے اور بڑے بڑے اولیاء اللہ مین تھے اور انمین سے ایک زنیرہ ہین کہ کمال کی نہایت کو پہونچی
تھین اور بڑا ایمان کامل انکو نصیب ہوا تھا انکو بھی انکے مالکون سے لیکر آزاد کر دیا تھا لیکن قضائے کردگار سے بعد آزاد ہونے کے انکی آنکھون مین
درد ہوا اور بینائی انکی آنکھون سے جاتی رہی انکے مالکون نے یہ بات سنکر انکو طعن کے طور سے کہا کہ دیکھا لات اور عزی کی مار نے تجھکو کیسا اندھا کر دیا انھون نے
جواب دیا کہ یہ بات تمھاری ... لات اور عزی کو ہرگز یہ قدرت نہین ہی کہ کسی کا کچھ اچھا یا برا کر سکین سوائے اللہ تعالے کے وہ مالک ہی جو چاہتا ہی
... اسباب مین ... پسند ہوئی ... صبح کے وقت انکی آنکھین اچھی ہو گئین اور جیسی بینائی تھی ویسی ہی ہو گئی اور انہی مین سے نہدیہ اور انکی
بیٹی ہی کہ یہ دونون ایک ... کی لونڈیان تھین اور وہ عورت انکو نہایت ایذا پہونچاتی تھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ انکے حال سے خبر پاکے انکو عورت سے

فائدہ

گھر تشریف لے گئے اور اسکو نصیحت کی کہ انکو ایذا مت دے اور جو کچھ انکی قیمت ہو مجھ سے لے اس عورت نے قیمت بہت مانگی آپ نے بلا تکرار انکی قیمت موافق اسکی خواہش کے اسکو دا کی اور ان دونون سے کہا اس عورت کے آٹا پیسنے مین مشغول تھین کہا کہ خوشخبری ہو جیو تمکو کہ مین نے تم دونوکو محض اللہ تعالی کی رضا کے واسطے آزاد کردیا اب اٹھو اور آٹے کو چھوڑو اور میرے ساتھ آؤ ان دونون نے عرض کی کہ یا ابا بکر صدیق رضی اللہ عنک بہت برسون سے ہم نے اسکے گھر مین پرورش پائی ہی اور اسکا نمک کھایا ہی اب یہ اسکا کام ادھورا چھوڑنا مناسب نہین ہی اس آٹے کو پیس کے اسکو دیکر ہم آتے ہین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس بات کو سنکر انپر آفرین کہی اور انکو انہی کے کہنے کے بموجب اجازت دی اور انہی مین سے ایک عورت وہ ہی کہ بنے موئل کی مملوک تھی اور بنی موئل ایک فرقہ ہی بنی عدی سے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسوقت تک بیاسبب مشرف نہوئے تھے اس لونڈی کو اسلام لانے کے سبب سے سخت تعزیر اور تعذیب کیا کرتے تھے یہان تک کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسکو خرید کرکے آزاد کردیا اور اسیطرح سے ام عبیدہ کو بھی خرید کرکے آزاد کیا تھا اور سوا انکے جو غلام کور ہوئے اور بہت بردون کو آزاد کیا ہی اور بعد اس کل خرچ کے چالیس ہزار درم کہ سرمایہ انکے پاس باقی رہا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور بموجب آپ کے فرمانے کے دوسرے مسلمانون پر تیرہ برس کے عرصے مین صرف کیا اور چھ ہزار درم کہ باقی رہے تھے کچھ ہجرت کے سفر مین اور کچھ مسجد نبوی کی زمین کے خریدنے مین اور کچھ دوسرے نیک کامون مین خرچ کیے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا اپنی زبان فیض ترجمان سے اس کلمہ کو ارشاد فرمایا ہی کہ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ یعنی کسیکے مال سے مجھکو اس قدر فائدہ نہین پہونچا جس قدر ابو بکر کے مال سے مجھکو فائدہ ہوا اسواسطے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال اور ابو طالب اور عبد المطلب کا مال آپ کے کھانے اور لباس مین اور صلہ رحم مین یعنی خویش اور اقربا کے دینے لینے مین اور مہمانونکی ضیافت مین اور محتاجون کی خبرگیری مین صرف ہوا تھا اور ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ کا مال اسلام کی شوکت اور دبدبے کی زیادتی مین اور مسلمانونکی خلاصی مین کافرونکے پنجے سے اور ضعیف مسلمانونکی مدد اور دستگیری مین صرف ہوا تھا اور دونون مصرفون مین آسمان و زمین کا تفاوت ہی حاصل کلام کا جس وقت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سب مال تمام ہوا اور اللہ تعالی کی راہ مین خرچ ہو چکا اور بالکل فقیر اور محتاج ہو گئے ایک روز ایک کملی کو کرتے کی طرح گلے مین ڈالکر اسکو کانٹے سے گوتھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مین حاضر ہوئے تھے اسوقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ابو بکر تو بڑے مالدار اور تونگر تھے یہ کیا ہوا کہ فقیرونکے سے کپڑے پہنے بیٹھے ہین جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انھون نے سب اپنا مال مجھپر اور میرے واسطے خرچ کر ڈالا اور اپنے پاس کچھ نرکھا حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ حق تعالی نے ابو بکر کو سلام فرمایا ہی اور پوچھا ہی کہ اس فقیری مین بھی مجھسے راضی ہی یا کچھ رنج دلمین رکھتا ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس کلام کے سننے سے ایک عجیب حالت پیدا ہوئی اور صاحب حال کے مانند بیخود ہو گئے کہا مین کیونکر اپنے پروردگار سے کدورت رکھونگا اور اس کلمہ کو بار بار اپنی زبان پر لاتے تھے اَنَا عَنْ رَبِّیْ رَاضٍ اَنَا عَنْ رَبِّیْ رَاضٍ یعنی مین اپنے پروردگار سے راضی ہون مین اپنے پروردگار سے راضی ہون سو حق تعالی نے اس سورے مین ان دونون معاملون کو ذکر فرمایا ہی یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا اور امیہ بن خلف کا اب سب اچھائی اور برائی کو اور آدمیون کی ہمت اور کوشش نیکی اور بدی کی تحصیل مین مختلف ہونیکو انہی دونون معاملون پر قیاس کر لینا چاہیے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

س ع وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى قسم کھاتا ہون مین رات کی جب چھپا لیوے اور چھا جاوے یعنی آفتاب کے نور کو چھپا لے اور سب دنیا کو تاریک کر دے اور وہ ایک نمونہ ہی بد عمل کا یعنی اسیطرح برے کام کی سیاہی روح اور دلکی روشنی کو چھپا لیتی ہی اور رات چھپاؤ اور پردہ پوشی کا وقت بھی ہی اور جو کام کہ حیا اور پردے سے تعلق رکھتے ہین اسوقت بہت ہوتے ہین جیسے کوئی بھید کہنا یا بھاگنا چھپ کے اور چوری کرنا یا زنا کرنا یا مکر کرنا یا جادو کرنا اور اکثر شیطانونکے تصرف اسی وقت ہوتے ہین وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى اور قسم کھاتا ہون مین دن کی جب روشن ہو جاوے آفتاب کے نکلنے سے اور نہ ہو تا بدلی اور غبار کا نمونہ ہی نیک عمل کا روح اور دل کے روشن کرنے مین اور جو کام کہ روشنی اور بے پردگی سے علاقہ رکھتے ہین وہ اکثر اسی وقت واقع ہوتے ہین جیسے روزی طلب کرنا اور آدمیونکا

نمائی کیواور آپسمین ملاقات کے واسطے ادہر اُدہر جانا اور فائدہ دینا یا لینا جیسے پڑھنا یا پڑھانا اور سیکھنا یا سکھانا **وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ**
وَالْاُنْثٰىٓ اور قسم کھاتا ہون مین اس حکمت آلہی کی کہ پیدا کیا ہی نر اور مادہ کو اور ہر قسم کے جاندار کو تاکہ آپس مین جمع ہون یعنی جفتی کرین اور نسل بڑہے اور دودہ
اور روہی اونکی پیدا ہوا اور یہ پیدا کرنا نر اور مادہ کا خیر اور شر کے اختلاط کا نمونہ ہی اور کمال اور نقصان کے ملنے کا نشان ہی سبب کا مومنین اور بنی آدم اور [illegible] مدار رفعی اولاد
کی زیادتی کا سبب ہی اور اس اولاد کی کثرت سے بہتیرے فائدے متصور ہین جو ہر ہر واحد مین یعنی فقط نر یا فقط مادہ مین یہ اچھائی اور برائی اور کمال کو پہونچنا اور ٹھہر
اور ہمکنار رہنا ہو نسکتا تھا اور وہ مضمون جسکے لیے تینون قسمین کھائی ہین وہ یہ ہی **اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى** تحقیق کوشش تمہاری علمون اور شغلون کی
بہت مختلف اور رنگارنگ ہی جیسے ایمان اور کفر صلاح اور فسق سخاوت اور بخل اسیطرح دوسرے عمل ہین اور آدمیون کے نیک و بد کامونکا مختلف ہونا
اسقدر کثرت سے ہی کہ اسکا شمار کوئی نہین کرسکتا مگر اصل اور جڑ انکی تین قسم سے باہر نہین ہی پہلی نری خیر کہ کچھ بھی ملاوٹ شر کا نہین رکھتی دوسرے نری شر جسمین کچھ بھی
بھلائی کی نہو تیسرے خیر اور شر ملے ہوئے چنانچہ تینون قسمون مذکورہ مین انہی تین قسم کی طرف اشارہ فرمایا ہی اب جاننا چاہیے کہ عملون مین خیر محض وہ ہین
جو ظاہر اور باطن مین نیک ہون اور انکے واسطے تین شرطین ضروری ہین اول یہ کہ صورت انکی شرع کے موافق ہو دوسرے یہ کہ نیت خالص ہو تیسرے یہ کہ اعتقاد
صحیح اور یقین کامل سے کیا ہو اور شر محض وہ ہین کہ تینون شرطین مذکورہ اسمین پائی نجاوین یعنی صورت اسکی خلاف شرع کے ہو اور نیت بھی بری ہو اور بد اعتقادی سے
اسکو کیا ہو اور جسمین خیر اور شر ملے ہوے اسکی بھی کئی قسمین ہین ایک تو یہ کہ صورت اسکی موافق شرع کے ہو مگر نیت فاسد ہو جیسے نماز کسیکے دکھلانے کے واسطے
پڑھنا دوسری قسم یہ ہی کہ صورت اسکی شرع کے خلاف ہوے مگر نیت نیک ہو جیسے رونا پیٹنا کربلا کے شہیدونکے واسطے یا باجون کا سننا تاکہ ذوق شوق حق تعالی کا
زیادہ ہوے تیسرے یہ کہ صورت اور نیت دونون درست ہون لیکن اعتقاد کی درستی سے نکیا ہو جیسے کافرون کا للہ خیرات کرنا اور ہر ایک مین ان تینون قسمون
سے بہت سی قسمین ہوسکتی ہین اور بڑا لنبا چوڑا پھیلاو ہوسکتا ہی چنانچہ فکر کرنے والے اور سوچنے والے پر یہ بات چھپی نہین ہی لیکن ان سب قسمون کا
مرجع انہی تین قسمون کی طرف پہرتا ہی اور یہی تینون قسمین جزا اور سزا کے اختلاف کا سبب پڑتی ہین اور ہر ایک انمین سے علیحدہ علیحدہ یا ملکے ثواب کو
یا عذاب کو چاہتی ہی چنانچہ اس اختلاف کی تفصیل مال کے خرچ کرنے کے بیان مین کہ بیان اسی اختلاف کا اس سورت مین منظور ہی ارشاد ہوتا ہی **فَاَمَّا مَنْ**
اَعْطٰى پھر جس کسی نے دیا اپنا مال **وَاتَّقٰى** اور ڈرا دکھلانے اور سنانے سے خلقت کے اور بچا گناہون مین اور نفس کی خواہشون مین اور بدعتیون اور
گنہگارون کی مدد کرنے مین خرچ کرنے سے اور بعد دینے کے بھی بچا احسان رکھنے اور بدلا چاہنے سے **وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى** اور سچا جانا پیغمبر کی
شریعت کو اور نیک جزا کو جسکا بعد مرنے کے امیدوار ہی تو اس شخص نے ایسا کام کیا کہ سب طرح سے اچھا ہی اور برائی کا لگاو بھی نہین ہی یعنی اسکا ظاہر عمل مال کا خرچ
کرنا ہی کہ سب دینون اور شریعتون مین بہتر ہی اور اسکا باطن کا عمل اتقا ہی یعنی بچنا ریا اور سمعہ سے کہ نیت کی درستی مین اور فائدے باقی رہنے مین کافی ہی اور اسکا اعتقاد
بھی درست ہی یعنی پیغمبر کی شریعت کو سچا جانتا ہی اور نیک کام کے ثواب کا آخرت مین امیدوار ہی اور اسی امید پر اپنے مال کو خرچ کر رہا ہی تو نیک جزا کے لائق
ہوا چنانچہ ارشاد ہوتا ہی **فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى** پھر جلدی آسان کردینگے ہم اوسپر راہ آسانی کی یعنی اسکو دنیا کے سب اچھے کامونکی توفیق
دینگے اور ان سب عبادتون کی توفیق دینگے جو آخرت مین اسکے کام آوین تاکہ اس توفیق کے سبب سے اسپر عبادتونکا کرنا آسان ہو جاوے اور دل اور جان اسمین مشغول
رہے اسواسطے کہ نیک کام کا خاصہ یہ ہی کہ جو کوئی اسکو ہمیشہ کرتا ہی تو اسکے نفس مین ایک قوت نورانی پیدا ہوتی ہی کہ اسکے سبب سے اچھی راہ چلنا اور نیک بات کو
اختیار کرنا اسپر آسان ہوجاتا ہی بلکہ وہ ظاہری تکلیف اسکی عادت ہوجاتی ہی اور بموجب حکیمون کے قول کے کہ العادة طبیعة ثانیة یعنی عادت ایک دوسری
طبیعت ہی کچھ رنج اور مشقت اسکو اس کام کرنے مین نہین ہوتا ہی بلکہ اسکے نکرنے سے اسکے دل کو رنج ہوتا ہی پھر جب موت اسکی آتی ہی اور اس عالم سے
جدا ہونیکا وقت پہونچتا ہی تو اسکو بڑی آسانی نصیب ہوتی ہی کہ گویا قید سے چھوٹتا ہی اور بعد مرنے کے بھی منکر نکیر کا جواب اور حشر اور نشر کا ہول اور
حساب کا خوف اور میزان کا دغدغہ اور پل صراط کے اترنیکی سختی سب اسپر آسان اور سہج ہوجاتی ہین اور کچھ بھی رنج اور مصیبت ان سختیونکی
اسکو معلوم نہین ہوتی ہی **وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى** اور جس کسی نے بخل کیا اپنے مال دینے مین اور بے پروائی کی

آخرت کی نعمتوں سے اور اپنے مال کو سبب جانب بے پروائی کا **وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى** اور جھٹلایا پیغمبر کی شریعت کو اور آخرت کی نیک جزا کو تو اس
آدمی نے ایسا کام کیا کہ نرا برا ہی اسواسطے کہ بخل سب عیبون اور بدعہدون مین برا ہی اور معیوب اور بے پروائی آخرت کے ثواب سے مال کی گھمنڈ پر خیر کی نیت کو
بالکل درہم برہم کر دیتی ہی اور پیغمبر کی شریعت کو جھٹلانے کے سبب سے اسکا اعتقاد فاسد ہوگیا تو کسی وجہ سے اسکے عمل مین بہتری باقی نگئی اسواسطے
کہ ظاہر عمال اسکا بخل ہی اور باطن عمل اسکا بے پروائی ہی مال کے گھمنڈ پر آخرت کے ثواب سے اور اعتقاد اسکا شریعت کو جھوٹھا جاننا ہی اور یے سب باتین بدین
تو سزا بھی اسکی نری بد ہوگی چنانچہ فرماتے ہین **فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى** پھر شتابی آسان کرینگے ہم اسپر سختی اور دشواری کی راہ کو تا اہل
راہون مین اور بدعملون مین محنتین اور مشقتین کھینچے اور رنج اٹھاوے اور نماز کی دو رکعتین پڑھنے مین سستی کرے اور دل چراوے چنانچہ دوسری
جگہ ایسے شخصون کے حق مین ارشاد ہوا ہی واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی اور دوسری جگہ پر فرمایا ہی وانہا لکبیرۃ الا علی الخاشعین
اور جب موت ایسے لوگون کو پہونچتی ہی تو نہایت سختی اور رنج سے اس جہان سے جاتا ہی گویا باغ سے نکل کے قید خانے مین پڑا اور منکر نکیر کے سوال مین
اور حشر اور نشر مین اور حساب اور میزان مین طرح طرح کی سختیان اور عذاب دیکھتا ہی اور بعد ان سب کے دوزخ مین پڑنا سب سے زیادہ عذاب ہی اعوذ باللہ
منہا اور جس مال کو جوڑ جوڑ کے رکھا تھا اس امید پر کہ سختی اور مصیبت کے وقت کام آوے گا اور اسکے سبب سے مصیبت آئی ہوئی ٹل جاویگی سو
ایسے وقت مین اس سے جدا ہوگیا اور وارثون کے ہاتھ مین پڑا اور انھون نے بموجب اس مثل کے کہ مال مفت دل بے رحم اڑا کے برابر کر دیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہی
وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى اور کچھ کام نہ آویگا مال اسکا اس سے جب ہلاک ہوگا اور قبر مین جاویگا اسواسطے کہ سوائے دو ہاتھ
کفن کے کچھ ساتھ نہ لیجاویگا اب یہان پر جاننا چاہیے کہ بنی آدم کے عمل جیسا کہ تین قسم کے ذکر مین اشارہ ہوا ہی تین قسم کے ہین اور جزا کے بیان مین دو قسمین
ذکر ہوئین یعنی نری خیر اور نری شر اور جزا اس عمل کی جو خیر اور شر سے ملا ہوا ہی کچھ بیان نہوئی اسکی وجہ یہ ہی کہ عاقل بعد دریافت کرنے کے ان دونون
قسمون کے حکم کو اسکے حکم کو بھی دریافت کرلے گا اسواسطے کہ جب خیر اور شر یعنی اچھا اور برا مل جاتا ہی تو بموجب اس قول کے النتیجۃ تتبع اخس
الامرین یعنی بچہ خسیس اور رذیل کے تابع ہوتا ہی ماباپ سے یعنی ما اور باپ مین جو کمینہ اور بدخصلت ہوتا ہی بچہ اسکی عادت سیکھتا ہی تو معلوم ہوا کہ شر کا حکم
غالب ہوتا ہی اور خیر کا حکم مغلوب جسطرح شریعت مین مقرر ہی کہ جو بچہ حلال اور حرام جانور مل کے پیدا ہووے تو وہ حرام ہوتا ہی جیسے خچر کہ گھوڑی اور گدھے
سے مل کے پیدا ہوتا ہی اور اسکا کھانا حرام ہی اور اسیطرح سے جو مال حلال کہ حرام مال مین ملکر ایکسان ہوگیا جیسے پانی دودھ غصب کے دودھ مین مل گیا یا
اپنی مٹھائی غصب کے پانی مین ملکر شربت ہوگئی تو یے سب قسمین حرام ہین اسکا کھانا کسی طرح درست نہین ہی تو اسی قیاس پر بوجھ لیا چاہیے کہ جس
عمل مین خیر اور شر جمع ہوجائینگے وہ عمل شر کا حکم پیدا کریگا اور بہتری اسکی مغلوب ہوجاتی واللہ اعلم اور بعضے مفسرون نے ان تینون قسمون کی تخصیص
کی وجہ مین ایسا ذکر کیا ہی کہ جو یہان پر بنی آدم کے عملون کے اختلاف کا بیان کرنا منظور ہی تو پہلے قسم دن اور رات کی لائے کہ جیسا کہ مختلف ہوتا
زیادہ ہی جیسے رات چھوٹی اور رات عابدونکی اور رات دانیونکی اور رات غافلون کی جو اختلاف اور فرق رکھتی ہی ظاہر ہی کچھ حاجت بیان کی
دن کے کامون کا حال ہی کہ صالحون اور فاسقون کے کامون مین تفاوت زمین و آسمان کا ہوتا ہی اسکے پیچھے جڑ اور بنیاد بنی آدم کی نر اور مادہ ہی کہ آپس مین
کیا اختلاف رکھتے ہین مردون کے باطنی عمل اور ظاہری فعل اور ہمت اور رغبت اور طرح کی ہی یعنی ہمت بلند ہی اور عورتونکی دوسری طرح کی یعنی پست ہی
چنانچہ مردون کی رغبت نام اور جاہ کے حاصل کرنے مین مصروف ہی اور عورتونکی رغبت پوشاک اور زیور سے آراستہ ہونے مین تو قسم ان دونون اصل کی
فرمائی یعنی نر اور مادہ کا اختلاف کی تاکہ بنی آدم کے عملون اور ارادون کے اختلاف کی دلیل ہو اسواسطے کہ اصل کا حکم فرع پر جاری ہی جیسا کہ کہا گیا ہی الولد
سر لابیہ یعنی بیٹا بھید ہی اپنے باپ کا اور حضرت امیر خسرو قدس سرہ فرماتے ہین مرد جو لنڈوری ہو مردی ہی کہ کار کی پیش ... نامردی ...
از دنیی ... آنکہ ... مردتمام ... گفت ... ناکردہ ...
اور انھوان جزنیم زن ہی یعنی اگر کسی نے کوئی کام اچھا جوانمردی کا کیا اسکا زبان پر لانا نامردی ہی پھر جسنے کیا اور نکہا وہ تو پورا مرد ہی اور جسنے کہا ... وہ آدھا

وہ بےشبہہ عورت ہی اور جسنے نہ کیا اور نہ کہا وہ آدھا مرد ہی اور جسنے نہ کیا اور کہا وہ آدمی عورت ہی اور زمانے کا حکم بھی اکثر زمانے والون پر جاری ہوتا ہی
چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ الناس بزمانہم اشبہ منہم باٰبائهم یعنی اکثر آدمی اپنے زمانے مین آپسمین ایک دوسرے کے بہت
مشابہ ہوتے ہین بھائیون سے باوجود ایک باپ سے پیدا ہونیکے یا یہ معنی ہون کہ آدمی اپنے زمانے کے آدمیون سے بہت مشابہ ہوتے ہین چال ڈھال
مین اپنے باپ دادون سے اور حدیث شریف مین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے وارد ہی کہ آپ نے کہا ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک شخص کے
جنازے کے ساتھہ گئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے تیار ہونیکے انتظار مین بیٹھہ گئے اور ہم سب آپکے گردا گرد بیٹھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان
فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ تم مین سے کوئی شخص نہین ہی مگر اسکا مکان اللہ تعالی کے علم مین مقرر ہی بہشت مین ہو یا دوزخ مین اور لوح محفوظ مین لکھہ جا چکا ہی
اور تغیر اور تبدیل یعنی مٹنا مٹانا اسکا کسی طور سے ممکن نہین ہی ہمنے کہا یا رسول اللہ اگر یہی بات ہی تو تقدیر پر بھروسا کرکے کیون نہ بیٹھہ رہین اور عمل کو کیون
نہ چھوڑ دین اسواسطے کہ جب بات ایسی ہوئی کہ جو لکھا ہی وہی ہونا ہی اسکا خلاف کسی طرح سے ممکن نہین ہی تو عمل کرنا بے فائدہ ہی جو کچھہ ہونا ہی سو ہوگا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا عمل کیے جاؤ اسواسطے کہ ہر شخص کو توفیق اسی کام کی دی جاتی ہی جسکے واسطے وہ پیدا کیا گیا ہی سو اگر اسکو نیکبخت پیدا کیا ہی تو کام بھی نیکبختونکے
اس سے کراتے ہین اور اگر بدبخت پیدا کیا ہی تو کام بھی بدبختون کے اس سے کراتے ہین سو جسطرح سے کہ مکان ہر شخص کا بہشت مین مقرر ہی یا دوزخ مین
اسی طرح سے عمل بھی نیک اور بد ہر شخص کے واسطے مقرر ہو رہے ہین پھر اس آیت کو آخر تک آپنے پڑھا کہ فاما من اعطی واتقی لیکن اس مقام پر
پڑھنے سے اس آیت کے معنی دوسرے بوجھے جاتے ہین یعنی اللہ تعالی کے علم مین تمھارے کام مختلف اور رنگا رنگ ہین کیونکہ کسی کو بھلا اور کسیکو
برا تقدیر مین لکھا ہی اور اسی سرنوشت کے موافق ہر ایک سے بھلائی اور برائی دنیا مین ہوتی ہی تو مراد اعطی واتقی وصدق بالحسنی
سے یہ ہی کہ اللہ تعالی کے علم مین یہ عمل اسکے مقدر ہین خواہ مخواہ کریگا اور مراد فسنیسرہ للیسری سے یہ ہی کہ ان کامون کی توفیق
دنیا مین ضرور پاویگا حاصل کلام کا یہ ہی کہ عملون کو جس مرتبے مین لحاظ کیجیے خواہ علم الہی مین خواہ دنیا کے پائے جانے مین ہر طرح سے ایک ثمرہ رکھتے ہین
اسواسطے کہ عمل خیر اور شر کے علم الہی مین مقدر ہین اور ثمرہ انکا حاصل ہونا توفیق کا ہی خیر مین اور حاصل ہونا خذلان اور رسوائی کا ہی شر مین
دنیا کے پائے جانے مین سو اسطے کہ دنیا سایہ ہی تقدیر کے عالم کا اور دنیا کی نسبت تقدیر کے عالم سے ایسی ہی جیسے ڈھلی ہوئی چیز کی نسبت اسکے سانچے
سے ہوتی ہی کہ اس سانچے سے وہ چیز کم اور زیادہ نہین ہو سکتی اور اگر انہی عملونکو صادر ہونے اور کرنے کے بعد ملاحظہ کیجیے تو اسکا پھل جسنے ہی
آخرت کی اسواسطے کہ آخرت اس کھیتی کے کاٹنے کا وقت ہی جو دنیا مین بوگئے تھے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہی ؎ از مکافات عمل غافل مشو گندم
از گندم بروید جو ز جو ٭ ایچنین گفتہ است پیر معنوی ٭ کای برادر ہرچہ کاری بدروی ٭ یعنی عمل کے بدلے سے غافل نہو گیہون بونے سے گیہون پیدا
ہوتے ہین اور جو سے جو ایسا کہا ہی پیر معنوی نے کہ اے بھائی جو کچھہ بووگے وہی کاٹوگے اور جو اس مسئلے مین اسباب کا شبہہ ہی اگر نیکی اور بدی کی توفیق
جناب الہی کی طرف سے ہی تو کسواسطے سبکو توفیق نیکی کی نہین دیتے ہین اور بدی سے زبردستی کیون نہین روکتے ہین تاکہ سب آدمی آسانی کی اچھی
راہ چلین اور کوئی شخص سختی اور برائی نہ دیکھے تو اس شبہہ کے جواب مین دو مقدمے ارشاد ہوتے ہین پہلا یہ ہی کہ اِنَّ عَلَیْنَا لَلْھُدٰی
بے شک ہمارے ذمے پر ہی راہ دکھلانا اور پہونچانا نیکی یا بدی کی طرف اور اس ہدایت کو سبکے ساتھہ مصروف کیا ہی ہمنے کئی واسطون سے پہلے تو حواس خمسہ
ظاہری کہ سمع اور بصر اور شم اور ذوق اور لمس ہین اور حواس خمسہ باطنی کہ حس مشترک اور خیال اور وہم اور حافظہ اور متصرفہ ہین اور قوت عقلیہ جسکے سبب سے
اچھائی اور برائی مین فرق اور تمیز کرتے ہین ہر شخص کو دیے ہین پھر بعد اسکے رسولونکے بھیجنے سے اور کتابونکے اتارنے سے اور شریعتون اور حکمتونکے بیان کرنے سے
اور بہشت کی نعمتین اور دوزخ کی سختیان ذکر کرنے سے اور مرشدون اور نصیحت کرنے والونکو مقرر کرنے سے اور ہوشیاری اور سمجھہ کے اسباب پیدا کرنے سے سبکو
سیدھی اور ٹیڑھی راہ مین جدائی اور فرق بتلا دیا ہمنے اب بعد ان سب باتونکے نیک راہ پر زبردستی چلانا اور بد راہ سے زور سے روکنا ہمارا ذمہ نہین ہی بلکہ
ان دونو راہون مین سے ایک راہ کو اختیار کرنا اور اسپر چلنا بنی آدم مکلف یعنی عاقل بالغ کے ارادے اور قصد پر وابستہ اور حوالہ کیا ہی ہمنے کہ ان دونون مین سے

ہو جاتا ہے اختیار کرے اور اگر ایسا نہو تو آزمایش اور اختیار ثابت نہووے اور فرمان بردار اور گنہگار میں کچھ فرق اور جدائی نرہے اس واسطے کہ اس
صورت مین سیدھی راہ چلنے میں سب مجبور اور بے اختیار ہو جاتے اور نیکبخت کی بدبخت اور گمراہ پر کچھ زیادتی اور بہتری نہوتی بلکہ ہدایت اور گمراہی کے
معنی بھی بوجھے نجاتے اور آدمی بھی آسمان اور ستارون اور ہوا اور خاک اور پانی اور آگ کی طرح چار اور ناچار قید اور بےبسی میں رہتا اور انسان کی پیدایش
کا خلاصہ جو ایسی چیزون میں بالکل جدائی اور امتیاز سب مخلوقات سے چاہتے ہیں سب معطل اور بیکار ہو جاتے اور کیا نہ کیا برابر ہو جاتا اور دوسرا مقدمہ
یہ ہے کہ **وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى** اور بے شک ہمارے واسطے ہی اور ہمارے ہی تصرف میں ہی آخرت کا عالم اور دنیا کا عالم سو جو کوئی
ہمسے آخرت چاہتا ہی اسکو ہم آخرت دیتے ہیں اور جو کوئی دنیا مانگتا ہی اسکو ہم دنیا دیتے ہیں اور جو کوئی ان دونون کو طلب کرتا ہی تو ہم دونون دیکر اسکو
سرفراز کرتے ہیں اور اگر سبکو زبردستی اور زور سے آخرت کی راہ مین چلاتے تو دنیا کا کارخانہ خراب اور بیقدر ہو جاتا اور زیبایشین اور دنیا و مین بنائی ہیں
نیست اور نابود رہتین اور کوئی شخص نیک ہمارے اور انکی خواہش نکرتا سو دونون جہان کے آباد کرنے کے واسطے خواہشین اور ارادے بنی آدم کے بھانت بھانت
کے کیے ہیں اور ہر شخص کے دل مین محبت اور خواہش ایک کام کی جو کسی ایک کے دونون جہانون کی آبادی مین درکار اور مطلوب ہی ڈالی ہے ولنعم ما قیل
یعنی کیا اچھی بات کہی ہی کسی شاعر نے **ہر کسی را بہر کارے ساختند ✽ میل او را در دلش انداختند** یعنی ہر کسیکو ایک کام کے لیے پیدا کیا ہی اور اس کام کی
رغبت اسکے دل مین ڈالدی ہی اور جو تفسیر سورۃ العسر کی لفظ مین ان سختیون کا بیان جو بدکارونکو درپیش ہین مجمل یعنی گول گول مذکور ہوا تھا اب
ان سختیون مین سے جو بہت سخت اور بری ہی اسکو ذکر کرکے ڈراتے ہیں **فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى** پھر ڈر سناتے ہیں ہم تمکو بھڑکتی آگ سے جسکی لپیٹ
دو سو برس کی راہ سے کافر کو اپنے اندر کھینچ لیگی اور وہ آگ خاص ہی کافر ون کے واسطے چنانچہ ارشاد ہوتا ہی **لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا الْاَشْقَى**
نہ پیٹھیگا اسمین مگر بڑا بدبخت کہ وہ کافر ہی اب یہان پر جاننا چاہیے کہ بدبختی دو قسم کی ہوتی ہی ایک دنیا کے ظاہر کامون مین بدبخت کرتے ہین
کہ بدن اسکا سخت بیماریون مین گرفتار رہتا ہی اور ہر کسب اور دھندے مین مال پیدا کرنے سے محروم رہتا ہی یہان تک کہ آدمیون سے
نظرون سے گر پڑتا ہی اور سبکے نزدیک ذلیل اور بیقدر ہو جاتا ہی اور کسیکو آخرت کے کامون مین بدبخت اور بے نصیب کرتے ہیں اور اسکے بہت مرتبے ہین
کسیکو گناہ صغیرہ کے اصرار پر اور عبادت مین سستی کرنے پر مبتلا کرتے ہین اور کسیکو گناہ کبیرہ کا مرتکب کرکے توبہ کی توفیق سے دور رکھتے ہیں اور
کسیکو شرک اور کفر مین کہ پرلے درجے کی بدبختی کے مرتبے ہیں گرفتار کرتے ہیں پھر جو دنیا کے کام ایک دن نیست اور نابود ہونے والے ہیں تو یہان کی
بدبختی چندان اعتبار نہین رکھتی ہی حقیقت مین بدبخت عند اللہ وہ شخص ہی جو آخرت کے کامون مین بدبخت ہی اسمین بھی دو قسم ہین ایک اس قسم کے
بدبخت ہیں کہ سختیون کے دیکھنے اور عذاب کے چکھنے سے عالم برزخ میں اور حشر اور نشر کا ہول اور حساب اور میزان کا رنج اور مشقت کھینچنے سے قیامت کے میدان مین
اور انبیا اور اولیا کی شفاعت سے انکی بدبختی بالکل جاتی رہیگی جیسے گنہگار صغیرہ پر اصرار کرنے والا اور کبیرہ کرکے بے توبہ مرنے والا اور دوسری قسم کے وہ
بدبخت ہیں جنکی بدبختی ہرگز انسے جدا ہونے والی نہین ہی جیسے کافر اور مشرک کہ کسیکی شفاعت انکے حق مین کام نہ آویگی اور قبول نہوگی سو جو پہلی قسم مین
مبتلا ہین وے شقی ہیں اور جو دوسری قسم کے گرفتار ہیں وے اشقی ہین اسی واسطے اشقی کی تفسیر مین یہ ارشاد ہوا **الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى**
یعنی سب بدبختون سے بڑا بدبخت وہ ہی جسنے دین کو جھٹلایا اور اللہ تعالی کے حکم سے منہہ کو موڑا اور یہ تفسیر مطابق نہین ہوتی مگر کافر پر اسواسطے
کہ مسلمان کتنا ہی بڑا گناہ کرے لیکن دین کی تصدیق مین اسکی کچھ فرق نہین آتا یعنی دین اسلام کو ہرگز جھوٹا نہین جانتا اور اللہ تعالی کے حکم کے
قبول کرنیسے بھی منہہ نہین موڑتا یعنی یہ نہین کہتا ہی کہ یہ حکم جھوٹے ہیں بلکہ یہی کہتا ہی کہ یہ حکم برحق ہیں مگر نفس کی شامت سے مجھسے ہو نہین سکتے
اب یہان پر باقی رہا ایک سوال اور وہ یہ ہی کہ جب اشقی سے مراد کافر ہوا تو آگ مین جانیکا انحصار کافر ہی کے واسطے ہوا اسکے کیا معنی ہونگے
اسواسطے کہ گنہگار ایماندار کا آگ مین جانا اسکے گناہون کی قدر ثابت ہی اسکا جواب یہ ہی کہ پہلے بیان ہو چکا ہی کہ یہان وہ آگ مراد ہی جسکی لپیٹ دو سو برس
کی راہ سے کافرونکو کھینچ لیگی اور یہ آگ خاص ہی کافرون ہی کے واسطے اور مومن گنہگار اگرچہ بقدر گناہ کے آگ مین رہیگا لیکن وہ آگ اور ہی یہ آگ نہین ہے

جو کافرون کے واسطے خاص ہی تو اس صورت مین حصر درست ہو گیا اور بعضے مفسرون نے اس شبہہ کے جواب مین ایسا کہا ہی جو کہ مسلمان گنہگار کا دوزخ مین جانا چشم نمائی یعنی گھُرکی اور ادب دینے کے طور پر ہو گا تو گویا آگ مین جانا نہوا آگ مین جانا وہ ہی جسکے بعد کبھی نکلنا نہو ایسا جانا خاص ہی کافرون کے واسطے تو حصر سے اس طرح کا داخل ہونا مراد ہی نہ مطلق داخل ہونا چنانچہ بولتے ہین کہ کوئی نہ لڑا اگر زید اور غنیمت نپائی مگر عمرو نے یعنی لڑنا جیسا چاہیے ویسا کوئی نہ لڑا مگر زید اور غنیمت کا مال بہت کسی نے نپایا مگر عمرو نے اور جو اگلی آیت مین سیجنبہا الاتقی کی لفظ وارد ہی حصر کا حرف مذکور نہین ہی تو وہان یہ شبہہ بھی نہین وارد ہوتا ہی اور وہ جو بعضون نے کہا ہی کہ جب نارا تلظی کی لفظ سے خاص آگ مراد ہوئی جو کافرون کے نصیب ہی تو اس آگ سے دور رہنے مین سب ایمان والے شریک ہین خاص اتقی کی تعریف بوجہی نکلی اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ اس آگ سے دور رہنا بھی بہت طرحون سے ہوتا ہی سو انتہا دوری اتقی کے واسطے ہی اور دوسرے مومنون کو وہ دوری حاصل نہین ہی اور یہ بھی احتمال ہی کہ سیجنبہا کی ضمیر آگ مطلق کی طرف پھرتی ہو ایک مقید مذکور کے قرینے سے یعنی جب اس آگ کا جو کافرون کے واسطے خاص ہی ذکر ہوا تو مطلق آگ بھی اسمین پائی گئی تو اس مطلق کی طرف ضمیر پھر سکتی ہی اور اس صورت مین متقیون کی تعریف بھی نکل آئی یعنی اس آگ سے بالکل بچ جاوینگے **وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى** اور نزدیک ہی کہ دور رکھا جاویگا اُس آگ سے جو بڑا متقی ہی اور اہل شرع کی اصطلاح مین تقوی اُسے کہتے ہین جو کفر سے اور گناہ کبیرہ اور صغیرہ سے بچا رہے اور اگر کبھی کوئی گناہ اس سے ہو جاوے تو اُس اسیوقت نادم ہو کے توبہ اور استغفار کرے تاکہ اس گناہ کا اثر اور نشان دل پر باقی نرہے اور گناہ دل مین گھر کرنے نپاوے اور اتقی کا مرتبہ اس سے بھی بڑھکر ہی یعنی شریعت اور طریقت کے آداب کو بھی نچھوڑے اور گناہ کا خطرہ اور بری نیت کا خیال بھی دل مین نہ آنے دے اور اپنے ظاہر اور باطن کو یکسان رکھے سو یے باتین بہت نادر اور کمیاب ہین اللہ تعالی جسکو اپنے کرم اور فضل سے یہ رتبہ نصیب کرے اُسکو ملتا ہی اور اس جگہ پر اتقی سے سب مفسرون کے نزدیک مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ ہین اور یہ سورت انہین کی شان مین نازل ہوئی ہی جیسے اشقی سے امیہ بن خلف مراد ہی کہ کفر کی شقاوت اور بدبختی کو بخل اور دوسرے گناہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی ایذا کے ساتھ جمع کرکے اشقی کے مرتبے کو پہونچا تھا اور اہل سنت اور جماعت نے حضرت ابوبکر صدیق کی خصلت اور بزرگی سب امت پر بعد پیغمبرون صلی اللہ علیہم وسلم کے کہ سب باتون مین سب مسلمانون سے علحدہ ہوتے ہین نکالی ہی اور یہی آیت اسکی دلیل ہی اور تقریر اس دلیل کی اس طرح ہی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو حق تعالی نے اتقی فرمایا ہی اور دوسری آیت مین فرمایا ہی کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یعنی بیشک بڑا بزرگ تم مین سے اللہ تعالی کے نزدیک وہی جو بڑا متقی ہی تو ان دونون آیتون کو ملا دینے سے ایسا ثابت ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آدمیون مین بڑے بزرگ ہین اللہ تعالی کے نزدیک اور یہی معنی ہین افضلیت کے اور تفضیلی لوگ کہتے ہین کہ یہان پر اتقی سے متقی مراد ہی نہ یہ کہ جو سب سے زیادہ متقی ہو تقوی مین وہ مراد ہو اسواسطے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا شبہہ کمتر تھے تو ان معنون سے ان پر اتقی ہونا ثابت نہوا بلکہ یہ لفظ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر البتہ صادق ہوتی ہی اور جب اتقی تقی کے معنون مین ہوا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کا افضل ہونا سب امت پر ثابت نہوا اور اہل سنت انکے جواب مین کہتے ہین کہ اتقی کو تقی کے معنون مین کہنا عربی لغت کے خلاف ہی اور اللہ تعالی کے کلام کو کہ ٹھیٹ عربی ہی ایسے معنون پر ڈھالنا جو عرب کے محاورے کے خلاف ہو درست نہین ہی اور جو ضرورت کہ ان معنون کے مراد لینے مین بیان کرتے ہین وہ مردود ہی کیونکہ کلام دوسرے آدمیون مین ہی پیغمبرون مین ہی اسواسطے کہ شریعت کے قاعدون سے معلوم ہو چکا ہی کہ سب پیغمبر بزرگی اور مرتبے مین اللہ تعالی کے نزدیک سب سے بڑے ہین پیغمبرونکو دوسرے آدمیون پر اور دوسرے آدمیونکو پیغمبرون پر کسی امر مین قیاس نکیا چاہیے اسواسطے کہ ایسے لفظونکے بولنے سے بزرگی اور بڑائی کے مقام پر عرف شرعی مین امت ہی مراد ہوتی ہین پیغمبر ہرگز اس سے مراد نہین ہوتے اور عرف کی تخصیص ذکر کی تخصیص سے قوی ہوتی ہی جیسا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ گیہونکی روٹی دوسری روٹیون سے اچھی ہوتی ہی تو اس کلام سے یہ نہ بوجھا جائیگا کہ بادام کی روٹی سے بھی بہتر ہوتی ہی باوجود اسبات کے کہ بادام کی بھی روٹی ہوتی ہی لیکن وہ اس کلام سے عرف مین خارج ہی اسواسطے کہ اس کلام کے بولنے سے وہ روٹی مراد ہی جو غلہ سے ہو نہ وہ روٹی جو میوے سے

ف متقیون کی تعریف

ف فضیلت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیان

ف تفضیلیہ ...

نبی ہو اور بعضے اہل سنت و جماعت کے بزرگون سے سنا گیا ہی کہ فرماتے تھے کہ اتقی یہان اپنے اصل معنی تفضیل پر ہی یعنی وہ شخص کہ تقوی مین زیادہ ہو اپنے
سوائے کل پر خواہ پیغمبر ہون خواہ امت لیکن یہ خاص اُن لوگون کی نسبت سے ہی جو زندہ ہین تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آخر عمر مین بعد رحلت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ انکی خلافت کا زمانہ تھا اس کلمے کے مصداق ہو سکتے ہین یعنی الاتقی کا لفظ اُس وقت مین انپر صادق آتا ہی اور حضرت عیسی
علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام جو زمین پر نہین ہین بلکہ آسمان پر ہین تو دنیا والون کے نزدیک مُردے کا حکم رکھتے ہین اور اتقی کو یہ لازم نہین ہی کہ ہر وقت زیادہ
ہر شخص کی نسبت سے زندہ ہو یا مردہ تقوی مین زیادہ ہو اور اگر ایسا ہو تو کسیکو متقی کہنا بھی درست نہو اسواسطے کہ لڑکپن مین تقوی ہو نہین سکتا ہی
اور ہر منصب اور مرتبے کو جو شرع مین محمود ہین ان سب مین آخر عمر کا اعتبار ہی جیسے صالح ہونا یا غوث ہونا یا قطب ہونا یا ولی ہونا یا نبی ہونا اسیواسطے جو شخص
کہ اپنی عمر مین ان مرتبون کو پہونچے ہین انکو بھی انھین لقبون سے ذکر کرتے ہین اگرچہ لڑکپن مین اور جوانی مین انکو یہ مرتبہ حاصل نہوا تھا تو معلوم ہوا کہ اتقی
اُسی کو کہتے ہین جو اپنی آخر عمر مین کہ وہی عملون کے اعتبار کا وقت ہی اپنے زمانے کے لوگون سے جو زندہ ہین افضل ہو اور تقوی مین زیادہ پس اس توجیہ سے
اپنا مطلب ثابت ہوا بغیر تکلف اور تاویل کے اور جو دوزخ کی آگ سے دور رکھنے مین ابوبکر کو اتقی فرمایا ہی تو ایسے عملون کے جو اس سورت کے اُترنے کے
وقت درگاہ الہی مین مقبول ہوئے تھے یاد فرماتے ہین کہ **الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ** یعنی وہ تقوی والا اور بڑا پرہیزگار ایسا ہی کہ اپنے مال کو دیتا ہی اللہ تعالی
کی راہ مین چنانچہ بلال سے شخص کو اور سوائے اسکے دوسرے غلام اور لونڈیون کو کہ اسلام لائے تھے اور اس اسلام لانیکے سبب سے انکے مالک انکو ایذا دیتے تھے
اور طرح طرح کی تکلیفین پہونچاتے تھے ان سبکو ان کافرون سے مول لیکر آزاد کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامون مین اور ہجرت کے سفر کے سامان
مین اور مسجد نبوی کی زمین کے خرید کرنے مین اپنے مال کو خرچ کیا اور غرض اسکی اس مال کے خرچ کرنے سے یہ تھی کہ **يَتَزَكّٰى** یعنی اپنے تئین پاک کرے
اور مبہم مال کے دینے مین اس نیت سے ترقی کرتا ہی اور اسکا کمال نئے پودھے کی طرح جسے کہ پانی اور ہوا کے پہونچنے سے بڑھتا ہی روز بروز زیادہ ہوتا جاتا
ہی اسواسطے کہ زکوۃ کی لفظ مین دو معنی پائے جاتے ہین ایک طہارت اور دوسرے ترقی اور یہ دونون باتین اسکو حاصل ہین **وَمَا لِأَحَدٍ
عِنْدَهُ مِنْ نِعْمَةٍ تُجْزٰى** اور نہین ہی اسپر کسی کا احسان کہ اس مال کے دینے سے اسکا عوض اور بدلا کیا جاوے ہر چند کہ مال کا دینا
احسان اور سلوک کے بدلے مین بھی نیک ہی لیکن جو اسمین اپنا نام بھی منظور ہوتا ہی تو کمال اخلاص کے مرتبے کو نہین پہونچتا ہی اور حدیث صحیح مین جو ذکر
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ کسیکا سلوک اور احسان مجھپر ایسا نہین ہی جسکا عوض اور بدلا دنیا مین مین نے اسکے ساتھ نکیا ہو سوائے ابوبکر کے
کہ اسکے احسان اور سلوک کا عوض مین نے نہین کیا اسکا عوض اللہ تعالی اسکو قیامت کے دن عنایت فرماویگا اسی جگہ سے ثواب کا اندازہ اور مرتبے کا کمال
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بوجھا چاہیے کہ کس قدر ہی **ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ** اسپر بھی اگر کسیکو انکے مرتبے مین شک اور شبہہ
باقی رہے تو یہ سمجھے کہ ایمان کے آفتاب کا پرتو بلکہ پرچھانوا بھی اسکے دل پر نہین پڑا ہی گر نبیند بروز شپرہ چشم ۔ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ۔ علاوہ دوسری
صحیح حدیث مین آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دن پہلے اپنی وفات سے خطبہ پڑھا اور اسمین تعریف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
کی بہت ارشاد فرمائی اسمین یہ بھی فرمایا کہ کسی کا احسان مال کا اور سلوک اور حق الخدمت بدن کا اور جان کا مجھپر اس قدر نہین ہی جسقدر ابوبکر کا ہی اپنی بیٹی میرے
نکاح مین دی اور مجھسے مہر نلیا اور بلال کو اپنے خاص مال سے مول لیکر آزاد کیا اور مکے سے مدینے کو ہجرت کے سفر مین سب اسباب زاد اور راحلہ اپنے دم سے
کرکے مجھکو پہونچایا اور اپنی جان اور مال سے ہمیشہ میری غمخواری کرتا رہا سوا سب کے دروازے مسجد کی طرف سے بند کر دو سوائے ابوبکر کے دروازے
کہ اسکو کھلا رہنے دو اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کمال کا بیان اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ علام الغیوب خود انکے دل کے اخلاص پر گواہی دیتا
ہی اور اپنے کلام پاک مین فرماتا ہی کہ وہ یہ کام نہین کرتا **إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلٰى** مگر واسطے چاہنے رضامندی
اپنے پروردگار کے جو سب بڑون سے بڑا اور بزرگ ہی اور کسی طرح کی نفسانیت اس خرچ کرنے مین اسکو منظور نہین ہی بلکہ ثواب کا لالچ
اور عذاب سے دوری بھی اس دینے مین اسکا مقصود نہین ہی چنانچہ حدیث صحیح مین آیا ہی کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

غلامون اور لونڈیون کو جو اسلام لائے تھے بڑی بڑی قیمتون سے خرید کرکے آزاد کیا ابو قحافہ جو آپ کے باپ تھے اس بات پر نصیحت کرنا شروع کیا کہ اگر تمکو لونڈی غلامون کا آزاد کرنا ہی منظور تھا تو اچھے چست اور چالاک جو سب کام کے قابل ہوتے اور تمہارے ہر کام مین مدد کرتے انکو لیکر آزاد کیا ہوتا تو کچھ فایدہ بھی تھا ایسے لونڈی غلامون کو جو کسی کام کے نہین ہین مول لیکر آزاد کرنا اور پھر آزاد کرنے کے بعد انکے کھانے کپڑے کا بھی فکر ہونا اس سے کیا فائدہ ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کے جواب مین یہی کہا کہ اس کام سے مجھکو صرف اللہ تعالی کی خوشنودی منظور ہی اسکے سواے کوئی دوسری چیز منظور نہین ہی اور جامع عبد الرزاق مین صحیح طریق سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کا مال مسلمانون مین سے میرے ایسا کام نہین آیا جیسا ابو بکر کا مال میری ضرورت پر کام آیا راوی کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال کو اس طرح سے صرف کرتے تھے جیسے کوئی اپنا مال خرچ کرتا ہی اور کسی طرح کی جدائی اور فرق اپنے اور ابو بکر کے مال مین نہین جانتے تھے اور ابن ماجہ کی سنن مین مذکور ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی کے مال سے مجھکو اسقدر نفع نہین ہوا جسقدر ابو بکر کے مال سے مجھکو نفع ہوا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وہان پر حاضر تھے گریہ وزاری کرکے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین بھی آپ کا ہون اور میرا مال بھی آپ کا ہی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس قصے کو روایت کیا ہی اور بڑے کمال کے مرتبے پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ بات دلالت کرتی ہی کہ حق تعالی نے جسطرح سے اپنے پیغمبر کی دلجوئی اور خاطر داری کے واسطے والضحی کی سورت مین وعدہ فرمایا ہی کہ ولسوف یعطیک ربک فترضی اسی طرح سے اس سورت مین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واسطے وعدہ فرمایا ہی کہ **ولسوف یرضی** اور یقین ہی کہ ابو بکر راضی ہوگا حق تعالی سے یا حق تعالی جل شانہ ابو بکر سے راضی ہوگا اس واسطے کہ یرضی مین جو ضمیر ہی وہ دو احتمال رکھتی ہی ایک احتمال یہ ہی کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف پھرے دوسرا احتمال یہ ہی کہ حق تعالی کی طرف پھرے لیکن دونون صورتون مین اپنا مطلب حاصل ہی ولنعم ما قیل یعنی کیا اچھی بات کہی ہی کسی شاعر نے ع بخت اگر مدد کند دامنش آورم بکف ✦ گر بکشم زہی طرب ور بکشد زہی شرف ✦ یعنی اگر اپنے نصیب کی مدد سے معشوق کا دامن ہاتھ مین آوے پھر اگر مین اسکو کھینچون تو زہے نصیب میرے اور اگر وہ کھینچے تو زہے بزرگی اپنی اور حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہی کہ کہا ہی تھوڑے سے کہ مین اور بہت سے مہاجر اور انصار ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے پاس حاضر تھے اور لوگونکی فضیلت اور بزرگیان آپسمین بیان کر رہے تھے کہ فلانا اس رتبہ کا ہی اور فلانا اس رتبہ کا اسی گفتگو مین آوازین ہماری بلند ہوئین جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم دولتخانہ مبارک سے تشریف باہر لائے اور ہم لوگونکی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ کس شغل مین مشغول ہو ہمنے عرض کیا کہ بعضے لوگون کی بزرگیان بیان کرتے ہین تب آپنے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ اگر اس طرحکا ذکر ہی تو خبردار ابو بکر پر کسی کو بزرگ مت جانیو اسواسطے کہ وہ افضل ہی تم سب کا دنیا اور آخرت مین اور ابو درداء سے دارقطنی مین صحیح سند سے روایت آئی ہی کہ کہا ابو درداء نے ایک روز مین آگے آگے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے راستے مین جاتا تھا کہ یکایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راستے مین مل گئے اور فرمایا کہ کیا تو اس شخص کے آگے آگے چلتا ہی جو دنیا اور آخرت مین تجھسے بہتر ہی قسم ہی خدا کی کہ آفتاب طلوع اور غروب نہین کیا ہی کسی پر بعد انبیا اور مرسلین کے کہ وہ بہتر ہو ابو بکر سے اور ابن السمان کتاب الموافقہ مین حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے روایت کرتا ہی کہ وے اپنے والد بزرگوار امام باقر سے اور وے اپنے والد بزرگوار امام زین العابدین سے اور وے اپنے والد ماجد جناب سید الشہدا حضرت امام حسین سے اور وے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالی عنہم سے روایت کرتے ہین کہ آپ فرماتے تھے کہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ آفتاب طلوع اور غروب نہین کیا ہی کسی پر بعد پیغمبرون اور رسولون کے کہ بہتر ہو ابو بکر سے اور حافظ بغداد کا خطیب جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہی کہ مین ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر تھا کہ آپنے ارشاد فرمایا کہ اس وقت ایک شخص ایسا آتا ہی کہ حق تعالی نے میرے بعد اس سے بہتر کسیکو پیدا نہین کیا اور اسکی شفاعت قیامت کے دن پیغمبرونکی شفاعت کے مانند ہوگی جابر کہتے ہین کہ کچھ دیر نگذری تھی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور انکی پیشانی پر بوسہ دیا اور بغلگیر ہوکر ایک ساعت تک صحبت کی اسبات

معلوم ہوا کہ جس طرح سے رضامندی حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی شفاعت مین منحصر ہی اسیطرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ابھی خدا کی رضامندی
امت کی شفاعت مین ہی اسواسطے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رضا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا مین فانی تھی اور لیکن واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

تمہید

سُوْرَۃُ الضُّحٰی

والضحیٰ کی سورت مکی ہی اس مین گیارہ آیتین اور چالیس کلمے اور ایک سو بانوے حرف ہین اور انکو سورۂ والضحیٰ اسواسطے کہتے ہین کہ اس
سورت مین اول قسم ضحیٰ کی کھائی ہی اور ضحیٰ کے معنی دن چڑھے کا وقت اور آفتاب بلند ہونے کا وقت ہی اور اسوقت کا ہر روز بعد رات کی اندھیر
کے بعد آنا وحی بار بار آنے کی دلیل ہی اور اس سورت کے نازل ہونے سے یہی مقصود ہی کہ وحی اکثر اوقات آیا کرے اسواسطے کہ اسکے نازل ہونیکا سبب ایسا
کہتے ہین کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ مین اسلام کی دعوت شروع کی اور لوگونکو مسلمانی کی راہ پر بلانے لگے تب کافرون نے مدینے کے
یہودیون کے پاس آدمی بھیجے کہ ہم مین سے ایک شخص ایسا پیدا ہوا ہی جو نبوت اور پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہی اسکے دعوے کی سچائی آزمانے کے واسطے کچھ نشانی
بتلاؤ کہ تم اہل کتاب ہو اور پیغمبرون کی نشانیون سے خوب واقف ہو تاکہ اس نشانی سے ہم اسے امتحان کرین یہودیون نے کہا کہ تم اس سے تین چیزین پوچھو
سکندر ذوالقرنین کا احوال اور اصحاب کہف کا قصہ اور روح کی حقیقت کہ کیا ہی کافرون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر ان تین چیزون کا
سوال کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ مین ان تینون چیزونکی خبر تمکو کل دونگا اور اس وقت انشاء اللہ تعالیٰ کہنا آپکی زبان مبارک سے رہ گیا تو کئی دن تک
وحی کا آنا بند رہا بعضے کہتے ہین دس دن تک اور بعضے پندرہ دن تک اور بعضون نے اس سے بھی زیادہ کہا ہی یعنی چالیس دن تک وحی نہ آئی اس سبب سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا غم ہوا دشمن اسکی خوشی سے طعنے اور بدگوئی کرنے لگے یہانتک کہ ابولہب ہر مجلس کہتا تھا کہ ان محمدا ودعہ
ربہ وقلی یعنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکے خدا نے چھوڑ دیا اور ناخوش ہوا اور ابولہب کی جورو نے جو ایک جورو بڑی بے شرمی اور ہنسی ٹھٹھو
سے کہ عورتون کی طبیعت مین ہوتی ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور شریف مین آکر بولی کہ ما اری شیطانک الا قد ترکک یعنی تیرا شیطان جو تیرے پاس آتا تھا
تجھکو چھوڑ کر چلا گیا ایسی حسرت ناک باتون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ غم ہوا اور بی بی خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کے پاس جاکر یہ بات کہنے لگے تب یہ
سورت نازل ہوئی اور اسکے شروع مین دن رات کا آنا جانا اور عالم مین روشنی اندھیری کے ہیر پھیر ہونے کا بیان فرمایا تا اس امر کو سمجھین کہ دنیا کی چال ڈھال ایک حال پر نہین
کبھی نور روشن ساری جہان کو روشن کرتا ہی اور کبھی اندھیری رات اندھیرا کر دیتی ہی جیسا نور ہمیشہ قیام نہین کرتا ویسا اندھیرا بھی سدا نہین ٹھہرتا اندھیرے کے بعد اجالا
آتا ہی اور اجالے کے بعد اندھیرا ہو جاتا ہی اسی موجب وحی کا آنا اور اسکا بند ہونا سمجھا چاہیے اگر کئی روز اٹک جاوے تو دلتنگ نہ ہونا چاہیے کہ اسمین بھی حکمت ہی

س

ع

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالضُّحٰی قسم کھاتا ہون مین ضحیٰ کے وقت کی یعنے پہر دن چڑھے کی کہ آفتاب بلند ہونے کا اور اسکی روشنی ظاہر ہونے کا وقت ہی اس لیے کہ آفتاب
دن رات مین دو چالین چلتا ہی ایک چال چڑھنے کی کہ آدھی رات ہونے سے شروع ہوتی ہی اور دوپہر دن تک رہتی ہی اور یہ ضحیٰ کا وقت آفتاب کی اس پہلی
چال کی انتہا کا وقت ہی تو یہ وقت نزول وحی کے وقت سے کہ ربانی اور امکانی حقیقتونکے پورے ظاہر ہونے کا وقت ہی نہایت مشابہت رکھتا ہی اور یہ وقت
اور بھی خصوصیتین رکھتا ہی ایک یہ کہ روزی کی تلاش کا اور علم و ہنر حاصل کرنے کا اکثر یہی وقت ہی دوسرے یہ کہ یہ وقت فرض نماز سے خالی ہی اور نفل
عبادت کے واسطے فراغت تیسرے یہ کہ اسیوقت مین خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کیا تھا چوتھے یہ کہ اسی وقت مین فرعون کے جادوگر
موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھکر ایمان لائے تھے اور سجدہ کیا پس یہ وقت نور حق کے کمال ظاہر ہونے کا وقت ہی باطل کے اندھیرے پر کہ اسکا اثر گم ہو گیا
ہو گیا تھا پانچوین یہ کہ ضحیٰ کی نماز جسکی ادنیٰ چار رکعتین اور اعلیٰ بارہ رکعتین ہین اور اس نماز کی بہت سی فضیلتین جو حدیث شریف مین آئی ہین

اسی وقت مین مقرر ہی اور تجربہ والون نے کہا ہی کہ جو فقر و فاقے سے ڈرتا ہو تو اُسے چاہیے کہ ضحی کی نماز پڑہا کرے اور جو تو ... اندھیری سے ڈرتا ہو تو چاہیے کہ تہجد کی نماز پڑہتا رہے اور مشائخون کے اوراد مین مقرر ہی کہ ضحی کی نماز کی چار رکعتون مین لیے چار سورتین سورۂ والشمس اور سورۂ واللیل اور سورۂ والضحی اور سورۂ الم نشرح پڑہتے ہین **وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ** یعنے مین سوگند کہاتا ہون رات کی اُس وقت کہ اپنی اندھیری سے ہر چیز کو خلائق کی نظرون سے ڈہانک لیوے اور ڈہانک لینا رات کا عجیب ہوتا ہی کہ اس رات مین چاند اور مشعل اور شمع اور چراغ کی روشنی ... طلوع کی وقت ... کے زمانے کا نمونہ ہی اور ضحی کا وقت کہ نور کے کمال کا وقت ہی سو وحی کے نازل ہونے کے وقت کا نمونہ ہی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے بعد وحی منقطع ہونے سے اور اُنکے خلفاے راشدین رضی اللہ عنہم کے باقی رہنے سے گویا کہ رات آئی لیکن ایسی رات کہ اس رات مین شروع سے ... چاندنی موجود ہی اور جیسا کہ چاند آفتاب کا خلیفہ ہی کہ اسکی روشنی اپنی ذات مین سمیٹکر عالم کے روشن کرنے کو اُس آفتاب کی ... راشدین رضی اللہ عنہم نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک سے نور حاصل کرکے اپنے نور سے روشن کیا ہی اور خلافت ... رات کی اندھیری نے ہجوم کیا اور طالبان حق کے ہر گروہ اپنی مقدور بہر چراغ اور شمع اور مشعل سے مدد لیکر اپنا کام چلاتے ہین ... ہین اور اسی سبب سے کہ مجتہدون کے مذہب اور اولیاء اللہ کے طریقے اُس نور کا فیض پہونچانے مین قسم قسم اور جدا جدا ہوگئے ہین پس ضحی کا وقت گویا ... آفتاب محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر نور الٰہی کی تجلی ہونے کا وقت ہی اور رات ظلمت بشری کی مانند یعنی انسانی کثافت اور میل کی مانند ہی جو تن مین غلبہ اور ہجوم کرکے ہر چیز کو نگاہ سے چھپا دیتی ہی اور یہان ایک بحث یہ ہی کہ سورۂ واللیل مین اول رات کی قسم کہائی ہی بعد اسکے دن کی اور سورۂ ... برخلاف اُسکے فرمایا یعنے پہلے ضحی کی قسم کہائی ہی کہ روز ہی اُسکے بعد رات کی اُسکا کیا سبب ہی مفسرون نے یون فرمایا ہی کہ اللہ تعالیٰ نے رات کو ... ایک طرح کی فضیلت اور شرافت سے خصوصیت بخشی ہی کہ راحت اور آرام اور سکون اور خواب اور پردہ پوشی کا سبب ہی علی ہذا القیاس دن کو بھی ایک طرح کی بزرگی اور کرامت سے مخصوص فرمایا ہی کہ وہ معیشت کے کاروبار کی درستی کا ایک دوسرے کی ملاقات کا آمد و رفت کی آسانی کا اور دوسرے بہت سے کامونکا باعث ہی اس لیے قسم کہانے مین کبہی رات کو دن پر اور کبہی دن کو رات پر مقدم کیا ہی تاکہ مقدم ہونے کی بزرگی سے دونون بہرہ مند ہووین اور یہان سے معلوم ہوا کہ جو اسد طوسی نے دن رات کے مناظرے اور جہگڑے کی بیتون مین کہا ہی کہ اللہ تعالیٰ نے قسم مین رات سے دن کو پہلے ذکر کیا ہی سو یہ اسکا کہنا سورۂ واللیل سے غافل رہنے کے سبب سے ہی اسواسطے کہ سورۂ واللیل کی شروع مین رات کی قسم ہی اور اسد طوسی کی وہ ساری بیتین جو فارسی بولی مین ہین سو یے ہین **نظم** بشنو از مبحث گفتار شب و روز بہم ٭ سرگذشتیکہ ز دل دور کند شدت غم ٭ ہر دو را خاست جدل از سبب ہستی فضل ٭ در میان رفت فراوان سخن از مدحت و ذم ٭ گفت شب فضل من از روز فزون آمد ازانکہ ٭ روز را کرد ز شب بار خدا نقش قدم ٭ نزد یزدان ز پرستیدن روز عابد ٭ ساجد و عابد شب است فزون قدر و قیم ٭ قوم را سوی مناجات بشب برد کلیم ٭ ہم بشب گشت جدا لوط از بیداد و ستم ٭ قمر چرخ بشب کرد محمد بد و نیم ٭ سوی معراج بشب رفت ہم از بیت حرم ٭ ہست در روز سہ اوقات کہ منع ست نماز ٭ روز نماز ہمہ شب فرض و نہی بود و امم ٭ آسمان باز تو بود ہچو یکی فرش کبود ٭ وز من آراستہ بر شکل یکے باغ ارم ٭ ہر مہ و سال عرب اعداد از ماہ من ست ٭ نیز بر ماہ من ست از بر حج و ماہ قدم ٭ روز کہ این قصہ شنید و شدہ آشفتہ و گفت ٭ خامشی کن چہ درآئی بسخن پس محکم ٭ روز را عیب طبعت چہ کنی کاین در عرش ٭ روز را پیش تو کردستایش بقسم ٭ روز در علو رکبا از بر و رست ٭ حج برو رست ہم از بیت حرم ٭ روز خواہ کہ بود خاستن خلق بحشر ٭ روز بنیز وجود ہمہ مردم ز عدم ٭ ہر دو آفاق زمن خوب نماید ز تو زشت ٭ ہدیۂ خلق زمن نور فزاید ز تو نم ٭ مرد مالگوی سلام و ترا گوید کفر ٭ ہم مرا جامۂ شادی و ترا جامۂ غم ٭ سپہ و خیل نجوم تو چہ باشند کہ پاک ٭ بگریزند چو خورشید من افراخت علم ٭ گر ز ماہ تو شناسند مہ و سال عرب ٭ ز آفتاب من دانند مہ و سال عجم ٭ ماہ تو از ضو خورشید من افزاید نور ٭ از پی خدمت خورشید کند پشت بخم ٭ از فریضہ ستہ نماز ست بروز و دو بشب ٭ زان نماز تو کم آمد کہ من ہستی کم ٭ اب آئے ہم اسبات پر کہ کس واسطے سورۂ واللیل کو رات کی قسم سے مقدم لانے سے خاص کیا اور سورۂ والضحی کو کس سبب اس ڈہب سے یعنے ضحی کی قسم اول مین لانے سے مخصوص فرمایا اُس مین یہ بہید ہی کہ واللیل

اس سورت حضرت ابوبکر [illegible] رضی اللہ عنہ کی شان میں ہی اور انکو نور اسلام سے اول کفر کی تاریکی لاحق تھی اور یہ والضحی کی سورت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہی [illegible] انکو ابتدا سے عصمت کا نور حاصل تھا اس لیے والضحی کی سورت کو روز کے ذکر سے شروع کیا کہ نور ایمان کی مانند ہی اور اس جگہ ایک لطیفہ اور ہی [illegible] شروع میں رات کو ذکر کریں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناسب ہی پھر اس سے اوپر چڑھیں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملیں [illegible] کہ رات کے بعد دن آتا ہی اور اگر روز کو شروع میں ذکر کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہی بعد ازان اتریں بلا فاصلہ ابوبکر صدیق [illegible] جا ملیں کہ رات کی مانند ہیں کیونکہ روز کے پیچھے بلا فاصلہ رات آتی ہی اور اس لطیفے سے ان دونوں بزرگواروں کی رفاقت ایک [illegible] طرح سے معلوم ہوتی ہی چنانچہ اس رفاقت کا اثر غار کے قصے سے اور ایک جگہ مدفون ہونے سے اور دوسری صحبتوں سے ظاہر ہی [illegible] علاوہ اس سورت کے شروع میں دن اور رات کی قسم آئی ہی سو گویا اسمین یہ اشارہ ہی کہ ہم کبھی دن کی ساعتیں گھٹاتے ہیں اور رات کی ساعتیں بڑھاتے ہیں اور کبھی اسکے برعکس یعنی دن کی گھڑیاں زیادہ کرتے ہیں اور رات کی گھڑیاں کم کرتے ہیں اور یہ گھٹانا بڑھانا کم زیادہ کرنا کچھ محبت اور عداوت کی راہ سے نہیں ہی بلکہ حکمت سے ہوتا ہی اسیطرح رسالت اور وحی نازل ہونے کے مقدمے کو سمجھا چاہیے کہ کبھی حبس ہی یعنی بند اور کبھی فیضان یعنی جاری اور یہاں ایک لطیفہ یہ ہی کہ جب کافروں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پر بہتان کیا کہ تجھکو تیرے پروردگار نے چھوڑ دیا اور رخصت کیا اور مدعی ہوئے تب مدعی پر شاہد لانا اور منکر پر قسم کھانا ضرور پڑا تو پہلے انکو کہا کہ تم اس دعوے کے شاہد لاؤ جب شاہد لانے سے عاجز ہوئے تب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قسم کھانا لازم ہوا تو دن اور رات کی قسم کھا کر انھوں کے مدعا کا انکار کیا اور اس قسم میں اشارہ ہی کہ دن رات بھی بڑھنے اور گھٹنے سے نہیں بچتے تجھکو کہاں سے طمع رکھنی چاہیے جو خلق کی زبان سے بچے اور یہ بھی ہی کہ رات تنہائی اور وحشت کا وقت ہی اور دن ملنے جلنے اور کام دھندے کا وقت ہی پس گویا ایسا فرمایا کہ خوش رہو کہ وحی بند ہونے کی وحشت کے بعد تجھے فرشتوں کے ساتھ مل بیٹھنا میسر ہوگا اور یہ بھی ہی کہ دن عیش و عشرت کا وقت ہی اور رات کلفت اور وحشت کا وقت اور دن سے ضحی کا وقت پسند کیا اور اسکی قسم کھائی اور رات کی قسم کھانے میں ساری رات لایا اسمین اس بات کا اشارہ کر دیا کہ غم اسکی خوشی سے بہت زیادہ ہیں اور بعضے مفسرین نے یون کہا ہی کہ ضحی کسے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن ہی اور لیل سے مراد معراج کی رات اور بعضے کہتے ہیں کہ ضحی سے مراد رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا چہرہ مبارک ہی اور لیل سے مراد آنسرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کہ سیاہی میں اسکی مانند ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ ضحی سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن اور لیل سے مراد آنسرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت میں مشغول ہونے کی رات اور بعضے کہتے ہیں ضحی سے مراد اس علم کا نور ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا اور اسکے سبب سے عالم غیب کے اسرار روشن اور منکشف ہوئے اور لیل سے مراد عفو اور بخشش کا خلق ہی جس سے امت کے عیبوں کو ڈھانک لیا اور بعضے کہتے ہیں کہ ضحی سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری احوال ہی جو خلق اللہ اس سے آگاہ ہوئی اور لیل سے مراد انکا باطنی احوال کہ حق تعالی کے سوا کسی کو اسکی خبر نہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ ضحی سے مراد اسلام کا اقبال ہی اور لیل سے مراد اسلام کے غریب اور سست ہونیکا زمانہ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہی ان الاسلام سیعود غریبا یعنی تحقیق اسلام نزدیک ہی کہ غریب اور سست ہو جائیگا اور بعضے کہتے ہیں کہ ضحی سے مراد زندگانی کا وقت ہی اور لیل سے مراد قبر میں جانے کا وقت اور یہ سب باتیں ہو سکتی ہیں **مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى** یعنے تیرے پروردگار نے تجھکو جدا نکیا اور نا خوش ہوا یعنی وحی بند ہونیکی مدت جو دراز ہوئی سو اسواسطے نہیں کہ اللہ تعالی کی تربیت کرنے میں کچھ قصور ہی یا تمہارے کمال کی صفت میں کچھ نقصان اور فتور بلکہ کسی حکمت کے واسطے ہی اور عنقریب پھر وحی کا آنا ہوگا جیسے دن جلدی سے رات کے بعد پھر آتا ہی اگر بعضے اوقات بشریت کے اندھیرے آجاتے ہیں اسکے باعث وحی کا بند ہونا نمود ہو تو کچھ اندیشہ نکر نور حق کا غالب ہوویگا اور ظلمت بشریت کو بالکل مٹا دیگا اور وصال بے فراق حاصل ہوویگا چنانچہ فرماتے ہیں **وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى** اور بیشک پچھلی ہر حالت بہتر ہے تیرے واسطے اگلی حالت سے یہاں تک کہ تیری بشریت اصلا نرہیگی اور نور حق کا غلبہ ہمیشہ تجھپر رہا کریگا اور اگر آخرت کو بعد الموت کے احوال پر خیال کریں تو بھی بجا ہی آخرت کے

[illegible]

ح

دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سرداری کا مرتبہ اور انکی طرف سارے عالم کا رجوع لانا اور انکی مبارک ذات کے وسیلے سے بخشش اور فیض
الٰہی کا جاری ہونا نہایت زور شور اور اوج موج مین ہوگا یہانتک کہ قیامت کے دن سب اگلے پچھلے لوگ انکی شفاعت کے
محتاج ہونگے اور انکے جھنڈے کے تلے چھانون مین آرام پاوینگے اور انکے حوض کوثر کے پانی سے سیراب ہونگے اور مراتب اور مکانات بانٹنے
انھین سے ہوگا یعنی جسکو جس لائق دیکھینگے ویسے اسکو مرتبے اور منزلین تقسیم کر دینگے اور ربّک کے لفظ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی
تسلی ہی یعنی کہان ہو سکتا ہی کہ جس خاوند نے تمکو اس مرتبے سے پرورش کیا ہو اور اپنی طرح بطرح کی تربیتین تمھارے حق مین عنایت فرمائی ہون
اس حد تک کہ اپنے نور کی تجلی بے واسطہ اور بے وسیلہ کسی مرشد اور پیغمبر کے تمھاری مبارک روح پر نازل کی ہو وہ تمکو چھوڑے اور جدا کرے یہ بات
مجازی خاوندون سے بھی بعید ہی چنانچہ مشہور ہی کہ اپنے نوازے اور سرفراز کیے ہوئے کو گرایا نچاہیے تو اس حقیقی خاوند کی کیا بات جو ہر چیز کے پیدا
ہونے کے پیشتر اسکے حوصلے اور اسکے عمل سمجھ بوجھکر ہر ایکو کسی مرتبے اور منصب سے ممتاز اور مخصوص کرتا ہی اور بیشک کیا خوب کہا ہوا ہے

رباعی چون بعلم ازل مرا دیدی * دیدی انگہ بعیب بگزیدی * من بعیب آن وتو بعلم ہمان * ردمکن انچہ خود پسندیدی * ترجمہ جس طرح کہ تو نے
مجھے علم ازل سے دیکھا * دیکھا اور عیب کے ساتھ اسوقت برگزیدہ کیا * مین ہون وہ عیب اور علم سے ہی تو بھی وہی * ردنکر تو نے جو کچھ آپ پسند کیا *
یہان سمجھا چاہیے کہ جب کوئی صاحب مہربان قدردان اپنے نوکرون سے ایک نوکر کو کسی خدمت پر مامور اور مقرر کرتا ہی اور وہ نوکر بڑی کوشش
اور بکمال استقلال سے اس خدمت مین مشغول رہتا ہی تب حاسد بہتانی اور ضیبتی اس نوکر کی دل شکنی کے درپے ہوکر جھوٹھی باتین اصل
مشہور کرتے ہین کہ فلانا اپنے خاوند کی نظر سے گرا اور اس خدمت سے کہ مشغول تھا معزول ہوا تو ایسے وقت اس خاوند کو نہایت الطاف اور اشفاق
کا رستے اس نوکر کی دلداری کرنا اور تسلی دینا لازم ہوتا ہی اور ان جھوٹھی باتون کے سننے سے جو اسکے دلپر گرانی اور آزردگی کا اثر ہو پہنچا ہی سو دفع
کرنے کے واسطے خلعت اور انعام اور اسکے منصب کی ترقی کا وعدہ دینے سے اسکو ممتاز اور مخصوص کرتا ہی سو اسی نوع کا یہ کلام ہی **وَلَسَوْفَ
يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ** یعنے اور بیشک دیویگا تجھکو پروردگار تیرا اسقدر کہ تو راضی ہوگا اور اس سے تیرے استعداد
اور حوصلے کا جام بھر پور ہو جاویگا اور کچھ آرزو اور خواہش باقی نرہیگی اور یہ وعدہ نہایت وسعت اور فراخی رکھتا ہی خصوصًا وہ مخاطب یعنی وہ
پیغمبر جنکو یہ وعدہ دیا ہی ایسے پیغمبر عالی شان ہین انکے حوصلے اور استعداد پر نظر کرکے دیکھا چاہیے کہ کسقدر اور کیا کیا الٰہی بخششین اور عنایتین انکو
دی جاوینگی تا محظوظ اور خوشنود ہووین اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اسوقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
اصحابون سے بولے کہ مین ہرگز راضی نہین ہونے کا جب تک کہ اپنی امت سے ایک ایک آدمی کو بہشت مین داخل نکرونگا اور اس جناب رسالتمآب
کے حق مین انکی روح مبارک پیدا ہونے کی ابتدا سے بہشت مین داخل ہونے تک جو جو الٰہی بخششین اور عنایتین عطا ہوئی ہین اور ہوتی ہین اور
ہووینگی سو قیاس کے احاطے سے اور بیان کرنے کی حد سے باہر ہین انمین سے کچھ مجمل اور خلاصہ بیان کرنے مین آتا ہی سمجھا چاہیے کہ جب کوئی کسی
اپنے وسیلے رکھنے والون سے اپنا پیارا اور محبوب کرتا ہی تو اسکو بہت چیزون سے پوشاک مین سواری مین بیٹھنے کی جگہہ مین رہنے اور احوالون مین
ممتاز فرماتا ہی تا اسکا پیارا پنا اور محبوبیت خاص و عام کی نظر مین جلوہ گر ہو جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خصوصیتین جناب قدس الٰہی
سے حاصل ہوئی ہین سو دو قسم کی ہین پہلی قسم وہ ہی جسمین اور پیغمبر بھی شریک ہین لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نعمت سب سے آگے اور ان
سب سے زیادہ دی ہی اور اس سبب سے انکو ان سب سے ممتاز فرمایا ہی اور دوسری قسم وہ ہی جو انھین کو مخصوص ہی اور خاصہ انھی کا ہی دوسرے
کسیکو اسمین شراکت اور بہرہ نہین اور بیان مختصر کرنے کے سبب ان دونون قسمون سے باہم ملا کے کچھ تھوڑا سا بیان کرتا ہون تا کہ اس آیت
کے معنی بہت اچھی طرح سے سننے والون کے ذہن مین گذرین اور دلنشین ہووین ان خصوصیتون سے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی ذات مبارک مین تھین ایک یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیٹھ کے پیچھے ایسا دیکھتے تھے جیسے روبرو اور رات کے وقت اور اندھیرے مین

ایسا دیکھتے تھے جیسا انکو اور روشنی مین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہہ مبارک کا لعاب کھاری پانی کو میٹھا کرتا تھا اور شیرخوار بچونکو اپنے
منہہ کے لعاب سے ایک قطرہ نکالتے تھے تو وہ بچے سارا دن پیٹ بھرے رہتے تھے دن بھر دودھ طلب نہ کرتے تھے چنانچہ عاشورے کے دن
اہلبیت کے بچون سے تجربہ ہوا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین سفید رنگ اجلی شفاف تھین کہ ان مین اصلا بال کا نام نہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی آواز اتنی دور جاتی تھی جو اورون کی آواز اسکے دسوین حصے تک نجاتی تھی اور آپ کی آواز اتنی دور سے سنتے تھے جو اورون کی آواز
اس جگہے سے سن نہ سکتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھین سوجاتی تھین اور دل جاگتا رہتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
ساری عمر مین جمہائی نہ آئی اور کبھی احتلام نہوا اور انکے بدن مبارک کا پسینا مشک سے بہت خوشبودار تھا یہان تک کہ اگر کسی رستے سے تشریف
لے جاتے تو لوگ انکے پسینے کی خوشبو کے سبب سے جو اس ہوا مین پھیل رہتی تھی معلوم کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس رستے سے تشریف
لے گئے ہین اور کسی آدمی نے انکے جھاڑے کو زمین پر نہ دیکھا زمین پھٹکر نگل لیتی تھی اور اس جگہہ سے مشک کی خوشبو نکلتی تھی اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم تولد کے وقت ختنہ کیے ہوئے ناف کٹے ہوئے اور پاک صاف کہ اصلا انکے بدن مبارک پر پلیدی کا اثر نہ تھا پیدا ہوئے اور زمین پر سجدہ
کرتے ہوئے اور اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے آئے اور انکے تولد کے وقت ایک نور چمکا اور ایسی روشنی ہوئی جو انکی ماکو اس روشنی
کے سبب سے شام کے شہر نظر آئے اور فرشتے انکا جھولا جھولاتے تھے اور چاند انکے ساتھ بچپن کے وقت جھولے مین باتین کرتا تھا اور جب اسکو اشارہ کرتے
تو انکی طرف جھکتا تھا اور بارہا جھولے مین جھولتے کلام کیا ہی اور بادل ابر ہمیشہ دھوپ کے وقت سایہ کرتا تھا اور اگر جھاڑ کے تلے آتے جھاڑ کا سایہ انکی طرف متوجہ
ہوتا تھا اور انکا سایہ زمین پر گرتا نہ تھا اور انکی پوشاک پر کبھی مکھی نہ بیٹھتی تھی اور اگر آپ کسی جانور پر سوار ہوتے تو وہ جانور آپ کی سواری کی مدت تک لید اور پیشاب
نکرتا تھا اور عالم ارواح مین جو اول پیدا ہوا سو آپ تھے اور پہلے جسنے الست بربکم کے جواب مین بلی کہا سو بھی آپ تھے اور معراج اور براق کی
سواری بھی مخصوص آپکو تھی اور آسمان پر جانا اور قاب قوسین تک پہونچنا اور دیدار الٰہی سے مشرف ہونا اور فرشتونکو انکی فوج اور سپاہ بنانا کہ لشکر کی
طرح انکی ہمراہ ہوکر لڑے یہ بھی خاصہ انھین کا ہی اور چاند کا دو ٹکڑے کرنا اور دوسرے عجائب معجزے بھی انھین کے ساتھ مخصوص ہین اور قیامت کے دن
جتنا کچھہ انکو ملیگا اتنا کسی اور کو نہ ملیگا اور جو پہلے قبر سے اٹھے گا سو آپ ہونگے اور جو پہلے بیہوشی سے ہوشیار ہوگا سو بھی آپ ہونگے اور انھین کو حشر مین
براق پر لاوینگے اور ستر ہزار فرشتے انکے گرد ہونگے اور انھین کو عرش عظیم کے داہنی طرف کرسی پر بٹھاوینگے اور مقام محمود سے مشرف کرینگے اور لواء الحمد یعنی
الحمد کا جھنڈا انکے ہاتھہ دیوینگے کہ حضرت آدم اور انکی تمام اولاد اسی جھنڈے کے تلے ہونگے اور سارے انبیا اپنی امتون سمیت انہی کے پیچھے چلینگے
اور پروردگار کا دیدار دیکھنا پہلے انہی سے شروع ہوگا اور انھین کو شفاعت عظمی سے مخصوص کرینگے اور پل صراط پر جو پہلے گذر کریگا سو آپ ہی ہونگے
اور محشر کے سارے خلائق کو حکم ہوگا کہ اپنی آنکھین بند کرو تا انکی بیٹی حضرت بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا پل صراط پر تشریف لیجاوین اور پہلے جو بہشت کا دروازہ
کھولیگا سو آپ ہونگے اور انھین کو قیامت کے وسیلے کے مرتبے سے مشرف کرینگے اور وہ وسیلہ ایک ایسا نہایت بلند مرتبہ ہی جو مخلوقات سے کسیکو میسر
نہوا اور اسکی حقیقت یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن جناب الٰہی سے قرب و منزلت مین ایسے ہونگے جیسا وزیر بادشاہ سے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سب شریعتون مین جن چیزون سے مخصوص ہین سو بہت ہین انکی گنتی طول طویل ہی ان مین سے ایک یہ ہی کہ انکو کافرونکی غنیمت کا مال حلال
کیا اور انکے واسطے زمین کو مسجد بنادی یعنی جس جگہہ چاہین نماز پڑھین اور انکے واسطے زمین کی مٹی کو پاک اور پاک کرنیوالی کیا اور پانچ وقتونکی نماز اور وضو
اس طریق سے اور اذان اور اقامت اور سورۂ الحمد اور آمین اور جمعہ کا روزہ اور قبولیت کی ساعت جو جمعہ کے روز مین ہی اور رمضان شریف اور شب قدر کی برکتین
کہ یہ سب انہی کے واسطے مخصوص ہین اور ایسے خصوصیتین دریافت کرنیکو ظاہر نظر پہونچتی ہی اور آپ کی وے خصوصیتین جو باطنی مراتب سے بھی
بموجب ہین اور وہ انوار اور وہ تجلیات جو روز بروز بڑھتے اور زیادہ ہوتے چلتے ہین اور وہ احوالات اور مقامات جو انکے امتیون کو انکی پیروی اور تابعداری
کرنے کے طفیل سے حاصل ہوئے اور ہوتے ہین اور قیامت تک حاصل ہونگے اور وہ علوم اور عرفان جو انکو عطا ہوتے ہین سو بے انتہا ہین

فائدہ

اور اس ولسوف کی آیت مین ان سب چیزون کا اشارہ ہی یعنی یہ سب تمھین ملینگے اسواسطے عطا کو خاص نہ کیا یعنی یہ کچھہ اور اتنا کچھہ نہ فرمایا
اور جس وقت کسی کو کچھہ نعمت زمان مستقبل مین دینے کا وعدہ کرتے ہین تو جو نعمت زمان ماضی مین دی ہوئی تھی اس نعمت کے شاہدون اور
علامتون سے اپنے اُس وعدے کو محکم اور مضبوط کرتے ہین تا پچھلے وعدے کو اگلے وعدے پر قیاس کرے اور امید اُسکی قوی ہو جاوے اسیواسطے ہی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وعدے کے بعد اُن اگلی خدمت کے اور بدون درخواست کرنیکے ملی تھین اور کبھی کسیکے خیال مین نہین آتا کہ وہ نعمتین
کسی خدمت اور ثواب کی عوض مین ملی ہین چنانچہ فرماتے ہین **اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی** کیا نہین پایا تجھکو یتیم پھر جگہہ دی
اس نعمت کا بیان یہ ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ماں کے پیٹ مین تھے آپ کے والد عبد اللہ نے وفات پائی اور جب تولد ہوئے اور قریب
چھہ برس کے تھے کہ آپ کی والدہ نے انتقال کیا پھر اُسکے دو برس کے بعد آپ کے دادا عبد المطلب نے بھی رحلت کی اور آپ کو تین طرحکی یتیمی باپ ماں اور دادا
کے گذر جانے سے حاصل ہوئی اور اس طور کی حالت مین اندیشہ وہ تھا کہ لڑکا ضائع ہو جاوے اور بخوبی پرورش نپاوے اللہ تعالی نے ابتدا سے آپ کے
پرورش ہونے کی صورت اس طرح پر ظاہر فرمائی کہ والد کے انتقال کے بعد انکے ماں کے اور دادا عبد المطلب کے دل مین آنحضرت کی محبت ایسی بڑھائی
کہ اشفاق پدری کے قائم مقام ہوئی اور دن اور رات آنحضرت کی محبوبی اور دلبری کے کرشمے اُنکی ماں اور دادا کو دکھلاتا تھا تا عاشق ہو کر عاشقون کی
طور پر اُنکے پالنے اور سنبھالنے مین بڑی کوشش کرتے تھے اور اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے پھر جب عبد المطلب کی وفات کا وقت آیا تب
انھون نے آنحضرت کو اپنے بیٹے ابو طالب کو جو آپ کے حقیقی چچا تھے سپرد کیا اور نہایت تاکید سے آپ کی خدمت اور خبر گیری کی ترغیب دی ابو طالب
انکی تاکید اور وصیت کے موافق حضرت کی خبرداری اور خدمت گذاری مین نہایت سرگرم رہتے تھے اور اس بیچ مین باطنی تربیت اور تعلیم الٰہی
مخفی نیک اخلاق اور پسندیدہ آداب پر لانے مین اپنا کام کرتی تھی یعنی اُنکی چال چلن اور سارے گُن سبکو من بھانے لگتے تھے یہان تک کہ حد بلوغ
کو پہونچے اور بالغ ہوئے اور کمالات کی خوبیان جمع کر کے اپنی قوم کے عزت بخش اور فخر خاندان ہوئے **وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی**
اور پایا تجھکو راہ بھولا ہوا پھر راہ بتائی تجھے اس ہدایت اور ضلال کا بیان وہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالغ ہونیکے بعد کمال عقل اور دانائی
کے سبب سے اس قدر معلوم ہوا کہ بتون کی پوجا اور کفر و جاہلیت کی رسمین سب بے اصل اور بیچ ہین تو حق دین کے کھوج اور تلاش کے درپے ہوئے اور بڑے
بوڑھون کی زبان سے سنا کہ ہمارا اصل دین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال بندھا اور یہ تدبیر سوجھی کہ حضرت ابراہیم
علیہ السلام کے خدا کی طرف پورا رجوع ہو جاؤن اور اسکی عبادت بندگی کرون لیکن جب دین ابراہیمی کسیکو یاد رہا تھا اور نہ کسی کتاب مین لکھا ہوا اور نہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کتاب پڑھ سکتے تھے بالضرور اس دین کے احکام کی کھوج اور تلاش کرنے مین بیقرار ہو کر تسبیح تہلیل تکبیر اعتکاف جنابت کا غسل
حج کے مناسک ادا کرنے اور خلوت اور گوشہ نشینی سے اور اسی نوع کے اور دوسرے امورات جسقدر معلوم ہوا اُسقدر مشغول رہتے تھے اسوقت تک کہ اللہ تعالی نے
اپنی وحی سے انکو پاک دین کے اصول پر مطلع فرمایا اور آگاہ کیا اور اس پاک دین کے فروع بھی بہت اچھی طرح سے انکے لیے معین و مقرر فرمائے اسدم وہ انکی
بیقراری جو حق دین نہ پانے کے سبب سے تھی جاتی رہی گویا اپنی کھوئی ہوئی چیز پائی اور جس راہ سے چلا چاہتے تھے اور وہ راہ سوجھہ پڑتی نہ تھی سو راہ انکو
دکھلائی اس باعث اس راہ کے نہ پانے کی بیقراری کو راہ بھولنے سے نسبت دی یعنی ضَآلًّا فرمایا اور تفسیر والے جنھون نے یہ بات جیسی چاہیے ویسی پوری نہ سمجھی
سو اس بھول کی تفسیر مین بہت دور جا پڑے ہین بعضے کہتے ہین ضلال سے مراد ظاہر کی راہ بھولنی ہی جو لڑکپن کی حالت مین مکے کے پہاڑون کے بعضے دَرون مین
گھر کی راہ بھول کر حیران بھٹکنے پھرتے تھے کہ ابو جہل اونٹنی پر سوار اچانک ادھر جا نکلا اور آپ کو اٹھا لے اونٹنی پر سوار کر عبد المطلب کے پاس لے آیا اور کہنے لگا تم نہین
جانتے اس تیرے بیٹے سے ہمکو کیا کچھہ ہو پہونچیگا عبد المطلب نے پوچھا کیون ابو جہل بولا کہ مین نے اس لڑکے کو فلانے درے مین رستا بھولا ہوا بھٹکتا پایا سو اسکو اٹھا کر پہلے
اپنی پیٹھہ کے پیچھے سوار کر لیا تو اونٹنی ہرگز نہ چلی بیٹھہ بیٹھہ جاتی تھی جب اسکو مین نے اپنے آگے بٹھلایا تب اونٹنی اُٹھکر چلنے لگی اس قصے مین حضرت موسی علیہ السلام
کے قصے سے وہ مشابہت ہی کہ جیسا اللہ تعالی نے موسی علیہ السلام کو انکے دشمن کے ہاتھہ سے جو فرعون تھا پرورش کروایا ویسا آنحضرت

فائدہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو انکے دشمن کے ہاتھ سے جو ابوجہل تھا انکے دادا عبدالمطلب کے پاس پہونچایا اور بعضے کہتے ہین کہ بی بی حلیمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
دائی آپ کو اپنے گھر سے عبدالمطلب کے یہان پہونچانے کو لائین اور مکہ معظمہ کے دروازے پر آپ کو گنوایا تو بیقرار ہوکر ہبل کے پاس گئین کہ وہ ایک
بڑا بت تھا اور وہان جاکر بلند آواز سے رونے لگین جو ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لیا وہین سارے بت اوندھے منھ گر پڑے
اور بتون کے اندر سے ایک آواز نکلی کہ ہی ہی یہ کیا نام لیتی ہی کہ اُسی لڑکے کے ہاتھ مین ہماری ہلاکی اور خرابی ہی اُس عرصے مین جبریل علیہ السلام
نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکے انکے دادا عبدالمطلب کے پاس پہونچادیا آپ کی دائی بی حلیمہ بت خانے سے نکلے اُس فکر
اس ارادے سے نکلی کہ عبدالمطلب کو آپ کے گم ہوجانے کی خبر دون تا آپ کو ڈھونڈھین وہان گئین تو کیا دیکھتی ہین کہ آپ عبدالمطلب کے پاس ہین یہ دیکھکر
بہت اچنبھے مین پڑین اور دنگ ہوگئین پس اس ووجدك ضالا فهدى کی آیت مین اس قصے کی طرف اشارہ ہی اور بعضے کہتے ہین کہ ضلال
سے مراد ہجرت کی رخ کا بھولنا ہی کہ کس طرف جانا چاہیے یا تو قبلے کا گم کرنا یا تو جبریل علیہ السلام کا پہلے پہل نہ پہچانتا یا تو دنیا کے کاروبار کی راہ بھولنا
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبادتین نہایت مشغول ہونے کے سبب سے دنیا کے کام کاج اور لین دین کے دستور سے خبردار نہ تھے اور سروکار نرکھتے تھے
یا تو آسمانی رستون کا گم کرنا کہ وہ رستے معراج کی رات معلوم ہوئے اور بعضے کہتے ہین کہ ضلال اس جگہہ مل جانے کے معنے مین ہی چنانچہ عرب کہتے ہین ضل
الماء فی اللبن یعنی مل گیا پانی دودھ مین ایسا کہ فرق تمیز نہین کرسکتے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے آگے کافرون مین رلے ملے تھے کوئی آپ کو
ممتاز کرکے پہچانتا تھا اور بعضون نے کہا ہی کہ ضلال کے معنی محبت اور عشق کا مرتبہ ہی چنانچہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹون نے اپنے باپ کی کمال عاشقی
اور محبت کو جو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھہ رکھتے تھے اس لفظ سے کہا ہی کہ انك لفي ضلالك القديم اسکے یہ معنی کہ بیشک تو اپنے قدیم
ضلال مین یعنی تو اُسی اپنے اگلے عشق اور محبت مین ہی اور ہدایت سے مراد وہ ہی کہ ہمنے تجھے اپنے محبوب مطلوب سے ملنے کی راہ بتلادی الغرض
تفسیر والون کی باتین اسی طرز کی ہین یہان اسقدر سمجھا چاہیے کہ تمام انبیا علیہم السلام پیغمبری پانے کے آگے بھی اور پیغمبری پانے کے بعد بھی اصلی
اور طبعی کفر اور گمراہی سے پاک اور معصوم اور محفوظ ہین بلکہ جان بوجھکر گناہ کرنے سے بھی پاک ہین چنانچہ حدیث شریف مین ہی کہ مین نے کبھی کوئی کام اُن
کامون مین سے جو جاہلیت والے کرتے تھے نہ چاہا کہ مین بھی کرون مگر دو وقت اور ان دونون وقت مین لطف الٰہی نے مجھے وہ کام کرنے ندیا اور اللہ تعالی نے
کا تھامنا اور نگاہ رکھنا میرے اور اُس کام کے بیچ مین حائل اور مانع ہوا اور وہ دو کام یہ تھے کہ ایکدن قریش کے ایک نوجوان کو جو مکے شہر کے باہر میرے
ساتھہ بکریان اور بھیڑیان چراتا تھا مین نے کہا میری بکریون اور بھیڑیون کی خبرداری کرتا کہ مین مکے شہر مین جاکر جو کچھ ایک نوجوان گھر وہان بیٹھے
کہانیان کہتے ہین سو سنون جب اس عزم سے مکے شہر مین داخل ہوا تو پہلے ہی گھر مین جو میرے سرراہ تھا گانے بجانے کی آواز سنی اور پوچھا کہ یہان
کیا ہی بولے کہ فلانے شخص کی فلانی عورت سے آج شادی ہوتی ہی یہ سنکر مین گیا اور چاہا کہ بیٹھکر تماشا دیکھون بیٹھتے ہی اللہ تعالی نے مجھپر نیند ایسی
غالب کردی کہ دن نکلے تک نہ جاگا جب آنکھہ کھلی تو دیکھا کہ وہ مجلس برخاست ہوگئی اسیطرح پھر بھی دوسرے مرتبہ قصد کیا تو پھر بھی میرے اور ناچ
گانے کھیل تماشے اور قصے سننے کے درمیان نیند حائل ہوئی اور خدا تعالی کے تھامنے اور نگاہ رکھنے کے سبب سے مین بچ رہا پھر اُس دن سے
کبھی میرے خیال مین نہ گذرا یہان تک کہ مجھے اللہ تعالی نے اپنی رسالت اور پیغمبری سے سرفراز فرمایا اور اس پاکی پرہیزگاری کو دو چندان کیا لیکن
شریعتون کے احکام نجاننے اور انکی سمجھہ نہ پڑنیکی بیقراری پیغمبرون کو بھی پیغمبری پانے کے آگے ہوتی ہی اور حق دین کے تلاش مین رہتے ہین اور
لفظ ضلال کے معنے کے لیے اسیقدر بس ہی جیسا اوپر بیان کرنے مین آیا ووجدك عائلا فاغنى اور تجھکو پایا عیال
دار بے مایہ پھر غنی اور بے پروا کیا تجھے یہ وہ نعمت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے انکے دادا عبدالمطلب کے مال سے مستغنی کیا کہ انکو
اپنے سب بیٹون سے بہتر اور عزیز جان کر پرورش کرتے تھے انکے بعد ابوطالب کے مال سے کہ چچا تھے بنا دیا کہ وہ بھی انکو اپنے والد
عبدالمطلب کی وصیت کے بموجب اپنے فرزندون پر مقدم کر سبھون سے زیادہ چاہتے تھے تیسرے جب آپ پچیس برس کے ہوئے

ح

ف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی دنیا کا گانا بجانا اور [illegible] نہیں سنا [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] فضل [illegible]

تب حضرت بی بی خدیجہ کبری رضی اللہ عنہا کو کہ نہایت مالدار تھین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح مین آئین اس قدر آنکی محبت اور خدمت پر لبھایا کہ اپنا سارا مال نقد اور جنس انکے آگے لا رکھا اور قریشیون کے رئیسون کو بلا کر شاہد کیا کہ اب یہ سب مال اس شخص کا ہی چاہے لٹا دیوے چاہے رکھ لیوے جب بی بی خدیجہ کبری رضی اللہ عنہا خلد برین کو سدھارین تب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے مال سے فارغ البال کیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دل مین اس قدر آنسرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی اور دلبری کی محبت آپڑی کہ اپنی پونجی کے چالیس ہزار درم انکے کاربار مین خرچ کر بیٹھے پھر بعد ہجرت کے مدینے کے رہنے والے انصار کے مال سے غنی کیا اس پیچھے کفار نابکار کی فتوح غنیمتون کے مال سے نہال کر دیا اگرچہ انمین سے بعضے معاملے اس سورت کے نازل ہونیکے بعد ظہور مین آئے ہین پر جو کچھ کہ علم الٰہی مین ہی سو گویا ظہور مین آئے سرچکا ہی اسواسطے انکو بھی منت رکھنے کے مقام مین فرمایا اور باوجود ان سب ظاہری بے پروائیون کے باطنی بے پروائی جسے قناعت کہتے ہین اس نہایت تک عنایت فرمائی تھی جو آپکے نزدیک سونا او پتھر برابر تھا سو تواریخ والے خوب بیان کرتے ہین اور تحقیق والے صاحب کمالون نے کہا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سبب سے یتیم کیا تا لوگ یتیمونکی حقارت نکرین اور جب کسی یتیم کو دیکھین تو یاد کرین کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی کسی وقت مین یتیم تھے اور یتیم کو ہان دیوین کم سے کم اتنا مان جتنا جاہل لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر کو مان دیتے ہین اور اس سبب سے بھی تہا تا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یتیمونکی قدر یعنے تعظیم بوجھین اور یتیمون پر مہربانی رکھین اور یاد کرین کہ یتیمی کا دکھ کتنا کچھ بھاری ہی اور اس باعث سے بھی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منظور یہ تھا کہ اپنی عمر کی شروع سے آخر عمر تک خدا تعالی کے سوا کسی اور پر بھروسا نرکھین اور سب سے عالی توکل کا مرتبہ انہی کو ملے اور یہ بات یتیمی کے سوا نہین ملتی اور اس باعث سے بھی ہی کہ یتیم ہونا سو عادت کے بموجب بچونکے اوقات ضائع ہونے اور انکے بے ادب ہو جانے کا سبب ہی اور جب کوئی شخص یتیمی کی حالت مین کو ستھرے لچھن اور بھلی چال سے سدھر جاوے تو بلاشک معجزے کے طور سے مانتے ہین اور اسکو نبوت کی نشانی جانتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فقر و مسکینی مین اور دادا و چچا و زوجہ محترمہ و یار غار و انصار جان نثار کے مال سے مستغنی ہونے مین یہ بھید ہی کہ اگر آپ مالدار ہوتے تو مالدارون کے اخلاق کہ فی الجملہ برائی خود پسندی خود بینی اور خود نمائی کو چاہتے ہین سنت اللہ جاری ہونے کے بموجب آپ مین اثر کرتے اور آپکی نشست برخاست اٹھ بیٹھ مالدارون کے ساتھ ہوتی اور آپ کو تواضع اور ملنساری اور آشنا پروری اور اللہ کی طرف دمبدم التجا کرنی اور مسکینی کی لذت معلوم نہوتی اور یہ بھی ایک سبب ہی کہ جس صورت مین آپ کو آپہی کے مال سے مستغنی کرتے تو آپ کے تابعدارون پر بدگمانی دھرتے کہ شاید لوگ اس شخص عالی شان کی شان داری اور مال کی خواہش کی طمع کے سبب سے اس شخص کے تابعدار ہوگئے ہین اور خالص اخلاص اور صرف ایمان اور حق کی پاسداری نہی نجاتی ان باتون کے واسطے آپ کو فقیر بے مایہ پیدا کر کے لوگونکو آپ کی صحبت کی کشش سے گرویدہ کیا تا خود بخود اپنی جان اور مال کو آپ پر نثار کرین اور یہ بات آپ کے کمال پر پہلی دلیل ہی کہ لوگ ظاہری اسباب کے بغیر اس قدر آپ پر گرویدہ ہوتے ہین اور یہان ایک نکتہ ہی سمجھا چاہیے کہ ہر آدمی کیا فقیر کیا غنی ابتدا مین بے مایہ اور تہی دست پیدا ہوتا ہی اور دوسرون کے مال سے جمعیت پاتا ہی لیکن اگر وہ آدمی اپنی طرف سے ہوس اور لالچ کر کے مال زیادہ کرنیکی تلاش مین سرگردان رہتا ہی تو سب کی نظرون مین ذلیل اور خوار ہو جاتا ہی اور اگر وہ آدمی اورون کو ظرافت اور دانائی کی تدبیرون سے اپنا تابع اور فرمانبردار کر کے انکے مال سے فائدہ لیتا ہی تو اسکی عزت اور شوکت کا باعث ہو پڑتا ہی اور یہی باعث ہی کہ بادشاہ عزیز ہی باوجود اس بات کے کہ رعیت کے مال سے مستغنی ہی انکے پاس سے ایک تدبیر کے ساتھ باج خراج اور محصول کے پیسے لیتا ہی اور فقیر طمع رکھکے آدمیون سے طلب کرتا ہی بلکہ اس سے بہت کم مانگتا ہی مگر وہ ذلیل ہی پس معلوم ہوا کہ مال کا ہونا عزت کا سبب نہین ہوتا اور اسکا نہونا ذلت اور حقارت کا واسطہ نہین ہان سچ ہی جو مال کہ قناعت والے بے پروائی اور لالچ ترک کرنیسے ہاتھ آوے سو عزت کا باعث ہی اور جو فقیر کہ طمع اور تلاش کے سبب دوڑ دھوپ مین لگا رہے سو ذلت اور خواری کا موجب ہی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اورونکے مال سے عزت اور حرمت اور غلبے کے طور پر استقلال حاصل ہوا تب آپکا جاہ و جلال زیادہ اور کامل ہوا اور کبھی کوئی ننگ اور عار کا کلنک نلگا اور جب اللہ تعالی ان تینون نعمتون کا بیان پورا کر چکا تب انکے شکر کی درخواست کے لیے فرمایا کہ

ف

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ یعنی پھر یتیم کو بھی مت دبا اور تہمت کر یعنی یتیم کا مال و حق تلف مت کر اور اُسکے ساتھ بات کرنے مین تندی اور سختی مت کر کیونکہ تو بھی یتیم تھا اور یتیم کی لاچاری اور ناتوانی تجھے خوب معلوم ہے کہ ذرا سی بات سے شکستہ دل اور آزردہ خاطر ہوتا ہے اور یہ شکر وہ ہے جو الم یجدک یتیما فاوی کی نعمت کے بدل اور مقابلے مین ہے وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ یعنی اور مانگتے کو نہ جھڑک کیونکہ تو بھی عیال دار اور مسکین تھا اور تو مسکینی کا دکھ درد خوب جانتا ہے اور یہ وہ شکر ہے جو ووجدک عائلا فاغنی کی نعمت کے عوض اور مقابلے مین ہے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ یعنی اور اپنے پروردگار کی نعمتون کو بیان کر کیون کہ تجھے بہت نعمتین دی ہین اور بہت علوم او معرفان بے پایان تیرے دل پر نازل فرمائے اور اس نعمت کا شکر وہ ہے جو اورون کو بھی اُنکے پانے کی راہ بتاوے اور حصہ عنایت فرماوین اور یہان ایک لطیفہ ہے سو یہ ہے کہ منت گزاری کے مقام مین دین کی نعمت کہ جو ہدایت ہے دنیا کی نعمت پر کہ تونگری ہے مقدم کیا اور جو دین کی نعمت کی عوض اور مقابل تھا اُسکو اسواسطے پیچھے لائے کہ دنیا کی نعمت کے بدل اور مقابلے مین خلق اللہ پر شفقت منظور ہے اور دین کی نعمت کے مقابلے مین باطنی نعمتون کے حاصل کرنے کی راہ دکھلانی ضرور ہے اور خلق اللہ پر شفقت اور مہربانی کرنا اُنکی ہدایت کرنے پر مقدم رکھا ہے اسواسطے کہ جب تلک قوت اور گذران کے کام انتظام نہ پاوین تب تلک شرعی احکام عمل مین لانے اور عاقبت کے سرانجام کی تلاش مین رہنے کی خاطر جمعی میسر نہین ہوتی اور یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ سائل کو یتیم کے ساتھ پوری برابری ہے اسلیے کہ جو شکر گذاری کہ سائل کے حق سے نسبت رکھتی تھی سو یتیم کے بیان سے لگادی اور نعمتون کی گنتی مین ہدایت کی نعمت کو تونگری کی نعمت پر مقدم کیا اسواسطے کہ تونگری اسوقت نعمت ہوتی ہے کہ جب مال تصرف کرنے کی چال معلوم ہو اور تصرف کی چال ہدایت بن خیال مین آتی نہین اور ان تینون شکر گذاریونکی مناسبت تینون نعمتون کے ساتھ ظاہر ہے جیسے آگے بیان ہوا اور ایک مخفی مناسبت اور ہے کہ یہ تینون شکر گزاریان قیامت کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کے واسطے شفاعت کرنے پر دلیل ہوسکتی ہین کیونکہ یتیم سب ناتوانون سے نپٹ ناتوان ہے اُسکی مدد کرنے مین کوشش کرنا کمال شفقت اور لطف اور رحمت کی دلیل ہے اور سائل اکثر اوقات بے محل چاپلوسی او منت اور زاری کے ساتھ سوال کر کے ستاتا ہے پس باوجود اس اذیت کے اسکے ستانے پر صبر کرکر اُسکے ساتھ احسان کرنا امت کے گناہون سے درگذر کرنیکی اور کیے ہو کو نہ کیا ہوا خیال کرنیکی دلیل ہے اور اللہ تعالی کی نعمتون کا بیان کرنا ایک مشقت چاہتا ہے اور امت کے فائدے کے لیے اس مشقت کی برداشت کرنی جناب الہی مین عرض معروض کرنیکی مشقتین اُٹھانیکی اور اُنکو عذاب سے چھڑانے کی دلیل ہے اور یہ آیت واما بنعمۃ ربک فحدث اسبات کی دلیل ہے کہ خدا تعالی کی نعمتونکو جو اپنے اوپر اور اپنے واسطون پر ہون سو ظاہر کرنا کہنا سنانا سنت ہے لیکن اُسوقت کہ نیت خالص ہو جیسا پروردگار کے شکر کرنے کا زبان سے رواج دینے پر یا یہ پیروی اور لوگونکو حاصل ہونے پر ارادہ کرے اور جو کوئی ان نعمتون کے ظاہر کرنے سے اپنے جی مین شیخی اور خود پسندی کا خوف رکھتا ہو تو اُسکے حق مین چھپا رکھنا اور کسی سے نہ کہنا بہتر ہے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ہر روز یعنی شب بیداری کا احوال لوگون سے کہا کرتے تھے کہ مین نے آج رات اس قدر نماز پڑھی اور اسقدر قرآن مجید کی تلاوت کی بعضے نافہمون نے اُن پر اعتراض کیا کہ یہ ظاہر کرنا ریا کا طور ہے تو حسن نے کہا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے واما بنعمۃ ربک فحدث اور میرے نزدیک کوئی نعمت اس نعمت سے برابر نہین جو اللہ تعالی نے مجھے اپنی عبادت بندگی کی توفیق عنایت فرمائی ہے سو اسواسطے اس نعمت کو ظاہر کرون تا وہ اُسکی شکر گذاری سے محروم رہون سمجھ لیا چاہیے کہ اللہ تعالی نے اس سورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزونکی بہت تاکید فرمائی ہے ایک یتیم کے حق کی رعایت رکھنا دوسرے سائل کے حق کا لحاظ اور رعایت کرنا اور تیسرے اللہ تعالی کی نعمتون کا بیان کرنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس تاکید کے بموجب تینون چیزون مین نہایت کوشش کرتے تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اخلاق اور اطوار کے واقف کارونکو خوب معلوم ہے حدیث صحیح مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یتیم کا پالنے والا خواہ وہ یتیم اسکا قرابتی والا اسکا ہو خواہ بیگانہ بہشت مین قیامت کے دن میرے ساتھ ایسا ملا رہیگا جیسے یہ دو انگلیان پھر ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور کلمہ کی انگلیسے ملاکے بتایا اور یہ بھی حدیث شریف مین ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کرنے لگا کہ یا رسول

صلی اللہ علیہ وسلم میرا دل نپٹ سخت ہی کچھ اسکا علاج فرمایئے آپ نے ارشاد کیا کہ یتیموں پر شفقت کیا کر اور انکے سر پر ہاتھ پھیرا کر تیرے دل کی سختی دور ہو جاویگی
اور یہ بھی حدیث شریف مین آیا ہی کہ جو کوئی پیار سے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیریگا تو اسکے واسطے جتنے اس یتیم کے سر پر بال ہوے اتنے ہر ہر بال کے حساب سے ایک ایک
نیکی لکھی جاویگی اور زبان سلف کے بزرگون نے کہا ہی کہ جب یتیم روتا ہی تو عرش ہلنے لگتا ہی پھر جو یتیم کو دلبری اور خاطرداری کے ساتھ رونے سے خاموش کرے
تو گویا عرش کو ہلنے سے ٹھہرایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش اور داد و دہش مانگنے والون پر یہان تک تھی کہ کبھی لا یعنی نہین آپ کی زبان مبارک سے
نہین نکلی چنانچہ صحیح بخاری مین جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے کبھی کوئی چیز کا سوال نہ کیا کہ آپ نے اسکے جواب مین نہ
فرمایا ہو جیسا کہ فرزدق شاعر اس مضمون کو مبالغے کے طور پر اس شعر مین نظم کرکے کہتا ہی شعر ما قال لا قط الا فی تشہدہ ۔ لولا التشہد کانت
لاءہ نعم ترجمہ نبولے لا کبھی ہرگز اپنے تشہد مین ۔ تشہد گر نہوتا تو وہ لا انکا نعم ہوتا ۔ اور صحیح ترمذی مین روایت کی ہی کہ ایک مرتبے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس بحرین کے ملک سے نوے ہزار درم آئے آپ نے انکو اپنی مسجد کی حصیرون پر ڈھیر کرواکے صبح کی نماز پڑھکے بانٹنے لگے پھر ظہر تک انمین سے ایک درم بھی
باقی نرہا اور اس بیچ مین جو مانگنے والا آیا اسکو دیا بانٹنے سے فارغ ہونیکے بعد اتفاقا ایک مانگنے والا آنکلا اُس سے آپ نے فرمایا کہ اب تو میرے پاس کچھ باقی نرہا جو تجھے
دون پر تو بازار کو جا اور بیوپاریون سے میرے نام پر جو کچھ چاہیے سو خرید کر اور میرے ذمے پر لکھوا دے جب کچھ میرے ہاتھ آویگا تب مین ادا کر دونگا اتنے مین حضرت عمر رضی اللہ
عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالی نے آپکو مقدور سے زیادہ تکلیف فرمائی نہین پھر کاہیکو اسقدر اپنے اوپر قرض کا بوجھ اٹھاتے
ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات خوش نہ آئی اور آپ کے چہرہ مبارک پر خفگی کے اثر ظاہر ہوئے ایک انصاری جو وہان حاضر تھا عرض کیا کہ انفق
ولا تخش من ذی العرش اقلالا ترجمہ دیے جا اور عرش کے مالک سے محتاج ہونے کا خوف مت کر یہ سخن سنتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے
اور آپ کے چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار نمودار ہوئے اور فرمانے لگے کہ اسی طور سے مجھے حکم ہی اور مامور ہون حاصل کلام یہ ہی کہ آنسرورانام علیہ الصلوۃ والسلام
کی بخششین اور انعام نہایت عام اور از بس تمام تھیں کہ اللہ تعالی نے انکو میانہ روی سے مامور کیا اور بہت دینے اور زیادہ خرچ کرنے پر نہی کی آیت نازل
ہوئی چنانچہ سورۂ اسرا کی تفسیر مین مذکور ہی کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک لڑکے نے آ کر گزارش کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم میری ما عرض کرتی ہی کہ میرے پاس کوئی کرتہ نہین جو پہنون ایک کرتہ مجھے عطا کیجیے آپ نے فرمایا کہ گھڑی بھر رہکر آ مین دونگا وہ لڑکا گیا اور پھر آکر عرض
کرنے لگا کہ میری ما عرض کرتی ہی کہ یہی کرتہ جو آپ پہنے بیٹھے ہین مجھے عنایت فرمایئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی دم دولتخانہ کو تشریف فرما ہوئے
اور اس کرتے کو اپنی بدن مبارک سے اُتار کر کرتہ اس لڑکے کے پاس بھیجوا دیا کہ لیجا اپنی ما کو دے اور آپ ننگے بدن بیٹھے رہے اصحاب کہ آپ کے آنے کے
انتظار مین بیٹھے تھے بہ تنگ ہو کر اُٹھکر چلے گئے حق تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی ولا تبسطہا کل البسط یعنی اس قدر اپنا ہاتھ کشادہ مت کر
کہ برہنہ ہو کر گھر مین بیٹھ رہے اور اپنے مخلص یارون مصاحبون سے جو دین کے فائدے حاصل کرنیکو تیری خدمت مین آتے ہین صحبت چھوٹ جاوے
اور صحیح بخاری مین آیا ہی کہ ایک وقت کسی عورت نے ایک چادر اپنے ہاتھ سے سیکر اور درست کر کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین گذرانی اور التجا
کی کہ میری آرزو یہی ہی کہ اسے آپ ہی اوڑھین کہ مین نے اپنے ہاتھون سے سی ہی اور کنارے بہت ستھرے لگائے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسوقت چادر کی
درکار تھی لیکر اوڑھی اتنے مین ایک شخص آیا اور التماس کرنے لگا کہ یہ چادر کیا خوب ہی اور اسکی کناری بہت خاصی خوش اسلوب ہی دلپسند اور مرغوب ہی یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یہ چادر مجھے عنایت کرو آپ نے فرمایا بہت خوب دونہین وہ چادر اُسے بخشی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجلس مبارک سے برخاست فرمائی تب
اصحابون نے اس شخص کو ملامت کی اور کہا کہ تو نے اچھا نہ کیا کیونکہ وہ چادر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال ضرورت اور رغبت سے اوڑھی تھی اور تو جانتا ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کبھی سائل کو رد نہین کرتے پھر تو نے کسواسطے سوال کیا اُسنے کہا کہ مین نے یہ چادر اس دنیا مین اوڑھنے کے لیے نہین مانگی ہلکہ اپنے کفن کے واسطے مانگ لی ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دل کی مقبول اور محبوب ہوئی تھی اور بہت مطلوب اور مرغوب تھی اور اللہ تعالی کی نعمتونکا بیان کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین
بسبب تقرب الہی کے دنیا اور آخرت مین برسات کی مانند برستی تھین سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن دنون ظہور پاتی تھین اور شکر گزاری کے مقام مین کسر فقر کے دفتر ان سب کا بیان فرمایا گر

چنانچہ حدیث شریف کی کتابون کے واقفون پر ظاہر و باہر ہے اور اس مبارک سورت کی ایک مجرب خاصیت یہ ہے کہ گم کیے ہوئے کے واسطے اس سورت کو سات مرتبے پڑھ کر شہادت کی انگلی اپنے سر کے چوگرد پھرا دے پھر تمام ہوئے پر اصبحت فی امان اللہ فامسیت فی جوار اللہا مسیت فی امان اللہ و اصبحت فی جوار اللہ سات مرتبے پڑھ کر دستک دیوے تو دہ گیا ہوا مال پھر ہاتھ آویگا واللہ اعلم بالصواب

سورۃ الم نشرح

یہ سورت مکی ہے اسمین آٹھ آیتین اور اٹھائیس کلمے اور ایک سو تین حرف ہین اور اس سورت کا ربط والضحی کی سورت سے پورا ہی وہ یہ ہے کہ ان دونون سورتون مین اللہ تعالی کو اپنی نعمتون کی گنتی اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر منظور ہے اور دونون سورتون کی عبارت کا انداز اور طور بہت ملتا ہوا ہے اسیواسطے بعضے اسلام کے فرقون مین سے یعنے رافضیون نے ان دونون سورتونکو ایک ہی سورت گنا ہے اور دونون کو بدون بیچ مین بسم اللہ لانے کے نماز کی ایک رکعت مین ملا کر پڑھنا مقرر کیا ہے لیکن اگر خوب تامل سے ان دونون سورتون مین غور کرین تو البتہ انکو معلوم ہووے کہ اس مین ایک باریک بات ہے کہ اس سبب سے ان دونون کو ایک کہنا درست نہین ہے نہ لفظ مین نہ معنون مین سو لفظون کے اعتبار سے ایک کہنا اسواسطے نہین درست ہے کہ والضحی کی سورت مین استفہام غائب کے صیغے سے ہے جیسے الم یجدک یتیما فاوی آخر تک اور اس سورت مین متکلم کے صیغے سے ہے اور یہ بڑا فرق ہے کہ اسکے سبب سے دونونکا ایک ہونا درست نہین ہے کیونکہ یہ بات جدائی پر دلالت کرتی ہے اور سیاق کی نظر کرنے سے کہ ان دونون سورتون مین شمار نعمتون کا پیغمبر پر منظور ہے تو دونون ایک ہوئین بیچ مین بسم اللہ الرحمن الرحیم کا لانا نچاہیے تو یہ بات غلط ہے کیونکہ ایسی مناسبت بہت سورتون مین پائی جاتی ہے بلکہ اگر سچ پوچھو تو تمام قرآن شریف ایک ہی کلام ہے تو اس صورت مین بسم اللہ الرحمن الرحیم کا نکالنا اکثر سورتون سے بلکہ تمام قرآن مجید سے لازم آتا ہے اور یہ بات غلط ہے اور معنون کے اعتبار سے بھی ان دونون سورتونکو ایک کہنا درست نہین ہے اسواسطے کہ جو نعمتین کہ حق تعالی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عنایت فرمائی ہین دو قسمکی ہین ایک قسم کی وہ نعمتین ہین جو ظاہر آپ مین پائی جاتی تھین اور سب عام اور خاص انکو جانتے تھے اور دیکھتے تھے اور دوسری قسم کی نعمتین ایسی تھین کہ عوام کی نظر سے بلکہ خواص کی نظر سے پوشیدہ تھین سو ان دونون قسمون کی نعمتون کو علیحدہ علیحدہ بیان کرنا ضرور تھا اسیواسطے حق تعالی نے اول قسم کو والضحی مین اور دوسری قسم کو اس سورت مین بیان فرمایا تاکہ کسیطرحکا اس بات مین شبہ اور دھوکا باقی نرہے اور یہ بھی ہے کہ وے نعمتین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے خاص تھین انکی دو قسمین تھین پہلی وہ کہ جو آپکے ظاہر سے تعلق رکھتی تھی اور دوسری قسم وہ جو آپکے باطن سے علاقہ رکھتی تھی سو سورۃ والضحی مین پہلی قسم کا بیان منظور ہوا اور اس سورت مین دوسری قسم کا تو گویا ایک سورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خصوصیات ظاہری کے بیان مین ہے اور دوسری سورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات باطنی کے شمار مین ہے اور ظاہر اور باطن مین جو فرق ہے سو اظہر من الشمس ہے اور اس سورت کے نازل ہونے کا سبب بعضے مفسرون نے ایسا بیان کیا ہے کہ ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درگاہ الٰہی مین عرض کیا کہ الٰہی میرے پروردگار تونے حضرت ابراہیم کو خلت کا مرتبہ بخشا اور حضرت موسیٰ کو کلیمی کی خلعت سے نوازا اور حضرت داؤد کو لوہا اور پہاڑ انکے تابعدار کر کے ممتاز کیا اور حضرت سلیمان کو جنون اور آدمیون پر سلطنت دی کر اور آگ اور ہوا کو انکا فرمانبردار کر کے سرفراز کیا میرے واسطے کون سی چیز خاص کی تونے اس سوال کے جواب مین حق تعالی نے یہ سورت نازل کی اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوال معراج کے ہونے سے پہلے ہوا ہوا سواسطے کہ بعد معراج کے ایسی نعمتین مخصوص جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت ہوئین کہ کسی نبی کو انبیاؤن سے عشر عشیر اسکا حاصل نہوا تھا اور سورۃ الم نشرح کی نکتون سے ایک یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالی نے یہ مرتبہ یعنی شرح صدر کا بدون طلب کے عنایت فرمایا اور حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام کو باوجود طلب کرنے کے جناب الٰہی سے کہ رب اشرح لی صدری تو بھی یہ مرتبہ حاصل نہوا بموجب

ہندی مصرع کے ع بن مانگے موتی ملین مانگے ملے نہ بھیکہ، چنانچہ اُس قصے سے جوان سے اور اُنکے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے واقع ہوا تھا یعنی داڑھی کا کھینچنا بڑے بھائی کی یہ بات ظاہر ہوا اور اپنے مقام پر مفصل بیان ہوگا تاکہ اسبات کی طرف اشارہ ہو کہ جو کام حق تعالی کی عنایت سے بے چاہے اور بے درخواست آدمی کے ہوتا ہے اُسکا مرتبہ بڑا ہوتا ہے اس کام سے جو آدمی کے طلب کرنے سے ہوتا ہے آور اس سورت کا نام سورۂ الم نشرح اسواسطے رکھا ہے کہ اس سورت کا مضمون کمال محمدی علی صاحبہ الصلوۃ والسلام کی اصل اور جڑ پر قرار واقعی دلالت کرتا ہے اسواسطے کہ اس کمال کی حقیقت یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدر معنوی جسکی تفصیل آگے آتی ہے کشادہ اور وسیع ہوئے تجلیات الٰہی کی روشنیون سے پر ہوجاوے سو یہی مضمون اس سورت مین بیان ہے آور اس سورت کی خاصیتون سے ایک یہ بھی ہے کہ جو شخص اس سورت کو سونے کے وقت سترہ مرتبے پڑھکے اپنی چھاتی پر پھونک لے تو اسکو وسوسے اور خطرے شیطانی کبھی حیران و پریشان نکرین اور معاملے کی تدبیرون مین خطا اور بھول چوک نہونے پاوے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

س ع

اَلَمْ نَشْرَحْ کیا نہین کھول دیا ہمنے **لَكَ صَدْرَكَ** تیری بہتری کے واسطے سینہ تیرا تاکہ وحی کا بوجھ سنبھالے اور حق تعالی کے بھیدون کا وہ سینہ گنجینہ ہووے اور دعوت کا یعنے امت کو اسلام کی طرف بلانے کا اور احکام الٰہی کے پہونچانے کا غم اور امت اور دین کا غم اور دنیا اور آخرت کا غم سب اسمین سما جاوے یعنی تحمل اور بردباری حاصل ہووے اور میل اور کدورت اور دشمنی اور بدخواہی اور سب بری خصلتین اسمین سے نکل جاوین اور روشنی علم اور ایمان اور حکمت کی اُسمین بھر جاوے آور لَکَ کی لفظ کو اسواسطے لائے ہین کہ تیرے سینے کو کشادہ کرنا تیرے ہی نفع کے واسطے ہے تاکہ تو بڑا کمال حاصل کرے تو آور اگر یہ لفظ لَکَ کی نہوتی تو یہ معنے بوجھے نجاتے آور صدر عرب کی زبان مین سینے کو کہتے ہین اور طریقت والون کی اصطلاح مین ایسا مقرر ہے کہ قلب کے دو دروازے ہین ایک دروازہ نفس کی طرف ہے اُسی کا نام صدر ہے اور دوسرا دروازہ روح کی طرف ہے وہ بہت کشادہ اور وسیع ہے صدر کی نسبت سے اور صدر اُسکی نسبت سے بہت تنگ واقع ہوا ہے پھر جب صدر کو کشادہ کیا تو ظاہر ہے کہ وہ دوسرا دروازہ اس سے زیادہ کشادہ ہوجائیگا اسیواسطے اس جگہہ صدر کی لفظ کو لائے اور قلب کو ذکر نہ کیا اسواسطے کہ صدر بجائے قلعے کے ہے قلب کے واسطے اور اکثر دنیا کی فکرون کی اور اُسکے ظاہری اسباب کی حرص اور خواہشون کے سبب سے شیطان قلب پر اسی صدر کی طرف سے دھوم مچاتا ہے اور تنگ کرتا ہے اور اسکی تنگی سے قلب بھی تنگ ہوجاتا ہے اور عبادت کی لذت اور ایمان کا مزا دل کی تنگی کے سبب سے کم ہوجاتا ہے اور جب قلب کی یہ طرف یعنے صدر کی کشادہ ہوگئی تو عبادت کا ادا ہونا بخوبی دل کی خوشی سے میسر ہوا اور مطلب حاصل ہوا اس جگہہ پر جاننا چاہیے کہ شرح صدر عبارت ہے حوصلے کی فراخی سے اور حوصلے کی فراخی ہر شخص کی اُسکی استعداد کے قدر اور اسکے کمال اور مرتبے کے اندازے اور قدر کے ہوتی ہے اور ہر مرتبے کے حوصلے کی فراخی اور ہر کمال کی جب تک کہ اس مرتبے اور اُس کمال کو نہ پہونچے ہرگز دریافت نہین کرسکتا یہی سبب ہے کہ اکثر عوام الناس چاہتے ہین کہ بادشاہون کے حوصلے کی فراخی کو پہونچین اور اسکو دریافت کرلین بات چیت سے لیکن ہرگز دریافت نہین کرسکتے اسیواسطے کہا ہے ع لا یعرف الولی الا الولی ولا یعرف النبی الا النبی، یعنی ولی کو ولی پہچانتا ہے اور نبی کو نبی، آور اسی مضمون کی ایک مثل بھی فارسی بولی مین مشہور ہے یعنی ولی را ولی می شناسد علی الخصوص شرح صدر مصطفوی کو کہ کسی بشر کو ممکن نہین ہے کہ قرار واقعی اُسکو دریافت کرسکے اسواسطے کہ آپکے کمال کا مرتبہ کہ نبوت کا خاتمہ ہے کسیکو حاصل نہین ہے تو آپ کے مرتبے کی پہچان بھی کسیکو حاصل نہوگی ولنعم ما قیل یعنی کیا اچھی بات کہی ہے کسی شاعر نے ع یا صاحب الجمال ویا سید البشر من وجھک المنیر لقد نور القمر لا یمکن الثناء کما کان حقہ، بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر، یعنی اے صاحب جمال کے اور اے سردار آدمیون کے تیرے چہرہ روشن سے تحقیق روشن ہوا ہے چاند نہین ممکن ہے تعریف کرنا جیساکہ لائق ہے انکے بعد خدا کے بزرگ تو ہی ہے قصہ کوتاہ لیکن وہ شرح صدر یعنے حوصلے کی فراخی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ظاہر اور باطن مین حاصل ہوئی ہے تمثیل کے طور پر تھوڑا سا مجمل یعنے گول گول بیان کرنا ضرور ہے سو شرح صدر معنوی یعنی حوصلے کی باطنی فراخی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اسطرح

ف

سمجھا چاہیے کہ آپ کے سینے مین ایک بڑا میدان لق و دق واقع ہے اور اس میدان مین ایک بڑی عمارت عظیم الشان بنی ہے اور اس عمارت مین بلدہ
مجلسین ہین کہ بعضی انمین دنیا سے تعلق رکھتی ہین اور آخرت سے اور بعضی دین اور دنیا سے اوپر شو ایک مجلس مین یہ خیال کیا چاہیے کہ ایک بڑا
بادشاہ عظیم القدر اسمین بیٹھا ہے اور سب روے زمین کے بادشاہ اُسکے حضوری مین حاضر ہین اور سلطنت کے دستور اور ملک گیری کے آئین پوچھتے
ہین اور توقیعات کسری اور تزوک تیموری اور کلمات طیبات عالمگیری اور واقعات بابری اور آئین اکبری اور ان سب کتابون کے مضمون کو جانچتے ہین
کہ یہ آئین اور قاعدے جو ان کتابون مین لکھے ہین ٹھیک ہین یا نہین اور ملکون کے انتظام کی تدبیر مین اور صلح اور لڑائی کی گھاتین ہر ہر قلمرون
اور ہر ہر شہرون کی اس بادشاہ عالیجاہ سے پوچھتے ہین اور سیکھتے ہین اور دوسری مجلس مین ایک بڑا حکیم حاذق بیٹھا ہوا تدبیرین
خانگی اور اخلاق کا سنوارنا اور آداب کا درست کرنا موافق قاعدے کے جیسا کہ چاہیے بیان فرما رہا ہے اور بڑے بڑے زمانے کے دانا حکیم اور جہان کے
دانائی کے قاعدے اس سے سیکھ رہے ہین اور جو قاعدے کہ وہ ارشاد فرماتا ہے ارسطو اور نصیر طوسی اور ابن مسکویہ اور ابن سینا اور سواے انکے
جو بڑے بڑے دانا ہین بہت سے علم اس سے نکالتے ہین اور اپنے اپنے فنون مین برتتے ہین اور تیسری مجلس مین ایک قاضی عدالت کی
مسند پر بیٹھا ہوا جھگڑے اور قصے لوگون کے چکا رہا ہے اور دونون جھگڑنے والون کو راضی کر رہا ہے اور تمام جہان کے قاضی اسکے حکمون
اور فیصل ناموں کو دستور العمل جان کو بڑی احتیاط سے لکھ رہے ہین اور چوتھی مجلس مین ایک مفتی علامۂ دہر فتوے کی مسند پر بیٹھا ہے اور ایک
فتوون کا دریا اسکی زبان سے جوش مار رہا ہے اور ہر ایک نئے معاملے کا حکم موافق اصول کے قاعدون کے کتاب اور سنت سے نکال کر
بیان کر رہا ہے اور روایتون کے لکھنے والے اور فرائض کے کھینچنے والے جہان کے اُسکے گرد بیٹھے ہوئے ہر ہر لفظ کو اسکی نقل کرکے اپنی اپنی حاجتون
کے وقت اسپر عمل کرتے ہین اور پانچوین مجلس مین ایک محتسب حکومت پر بیٹھا ہے اور جلاد اُسکے سامنے کھڑے ہین اور گنہگارون کو اور فاسقون کو
اسکے سامنے لاکر ہر ایک کو موافق اسکے گناہ کے سزا دیتے ہین کسی پر حد جاری ہے اور کسی پر تعزیر اور کوئی قید خانہ مین اور کسیکو فقط چشم نمائی ہو رہی
ہے اور احتساب کے قاعدے یعنی کوتوالی کے حکم اور حدون اور تعزیرون کی اقامت اور بدعتیون کی تنبیہ اسکام کے لوگ اس سے سیکھ رہے ہین اور وہ برائیون کے
بند کرنے کے گھاتون مین اور شہوت اور غضب اور ظلم کے راستون سے روک دینے کی باتون مین خوب کوشش کر رہا ہے اور چھٹی مجلس مین ایک قاری خوشخوان
اور خوش الحان ساتون قرائتین وجوہ اور روایات سے یاد کیے ہوئے سب کے سامنے پڑھ رہا ہے اور جہان کے قاری وہان حاضر ہین اور ہر وجہ اور ہر روایت
کی تحقیق اس سے کر رہے ہین اور وہ کسی سے ادغام کا قاعدہ ارشاد فرما رہا ہے اور کسی سے ہمزہ کی تخفیف کی بحث اور کسی سے پرلون کا قاعدہ اور
کسی سے اظہار اور اخفا اور اسیطرح سے ہر ایک کی تعلیم ہو رہی ہے اور ساتوین مجلس مین ایک عابد ورد اور وظائف اور نوافل مین ایسا مشغول ہے کہ دنیا و
مافیہا سے کچھ خبر نہین رکھتا اور صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک تلاوت قرآن مجید مین اور اذکار امام نووی اور حصن حصین جزری اور حزب اعظم
ملا علی قاری اور اوراد شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مطالعے مین مشغول ہے اور انوار و اذکار کی کثرت سے فرشتے آسمان اور زمین کے
اسکی مجلس سے اُنست حاصل کرکے گروہ کے گروہ گرداگرد اُسکے آتے ہین اور اُسکو انکی حضوری مین نہایت اُنس اور بڑی لذت حاصل ہوتی ہے کہ دنیا و مافیہا
کو فراموش کر دیا ہے اور اس کام کے تلاشی لوگ وہان حاضر رہکے اسی سے اس بحث مین پوچھ پانچھ کرتے ہین اور وہ کسی کو دن اور رات مین نفلون اور ذکرونکی کیفیت
تعلیم کر رہا ہے اور کسیکو کپڑا پہننے کی اور پانی پینے کی اور کھانا کھانے کی اور نئے چاند دیکھنے کی اور سواے اُسکے دعائین بتا رہا ہے اور سب لوگ اُسکی ہدایت کے
سبب سے ذکر اور ورد سے اپنے اپنے عمر کے وقتون کو معمور رکھتے ہین اور آٹھوین مجلس مین ایک عارف کامل سب ذات اور صفات اور افعال الٰہی کے اسرار جو سب جہان مین
پھیل رہے ہین اور انکے سواے دوسرے علوم نہایت اپنی زبان سے اسطرح بیان کر رہا ہے کہ گویا موتی جھڑ رہے ہین اور اس علم کے شوقین لوگ فتوحات مکیہ اور فصوص الحکم کے
مضمون اور عبارت کو سنکے بانی لکھ رہے ہین اور اُسکی لذتین حاصل کر رہے ہین اور نوین مجلس مین ایک واعظ منبر پر بیٹھا ہوا کلمات وعظ اور نصیحت کے نہایت ترغیب
اور تشریح سے بیان کر رہا ہے اور ایک مجلس عام جمع ہے اور اُسکے کلمات پند آمیز کی تاثیر سے دل جنبش مین اور روحین حرکت مین ہین کسیکو بڑے ثواب کی رغبت دلا کر

راہ پر لاتا ہی اور کسیکو بڑے عذاب ہولناک سے خوف دلاکر توبہ پر آمادہ کرتا ہی اور قبر کے احوال اور حشر نشر کی تکلیفین اور حساب و میزان کی کیفیتین اور پل صراط پر چلنے کی مشقتین اور دوزخ کسطرح طرح کے رنج اور عذاب اور بہشت کے بڑے بڑے مرتبے اور ثواب اور وہ عمل جو ایسے مقام پر نفع کرین یا نقصان پہونچاوین ان سب کا احوال خوب شرح اور بسط سے بیان کرکے خاطرنشان کر رہا ہی تاکہ کسی طرح کا شبہہ اُنکے دلون مین باقی نرہے سو اسکی مجلس مین کافرزنار یعنی جنیو کو توڑتے ہین اور گنہگار فاسق فاجر توبہ کرتے ہین اور سخت دل نرم ہو جاتے ہین اور حق ناشناس حق شناس ہو جاتے ہین اور دسوین مجلس مین ایک رسول اولوالعزم بیٹھا ہوا امت کو راہ پر لانے اور سمجھانے کے واسطے ہزارون تدبیرون اور حیلے سوچ رہا اور کر رہا ہی اور جن لوگون کو اس کام کی تدبیر کے واسطے اپنا رفیق کر رکھا ہی اُنمین سے ہر ایک کو اُنکے حوصلے کے موافق احکام آلہی کے پہونچانے کے واسطے اور لوگون کو اسلام کی طرف بلانے کے واسطے چارون طرف بھیج رہا ہی اور ہر قوم کا معاملہ اپنے رسول سے سنکر اس معاملے کے بندوبست کے واسطے تدبیرین کارگر اپنے عقل اور فکر سے خوب سوچ کر اُن رسولونکو تعلیم کر رہا ہی اور گیارہوین مجلس مین ایک مرشد کامل طریقہ والا بیٹھا ہی اور ہزارون مرید خدا کے طالب اُسکی خدمت مین حاضر ہین اور اپنی اپنی مشکلین اُس سے حل کر رہے ہین اور وہ ہر ایک کے استعداد اور حوصلے کے موافق بیگانگی کے پردے کے دور کرنے مین کوشش کر رہا ہی اور مطلب کے پہونچنے کی راہ کا پتا بتلا رہا ہے اور ہر ایک احوالون اور مقامون اور مرتبون اور منصبون کی راہنمائی کر رہا ہے

اور مریدون اور فائدہ لینے والون کے باطنون مین طرح طرح کی تاثیرین اپنی توجہ باطنی سے پہونچا رہا ہی اور ہدایت اور نفس کی پاکی کے کارخانے کو رونق دے رہا ہی اور بارھوین مجلس مین ایک محبوب نازنین چاند کا سا ٹکڑا بلکہ کعبے کی مانند بیٹھا ہوا ہی کہ اللہ تعالی کے جمال کی تجلی نے اُس گلبدن کے بدن کو اپنا گھر ٹھہرایا ہی اور طور کی طرح کی ایک شکل ہی کہ حسن آلہی کے انوارون نے اسکو روشن کرکے خدا کی محبوبیت کی شان اُسمین جلوہ گر کر رکھی ہی اور اپنی محبت کی کشش سے لوگون کے دلونکو شکار کر رکھا ہی اور اکثر اُن اہل حق کی عاشق بڑی بڑی دور سے بغیر امید کسی منفعت کے اور بدون خواہش کسی کمال کے حاصل کرنے کے فقط دیدار کے بھوکے دیوانے کی طرح دوڑے چلے آتے ہین اور اپنی اپنی پیشانیان اُسکے فیض کے آستانے پر گھستے ہین اور اُسکے جمال کی ایک جھلک کے مشتاق ہین اور یہ مرتبہ اُن مرتبون سے ہی کہ کسی البشر کو حاصل نہین ہوا مگر اُسی محبوب اور مقبول کے طفیل سے اور اُسکے امت کے بعضے اولیا کو تھوڑا احصاص محبوبیت آلہی سے نصیب ہوا ہی اسی سبب سے وہ اولیا جو اس مرتبے سے بہرہ مند ہوئے ہین تو سب لوگون کے محبوب اور خلائق کا مرجع ہوگئے ہین اور تمام مخلوقات کا جھکاؤ اُنکی طرف ہوا ہی جیسے حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی اور سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا قدس اللہ تعالی سرہما اور اگر کسیکو ان بارہ مجلسون مین یا ان مجلسون کے مضمونون مین کسی طرح کا شک یا شبہہ خاطر مین آوے تو اُسکو چاہیے کہ ان معاملون مین جو ان بارہ مجلسون مین بیان ہوئے ہین تامل کرے اور خوب غور کرکے دیکھے کہ ان سب کامون کی اصل کہان ہی تو بیشک اُسکو یقین ہو جائیگا کہ یہ سب کارخانہ ایک جھلک ہی کمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کی جیسے درخت کی جڑ کی تازگی سے شاخ شاخ اور پتا پتا ہرا رہتا ہی اور جیسے دریا نہرین محل کے چارون طرف جاری ہوتی ہین اسیطرح سے حقیقت مین سینہ بے کینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حوض کے خزانے کے مانند تمام کمالات ظاہری اور باطنی سے بھرا تھا اور ہر ملت اور مذہب اور طریقے مین دن اور رات وہی نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم فوارے کے مانند اُسی خزانے سے جوش مار رہا ہی اور اُن گروہونکو اپنے ہمجنسون سے ممتاز کر دیا ہی چنانچہ تاریخ کے جاننے والون پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات مطالعہ کیا کرتے ہین یہ بات چھپی نہین ہی اور یہ حکمت کا قاعدہ ہی کہ ہمیشہ ایک طرح کامون کا ہونا بغیر حاصل ہوئے اُن کامون کے ملکے کے نہین ہوتا اور وہ کام کمال کے مرتبے مین جس قدر منتظم ہونگے اُسی قدر اُس ملکے کے کمال پر دلالت کرینگے اور ظاہری شرح صدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بغیر بیان کرنے ایک مقدمے کے سمجھنا بہت مشکل ہی سو وہ مقدمہ یہ ہی کہ غیب کے عالم کی نسبت ظاہر کے عالم سے ایسی ہی جیسے اصل کی نسبت فرع سے ہوتی ہی اور جیسے آدمی کی نسبت اُسکے سائے سے سو جو چیز کہ عالم ظاہری مین پائی جاتی ہی اگر عالم غیب مین اُسکی کچھ اصل ہی تو بہتر ہی اور جو نہین ہی تو جیسے دھوکھا کہ ایک دم مین مٹ جاتا ہی اور جیسے جھوٹھا خیال کہ کچھ اصل نہین رکھتا اسی طرح سے جو چیز کہ عالم غیب پائی جاتی ہی اگر اُسکی کوئی مثال یا کوئی صورت ظاہر کے عالم مین نہین ہی تو اسکی مثال ایسی ہی جیسے بے پھل کا درخت اور مدلول بے دلیل اور بے نشان اسیواسطے کہا ہے کہ

ف

جو کچھ عالم ارواح اور عالم غیب میں ہے وہ مصدر اور جڑ ہے اور جو کچھ عالم اجسام اور عالم ظاہری میں ہے وہ مظہر اور شاخ اسکی ہے پھر جب یہ مقدمہ جان لیا تو اب جاننا چاہیے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معنوی شرح صدر عالم غیب میں ثابت ہوا تو عالم ظاہری میں یہ معاملہ چار مرتبے ظہور پایا پہلے مرتبے میں اسوقت ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ماں کے پیٹ میں تھے کہ آپ کے باپ نے وفات پائی پھر جب آپ پیدا ہوئے تو آپکی ماں نے چاہا کہ پرورش کے واسطے کسی دائی کو سپرد کریں اسواسطے کہ عادت عرب کی اس طور کی تھی کہ اپنے لڑکوں کو پرورش کے واسطے باہر کی دائیوں کو دے دیتے تھے اور وے دائیاں اپنے اپنے گھروں میں لیجاکر پرورش کرکے دو چار برس کے بعد پہونچا دیتی تھیں اتفاقًا ان دنوں میں بھی کتنی عورتیں دودھ والیاں بنی سعد قبیلے کی کہ طائف کے گرد و نواح میں رہتے تھے بچوں کے لینے کے واسطے مکہ معظمہ میں آئی تھیں اور مالداروں کے بچوں کو لے لے کر اپنے اپنے گھر کو روانہ ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یتیمی کے سبب سے کسی نے قبول نکیا ایک عورت جنکا نام بی بی حلیمہ تھا انہی عورتوں کے ساتھ آئی تھیں اور بہت مفلس تھیں اس سبب سے کسی نے اپنا بچہ پرورش کرنے کو انکو نہ دیا تھا وہ بیچاری نہایت حیران اور پریشان تھیں کہ بغیر کوئی بچہ لیے خالی ہاتھ لوٹ جانا بڑی خفت اور شرمندگی ہے لاچار ہوکر یہی دل میں ٹھہرائی کہ اس لڑکے یتیم کو اگرچہ کچھ نفع انکے پرورش کرنے میں نہیں ہے لیکر چلیے یہ سوچکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لیکر روانہ ہوئیں اور انکی سواری کا ایک گدھا نہایت دبلا تھا کہ چل نسکتا تھا جونہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں لیکر اسپر سوار ہوئیں وہیں وہ گدھا اسقدر قوی اور تیز رو ہو گیا کہ سب گدھوں سے آگے نکل گیا باوجود اسکے کہ وے سب آگے سے چلی تھیں تمام قافلہ والوں کو اس بات کے دیکھنے سے نہایت تعجب ہوا جب بی بی حلیمہ اپنے گھر میں پہونچیں اپنی بکریوں کو دبلی بے دودھ کے چھوڑ آئی تھیں سبکو موٹا تازہ دودھار پایا ان سب باتوں کے دیکھنے سے انکو یقین ہوا کہ یہ سب اس بچہ کے قدموں کی برکت سے ہے تو نہایت شفقت اور پیار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پرورش کرنے لگیں یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکے گھر میں چار سال کے ہوئے ایک دن بی بی حلیمہ کے بیٹوں کے ساتھ بکریاں چرانے کو تشریف لے گئے تھے اور دو لڑکے آپکو جنگل میں بکریوں کے پاس چھوڑ کر اپنی ماں کے پاس کھانا لینے کو گئے تھے اور آپ اکیلے بکریوں کے پاس کھڑے تھے کہ یکایک دو گدھ کی شکل کے جانور نمودار ہوئے اور ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ یہ وہی شخص ہے دوسرے نے کہا ہاں یہ وہی شخص ہے پھر دونوں آپ کی طرف متوجہ ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انسے خوف معلوم ہوا تو وہاں سے آپ بھاگے آخر ان جانوروں نے آپ کو آگے لیا اور دونوں بازو آپکے پکڑ کر زمین پر چت لٹایا اور اپنی چونچ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک کو چاک کیا اور سینے کے اندر سے دلکو بھی نکالکر چاک کیا اور اس دل کے اندر سے ایک پھٹکی جمی ہوئی سیاہ خون کی نکال کر پھینک دی اور کہا یہ خون جما ہوا شیطان کا حصہ ہوتا ہے ہر آدمی میں اسیواسطے انکے دل سے نکالڈالا تاکہ کبھی شیطان کے وسوسے کو انکا دل قبول نکرے بعد اسکے ایک نے دوسرے سے کہا وہ برف کا پانی لاؤ پھر اس سے آپ کے سینے کو دھویا پھر اولے کا پانی منگوا کے اس سے دلکو دھویا اسکے بعد سکینہ منگوایا اور سکینہ ایک چیز تھی ذروں کی طرح اور ذرور کہتے ہیں چھڑکنے والی چیز کو اسکو آپکے قلب مبارک پر چھڑکا پھر ایک نے دوسرے سے کہا کہ اب اسکو سی دے پھر اسکو سی دیا اور نبوت کی مہر کر دی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک کو بھی سیکر برابر کر دیا چنانچہ انس بن مالک رضی اللہ عنہما کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خادم تھے کہتے ہیں کہ میں نے اس سینے کا نشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک پر دیکھا تھا القصہ بی بی حلیمہ کے لڑکے کہ کھانا لینے گئے تھے آپہونچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال دیکھکر بہت گھبرائے اور اسیوقت اپنی ماں سے جاکر کہا وے بھی یہ حال سنکر نہایت گھبرائیں اور اپنے خاوند کو لے کر اسیوقت آپ کے پاس اس جنگل میں پہونچیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ بھونچک سے کھڑے ہیں اور رنگ مبارک آپکا زرد ہو رہا ہے بی بی حلیمہ نے آپکو نہایت شفقت سے اپنے گود میں لے کر تسلی اور دلاسا دیا اور احوال پوچھا کہ کیا گذرا آپ نے اپنی زبان مبارک سے جو کچھ کہ گذرا تھا سب بیان فرمایا بی بی حلیمہ نے اس ڈر سے آپ کی نگہبانی بہت کرنا شروع کی اور آپ کو اکیلا گھر سے باہر نکلنے دیتے تھیں یہانتک کہ انکے خاوند نے ان سے کہا کہ یہ لڑکا کچھ عجیب و غریب ہے ایسے ایسے معاملے اسکے ساتھ ہوتے ہیں کہ ہماری عقل میں نہیں آتے ایسا نہو کہ اسکو کسی طرح کی اذیت یہاں پہونچے بہتر یہی ہے کہ انکو انکے دادا عبد المطلب کے پاس پہونچا دیں چنانچہ آپ کو اسی عمر میں آپ کے پاس پہونچا دیا اور اسوقت کے شرح صدر سے حق تعالی کو منظور یہ تھا کہ لڑکوں کے دلوں میں جو غفلت کھیل کود کی اور دوسرے ملالوں کاموں کی ہوتی ہے وہ آپ کے دل سے نکل جاوے چنانچہ

ایسا ہی ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچپن اور طفولیت کی حالت میں بھی کھیل کود کی طرف رغبت اور خواہش نہ تھی جس طرح اس عمر میں دوسرے لڑکوں کو ہوتی ہے اور آپ کا اٹھنا بیٹھنا ایک انداز سے تمکین اور وقار کے ساتھ تھا اور دوسرے مرتبے کا بیان یہ ہے کہ ابن حبان اور حاکم اور ابو نعیم اور ابن عساکر اور ضیاء مقدسی اور عبداللہ بن احمد نے مسند کی زوائد میں صحیح سند سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دس برس کے ہوئے تو ایک جنگل میں تھے وہاں دو آدمیوں کو دیکھا اور آپ فرماتے ہیں کہ میں نے تمام عمر ایسے نورانی چہرے کے آدمی نہیں دیکھے اور ایسی خوشبو مجھے نہیں آئی تھی کہ میں نے کسی عطر میں نہیں سونگھی ہے اور انکے کپڑے ایسے نفیس اور صاف اور براق تھے کہ پھر ایسا کپڑا دوسرا آج تک میری نظر میں نہیں آیا اور وے دونوں شخص جبرئیل اور میکائیل تھے ان دونوں نے میرے دونوں بازو ایسے آہستگی سے پکڑے کہ مجھکو کچھ بھی معلوم نہوا اور مجھکو پیٹھ کی ہڈی پر چت لٹایا کوئی جوڑ میرا بیکل نہوا اور دکھ نپایا پھر انھوں نے میرا پیٹ چاک کیا اس طرح سے کہ کچھ دکھ درد نہوا اور خون بھی نہ نکلا اور ایک انمیں سے سونے کے طشت میں پانی لاتا تھا اور دوسرا اندر سے پیٹ میرا دھوتا تھا پھر ایک نے دوسرے کو کہا کہ انکے دلکو چاک کر کے کینہ اور بدخواہی کو اس سے دور کرو اسنے دلکو چیر کے ایک پھٹکی بندھے خون کی نکال کے پھینک دی پھر کہا شفقت اور مہربانی کو انکے دل میں ڈال دے سو ایک چیز چاندی کے تل کی طرح کی لاکر میرے دل میں ڈالدی اور ایک سوکھی دوا جیسے ذرور ہوتے چھڑکنے کی چیز کی طرح کی لاکر اسپر چھڑکی پھر انگوٹھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پکڑ کر کہا جاؤ ہمیشہ خوش رہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس وقت سے اپنے دل میں ہر چھوٹے بڑے پر شفقت اور رحمت پاتا ہوں اور اس وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سن بلوغ کے قریب پہونچے تھے اور جوانی کے لوازمات میں سے شہوت یعنی نفس کی خواہشوں کی طرف جھکنا اور غصہ اور غضب کا جوش مارنا ہے سو ان گناہوں کے بچانے کے واسطے جو شہوت اور غضب سے تعلق رکھتے ہیں اور اکثر انکا جوش اور خروش جوانی میں یا بعد اسکے ہوتا ہے آپکے سینۂ مبارک کا چاک کرنا دوسرے مرتبے ہوا تیسرے مرتبے کا بیان یہ ہے کہ جب زمانہ بعثت کا قریب پہونچا اور وقت وحی کے نازل ہونے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک کے نزدیک آیا تو

نبی ہونیکا ۱۲

پھر تیسرے مرتبے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو صاف کرنے اور قوت دینے کے واسطے چاک کیا اور اس قصے کو بیہقی نے اور ابو نعیم نے دلائل میں اور ابو داؤد طیالسی نے اور حارث بن ابی اسامہ نے اپنی مسندوں میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینے کا اعتکاف نذر مانا تھا اور اپنے اوپر لازم کیا تھا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے ساتھ اس اعتکاف میں شریک ہوئی تھیں اور اتفاق سے وہ مہینہ رمضان کا تھا اور دونوں ایک غار میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھے تھے ایک رات کو اسی رمضان کی راتوں سے وقت کے دیکھنے اور ستاروں کے پہچاننے کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے تھے کہ یکایک ایک آواز السلام علیک کی آئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جانا کہ یہ آواز جنوں کے جھپٹ کی سی ہے یعنی کسی جن کا اس مکان میں گذر ہوا ہے یہ سوچ کر میں دوڑا اور غار میں پہونچا اور حضرت خدیجہ کو اس حال سے خبردار کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ خوشخبری کی آواز ہے اس واسطے کہ سلام علیک کا لفظ امن اور انست کا نشان ہے اس آواز سے مت ڈرو پھر دوسرے مرتبے آپ باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک تخت پر جسکی چمک آفتاب کی سی ہے بیٹھے ہیں اور ایک پر اپنا مشرق کو اور ایک مغرب کو پہونچایا ہے آپ فرماتے ہیں کہ اس حالت کے دیکھنے سے مجھکو پھر ڈر معلوم ہوا اور چاہا کہ پھر میں غار میں گھسوں لیکن جبرئیل علیہ السلام نے اتنی فرصت مجھکو ندی اور جھپٹ غار کے دروازے پر آگئے یہاں تک کہ انکے دیکھنے اور انکے کلام کے سننے سے میری دہشت جاتی رہی بلکہ انسیت حاصل ہوئی پھر جبرئیل علیہ السلام نے مجھسے وعدہ لیا کہ فلانے وقت اکیلے آنا آپ فرماتے ہیں کہ میں اس وعدے کے وقت اکیلا آگیا دیر تک انتظار میں کھڑا رہا جب بہت دیر ہوئی تو میں نے ارادہ کیا کہ اب گھر کو جاؤں یکایک کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام دونوں درمیان آسمان اور زمین کے بڑی عظمت اور شان سے آتے ہیں پس آتے ہی مجھکو زمین پر لٹایا اور میرے سینے کو چاک کیا اور میرے دل کو نکال کے سونے کے طشت میں زمزم کے پانی سے دھویا اور ایک چیز اس

ف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے مرتبے شق صدر کا بیان

ف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے مرتبے شق صدر کا بیان

نکال ڈالی کہ کچھ بھی مجھکو معلوم نہوا پھر دل کو اپنے مکان پر رکھکر سینے کو درست کر دیا اور دونون فرشتون نے میرے ہاتھہ پانون پکڑکے الٹا کیا جیسے کوئی برتن کو اسکے اندر کی چیز گرانے کو اوندھا کرتے ہین پھر ایک مُہر میری پیٹھہ پر کر دی یہان تک کہ اس مہر کرنے کا صدمہ مینے اپنے دل پر پایا جیسے تھے مرتبے معراج کی رات کو اور اس مرتبے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک کے چاک ہونے کا سبب یہ تھا کہ آپ کا دل مبارک عالم ملکوت یعنے عالم ارواح کے سیر کی قوت حاصل کرے اور ان تجلیات کی روشنی اور چمکتے ہوئے انوار کے دیکھنے کی طاقت پیدا کرے کہ جنکے دیکھنے سے دل مین وحشت آجاتی ہی اور قصہ معراج کا معروف اور مشہور ہی اسکے بیان کرنے کی اس جگہہ پر کچھہ حاجت نہین ہی اور اس قصے مین ایمان اور حکمت سے دل کو پر کرنا بھی مذکور ہی چنانچہ اپنے مقام پر گذرا ہی حاصل کلام کا یہ ہی کہ ظاہر مین چاک کرنا آپکے سینۂ مبارک کا معنوی شرح صدر کا نمونہ ہی کہ دنیا مین کئی مرتبے ظہور مین آیا اور اس شرح صدر ظاہری کے مکرر ہونے کی وجہ بھی اس قصے کے بیان مین ذکر کی گئی چنانچہ پوشیدہ نہین ہی اور جو پہلی نعمت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی ہی تھی کہ سینۂ مبارک کو اس قدر کشادہ کر دیا کہ بے انتہا کمالون کی گنجایش اسمین ہو سکے اسیواسطے اس سورت کے اول مین اسی نعمت کو استفہام انکاری کے طور پر یاد دلایا ہی کہ بموجب قول نفی النفی اثبات یعنے نہین کی نہین سے مطلب ثابت ہوتا ہی تو یہ نفی بھی اثبات کو مفید ہوئی یعنے لم نشرح صیغہ نفی کا ہی جب اسپر ہمزہ استفہام انکاری کا لائے تو پہلے نفی کی نفی ہو گئی یعنے کیا نہین کھولا ہم نے سینہ تیرا بلکہ بے شک کھولا ہی اور یہی مطلب ہی اور اسکے بعد دو نعمتین اور بھی کہ اسی نعمت کے تاثیرات سے ہین تنبیہ کے واسطے لائے ہین اُن دونون مین سے ایک یہ ہی **وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ** اور اُتار لیا اور دور کیا ہم نے اس حوصلے کی کشادگی کے سبب سے تجھسے تیرا بوجھہ اس واسطے کہ جو کچھہ کہ آدمی کی روح مین استعداد ہوتی ہی سوا اپنی جبلت اور پیدایش کے موافق اُسکے حاصل کرنے کو رغبت کرتا ہی اور جب سکے او جوڑ بند اسکا بوجھہ نہین اٹھا سکتے ہین تو وہ چیز اسپر بھاری ہو جاتی ہی جیسے کوئی بڑے قصد والا کہ سرداری اور بادشاہی لینے کے واسطے موافق استعداد کے اسکی طبیعت خواہش کرتی ہی اور یہ بات بغیر بہت مال خرچ کیے اور بغیر بہت فوج جمع کیے اور بغیر بڑی بڑی محنتین بدنی کھینچے اور بڑے بڑے رنج روحانی اٹھانے کے حاصل نہین ہو سکتی لاچار اسکے دل پر بھاری پڑتی ہی پھر اگر حوصلے کی فراخی حاصل ہوئی تو ہر کمال کے حاصل کرنے مین جو مخالف چیزین اُسکے مزاحم ہونگی اور پیش آونگی تو اسکے سبب سے اسکا دل تنگ اور خفا نہو گا اور اس بوجھہ کا اثر جلدی اسکے دل سے دور ہو جائیگا اور اسکے دل کو نہایت سبکی اور آسانی حاصل ہوگی **الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ** وہ بوجھہ جسنے ٹیڑھی کر دی تھی اور ٹوٹنے کے قریب کر دی تھی پیٹھہ تیری اسواسطے کہ تیری ہمت چاہتی تھی کہ ان سب کمالونکو حاصل کرے اور نفسانی تشویشات کے سبب سے تیرا دل تنگی کرتا تھا پھر جو مینے تیرے حوصلے کو کشادہ کر دیا تو یے سب تشویشین تجھپر آسان ہو گئین اور تفسیر کرنیوالے عالمونکی فکر اس وزر کے بیان مین ادھر ادھر گئی ہی لیکن بات کی حقیقت کو نہین پہونچی چنانچہ بعضونے کہا ہی کہ وہ مکہ معظمہ سے نکلنے کا غم تھا اور مدینے مین پہونچا دینے سے وہ غم جاتا رہا اور بعضونے کہا ہی کہ وہ غم کافرونکی شرارت اور ستمگاری کا تھا اور حق تعالی کی تائید سے وہ غم جاتا رہا یعنے اسلام غالب ہوا اور بعضونے کہا ہی کہ وہ غم دین حنیفی اور اسکے حکمونکے نپانے کا تھا سو قرآن کے نازل کرنے سے اور شریعت کے حکمونکے بیان کرنے سے اس غم کو بالکل مٹا دیا اور بعضونے کہا ہی کہ وہ غم امت کا تھا سو شفاعت کے مقام کے دینے سے اس غم کو کھو دیا اور بعضونے کہا ہی کہ وہ رسالت کی باربرداری کا غم تھا سو وہ جان نثار یارون کے بہم پہونچا دینے سے نیست اور نابود کر دیا جیسے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان ذی النورین اور حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہم اجمعین بہرحال جو کچھہ ان بزرگوارونے ذکر کیا ہی ایک قطرہ ہی اسی دریا کا اور ایک پرچہ ہی اسی طومار سے اور دوسری نشانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرح صدر کی یہ ہی کہ **وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ** اور بلند کیا ہمنے تیرے واسطے ذکر تیرا یعنے جب اس مرتبے کے کمالون کی جمعیت تجھکو حاصل ہوئی کہ الوہیت کے مرتبے کا ظل اور سایہ ٹھہرا اور اس جمعیت کے ساتھہ منفرد اور مطلق ہوا تو اب تیرا ذکر حق تعالی کے ذکر کے ساتھہ کرتے ہین جیسے کہتے ہین کہ اللہ اور اسکا رسول خوب جانتا ہی یا کہتے ہین کہ اللہ اور رسول کا ایسا حکم ہی کہ اسکی تابعداری واجب ہی اور اسی پر اور باتین قیاس کر لیا چاہیے اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ میرے ذکر کو کس طرح سے بلند کیا ہی

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ تمہارے ذکر کو حق تعالیٰ نے اپنے ذکر کے نزدیک کیا ہی اذان مین اور تکبیر مین اور التحیات مین اور خطبہ مین اور کلمۂ طیب مین اور کلمۂ شہادت مین اور تابعداری کے کام مین جیسے کہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول اور گناہ کی حرمت مین جیسے ومن یعص اللہ ورسولہ فان لہ نار جہنم خالدین فیہا ابدًا اب جاننا چاہیے کہ جس جگہ ذکر حق تعالیٰ کا ہی اُس جگہ رسول کا بھی ذکر ہی مگر تین جاے پر پہلے اذان کے آخر مین کہ فقط لا الہ الا اللہ کہا جاتا ہی دوسرے چھینکنے کے بعد کہ فقط الحمد للہ کہا جاتا ہی تیسرے ذبح کے وقت کہ فقط بسم اللہ کہا جاتا ہی اور ان جگہہ پر رسول کا نام نہ لینے کی ایک وجہ ہی کہ اپنے مقام پر ذکر کی جاویگی اور جب تینون نعمتون کو کہ اصلی اور فرعی تھین بیان فرمایا تو وہ خصوصیت کہ سارے انبیاؤن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہی ثابت ہوئی اب بیان فرماتے ہین کہ یے سب اُس صبر کی برکت سے ہی کہ سختیون پر کیا تم نے اور ہماری راہ مین رنج اُٹھایا **فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا** پھر تحقیق ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہی کہ درگاہ الٰہی سے عین اس سختی مین نصیب ہوتی ہی اور وہ آسانی اس سختی کے بوجھ اٹھانے کی طاقت دیتا ہی کہ اس سبب سے وہ سختی آسان ہو جاوے کہ اگر اس مصیبت گذر جانے کے بعد یا پہلے اُسکے اس سختی کو یاد کرین تو اُسکے اُٹھانے کی طاقت اپنے مین نپاوین سو کمالات کے حاصل کرنے مین اس قسم کی آسانیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شرح صدر اور فراخی حوصلے کے سبب سے عنایت ہوئی تھین تا کہ آپ کے دل کو تنگی اور کدورت حاصل نہو اور ہر کمال کے تحصیل کو باوجود پیش آنے مزاحم اور موانع طرح طرح کے انجام کو پہونچاوین **اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا** تحقیق اُس مشکل کے ساتھ آسانی دوسری بھی ہی اور وہ دوسری آسانی مرتبون اور درجون کی بلندی ہی اس واسطے کہ مصیبت مین صبر کرنا اگر حق تعالیٰ کی رضا کے واسطے ہی تو حق تعالیٰ کی درگاہ مین مرتبون اور درجونکی بلندی کا سبب ہی اور اگر بندون کے واسطے ہی تو اس بندے پر اپنی خدمت اور مشقت کا حق ثابت کرنے کا سبب ہی کہ منصب اور مرتبے کی زیادتی دیکھ کے وہ سختی اور مصیبت بالکل آسان ہو جاتی ہی چنانچہ یہ معاملہ دنیا دارون مین مجرب اور آزمودہ ہی کہ دنیا کے مرتبے اور جاہ کے واسطے سر تک دینے مین بھی آہ نہین کرتے ہین اور اس تقریر پر وہ اعتراض جو اس مقام پر مشہور ہی وارد نہین ہوتی ہی وہ یہ ہی کہ مع کا لفظ عرب کی لغت مین ملنے اور ساتھ ہونے کے معنون مین ہی تو چاہیے کہ تنگی اور فراخی کا زمانہ ایک ہی ہو اور یہ ممکن نہین ہی اسواسطے کہ دو ضدونکا جمع ہونا ایک زمانے مین لازم آتا ہی والضدان لا یجتمعان اور دو ضدین آپسمین اکٹھے نہین ہو سکتین اس جواب کی توضیح علما کے قاعدون کے موافق یہ ہی کہ دو ضدونکا جمع ہونا جدا جدا دو اعتبارون سے ہو سکتا ہی جیسے کہتے ہین مسافر کو روزہ رکھنا اگرچہ مشقت ہی لیکن مسلمانون کی موافقت اور ہمراہی کے سبب سے آسان ہوتا ہی اور مصیبت والے کو اگرچہ دکھ ہی لیکن ثواب کا پانا اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو پہونچنا آسانی ہی اور افلاس اور تنگدستی اگرچہ فقیر کو دنیا کی مشقت کا سبب ہی لیکن آخرت کے حساب کتاب سے نجات پانا اور چورون اور بٹ مارون سے بے دہشت ہونا اور ظالم حاکمون کے تاوان لینے سے بچنا کمال آسانی ہی تو ہو سکتا ہی کہ ایک چیز ایک ہی زمانے مین ایک اعتبار سے مصیبت ہو اور دوسرے اعتبار سے آسانی اور بعضے مفسرون نے کہا ہی کہ مع کا لفظ لغت مین اگرچہ مقارنت اور نزدیکی کے واسطے ہی لیکن جو ایک چیز بعد ایک چیز کے جلدی حاصل ہوتی ہی تو اُس نزدیکی کو بھی ملنا بولتے ہین اور مع کے لفظ کو وہان استعمال کرتے ہین اور یہ مقام بھی اسی قسم کا ہی اسواسطے ہوا کہ دنیا کی سختی اگرچہ لمبی اور دراز ہو لیکن جو آخرت دنیا سے بہت متصل ہی تو گویا جدائی نہین ہی اور دنیا سے ملی ہوئی ہی اور اس آیت کے مکرر لانے کی دو وجہین ہین پہلی وجہ یہ ہی کہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ہنستے ہوئے گھر سے باہر تشریف لائے اور صحابہ سے فرمایا کہ خوش ہو کہ حق تعالیٰ نے دنیا کی ہر سختی کے بعد دو آسانی کا وعدہ فرمایا ہی ایک آسانی دنیا مین اور ایک آخرت مین چنانچہ بعضے ذوی فنون نے اس بیت مین اسی مضمون سے اشارہ کیا ہی

اِذَا اشْتَدَّتْ بِكَ الْبَلْوٰی فَفَکِّرْ فِی اَلَمْ نَشْرَحْ ⁂ فَعُسْرٌ بَیْنَ یُسْرَیْنِ اِذَا فَکَّرْتَہٗ فَافْرَحْ

یعنے جب ہجوم کرین تجھ پر بلائین تو غور اور فکر کر الم نشرح کے معنون مین اسواسطے کہ ایک سختی دو آسانیون مین واقع ہوئی ہی پھر جب اس مضمون کو غور کریگا تو تو خوشیان کر اور شادیان کہ میری بھی سختی رہنے والی نہین ہی اور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ لن یغلب عسر یسرین یعنی ایک سختی دو آسانیون پر غلبہ نکر سکیگی اور اگلے کے دلمین یہ شبہ گذرے کہ جسطرح یسر دو جاپر مذکور ہی اسیطرح عسر بھی دو جا پر مذکور ہی پھر عسر کی وحدت اور یسر کا تعدد کہان سے بوجھا گیا اُسکا جواب ہی

کہ عربیت کے جاننے والے کہتے ہین کہ جب نکرے کو بعد نکرے یا معرفے کے لاتے ہین تو وہ جدائی کو چاہتا ہی اور دونون کے مضمون جدا ہوتے ہین اور جب معرفے کو بعد نکرے یا معرفے کے لاتے ہین تو وہ اتحاد کو چاہتا ہی اور دونون کا مضمون ایک ہوتا ہی چنانچہ حق تعالی فرماتا ہی ارسلنا الی فرعون رسولا فعصی فرعون الرسول یعنی الرسول کی لفظ معرفہ ہی نکرے کے بعد یعنی رسولا کے بعد آئی ہی اور دونون لفظون سے مراد ایک ہی رسول ہی اسی طرح جاءنی رجل رجل فقال رجل مین بھی ظاہر ہی کہ نکرے کے بعد نکرہ آیا ہی اور دونون سے علیحدہ علیحدہ رجل مراد ہین تو یہان پر عسر کو دو مرتبہ معرفہ لائے لیکن دونون ایک ہین اور یسر کو دونون جا پر نکرہ لائے تو دو یسر یون سمجھے گئے اور دوسری وجہ یہ ہی کہ یہ تکرار تاکید کے واسطے ہی اس واسطے کہ مصیبت مین امید آسانی کی منقطع ہو جاتی ہی تو اس مقام مین گمان اسبات کا تھا کہ مصیبت مین پھنسے ہوؤن کو شاید حاصل ہونا آسانی کا بعد اس سختی کے یقین نہو اسو اسطے آسانی کی تاکید لانے کی احتیاج ہوئی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی نعمتون کے شمار اور یاد دہی سے فراغت ہوئی تو ان نعمتون کا شکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طلب فرماتے ہین کہ **فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ** پھر جب تو فارغ ہو ہر مرتبے اور ہر منصب کے حق ادا کرنے سے وسعت ہے اور منصب کہ تم کو دیے ہین ہمنے جیسے نبوت اور رسالت اور ہدایت اور معرفت اور خلافت کبری اور قضا اور افتا اور احتساب اور تعبد اور ولایت اور سوا انکے جو ہین پھر رنج کھینچ اور محنت کر اللہ تعالی کے یاد کرنے مین **وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ** اور اپنے پروردگار کی طرف رغبت کر اور دل لگا ایسا پروردگار جسنے تجھکو کس طرح سے پرورش کیا اور ایسے کمال کو پہونچایا کہ کسی کو بنی آدم سے میسر نہوا اور سوائے اُسکے کسیکو اپنی نظر مین جگہہ مت دے اور بعضے مفسرون نے اسکے معنے یہ کہے ہین کہ جب فرض نماز سے فارغ ہو تو دعا کے واسطے ہاتھ اٹھاؤ اور بعضون نے کہا ہی کہ جب التحیات کے پڑھنے سے فارغ ہو تو تو اپنی دنیا اور آخرت کے واسطے دعا کر اب یہان پر باقی رہا ایک سوال کہ عربیت کے واقف کا ذکر کرتے ہین وہ یہ ہی کہ الم نشرح کو مضارع کے صیغے سے اور اُسکے معطوفونکو جیسے ووضعنا اور ورفعنا کو ماضی کے صیغے سے کس واسطے ذکر کیا اسکا جواب عین تفسیر مین اشارہ کیا گیا ہی کہ شرح صدر کا پہلی نعمت ہی بلکہ سب نعمتون کی جڑ ہی تو ہمزۂ استفہام انکاری کا اُسکی نفی پر لائے اور مضارع کے صیغے سے ذکر کیا تاکہ شرح صدر کے تجدد اور دوام پر دلالت کرے اور وضع اور رفع فرعی نعمتین ہین اور پچھلی کہ شرح صدر کے سبب سے حاصل ہوئی ہین اسواسطے انکو ایسے صیغے سے ذکر کیا کہ استمرار پر دلالت نکرے اور اس ترکیب مین اسبات کی طرف بھی اشارہ ہوا کہ شرح صدر کے سبب سے وضع اور رفع سے بھی فراغت پائی ہمنے یعنے جب شرح صدر کا کیا تو وضع اور رفع دونون عمل مین آچکے اور ہو چکے اسواسطے کہ وضع اور رفع اُسی شرح صدر کا ثمرہ ہی اور اسیکا پھل واللہ اعلم

سُوْرَۃ والتین

تمہید

یہ سورت مکی ہی اسمین آٹھہ آیتین اور چونتیس[۳۴] کلمے اور ڈیڑھ[۱۵۰] سو حرف ہین اور اس سورۃ کا نام سورۂ تین اس واسطے رکھا ہی کہ تین عرب کی لغت مین انجیر کے پھل کو کہتے ہین اور انجیر فائدہ بخشنے اور خوبیون مین سب میوؤن سے جامع ہی جیسے آدمی کا بدن سب بدنون سے جامع ہی اور اسی جامعیت کے سبب سے مستحق فیضان وحی کا ہوا ہی کہ جامع کمالات کا ہی پس مشابہ ہی قرآن کے لفظون کے ساتھ کہ سمیٹنے والے بہت سے اسرارون کے ہین اور اس سورۃ مین ثابت کرنا شرع اور معاد کا یعنی آخرت کا کمال تاکید کے ساتھ منظور ہی اسیواسطے اس سورے کی ابتدا مین چار قسمین مذکور ہین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

س ع ف

وَالتِّیْنِ قسم ہی انجیر کی اور انجیر کا اور میوؤن سے ایک خصوصیت ظاہری ہی اور ایک خصوصیت باطنی سو جو ظاہری خصوصیت ہی وہ یہ ہی کہ وہ غذا بھی ہی اور دوا بھی ہی اور میوہ بھی ہی اسواسطے کہ وہ ایک چیز ہی لطیف سریع الہضم مین طبع اور سُدّے کے مادے کو بدن کے اندر سے پسینے کی راہ نکال دیتا ہی اسیواسطے باوجود حرارت کے تپ کو مفید پڑتا ہی اور بلغم کو تحلیل کرتا ہی اور گردے اور مثانے کو سنگریزے سے پاک کر دیتا ہی اور بدن کو موٹا کرتا ہی اور مسامون کو کھول دیتا ہی اور دفع کرنے مین کبد اور طحال کے سُدّون کو بے نظیر ہی اور ایک عجائبات سے اس میوے کے یہ ہی کہ سب کھانے مین آتا ہی کوئی چیز پھینکنے کے لائق نہین رکھتا قرآن کی طرح بالکل

مغز ہی مغز ہے ایسا چھلکا رکھتا ہی کہ کھانے مین نہ آوے نہ گٹھلی رکھتا ہی کہ پھینکی جاوے اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ع
کے واسطے ایک طباق بھرا ہوا انجیرون کا بطور ہدیے کے لایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اُنمین سے نوش جان فرمائے اور یارونکو بھی ارشاد فرمایا کہ کھاؤ
کیونکہ یہ میوہ گٹھلی نہین رکھتا اور بہشت کے میوے بھی ایسے ہی ہین سو اسکو کھاؤ کہ بواسیر کے مادیکو دفع کرتا ہی اور نقرس کے درد کو نہایت مفید ہی اور حضرت
امام علی موسی رضا رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ ہمیشہ انجیر کھانا گندہ دہنی کو دفع کرتا ہی اور سر کے بالونکو بڑھاتا ہی اور فالج سے امن دیتا ہی اور عجائبات
سے اس میوے کے ایک یہ ہی کہ برابر ایک لقمے کے بنایا ہی نہ چھوٹا نہ بڑا تاکہ کھانے والے کو کسی طرح کی محنت اور مشقت نہو اور وہ جو اسکی باطنی خصوصیتین
ہین سو اُنمین سے ایک یہ ہی کہ یہ میوہ کمال والون سے نہایت مشابہت رکھتا ہی کہ ظاہر اور باطن اُسکا ایکسان ہی اسواسطے کہ نہ گٹھلی رکھتا ہی نہ چھلکا بخلاف اور میوونکے
کہ باہر کا اُنکے کھانے کے لائق ہی اور اندر کا پھینک دینے کے قابل دوسرے یہ کہ اس میوے کا عجیب درخت ہی کہ اپنے کمال کو قبل دعوے کے ظاہر کرتا ہی کہ اول
پھلتا ہی اور پیچھے پھولتا ہی بخلاف اور میوون کے درختون کے کہ اول اُنکے پھول پتے نکلتے ہین پھر پیچھے سے میوہ ظاہر ہوتا ہی گویا کہ یہ درخت صفت ایثار
کی رکھتا ہی کہ اول غیر کو فائدہ پہونچاتا ہی بعد اُسکے اپنی آراستگی اور فائدے کی تدبیر کرتا ہی اور دوسرے درخت معاملہ دار لوگون کی طرح سے ہین کہ اول
اپنا بھلا کر لیتے ہین اُسکے بعد اورون کو فائدہ پہونچاتے ہین اور ایک یہ بھی ہی کہ جس قدر فیض یہ میوہ رکھتا ہی اور میوون مین نہین
ہی کہ ایک سال مین کئی بار پھلتا ہی اور باوجود ان سب باتون کے اس میوے کے درخت کو ایک بڑی مناسبت ہی انسان سے کیونکہ جب حضرت
آدم علیہ السلام کی بہشت مین بسبب تقصیر ہو جانے کے بہشتی پوشاک اُنکی اُتار لی گئی اور ننگے رہ گئے تو گھبرا کر جس درخت کے نزدیک
گئے کہ اُسکے پتے لیکر اپنا تن ڈھانکین وہ درخت اونچا ہو گیا اور پتے انکو نہ دئیے اور جب انجیر کے درخت کے پاس گئے تو یہ اونچا نہوا تب اُنھون نے اُسکے
پتے بہت سے توڑ کر اپنی شرمگاہ کو چھپایا اور بعضے کسان لوگ یعنی کھیتی کرنے والے کہتے ہین کہ کامل جھاڑ وہ ہی کہ جسمین دس چیزین موجود ہون جڑ اور ڈالیان
اور پتے اور پھول اور میوہ اور گٹھلی اور گوند اور چھال اور چھلکا اور ریشہ جیسے کھجور کا درخت کیونکہ دسون چیزین اسمین موجود ہین اور جس درخت مین ان
دس چیزون سے کم ہوئین وہ درخت ناقص ہی پس انجیر گٹھلی نہین رکھتا ہی تو چاہیے کہ وہ ناقص ہو جواب اسکا یہ ہی کہ یہ نقصان عین کمال ہی کیونکہ گٹھلی کچھ
کھانے کی چیز نہین ہی پھینک دینے کی چیز ہی پس ہونے سے اُسکے نہ ہونا بہتر ہی حاصل کلام کا یہ ہی کہ جناب باری نے اسکی جمعیت پر یعنی سب میوونکی
خوبیان اُسمین موجود ہین اور فوائد بڑے بڑے ضروری پر نظر فرما کر اسکی قسم کھائی ہی اور اُسکی مناسبت کو جو انسان کی جامعیت کے ساتھ رکھتا ہی رعایت فرمائی ہی

وَالزَّيْتُونِ اور قسم ہی زیتون کے درخت کی کہ پھل کو بھی اُسکے زیتون کہتے ہین اور وہ بھی جامع یعنی جمع کرنیوالا ہی بہت سے فائدونکو ظاہر مین بھی
اور باطن مین بھی پھر وہ جو ظاہر کے فائدے ہین اُنمین سے ایک یہ ہی کہ جب پھل کو اُسکے سرکے مین اچار بنا کر استعمال کرتے ہین تو معدہ کو قوت دیتا ہی
اور بھوک کو بڑھاتا ہی اور زیتون کا پختہ پھل کھانے سے بخوبی سیری حاصل ہوتی ہی اور بدن کو موٹا کرتا ہی اور قوت باہ کو بڑھاتا ہی اور اگر زیتون کی گٹھلی کا مغز
چربی اور آٹے مین ملا کر کوڑھی کے بدن پر ملین تو کوڑھ دفع ہو جاتا ہی اور اگر زیتون کے شیرہ کا عورت فرجہ کیو تو بچہ دان کا بہنا موقوف کر دیتا ہی اور جس
نمک پانی مین کہ زیتون کے پھل ڈالے ہون اگر اُسکی کلی کرین تو دانتونکی جڑونکو مضبوط کرتا ہی اور جو کچھ کہ انجیر مین فائدے جمع ہین کہ غذا بھی ہی اور میوہ بھی
ہی اور دوا بھی ہی وہی فائدے زیتون مین بھی موجود ہین کچھ زیادتی کے ساتھ اور وے فائدے یے ہین کہ زیتون کا سالہا سال تک فائدہ باقی رہتا ہی
اسطورسے کہ جس قدر کہ اُسمین سے کچے جھڑتے ہین اُسکا تیل بنتا ہی اور اُسکو زیت الانفاق کہتے ہین کہ قندیلون اور چراغون مین جلانیکے کام آتا ہی اور روشنی اُسکی
نہایت صاف اور لطیف ہوتی ہی کہ اور چیزونکے تیل کی ویسی روشنی نہین ہوتی اور جو پکا جاتا ہی تو اُسکا بھی تیل نکالتے ہین اُسکو زیت الطیب کہتے ہین کہ خوشبودار ہوتا ہی اور
فائدہ بخشنے مین بے نظیر ہی اور قولنج کے دفع کرنیکے واسطے اور سدے کے اور اسہال کے واسطے خاصیت ارنڈی کے تیل کی رکھتا ہی اور ملنے مین اور لیپ کرنے مین مفید
گل کی مانند ہی اور شری اور حمرہ اور قوبا اور صداع اور بالونکی سیاہی اور درد نقرس اور وجع مفاصل اور سل اور رطوبت غلیظ کو کہ پلکون مین ہو نچتی ہی بہت مفید
ہی اور اگر بچھو کے کاٹے پر لگاوے تو بہت فائدہ کرتا ہی اور جو خصوصیتین کہ باطن مین ہین اُنمین سے ایک یہ ہی کہ جب اُسکا تیل بنتا ہی تو کمال نورانیت اور چمک

ف زیتون کی فائدون کا بیان

پیدا کرتا ہی اور اس سبب سے یعنی باطنی خصوصیت سے کمال والون کے ساتھ نہایت مناسبت رکھتا ہی کہ جب اپنے حیات کے پھل کو ریاضت کے
گھریا مین گلا کر روح کے لطیف کرنے مین کوشش اور جانفشانی کرکے نہایت نرمی اور لطافت پیدا کرتے ہین تو بڑی نورانیت اور
روشنی حاصل ہوتی ہی اور باوجود اس بات کے تیل اسکا دھوئین کی سیاہی سے پاک ہوتا ہی ارواح کاملہ کی نورانیت کی مانند بخلاف اور تیلون کے
کہ باطل ریاضت کرنے والون کی طرح سے ملی ہوئی دھوئین کی سیاہی سے ہوتے ہین اور یہ بھی ہی کہ فکر اور استدلال والون سے کمال مناسبت
رکھتا ہی کہ معلومات کے احوال کو فکر کی قوت مین ڈال کر گلاتے اور اونٹاتے ہین تاکہ روشنی اور چمک پیدا کرے اور چیزون کی حقیقت دریافت کرنے
مین چراغ کی روشنی کی طرح کام مین لاوین اور یہ بھی ہی کہ کمال مناسبت رکھتا ہی قرآن کے لفظون سے کہ جب اسکے معنون کو لفظون کی آمیزش
سے علحدہ کرین تو حقائق الہی کے نور کی تابش اور روشنی دکھاتا ہی اور یہ بھی ہی کہ کوئی درخت دنیا مین اتنی بڑی عمر نہین رکھتا جتنی کہ یہ درخت رکھتا
ہی کہ فلسطین جو ایک شہر مشہور و معروف ہی اقلیم شام مین وہان زیتون کے جھاڑ یونانیون کے ہاتھ کے لگائے ہوئے اب تک موجود ہین کہ وہ
سکندر کے زمانے مین اُس ملک کی طرف آئے تھے پس ہر درخت کی عمر اُن درختون مین سے آج کی تاریخ تک دو ہزار برس کے قریب ہوئی ہی
اور یہ بھی ہی کہ بہت پیدایش کی جگہہ اس درخت کی شام کا ملک ہی کہ جگہہ انبیاؤن اور اولیاؤن کے رہنے کی ہی اور یہ بھی ہی کہ حضرت ابراھیم
علیہ السلام نے اس درخت کے لیے برکت کی دعا کی ہی اور یہ بھی ہی کہ قرآن مجید مین اس درخت کا نام شجرۂ مبارکہ فرمایا ہی اور یہ بھی ہی کہ اہل تفسیر نے لکھا ہی
کہ جو کوئی اپنے کو خواب مین دیکھے کہ زیتون کے پتے ہاتھ مین لیے ہی اُسکو خوشخبری ہی کہ عُروۃ الوثقی یعنے شریعت کی سیدھی راہ اسکے ہاتھ آوے گی اور ایک
مریض ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کہ رئیس المعبرین یعنی سردار تعبیر کرنے والون کے تھے آکر کہا کہ مجھکو خواب مین بتایا ہی کہ دونون لام سے کہا
ابن سیرین نے کہا کہ زیتون کے پھل کھا کہ اُسکے حق مین قرآن شریف مین لاشرقیۃ ولا غربیۃ وارد ہوا ہی اور حدیث شریف مین ہی کلوا
من الزیت وادّھنوا بہ فانہ من شجرۃٍ مبارکۃ یعنی کھاؤ زیتون کا تیل اور بدن پر ملو اسکو کہ وہ برکت والے درخت کا تیل ہی حاصل کلام کا ح
یہ ہی کہ اس قسم مین ترقی واقع ہوئی ہی پہلی قسم کی نسبت سے یعنی پہلی قسم مین انجیر کو یاد فرمایا تھا کہ ظاہری فائدے رکھتا ہی بغیر باطن کی نورانیت کے اور اس
قسم مین زیتون کو یاد فرمایا کہ ظاہری فائدون کے ساتھ باطن کی نورانیت بھی رکھتا ہی تو انسان کے کمال سے اسکو مناسبت زیادہ ہی **وَطُورِ سِینِینَ**
اور قسم ہی جھاڑون والے پہاڑ کی سمجھا چاہیے کہ طور لغت مین پہاڑ کو کہتے ہین اور پہاڑ دو قسم کے ہوتے ہین ایک جھاڑ والے کہ اُن مین سے چشمے جاری ہوتے ہین اور
بسبب اس پانی کے طرح طرح کے جھاڑ اُنمین اُگتے ہین جیسے اخروٹ اور چیرونجی اور انجیر اور زیتون اور دوسرے بڑے بڑے درخت جیسے سال اور ساکوان خودرو
یعنے آپ ہی آپ پیدا ہوتے ہین اور دوائین جیسے عقاقیر اور مصالح گرم جیسے لونگ الایچی وغیرہ اور جدوار یعنی نربسی و زہر اور لاکھون بوٹیان نقصان کرنے
والی اور فائدہ بخشنے والی نمودار ہوتی ہین اور جانور عجیب جیسے پہاڑی بکرے نہایت بڑے بڑے اور ہرن جسمین سے مشک نکلتا ہی اور مرغ زرین اور انکے
سوا اور بہت جانور عجیب و غریب وہان پیدا ہوتے ہین اور قسم سے معدنون کے جیسے بلور اور یشب اور بہت سی چیزین اس قسم کی اُسمین پیدا ہوتی ہین پس
جامعیت ایسے پہاڑ کی نہایت عالی مرتبے مین ہی کہ نباتات بھی اُسمین موجود ہین اور حیوانات بھی اور ارواح جناتی بھی مثل دیو پری کے ایسے پہاڑون مین
بہت ہوتی ہین اور ان چیزون کے فائدے کی امید پر بہت سے آدمی بھی وہان رہتے ہین پس ایسا پہاڑ کہ ایسے ایسے عجائبات کا مجمع ہو رہا ہی کہ عشر عشیر اُسکا
کسی جاکہ پر معلوم نہین ہوتا لیکن باوجود جمعیت کے ہر پہاڑ جھاڑ دار تجلی الہی سے خالی ہی جب ایسے پہاڑ مین تجلی الہی بھی حاصل ہوئی تو جامعیت کامل اُسکے واسطے
حاصل ہوئی سو اس قسم کا پہاڑ جھاڑ دار ملا ایک پہاڑ ہی مدین اور مصر کی راہ مین کہ اس پہاڑ کو فلسطین کہتے ہین اور حضرت موسی علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام
کو اس پہاڑ پر تجلی الہی سے سرفراز کیا اور آواز انی انا اللہ رب العلمین کا اُنکے کان مین پہونچایا اور کلیمی کا مرتبہ اس پہاڑ پر انکو حاصل ہوا اور بعد اس قصے
کے بھی حضرت موسی علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام جا کر اسمین مناجاتین کی ہین اور چلے کھینچے ہین اور عبادتین کی ہین اور توریت کی تختیان بھی جناب الہی سے
اسی پہاڑ پر انکو عنایت ہوئی ہین پس پہاڑ باوجود ظاہری کی جامعیت کے حضرت موسی علیہ السلام کی روحی اسرار انکا اور اونکی عبادت کی نورون کا بھی جمع

اُترنے والا ہوا اور جس نور اولے اترنے کا اس پہاڑ مین تجلی فرمائی تھی اور حضرت موسی علیہ السلام کو بیہوش کیا تھا اسقدر اس جگہ پر اثر اسکا مستقیم او رباقی رہا کہ علی
مرّ الدُّھُورِ وَالاَزْمَانِ یعنی قرنون او رزمانون تک قرب حاصل کرنیکو حضرت موسی علیہ السلام کی تابعداری اور احکام شرعی کے امداد ہونے مین کافی ہوا
پس شروع اور انتہا انوار موسوی کی کہ تمام بنی اسرائیل اُس سے نورانی اور آراستہ ہوئے وہی مبارک پہاڑ تھا اسیواسطے اس قسم مین پہلی قسم سے بھی ترقی فرمائی
کہ جو نور زیتون مین ہی وہ نور عنصری ہی اور جس نور نے اس پہاڑ پر تجلی فرمائی اور اُسکو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا نور آلہی تھا کہ علی مرّ الدھور والایام یعنی قرنون تک
اور مدتون تک تاثیر اُسکی باقی رہی اور حضرت موسی علیہ السلام کے کمالات کے جھاڑ کو ابدالآباد تک تروتازہ رکھتا ہی دوسرے خشک پہاڑ کہ انمین پانی نہ جھاڑ
تو وہ مُردے آدمی کے جسم کی مانند ہین کہ ظاہر مین آدمی نظر آتا ہی اور باطن مین کوئی انسانی کیفیت نہین رکھتا اسواسطے قابل قسم کے تھے اس سے بچنے کے واسطے
لفظ سینین کا فرمایا ہر چند اصل لغت مین طور سینین ہریالی والے پہاڑ کو بولتے ہین لیکن عرف مین یہ لفظ خاص اُسی پہاڑ کے واسطے ہی جسپر حضرت موسی علیہ السلام
تجلی آلہی واقع ہوئی تھی اور لفظ سینین کا نبطی قوم کی لغت ہی کہ شام کی اقلیم کے کھیتی کرنیوالے ہین اور اس لفظ کو عرب کے لوگ کئی طرح کے تصرف سے استعمال کرتے ہین
کبھی سینین کہتے ہین کبھی سینا سین کے زبر کے ساتھ چنانچہ سورہ قد افلح مین واقع ہی اور کبھی سینا سین کے زیر کے ساتھ چنانچہ ابو عمرو اور نافع اور ابن کثیر پڑھتے ہین
اور بعضے مفسرین نے کہا ہی کہ مراد انجیر سے اصحاب کہف کی مسجد ہی کہ اُسکے گرد انجیر کے جھاڑ بہت ہین اور مراد زیتون سے بیت المقدس کی مسجد ہی کہ گرداگرد اسکے
یہ درخت کثرت سے ہین اور بعضون نے کہا ہی کہ زیتون سے مراد زیتا کا پہاڑ ہی کہ وہ بیت المقدس سے مشرق کی طرف واقع ہی بلند ہی مسجد اقصی سے اور حدیث شریف
مین آیا ہی کہ جب ام المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالی عنہا کہ ازواج مطہرات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہین بیت المقدس کو تشریف لے گئین اور
مسجد اقصی مین نماز پڑھکر فارغ ہوئین تو مسجد سے نکلکر طور زیتا پر تشریف فرما ہوئین اور وہان پر بھی نماز پڑھی پھر اس پہاڑ کے کنارے پر کھڑے ہوکر ارشاد کیا کہ
اسی جاگہہ سے لوگ قیامت کے دن متفرق ہونگے کچھہ بہشت کو جاوینگے اور کچھہ دوزخ کو اور یہ وہی پہاڑ ہی کہ حضرت عیسی علیہ السلام کو یہان سے آسمان پر لے گئے
ہین اور اُس مکان کی نصاری بہت تعظیم کرتے تھے اور کرتے ہین اور اس پہاڑ کے سر پر ایک فرنگن نے کہ اسکا نام ہیلانہ تھا ایک کنیسہ بنایا تھا اور اُسکے اندر
ایک قبہ بنایا تھا کہ اسکو مصعد عیسی علیہ السلام کا کہتے تھے یعنی عیسی علیہ السلام کی چڑھنے کی جاگہہ ہوتے ہوتے وہ کنیسا ڈھہ گیا لیکن بالفعل اس پہاڑ مین خرنوب بطمی
کا درخت ہی کہ قریب اُسکے ایک مسجد بنائی ہی اور اس مسجد کے پائین مین ایک غار ہی صاف کہ بہت لوگ اس مکان کی زیارت کے واسطے جاتے ہین اور اس درخت کو
خرنوبۃ العشرہ کہتے ہین اور جب سلطان صلاح الدین نے بیت المقدس کو فرنگیون کے ہاتھ سے فتح کر لیا تمام زمین طور زیتا کی شیخ احمد حکاری کو اور شیخ علی
حکاری کو برابر آدھون آدھ تقسیم کرکے وقف کر دی اور یہ قصہ ستر ھوین ذی حجہ کی سال پانسو چوراسی مین واقع ہوا اور وہ زمین اب تک اُن دونون شیخون کی
اولاد کے ہاتھہ مین ہی پس اس صورت مین اول اس جاگہہ کی قسم کھائی کہ اصحاب کہف کی ولایت کے انوار کی جا ہی اور وہ لوگ پہلے گروہ ہین اولیا کے کہ فنا کی راہ
مین چلے ہین بعد اُسکے انوار نبوت عیسوی کی جا کی قسم یاد فرمائی بعد اسکے انوار موسوی کی جا کی قسم کھائی بعد اُسکے فرماتے ہین **وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ** اور اس شہر امانت والے کی یا امن والے کی اور مراد اس شہر سے مکہ معظمہ کا شہر ہی کہ جامعیت مین نہایت کو پہونچا ہی اس لیے کہ ہر شہر قسم قسم کے
لوگونکو جیسے سپاہی اور سوداگر اور پیشے والے اور غنی اور فقیر اور عورت اور مرد اور سوا اسکے اور قسم قسم کے چیزونکو جامع ہوتا ہی جیسے بادشاہ اور حاکم اور مکانات
متبرک اور مقام شہدا اور قبور اولیا اور انبیا کی اور عبادتخانے اور مسجدین اُسمین ہوتی ہین اور طرح طرح کی بوٹیان اور قسم قسم کے جانور پرند اور چرند اُسمین موجود
پاتے ہین لیکن کسی شہر مین بیت اللہ یعنی خدا کا گھر کہ ہمیشہ تجلی آلہی کے اُترنیکی جگہہ ہو اور سب مخلوق کی عبادت کا قبلہ نہین ہی مگر یہی ایک شہر یعنی مکہ معظمہ
کہ یہ بزرگی بھی اُسکو نصیب ہوئی ہی اور اس سبب سے اسکو جامعیت کامل حاصل ہوئی ہی اور ان سب صفتون کے ساتھ پیدا ہونے اور نبی ہونے خاتم الانبیا
صلی اللہ علیہ وسلم کی جا ہی پس جامع ہی وحی محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسرار کا اور اس جناب کی نبوت اور ولایت کے نور اُسمین ظاہر اور تابان ہین اور وہ نبوت
اور ولایت نہایت جامع دوسری نبوتون اور ولایتون سے ہی پس اس قسم مین بڑی ترقی ہوگئی جمعیت کی اگلی قسمونکی بہ نسبت گویا کہ یہ جمعیت ایسی
جمعیت ہی کہ سب عالم اسفل کے اور عالم اعلی کے اسرارون کو اور بھیدونکو اپنے اندر سمیٹ لیا ہی اور خالق اور خلق مین لا ملا دیا ہی اور شہر مکہ ایک شہر ہی لیکن گویا کہ اُسکا

ح
ف

زیادہ ہی چوڑا ہوت اور پہاڑ گرداگرد اسکے قلعے کی مانند واقع ہوئے ہین اور ان پہاڑون کی ہونے کے ساتھہ بعضے طرف دیوار شہر پناہ کے طور پر بنائی ہی سو جو دیوار کہ مشرق کی طرف ہی وہ باب معلات کی دیوار کر کے مشہور ہی کہ مقبرۂ شریف اس شہر کا ہی اور وہ دیوار کہ مغرب کی طرف اور کچھہ شمال کی طرف مقابل مدینۂ مقدسۂ نبویہ کے ہی اسکو سور باب الشبیکہ کہتے ہین اور جو دیوار کہ یمن کی طرف ہی اسکو سور باب الیمن اور سور باب الماجن بھی کہتے ہین اور تعمیر ان دیوارونکی ۸۱۶ھ آٹھہ سو سولہ مین حکم سے وہان کے شریف کے کہ سید حسن بن عجلان تھا واقع ہوئی اور طول اور عرض اس شہر کا اسقدر ہی کہ باب معلات سے باب ماجن تک چار ہزار چار سو بہتر گز ہی اور باب معلات سے شبیکہ تک بھی اتنا ہی ہی مگر دو سو بیس گز زیادہ ہی اور گرداگرد اسکے دو پہاڑ ہین ایک کو ابو قبیس کہتے ہین اور دوسرے کو کہ وہ سنگ سرخ کا ہی مقابل ابو قبیس کے قعیقعان کہتے ہین اور ان دونون پہاڑون کو اخشبین مکہ کہتے ہین ابو قبیس کو اخشب شرقی اور قعیقعان کو اخشب غربی کہتے ہین اور مکہ معظمہ مین عمارتین بہت ہین اور بہتے چشمے اور چشمہ دار کنوین اور وقفی حوض اور حمام بہت سے ہین چنانچہ فاکہی کے زمانے مین کہ اس مقام کا مورخ ہی سولہ حمام گرم ہوتے تھے اور اس شہر کو دو قسم ٹھہرایا ہی ایک معلات ایک مسفلہ اور دار النخیر ان کہ نزدیک کوہ صفا کے داہنے طرف مکہ معظمہ کی حد ہی معلات کی ہی اور دار العجلہ کہ بائین طرف مکہ معظمہ کے ہی نشانی حد مسفلہ کی ہی اور یہ شہر مکرم اور معظم حجاز کی ولایت مین داخل ہی اور وہ ولایت درمیان مین ولایت شام اور عراق اور مصر اور یمن کے واقع ہی اور اس ولایت مین کئی شہر داخل ہین چنانچہ ایک انہین سے یہی شہر ہی اور ایک مدینہ منورہ اور ایک یمامہ اور بہت پرگنے ان تینون شہرون کے ساتھہ تعلق رکھتے ہین اور عمل مکہ معظمہ کا بعضی طرف سے دس منزل ہی خصوصًا جو سرحد کہ یمن کی طرف واقع ہی اسکو ضنکان کہتے ہین وہ مکہ معظمہ سے دس روز کی راہ ہی اور بعضی طرف سے کم ہی جیسے مدینۂ مکرمہ کی طرف کہ سرحد اس طرف کی ایک گانون ہی کہ اسکو خبادہ بن صیفی کہتے ہین اور وہ ایک گانون ہی درمیان عسفان اور مر کے ڈیڑھہ منزل پر ہی اور عراق کی طرف ایک گانون ہی کہ اسکو عمیر کہتے ہین وہ بھی اسیقدر ہی اور گرداگرد مکہ معظمہ کی حد حرم کی ہی کہ وہان شکار کرنا اور درخت کاٹنا درست نہین ہی اور اگر اتفاقًا کسی نے وہان شکار مارا یا جھاڑ کاٹا تو اسپر کفارہ آتا ہی اور حد حرم کے دروازے سے مسجد الحرام کے کہ مشہور باب بنی شیبہ ہی دو منارون تک کہ عرفہ کی طرف حرم کی حد پر کھڑے ہین سینتیس ہزار دو سو دس گز ہی اور باب معلات سے انھین دونون منارون تک پینتیس ہزار تراسی گز ہی اور عراق کی طرف ان دونون منارون تک کہ راہ پر وادی نخلہ کی بنائے ہین ستائیس ہزار ایک سو باون گز ہی اور باب معلات سے انھین دونون منارون تک پچیس ہزار پچیس گز ہی اور تنعیم کی طرف سے کہ مدینۂ منورہ کی سمت کو واقع ہی حد حرم کی بارہ ہزار چار سو بیس گز ہی اور یمن کی طرف دیوار باب ابراہیم سے حرم کی حد کے نشان تک چوبیس ہزار پانچسو نو گز ہی اور دیوار سے باب الماجن حرم کی حد کی علامت تک اسی طرف کو کہ وہ بھی یمن کی طرف ہی بائیس ہزار آٹھہ سو چھتر گز ہی اور حساب کی رو سے حرم کے دور کو سینتیس کوس لکھا ہی واللہ اعلم اور خصوصیات سے حرم کی وے ہین جو مذکور ہوئین یعنی شکاری جانورون کا نہ وہان شکار کرنا درست ہی اور نہ سایہ اور پانی سے ہانکنا اور نہ درخت اور سبزہ وہانکا کاٹنا اور اکھیڑنا اور نہ پتے جھاڑنا یہ سب جائز نہین مگر اذخر اور سنا کہ دوا کی ضرورت کے واسطے جائز رکھا ہی اور یہ بھی ہی کہ اس جاگہہ آدمی ارادہ کرنے سے گناہ کے پکڑا جاتا ہی سوا اور مکانون کے اور عبادت اور بندگی وہان کی بہت ثواب رکھتی ہی چنانچہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ ایک روزہ مکہ معظمہ کا برابر لاکھہ روزون کے ہی اور ایک درم دینا اس مکان مبارک مین برابر لاکھہ درم کے ہی اور حاکم کی مستدرک مین ابن عباس سے نقل کی ہی کہ حسنات الحرام کل حسنة بمائة الف حسنة یعنی ہر نیکی کہ حرم مین کی جاتی ہی برابر لاکھہ نیکی کے ہی اور یہ بھی ہی کہ جو کوئی مکہ معظمہ مین مریگا شرف اور بزرگی اسکو حاصل ہوگی چنانچہ حدیث شریف مین واقع ہی کہ من مات بمكة بعثه الله تعالى في الآمنين يوم القيمة یعنی جو مرے بیچ مکے کے اٹھاویگا اسکو اللہ تعالی قیامت کو امن والون مین اور یہ بھی حدیث شریف مین ابن عمر سے واقع ہی کہ من مات بمكة فكانما مات في السماء الدنيا یعنی جو کوئی مرا مکہ معظمہ مین تو گویا کہ مرا دنیا کے آسمان پر اور نشانیان عجیب و غریب وہان نظر آتی ہین کہ اگر درندہ جیسے بھیڑیا یا چیتا کسی جانور کے پیچھے دوڑتا ہی اور وہ جانور جب حرم کی حد مین داخل ہو جاتا ہی تو وہ درندہ پھر جاتا ہی اور ہرگز حرم مین داخل نہین ہوتا اور بہت لوگون نے حرم کی حد مین ہرنون کو اور درندے جانورون کو ایک جگہہ ملے دیکھا ہی اور یہ بھی ہی کہ پرندے جب اڑتے ہوئے بیت اللہ کے قریب آتے ہین

تو کچھہ ادھر کچھہ اُدھر کو بھیٹ جاتے ہین اور خانہ کعبہ کے اوپر ہوکر نہین جاتے یہ بات ہمیشہ لوگ دیکھتے ہین اور یہ بھی ہی کہ پانی زمزم کے کنوین کا شب برات کو جوش کرتا ہی
اور یہ بھی ہی کہ زمزم کے پانی مین ایک خاصیت ہی کہ اسکے پینے سے سیری حاصل ہوتی ہی جیسے کھانا کھانے سے حاصل کلام کا یہ ہی کہ یہ شہر مبارک بسبب
کمال جامعیت کے نہایت عالی مرتبے کو پہونچا ہی اسیواسطے اس سورة مین اسی شہر کی قسم پر ختم فرماکر مطلب کو ارشاد کرتے ہین کہ لَقَدْ خَلَقْنَا
الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ یعنی قسم ان چارون چیزون کی اسبات پر ہی کہ مقرر ہمنے پیدا کیا انسان کو بہت اچھی صورت اور ترکیب
مین اسواسطے کہ اگر ظاہر اسکا دیکھیے تو کمال حسن اور جمال کے ساتھہ موصوف ہی قد اور قامت مین اور دوسرے اندامون کی خوبی اور برابری مین گردن اسطرح
نہ بہت لمبی ہی اونٹ کی سی نہ بہت چھوٹی ہی کچھوے کی سی ناک اسکی نہ ایسی لمبی جیسے ہاتھی کی سونڈ ہی اور چوپایونکیطرح بے معلوم اسیطرح سب
اعضا مین غور کیا چاہیے اور خوبی اور حسن اور جمال دریافت کیا چاہیے اسیواسطے امام شافعی رحمہ اللہ کے زمانے مین ایک شخص نے اپنی عورت سے
کہا تھا کہ ان لم تکونی احسن من القمر فانت طالق یعنی اگر تو چاند سے اچھی نہوگی تو تجھکو مینے طلاق دی سب علما اسوقت کے حیران ہوئے
اور طلاق پڑنے کا حکم دیا جب استفتا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہونچا فرمایا کہ طلاق واقع نہین ہوتی اسواسطے کہ اسکی عورت انسان ہی اور
انسان کو حق جل علا نے فرمایا ہی کہ ہمنے اچھی صورت مین اسکو بنایا ہی اگر چاند کی صورت اس سے اچھی ہوتی تو احسن تقویم اسکی تعریف مین کیون
فرماتا ولنعم ما قیل ما انت مادحها یا من یشبهها بالشمس والبدر لا بل انت هاجیها من این للشمس خال فوق وجنتها ومضحك
من نظام الدر فی فیها من این للبدر اجفان مکحلة بالسحر والفتح یجری فی حواشیها یعنی نہین ہی تو تعریف کرنے والا ای وہ شخص جو
تشبیہ دیتا ہی انسان کو آفتاب اور ماہتاب سے بلکہ تو ہجو کرنیوالا ہی اسکا کہان ہی آفتاب کے تل رخسار پر اور ہنسنے مین لڑی موتیون کی منہہ مین اسکے
کہان ہی چاند کے پلکین سرمہ والیان جادو بھری اور فتح اور نصرت جاری ہی کنارون مین اسکے اور ظاہر بات ہی کہ چاند مین سوا روشنی اور چمک کے
کچھہ اور نہین ہی اور یہ نسخہ جامع ہی نقاشی کی نزاکتون کا اور طرح طرح کی شکلون کا چنانچہ کہا گیا ہی ع من ماہ ندیدہ ام کلہ دار + من سرو ندیدہ ام قبا
پوش + یعنی مینے چاند نہین دیکھا ٹوپی دیے ہوئے + اور سرو کو نہین دیکھا مینے قبا پہنے ہوئے + اور اس سبب سے بھی ہی کہ کوئی صورت دنیا مین لائق عبادت
کیثرہ کے نہین ہی جیسے آدمی کی صورت ہی کہ قیام اور رکوع اور سجود سب اس سے ہوسکتا ہی اور اگر اسکے حسن کا بیان تفصیل کے ساتھہ کیا جاوے جیسا کہ
علم تشریح مین بیان ہی تو اسکو دفتر کے دفتر چاہیے اسواسطے اس بیان سے خاموش ہونا اور زبان قلم کو روک رکھنا بہتر ہی اور اگر اسکے باطن کے معنی کو غور
کرین تو چار عالم اس نسخہ جامعہ مین لپٹے ہین عالم شہوت کا اور عالم غضب کا اور عالم وہم کا اور عالم خیال کا اور ان چارون عالم کو غیبی حاکم کے حکم کا مسخر اور
تابعدار کیا ہی اور اس حاکم کو شرع کے نورانی مشعل سے آنکھون کی روشنائی بخشی کہ بھلے برے کو اس نور سے پہچان لے پھر جب حاکم اس حاکم کا ان چارون عالم پر
غالب ہوتا ہی تو آدمی بڑے مرتبے کے کمال اور جامعیت کو پہونچتا ہی اور جو چیز کہ کسی سے عالم متفرق مین اسکے حاصل ہونے کی توقع نہین ہوتی ہی اس نسخہ جامعہ
سے کہ انسان ہی حاصل ہوتی ہی جیسے معجون مرکب کی خاصیت کہ کسی جز مین اسکے اجزا اون سے وہ خاصیت حاصل نہین ہوتی لیکن غلبہ اس حاکم کا محض
غیبی مدد اور آسمانی توفیق سے ہوتا ہی اسیواسطے ہر کسیکو میسر نہین ہوتا چنانچہ فرماتے ہین ثُمَّ رَدَدْنَاهُ پھر ڈال دیا ہمنے ایسے عجیب مخلوق کو جسکو
اس قدر نوازا تھا اسکے قصور کرنیسے عقل کے اور اسکے دوسرے رعایا جیسے شہوت اور غصہ اور وہم اور خیال کے کارخانے کے انتظام مین أَسْفَلَ سَافِلِينَ
نیچے سے نیچے کہ چوپایون کے مرتبے سے بھی گذر جاتا ہی اور شہوت اور غصے کے جال مین ایسا پھنس جاتا ہی اور پھندے مین وہم اور خیال کے ایسا بندھ جاتا ہی کہ اسکا
مرتبہ سب نکمی اور ذلیل مخلوقون سے بھی زیادہ ذلیل ہوجاتا ہی اسلیے کہ دوسری مخلوقات کو جو کمالات حاصل کرنیکی استعداد نہین ہی تو پکڑ اور مار دھاڑ بھی نہین ہی
اور اس مخلوق کو باوجود کمالات حاصل کرنیکی استعداد کے اگر کمالون سے محروم ہو رہے نصیب ہا تو ہمیشگی کی پکڑ اور سدا رہنے والا عذاب در پیش ہی إِلَّا الَّذِينَ
آمَنُوا مگر جو لوگ کہ ایمان لائے اور اپنی عقل کو اپنے وہم اور خیال پر غالب کیا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اور کام کیے اچھے اور اپنی عقل کو
شہوت اور غصے پر غالب کیا اور بہت محنت اور کوشش کی فَلَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ پھر انکو مزدوری ہی بے انتہا اگرچہ ظاہر مین

کوشش انکی بیماری اور بڑھاپے اور موت کے سبب سے تمام ہو جاتی ہی لیکن جو کیفیت کہ انکی روح مین بسبب جم جانے جو لینے کے نیکوئی پر حاصل
ہوئی ہی ہر روز زیادتی مین ہی اور ہر آن اور ہر لحظہ بے نہایت ثواب مقابلے مین اسکے بڑھتے جاوینگے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ جو مسلمان بندہ اپنے دین
کے چلن اور طریق پر ہوتا ہی اور وہ طریقہ اس سے بڑھاپے یا مسافری یا بیماری کے سبب سے چھوٹ جاوے حق تعالی کاتب الحسنات یعنی نیکی کے لکھنے والے
فرشتونکو فرماتا ہی کہ نامہ اعمال مین اس شخص کے ثواب ان طاعتون اور نیکیون کا کہ ہمیشہ کرتا تھا لکھ دو اور اسکا ثواب مت روکو مت بلکہ بعضے روایتون مین آیا ہی
کہ مرنیکے بعد اسکے فرشتونکو حکم کرینگے کہ اسکی قبر کے پاس تسبیح اور تکبیر اور تحمید سے مشغول رہو اور وہ سب اس بندے کے نام لکھو یہان تک کہ قیامت کے دن جب
قبر سے اٹھے تو ان طاعتون کا انتہا خزانونکو خرچ مین لاوے اور بعضے مفسرین نے ثم رددناہ اسفل سافلین کی آیت کو بڑھاپے اور ستہہ جانے کی حالت پر قیاس کیا ہی کہ اس
حالت مین آدمی کی صورت بدل جاتی ہی اسے جوڑ بند ڈھیلے ہو جاتے ہین اور پیٹھ جھک کر کمان سی ہو جاتی ہی او سیدھاپن قد کا برباد ہو جاتا ہی او سرا بدن اور سر کے
بال سفید ہو کر مبروص یعنی سفید داغ والے کی صورت بن جاتا ہی اور جھریان اسکے چہرے پر پڑجاتی ہین تو اسکا چہرہ بدزیب معلوم ہوتا ہی اور دانت اکھڑ کر
منہہ کھنڈر کی صورت بن جاتا ہی لیکن ان معنونکو استثنا الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات کی مناسب نہین ہی مگر جب کہ استثنا کو منقطع کہین
سو اسمین بڑا تکلف ہی اور جوان آیتونسے معلوم ہوا کہ حقیقت دین کی غالب کرنا عقل کا ہی تمام قوتون پر جیسے شہوت اور غصہ اور وہم اور خیال اور
عقل کو نور سے شرع کے روشن کرنا پس دین کے تکذیب کرنیکی کوئی وجہ باقی نہ رہی اسواسطے کہ انسان کی معنوی خوبصورتی عین دین ہی اور وہ حسن ہر کسیکو
مطلوب او مرغوب ہی اسیواسطے اس تکذیب کے رد کے مقام پر فرماتے ہین **فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ** پھر کونسی چیز تیرے جھٹلانے
کا باعث ہوتی ہی اے آدمی باوجود ظاہر ہونے ایسے ایسے دین کے مقدمات کے جو اوپر بیان ہو چکے حاصل یہ کہ جو حقیقت اپنی صورت معنوی کی معلوم کرلی تونے اور جا
لیا کہ حسن اس صورت معنوی کا موقوف اسبات پر ہی کہ اول عقل کو شرع کے نور سے روشن کرکے پھر اسکو اپنی قوتون پر حاکم کرے پس کوئی وجہ دین کی
تکذیب کی باقی نہ رہی کیونکہ وہ نور دین ہی کا ہی جسکے سبب سے عقل راہ پاتی ہی اسواسطے کہ عقل مانند بینائی کے ہی اور نور دین کا جیسے آفتاب کی شعاع پھر اگر شعاع آفتاب
کی درمیان مین نہو تو بینائی سے اسکے کچھہ کام نہین نکلتا پس دین کا نور انسان کی صورت معنوی کے کمال حاصل کرنے کے واسطے ضروریات سے ہی اور جسطرح
کہ انسان خلل پڑجانے سے ظاہر کی صورت مین انسانیت سے نکل جاتا ہی اور حیوانون کی مانند مسخ ہو جاتا ہی اسیطرح سے صورت معنوی مین خلل پڑجانے سے اس حد سے
نکل جاتا ہی اور مسخ معنوی مین گرفتار ہو جاتا ہی اور ایسا کون نادان ہی کہ نکل جانیکو انسانیت سے اور داخل ہونیکو حیوانیت مین اپنے اوپر روا رکھے اور اگر مزاج کے فساد کی
راہ سے کوئی شخص حیوانی صورت کی طرف رغبت کرے تو اسکو اس تعمہ سے سمجھا دینا چاہیے کہ **اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ**
کیا نہین ہی اللہ سب حاکمون کا حاکم اور جو دوسرے حاکم اپنی رعیت کے واسطے یہ بات نہین چاہتے ہین کہ ایک فرقے سے دوسرے فرقے مین جا ملین یا اعلی مرتبے سے
ادنی کی طرف جھکین تو حق تعالی کیونکر ایسی حرکت پسند کریگا کہ حکمت کے خلاف ہی اور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ دین کو جزا کے معنو نمین لین تو اس صورت مین ربط ان آیتون
اور اگلی آیتون کا یون سمجھا چاہیے کہ جب قدرت حق تعالی کی احوال بدل کرنے پر انسان کی خلقت کے شروع سے کہ نطفہ تھا یہان تک کہ خلقت مین کمال
اعتدال کو اور صورت کی خوبی کو پہونچا اور زینت معنوی عقل کے دینے سے اور روشن کرنے سے اسکے شرع کے نور سے بھی اسکو بخشی پھر یکایک بعضونکو انمین سے
ایسا ظاہر مین گرا دیا کہ سب لیلونکا ذلیل ہونا آدمی پر کھل گیا پھر جزا دینا قیامت کے دن اور مردونکا زندہ کرنا اور احوال کا بدلنا کہ دنیا کے سرکشونکو ذلیل کردینا اور یہان کے عاجزونکا مرتبہ
بلند کر دینا اسکے نزدیک کیا بعید ہی اور اس قسم کہ بیان کیا گیا ثابت ہونیکو جزا کے باعتبار حق تعالی کی قدرت کے بس ہی اور اگر نظر اسکی حکمت اور عدالت پر کرین او معلوم کرلین
کہ بدلا نیک کا اور بد کا پہونچانا اور فرق بدکار اور نیکوکار مین کرنا حکمت اور عدالت کیواسطے واجب ہی پس واجب ہونا جزا کا ثابت ہوا چنانچہ الیس اللہ باحکم
الحاکمین مین اشارہ اسی بات کی طرف ہی اب جانا چاہیے کہ جزا کا ہونا باعتبار قدرت کے ممکن ہی اور حکمت اور عدالت کی راہ سے واجب ہی اور حدیث شریف
مین آیا ہی کہ جو کوئی سورہ والتین کو پڑھے اور اس آیت پر پہونچے کہ الیس اللہ باحکم الحاکمین تو چاہیے کہ کہے بلی وانا علی ذلک من الشاہدین یعنی سچ ہی
کہ تو سب حاکمونکا حاکم ہی اور مین بھی اسبات پر گواہ ہون اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عشا کی نماز مین اس سورے کو اکثر پڑھا ہی اور حضرت امیر المومنین

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی اکثر اسی جگہ کعبے کے سامنے فرض نماز میں پڑھتے تھے کہ اشارہ ہو و حرم کی بزرگی بلکہ اسکی اس سورہ میں قسم کھائی ہے واللہ اعلم بالصواب

سورۂ اقرأ

یہ سورت مکی ہے اسمین انیس آیتین اور بہتر کلمے اور ایک سو اسی حرف ہین اور اس سورہ کو سورۂ علق بھی کہتے ہین کیونکہ اس سورہ مین مذکور ہے کہ آدمی کو علقے سے یعنے جمے ہوئے لہو سے بنایا ہے اور یہ مذکور دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ اللہ تعالی اپنی رحمت سے ذلیل کو عزیز کر دیتا ہے جیسے اس لہو کی پھٹکی کو کہ نہایت ذلت کے درجے مین تھی انسان کی صورت بنا کر اور اسمین روح پھونک کر کیا کچھ عزت بخشی اسیطرح سے آدمی کو باوجود کمال ذلت اور محتاجگی کے اتارنے سے قرآن کے اور سکھانے سے وحی کے علمون کے عزت دیتا ہے اور جو شک اور شبہہ کہ اس مقدمے مین کافرون کے دلمین کھٹکتا تھا سو انسان کی خلقت کی ابتدا کو دیکھنے سے کہ ایک لہو کی پھٹکی سے بنا ہے دفع ہو جاوے اور اس سورہ کو اکثر مفسرین نے اول ما نزل من القرآن کہا ہے یعنی اول جو قرآن سے نازل ہوا ہے سو یہی آیتین ہین اور روہ جو حضرت امیر المومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ اول ما نزل من القرآن فاتحۃ الکتاب یعنی اول جو قرآن سے نازل ہوا ہے سو سورۂ فاتحہ ہے اور حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ اول ما نزل سورۂ مدثر ہے سو یہ بات ظاہر مین تو ایک دوسرے سے مخالف معلوم ہوتی ہے لیکن مطابقت اور توفیق ان تینون قولون کی اس طور سے ہے کہ اول حقیقی یعنے سب کے پہلے نازل ہوئین یہی پانچ آیتین اس سورہ کی ہین بعد اسکے نماز کی تعلیم کے واسطے سورۂ فاتحہ نازل ہوئی ہے پھر بعد بند ہونے وحی کے اول جو نازل ہوئی ہے سورۂ مدثر ہے پھر بعد اسکے قرآن کا نازل ہونا پے در پے شروع ہو گیا پس جس شخص نے کہ سورۂ مدثر کو اول ما نزل کہا ہے تو گویا اسنے متصل پے در پے نازل ہونا مراد لیا ہے اور نازل ہونے کو اس سورہ سے کے باقی قرآن کے نازل ہونے کی تمہید ٹھہرایا ہے اور سورۂ فاتحہ کے نازل ہونے کو مناجات کی تعلیم کے واسطے قرار دیا ہے اور سمجھا ہے حکمونکا سورۂ مدثر کے نازل ہونے سے شروع رکھا ہے اور جسنے کہ سورۂ فاتحہ کو اول ما نزل کہا ہے سو اسکی غرض یہ ہے کہ اول جو چیز کہ اسکے سبب سے قرب اور نزدیکی حاصل ہو اسکا پڑھنا عبادت ہو وہ بھی سورۂ فاتحہ ہے اور سورۂ اقرأ فقط پڑھنے کا طریقہ سکھانے کو اور عادت ڈالنے کو نازل ہوئی تھی اور اس سورۂ اقرأ کے نازل ہونیکی کیفیت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چیز کہ علامتون سے وحی کی اول نمودار ہوئی سچے خواب تھے کہ جو کچھ آپ رات کو خواب مین دیکھتے تھے وہ بعینہ یعنی اسیطرح دن کو ظہور مین آتا تھا بعد اسکے محبت خلوت اور گوشہ نشینی کی آپ کی خاطر مبارک پر غالب ہوئی اور کوہ حرا مین کہ مکہ معظمہ کے شہر سے متصل ہے تشریف فرما ہو کر ایک غار اپنی خلوت کے واسطے مقرر فرمایا کھانا پانی کئی دن کا ہمراہ لیجا کر اس غار مین بیٹھا کرتے تھے اور اللہ تعالی کی حمد و ثنا اور تسبیح و تہلیل مین مشغول رہتے تھے جب کھانا دانا تمام ہو جاتا تھا تو دولتخانے کو تشریف لاتے اور ایک دو روز رہکر اہل و عیال کا حق ادا کر کے پھر کھانا پانی ساتھ لیکر اس غار مین چلے جاتے اور آپکے رہنے کی مدت اس غار مین اکثر ایک مہینے سے کم ہوتی تھی اور کبھی اتفاقا ایک مہینہ پورا بھی اس غار مین رہے ہین ایک روز اسی خلوت کے دنون مین اس غار سے نکلکے ہاتھ پاؤن دھونے کے واسطے پانی کے کنارے کھڑے تھے کہ یکایک حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اوپر سے آواز دی یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوپر کو دیکھنے لگے لیکن کچھ نظر نہ آیا پھر دوسری بار اور تیسری بار بھی اسی قسم سے آواز آئی تو آپ حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے کہ یکایک ایک شخص نورانی چہرہ جیسے آفتاب ایک نور کا تاج سر پر دھرے سبز لہلہاتی پوشاک پہنے آدمی کی صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کہ پڑھ اور بعضی روایتون مین آیا ہے کہ اسکے ہاتھ مین ایک سبز ریشمی ٹکڑا تھا کہ اسمین کچھ لکھا ہوا تھا اسنے اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا اور کہا کہ پڑھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین حرفون کی صورت نہین پہچانتا اور پڑھا ہوا نہین ہون اسنے پھر کہا کہ پڑھ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گلے لگا کر ایسے زور سے بھینچا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت تکلیف ہوئی اور بدن مبارک تمام پسینہ پسینہ ہو گیا اسیطرح سے تین مرتبہ کیا اور چوتھے مرتبے کہا اقرأ باسم ربک الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ و ربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم اور یہ پانچون آیتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن مین بیٹھ گئین اور آپکو یاد ہو گئین اور بعضی روایتون مین آیا ہے کہ اسی فرشتے نے ان آیتون کے سکھانے کے بعد اپنا پاؤن زمین پر مارا وہان سے ایک چشمہ بہتے پانی کا پیدا ہوا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طریقہ پانی کا اور وضو کرنیکا اور استنجا کرنیکا سکھایا اور دو رکعت نماز پڑھائی اور سورۂ فاتحہ بھی سکھائی کہ نماز مین پڑھا کرین بعد اس حالت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس صدمے کے خوف سے کانپتے ہوئے دولتخانے مین تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہ اسوقت آپکے نکاح مین تھین فرمایا کہ مجھکو کملی اڑھاؤ کہ یہ تھرتھری میری موقوف ہو جاوے

پھر جب تھوڑی دیر بعد وہ لرزہ موقوف ہوا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یہ کیا حال تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام احوال انکے سامنے بیان
فرمایا کہ مجھے اپنی جان سے ڈرتا ہون کہ اس صدمہ مین ہلاک نہو جاؤن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کہ آپ ہرگز خوف نکرین کیونکہ حق تعالی نے آپ کی
ذات پاک مین اپنی رحمت کی صفتین بہت ظاہر فرمائی ہین چنانچہ ضعیفون پر رحم کرتے ہو اور اپنے ناتے والون سے احسان اور سلوک اور محبت کرتے
ہو اور مہمانون کی ضیافت کرتے ہو اور محتاجون کے کامون مین مددگاری کرتے ہو پھر جو شخص کہ اس قدر خلق اللہ پر رحم کرتا ہو وہ رحمت الٰہی کے
سزاوار ہونیکے لائق ہوتا ہے نہ غصہ اور غضب کے بعد اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس کہ انکے چچازاد بھائی تھے اور دین عیسوی
رکھتے تھے اور عبرانی کتابون سے اور توریت اور انجیل سے خوب واقف تھے بلکہ عربی زبان مین انکا ترجمہ بھی کرتے تھے لے گئین اور کہا کہ بھائی ذرا سنو
تو یہ تمہارے بھتیجے کیا احوال بیان کرتے ہین القصہ جب ورقہ نے یہ تمام قصہ سنا تو کہا کہ یہ شخص ناموس اکبر تھا اور اہل کتاب کی اصطلاح مین ناموس اکبر
جبرئیل علیہ السلام کو کہتے ہین اور کہا کہ یہ وہی ناموس ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے پیغمبرون پر وحی لاتا ہے اور موسی علیہ السلام پر بھی نازل ہوتا تھا اب خوش
ہو اور کچھ خوف نکرو لیکن تمہاری قوم اس نعمت کی قدر نہ جانیگی اور تمکو تکلیف پہونچائیگی یہان تک کہ تمکو اس شہر سے نکال دیگی سو کیا خوب بات ہو
کہ مین اسوقت تک زندہ رہون اور تمہاری تائید اور مدد کرون اور دونون جہان کی سعادت اس وسیلے سے حاصل کرون القصہ اس مقدمے سے چند
روز کے بعد ورقہ نے اس جہان فانی سے رحلت کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو خواب مین سفید کپڑے پہنے دیکھا تو تعبیر فرمائی کہ یہ شخص بہشتی
تھا اور اس قصے مین کئی نکتے دریافت کرنا چاہیے اول تو یہ ہے کہ عادت بنی آدم کی یہ ہے کہ ایسی بات کو چاہتی ہے کہ سہج سہج ہو پھر اگر اول ہی بار آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو وحی سے قرآن کی مشرف فرماتے تو اسکے اٹھانیکی تاب نہ لا سکتے اسواسطے اول خواب مین [illegible] عالم سے غفلت کی حالت ہے [illegible] ایک ایک
چیز کے علم کا القا شروع فرمایا کہ آہستہ آہستہ عادت علم سیکھنے کی عالم غیب سے پیدا ہو اور رفتہ رفتہ اس تعلیم غیبی کے خوگر ہو جاوین بعد اسکے چاہا کہ انکی بیداری
اور ہوشیاری مین انقطاع اور بے پروائی جورو بچون اور گھر بار سے حاصل ہو تاکہ بالکل عالم غیب کی طرف متوجہ ہو جاوین تو اسوقت انکو محبت خلوت اور
گوشہ گیری کی دل مین پیدا ہوئی اور ایک ایسا مکان انکو بتا دیا کہ وہان کوئی آدمزاد نتھا تاکہ وحی اترنے کے وقت کسیکے دلمین شبہہ نپڑے اور سیکھنے کا
[illegible] وحی نازل ہونے کے وقت ایک بڑا صدمہ اور تھکانا اور خوف آپ کے دل مین [illegible] تاکہ کسی کا خیال اختلاط اور ملاوٹ کا نہ آوے دوسرے یہ کہ حضرت جبرئیل
علیہ السلام کی تاثیر کو آپکی روح مین پہونچنے اور [illegible] کے سبب بڑے درجے پر کمال کے ثابت اور قائم کردے اسواسطے کہ کاملون کی تاثیر جو دوسرون کے
اندر اثر پیدا کرتی ہے جسکو اہل طریقت کے عرف مین توجہ کہتے ہین چار طرح سے ہوتی ہے اول تو تاثیر انعکاسی وہ ایسی ہے جیسے کوئی شخص خوب عطر لگا کر مجلس مین
اور اس عطر کی خوشبو سب ہمنشینون کے دماغ کو معطر کر دے لیکن یہ قسم سب قسمون مین توجہ کی ضعیف ہے کیونکہ اسکا اثر جبھی تک ہے جب تک اسکی صحبت ہے بعد
اسکے کچھ باقی نہین رہتا دوسری تاثیر القائی وہ اس قسم کی ہے جیسے کوئی شخص بتی اور تیل سکورے مین ڈال کر لایا اور دوسرے شخص نے پاس آگ تھی سے اسکو روشن
کر دیا ایسی حالت تیار ہو گیا اس قسم کی تاثیر البتہ کچھ قوت رکھتی ہے کہ سیکھنے سکھانے کی صحبت کے بعد بھی اسکا اثر باقی رہتا ہے لیکن جب کوئی صدمہ پہونچا جیسے
آندھی یا مینہ یا کوئی اور آفت تو اسکا اثر جاتا رہتا ہے اسواسطے کہ یہ تاثیر نفس اور لطیفونکو درست نہین کر سکتی ہے جیسے ناکارہ تیل اور بتی اور سکورے کو فقط شعلہ
درست نہین کر سکتا تیسری قسم تاثیر اصلاحی ہے اور اسکی صورت ایسی ہے جیسے پانی کو دریا سے یا کنوین سے لا کر خزانے مین جمع کرین اور خزانے کی راہ کو حوض کے فوارے تک کوڑے
کرکٹ سے صاف کر دین پھر خوب زور سے اسمین پانی چھوڑ دین کہ فوارہ خوب جوش اور خروش سے چھوٹنے لگے اس قسم کی تاثیر انکی تاثیرون سے بہت قوی ہے کہ نفس
[illegible] اصلاح [illegible] ہوتی ہے لیکن خزانے کی استعداد اور راہ کی مسافت کے موافق فیضان ہوتا ہے نہ کنوین اور دریا کے برابر اور اسکے سبب
[illegible] سے بھی اگر خزانے مین کچھ [illegible] واقع ہو جاوے تو البتہ نقصان پڑ جاتا ہے چوتھی تاثیر اتحادی کہ شیخ اپنی روح باکمال کو طالب کی روح کے ساتھ خوب زور
ملا دے [illegible] روح مین [illegible] اثر کر جاتا ہے اور یہ مرتبہ سب قسم کی تاثیرون سے زیادہ تر قوت رکھتا ہے کیونکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہو جانے سے دونون روحون
کے جو کچھ کہ شیخ کی روح مین ہے طالب کی روح مین چلا جاتا ہے اور بار بار حاجت فائدہ لینے کی نہین رہتی ہے سو دنیا اللہ مین اس قسم کی تاثیر بہت کم پائی گئی

ہی چنانچہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ سے منقول ہی کہ ایک روز آپکے مکان پر کئی مہمان آگئے اور اس روز آپ کے یہان کچھ کھانے کی قسم سے موجود نتھا اسواسطے انکو کمال تشویش ہوئی اور انکے کھانیکی تلاش کرنے لگے اتفاقاً ایک نان وائی کی دوکان آپ کے مکان کے متصل تھی اسبات کی خبر پاکے ایک خوان بھرا ہوا روٹیون کا خوب مکلف مرغن نہاری کے ساتھ آپ کے سامنے لاکر حاضر کیا آپ اسکو دیکھکر نہایت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہی اُسنے عرض کی کہ مجھکو اپنا سا کر دیجیے فرمایا کہ تو اس حالت کا تحمل نکر سکیگا کچھ اور مانگ وہ اسی بات کا سوال کیے جاتا تھا اور خواجہ انکار کرتے تھے جب وہ بہت سی عاجزی کرنے لگا تو ناچار ہو کر اسکو اپنے ساتھ حجرے میں لے گئے اور تاثیر اتحادی اسپر کی جب حجرے سے باہر نکلے تو خواجہ مین اور اس نانوائی کی صورت شکل مین کچھ فرق باقی نرہا تھا لوگونکو پہچاننا مشکل پڑتا تھا لیکن اسقدر تھا کہ خواجہ ہوشیار تھے اور وہ نانوائی بے ہوش اور سرشار القصہ اس نانوائی نے تین دن کے بعد اسی سکر اور بیہوشی مین وفات کی رحمۃ اللہ علیہ حاصل کلام کا یہ ہی کہ تاثیر جبریل علیہ السلام کی اس بھیچنے مین تاثیر اتحادی تھی کہ اپنی روح لطیف کو بدنکے مساموںکی راہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن مین داخل کرکے آپ کی روح مبارک سے ملا دی اور شیر وشکر کی مانند گھل مل گئین تو ایک عجیب حالت ملکیت اور بشریت کے درمیان مین پیدا ہوئی کہ بیان مین نہین آسکتی تیسری یہ کہ ورقہ بن نوفل کو کہ تسلی بخشنے والا اس جناب کا ہوا تھا اور وحی کے نازل ہونیکا گواہی دی تھی اور جبریل علیہ السلام کو پہچانتا تھا اور آپ کی نصرت اور مدد کے واسطے کمر باندھی تھی جلد اس عالم سے اٹھا لیا کہ کسیکو یہ گمان نہو کہ یہ سب گلے قصے اور دوسرے کام شرع کے وہی ورقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھاتا اور یاد دلاتا ہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد اس واقعہ کے صحبت بھی اُس سے ہمیشہ کی نہین ہی اسواسطے گنجایش اس احتمال کی بالکل بند ہوگئی اور یہ بھی منظور تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دین محمدی مین اہل کتاب کی بلکہ کسی کی دینی تائید و مدد شامل نہو جو کچھ ہو آپکی ذات مبارک سے ہو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ع

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ پڑھ اپنے پروردگار کا کلام مدد لیکے اپنے پروردگار کے نام سے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام قدیم کو آدمی آپ ہی آپ پڑھ نہین سکتا ہی اور خاص کرنے رب کے لفظ کے اشارہ اسبات کی طرف ہی کہ اللہ تعالیٰ کی تربیت تیرے اوپر ظاہر اور کھلی ہوئی ہی اور تمام مخلوق سے تربیت مین تو ممتاز اور چنا ہوا ہی پھر انھی ناموں سے اللہ تعالیٰ کے کہ تیری تربیت مین مصروف ہین کلام قدیم کے پڑھنے مین مدد مانگ اور اگر تیرے خیال مین یہ شبہہ گذرے کہ کلام قدیم کو میسر کر پڑھ سکونگا کیونکہ ہمارا پڑھنا حادث اور نو پیدا ہی اور وہ قدیم اور ازلی ہی تو ایک وصفت کو اپنے پروردگار کی خیال کر کہ الَّذِي خَلَقَ وہ پروردگار جسنے پیدا کیا ہی چیزونکو اپنے نامونکی صورت پر پس اُس سے کیا دور ہی کہ کلام قدیم کو حرفونکے قالب مین لاکر اول تیرے خیال مین ڈالدے بعد اسکے تیری زبان پر جاری کر دے اسواسطے کہ پیدایش سب چیزونکی اسی طور پر ہی کہ اسماء قدیمہ کو حادث صورتونکے ساتھ ظاہر کیا ہی اور اگر تیرے دل مین شبہہ گذرے کہ کلام آلٰہی قدیم نہایت مرتبے کو عزت والا ہی اور آدمی نہایت ذلیل سو اس قسم کی عزیز چیز کو ذلیل مقام مین اُتارنا نہایت بعید معلوم ہوتا ہی تو ایک دوسری صفت کو اپنے پروردگار کی لحاظ کر خَلَقَ الْإِنْسَانَ پیدا کیا ہی انسان کو اور کمال عزت دی ہی اسکو ایسی روح سے کہ اٹھانیوالی اسرار آلٰہی کی ہی اور جمع کیا ہی اسکو مختلف اعضا سے کہ اسماء آلٰہی اُنسے ظہور کرتے ہین اور ربط دیا ہی اسکی روح لطیف کو اُسکے جسم کثیف سے اسطرح پر کہ لطافتین روح کی اپنے ٹھکانے ہین اور کثافت جسم کی اپنے ٹھکانے ہے نہ روح جسم کی کثافت سے بگڑتی ہی نہ جسم روح کی لطافت سے بگڑتا ہی اور یہ سب روح اور جسم ایک ہی چیز سے بنے ہین کہ سراسر نجاست اور ذلت رکھتا ہی چنانچہ فرمایا ہے مِنْ عَلَقٍ جمے ہوئے خون سے کہ شرع کے حکم مین اور حکمت کے رو سے بھی ذلیل اور نجس ہی پھر کیا عجب ہی کہ کلام پاک قدیم کو حادث لفظوں کے ساتھ جمع کرکے اور ترتیب دیکے قوتون خیالیہ اور بولنے کے آلات اور اسباب پر ڈالدی اور وہ کلام پاک جیسا کہ ہی ویسا ہی اپنی ستھرائی اور پاکیزگی پر رہے اور اسمین تغیر نہ آوے آپ یہان پر سمجھ لینا چاہیے کہ آدمی کی پیدایش جمے ہوئے لہو سے تو الدکی صورت مین ظاہر ہی کہ جب نطفہ ماں کے پیٹ مین ٹھہرتا ہی تو قوت جاذبہ کے زور سے جو اسکو عنایت ہوئی ہی بہت سا لہو ماں کے بدن سے اپنی طرف کھینچتا ہی اور جمانے والی قوت سے جامن کی مانند اس لہو کو جما دیتا ہی یہان تک کہ رفتہ رفتہ صورت ہڈیون اور گوشت اور پوست کی حاصل کرتا ہی لیکن حضرت آدم علیہ السلام کی مانند پیدا ہونے کی صورت مین پس پیدا ہونا علق سے ان معنون مین ہی کہ انسان کے اعضا غذا سے بدلا اس چیز کا ہی جو انمین سے تحلیل

اور فنا ہوتی رہتی ہین اور غذا بعد طی ہونے ہضم کے مرتبون کے جما ہوا لہو بنکے اعضاؤن کی صورت ہو جاتی ہی بلکہ توالد کی صورت مین بھی بعد جدا ہونے بچے کے ماکے پیٹ سے اسی طور سے خلقت انسان کی واقع ہوتی ہی اور اسیواسطے انسان کی پیدایش کی سب اصلون مین سے علق کو مذکور فرمایا ہی کہ یہ مادہ ہر وقت مین اسی صورت سے درکار ہی برخلاف مٹی اور نطفہ اور سوائے اُن دونون کے کہ شروع پیدایش مین درکار ہوتے ہین اور بقا مین درکار نہین اب فکر کیا چاہیے کہ ایک کیلی چیز کہ وہ جما ہوا لہو ہی روح کی صورت بنکے سمجھنے والی اور حرکت دینے والی قوتون کا حامل ہوتا ہی اور وہی اعضا کی صورت پکڑکے ہڈی اور مغز اور گوشت و پوست بھی بن جاتا ہی اور روح لطیف مجرد کو اعضا کے ساتھ کہ ایسی ناپاک چیز سے یعنے پیدا ہوئے ہین کیسا کچھ یگانگت اور اتحاد حاصل ہوتا ہی لیس اس جگہہ سے نازل ہونا ذات اور صفات کے معنونکا خیال مین اور بولنے کے آلات مین بوجھا چاہیے اور یہ بھی سمجھ لیا چاہیے اقرا کا لفظ کہ شروع کلام مین واقع ہوا ہی اکثر عوام کو شبہہ مین ڈالتا ہی اور وے خیال کرتے ہین کہ چاہیے تھا کہ یہ لفظ قرآن مین داخل نہوتا کیونکہ یہ لفظ قرآن شریف کے پڑھنے کے واسطے فرمایا ہی اسکو قرآن مین کسواسطے لکھنا چاہیے بلکہ قل کے لفظ مین بھی کہ سرے پر پانچ سورتون کے واقع ہی قل اوحی اور قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس مین بھی یہی شبہہ وارد کرتے ہین اسیواسطے بعضے صحابہ نے قل کے لفظ کو معوذتین مین سے موقوف کر دیا تھا لیکن اس شبہہ کو اس طور سے دفع کیا چاہیے کہ اقرا کا لفظ اور اسیطرح قل کا لفظ پیغمبر علیہ السلام کی طرف خطاب ہی دوسرے امر اور نہی کی طرح پر تو اسکا قرآن مین داخل ہونا ضرور ہوا جس طرح سے خط کی ابتدا مین لکھتے ہین باید شناخت یا فرمان کی ابتدا مین لکھتے ہین بدانند او بشناسند اسی طرح ان لفظونکو بھی سمجھا چاہیے اور اگر کسی شخص کو سب قرآن سنانا دوسرے کو تبلیغ کے طور پر منظور ہو یا خط کا مضمون سمجھانا دوسرے کو منظور ہو تو ان لفظونکا بولنا بھی اسپر ضرور ہو جاویگا اب آئے ہم اسبات کی طرف کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو امی محض تھے انکو کہنا کہ پڑھ اس قسم سے ہی جیسے اندھے کو دیکھنے کو اور شل کو دوڑنے کو کہین کہ یہ تکلیف مالایطاق ہی یعنے ایسی چیز کی تکلیف دینا ہی کہ ہو نسکے اور تکلیف مالایطاق ممنوع ہی چنانچہ اللہ تعالی خود فرماتا ہی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا جواب اس خدشہ کا یہ ہی کہ یہ حکم تکلیفی نہین ہی بلکہ تلقینی ہی جیسے بچے کو جو اول مکتب مین لیجاتے ہین تو استاد کہتا ہی کہ پڑھ اگرچہ وہ بچہ اسوقت پڑھنا نہین جانتا ہی لیکن استاد کا مطلب یہ ہی کہ جیسے مین پڑھتا ہون تو بھی اسی طور سے میرے پڑھنے کو سنکر پڑھ اور یاد کرلے اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب اسبات کا تھا کہ مین تو امی محض ہون مجھسے کس طرح سے پڑھا جاویگا تو تاکید کے واسطے پھر دوسری بار فرماتے ہین اقرأ پڑھ اور بعضے مفسرین نے کہا ہی کہ اول بار جو اقرأ فرمایا اس سے مراد یہ ہی کہ قرات قرآن کی اپنے نفس کے ثواب کے واسطے کر اور دوسرے بار جو اقرأ فرمایا اس سے مراد یہ ہی کہ قرآن کو اور لوگون پر پہونچا اور جس طرح سے امت کو پڑھنا اپنے نفس کے واسطے ضرور ہی اسی طرح نبی کو امت پر پہونچانے کے واسطے بھی ضرور ہی کیونکہ اگر وہ نہ پہونچاوین تو امت کو پڑھنا قرآن کا کس طرح سے میسر ہو اور بعضون نے کہا ہی کہ پہلا اقرأ نماز مین ہی اور دوسرا اقرأ خارج نماز کے اور بعضون نے کہا ہی کہ پہلا سیکھنے کے واسطے ہی اور دوسرا سکھانے کے واسطے اور بعضون نے کہا ہی کہ پہلے سے مراد یہ ہی کہ قاری ہو بغیر اسکے کہ کسی چیز کو قرات کے واسطے معین کرین اور دوسرا متعلق ہی اسم ربک سے جو پہلے گذر چکا ہی یعنے اپنے پروردگار کے نام کو پڑھ آپ امت کے مانع کے دفع کرنے کے واسطے جو بار بار خاطر مبارک مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گذرتا تھا اور خیال فرماتے تھے کہ امی کو علم حاصل کرنیکا طریقہ خصوصا وہ علم جو متعلق صفات الٰہی سے اور کلام قدسی سے اور اسکے ہر روز کے احکام سے ہو کیونکر حاصل ہو سکیگا اسواسطے ایک اور مقدمے کو ارشاد فرماتے ہین کہ اس مقدمے سے طریقہ علم غیبی کے حاصل ہونیکا لوگون پر واضح ہوتا ہی **وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ** اور یہ پروردگار تیرا اکرم ہی کہ امی کو دانا کر دینا اور جاہل کو عالم بنا دینا اُسکے نزدیک بہت آسان کام ہی کیونکہ امی کو اگر مانع ہی تو یہی بات ہی کہ علم حاصل کرنیکے اسباب نہین رکھتا ہی اور اس قسم کے مانع سب آدمیون کے واسطے بعضے علمون مین موجود ہین پھر باوجود ان موانعون کے حق تعالی اُن علمونکو بعضی مخلوقات کے واسطے سے انکو پہونچا دیتا ہی چنانچہ فرمایا ہی **الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ** وہ ایسا پروردگار ہی کہ تعلیم فرمایا ہی آدمیونکو قلم کے واسطے سے وہ چیز جو حواس اور عقل اور خبر سے دریافت نہین کر سکتے ہین بسبب [illegible] جیسے اگلے لوگون کے احوال جو گذری ہوئی سنگتونکے اور اگلے پادشاہون کے اور انبیا اور اولیاؤن متقدمین کے احوال بسبب بعد مکان کے جیسے احوال دور دور کی ولایتون

اور اقلیمون اور شہرونکے بلکہ عادت پادشاہونکی اسی طور پر جاری ہے کہ اپنے نوکرون اور رعیت کو اپنی دلکی باتون پر قلم کے واسطے سے اطلاع کرتے ہین اور روبرو کسی سے
کلام نہین کرتے اور جو کارخانہ بادشاہت کا کہ الوہیت کے کارخانے کا ظل ہے تو اس کارخانے سے اس کارخانے کو سمجھ لیا چاہیے جیسے تعداد محل کے اندر کی اسامیونکی
نظارت کے قلم کے واسطے سے دریافت کرنا چاہیے اور مکانون اور باغون اور قلعون کی تعداد بیوتات کے قلم سے معلوم ہوتی ہے اور نوکرون اور ملازمونکے
مواجبون اور منصبون کے ساتھہ کہ رکھتے ہین بخشیگری کے قلم سے پہچاننا چاہیے اور مستحقونکو اور وجہون کو خیرات اور روزینے کے اونکے واسطے مقرر کیے ہین
صدارت کے قلم سے معلوم کیا چاہیے اور عرض اور طول اپنے ملک کا اور گنتی جریبونکی اور آبادی اور ویرانی گانون کی اور شمار دریا اور تالابونکا جو اس ملک مین
واقع ہین دفتر کے تقسیم کے قلم سے معلوم کیا چاہیے اور تعداد جاگیرون اور خالصے کی وزارت کے دفتر سے دریافت کیا چاہیے اور بندیوانون اور قیدیون کی اور واجب القتلون
اور واجب التعزیرونکی تعداد انکی سیاست کے مرتبون کے ساتھہ دفتر سے اطلاق کے کہ تعلق زندان خانے اور کوتوالی سے رکھتے ہین پوچھا چاہیے اور تعداد
خزانون اور دوسرے کارخانونکی میر سامانی کے دفتر سے جاننا چاہیے اور علی ہذا القیاس اور جو آدمیونکو موافق انکی استعداد کے کارخانے پر الوہیت کے اطلاع دینا اور خبردار
کرنا منظور تھا تو انکو لکھنے کی صنعت قلم کے واسطے سے سکھائی اور ہر فرقے کو انمین سے شوق مطلع ہونیکا ایک کارخانے پر بے انتہا کارخانون سے دلمین ڈالدیا کہ اپنے قلم سے
ضبط اُس کارخانے کا کرین تاکہ دوسرے فرقے اُنسے سیکھین اور اسیطرح سے دوسرے فرقے کو شوق دوسرے کارخانے کی اطلاع کا خیال مین بسادیا کہ انھون نے قلم سے ضبط
اُسکا کیا اور دوسرون کو اُنکے قلم کے واسطے سے اطلاع اُن کارخانون پر حاصل ہوئی اور اس عجیب تدبیر سے ہر ہر فرد کو انسان کے اس اطلاع سے فائدہ مند
کیا اور جسطرح سے معاش کے مقدمے مین مدد اور تائید ایک کو دوسرے کی کرنا انسان کا خاصہ ہے اسی طرح سے سمجھنے بوجھنے مین بھی مدد اور تائید کرنا اسکا خاصہ ہے اور
یہ مدد اور تائید بغیر قلم کے وسیلے کے ممکن نہین ہے کیونکہ بعضے لوگ ایک زمانے مین پیدا ہوے ہین اور دوسرے لوگ اُنسے سیکڑون برس کے بعد پیدا ہوے سو پچھلونکو پہلون کے
علمون پر اطلاع نہین ہوتی مگر قلم کے واسطے سے اور اسیطرح سے بعضے لوگ ایک ملک اور اقلیم مین رہتے ہین اور دوسرے لوگ دوسری اقلیم مین ہین تو ان دور
والونکا مطلع ہونا انکے علوم اور معلومات پر بغیر قلم کے مدد کے ممکن نہ تھا اسیواسطے جو حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے جنون سے سخن کی فضیلت سے
پوچھا تو جنون نے عرض کیا کہ یا حضرت سخن ایک ہوا ہے کہ منہہ سے نکلا اور فنا ہو گیا پھر حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اسکے باقی رہنے کی کیا تدبیر ہے انھون نے
عرض کی کہ اسکی تدبیر لکھنا ہے پس قلم سیادہی علمونکا اور حاصل کرنیوالا ہے برکات کا اور مفہوم ایک نعمت ہے بہت بڑی اور نہایت بزرگ چنانچہ قتادہ نے کہا ہے کہ
لولا القلم لما قام الدین ولا صلح العیش یعنی اگر قلم نہوتا تو دین قائم نرہتا اور زندگانی درست ہوتی اسواسطے کہ دین کی کتابونکو قلم سے لکھتے ہین اور
حساب کی باریکیان دریافت کرنا اور حقدارون کے حق کا قائم رہنے کے واسطے سجلون کا لکھنا اور علمونکا اور رمال کا محفوظ رکھنا یہ سب قلم سے متعلق ہین اور
اگر نظر کو کچھہ تھوڑا سا بھی دوڑاوین اور غور کرین تو بوجھین کہ بادشاہت حق تعالی کی بہت سی ولایتین رکھتی ہے اور ایک ولایت اُنمین سے جو سب سے چھوٹی ہے سو
عالم شہادت کی ولایت ہے اور یہ ولایت بہت سے کارخانونکو شامل ہے چنانچہ اُنہی مین سے ہے کارخانہ عمارتون اور باغات کا اور اسکو کئی علمون سے دریافت
کیا چاہیے اول تو علم ہیأت کا کہ اُسمین عدد آسمانون کے اور ہیأت اور ترتیب انکی مذکور ہوتی ہے دوسرا علم جغرافیہ کا کہ اسمین ہیأت زمین کی اور صورتین
اقلیمون کی اور جو کچھہ کہ اُنمین ہین دریا اور پہاڑ وغیرہ مذکور ہوتے ہین تیسرا علم مسالک اور ممالک کا کہ اسمین راہین اور شہر اور گانون اور تفصیل پہاڑونکی
اور نہرون وغیرہ کی ذکر کی جاتی ہین چوتھا علم ابعاد اور اجرام کا کہ اسمین طول اور عرض زمینی اور آسمانی ملکون کا دلیل کے ساتھہ ثابت کیا جاتا ہے اور
اُنہی سب مین سے ہے کارخانہ روشنی اور شعلخانے کا اور وہ ستارون کی صورتون کے علم سے معلوم کیا جاتا ہے اور علم اشعہ کا یعنی شعاعون کے
دریافت کرنے کا بھی اُسمین دخل رکھتا ہے اور اُنہی مین سے ہے کارخانہ فوش خانہ کا اور اصطبل اور کبوتر خانہ اور بازدار خانہ اور تفصیل اس کارخانے کی علم
حیوانات سے کتاب حیوۃ الحیوان اسمین تصنیف ہوئی ہے دریافت کرنا چاہیے اور انھین مین سے ہے دوائی خانہ کہ اسکی تفصیل مفردات سے ابن بیطار
کی اور جامع بغدادی اور بڑی بڑی قرابادینون سے معلوم کرنا چاہیے اور اُنہی مین سے ہے جواہرخانہ اور تفصیل اسکی معادن اور احجار کے علم سے کہ بہت سی تعلیمین
اس فن مین بنی ہین پوچھا چاہیے اور اُنہی مین سے ٹکسال اور زرخانے علوم ہین اور انکو علم اجساد اور دستکاری اور علم صنعت سے حاصل کر سکتا ہے اور اُنہی مین سے ہے کارخانہ

روزینہ داروں اور جاگیرداروں اور ملکیونکا اسکو ساتوں اقلیمونکے بادشاہوں کے دفتروں سے پہچاننا چاہیے حاصل کلام کا یہ ہی کہ جتنا کچھہ یہ مذکور ہوا ایک نمونہ
ہی قلم کے علم کی وسعت کا اور یہان سے اُن علمونکے فیض کو جو قلم کے وسیلے سے واقع ہوئے ہین بوجھا چاہیے کہ قلم روایت کشفون اور مفتیون کا احکام
آلہی کو دریافت کرنے کا سبب ہی معاملات اور عبادات مین اور قلم فرائض والون کا ہر میت کے وارثون کے حصے معلوم کرنے کا سبب ہی اور قلم تاریخ
والون کا گویا تمام اگلے زمانونکا عرض حال ہی بلکہ اس جناب والا کے وقائع نامہ کی مانند ہی اور اگر تقدیر کے قلم کو خیال کرین اور اُسکے علمون کے فیض کو
جو اُسکے طفیل سے آسمانیون اور زمینیونکو پہونچا ہی غور کرین تو عقل خیرہ اور وہم حیران ہوتا ہی اور جو صورت تعلیم کی قلم کے وسیلے سے اس طور پر ہی
کہ اول تو معنے ذہن مین معین ہوتے ہین بعد اُسکے خیال مین لباس الفاظ مناسب کا پہنتے ہین بعد اُسکے مدد سے قلم کی وہ الفاظ نقوش خطیہ کی صورت پر
ظہور کرتے ہین بعد اُسکے ہر خط کا پڑھنے والا اسکو دریافت کر سکتا ہی اور یہ صورت کمال مشابہت وحی سے اور قرآن کے نازل ہونے سے رکھتی ہی کیونکہ
اول کلام قدسی نے لوح محفوظ مین الفاظ کی صورت پہنی بعد اُسکے حضرت جبریل علیہ السلام کی معرفت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صفحہ خیال مین منقش
ہوئے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ہر خاص و عام کو پہونچے پس اس نعمت کو وحی کے ممکن ہونے کے اثبات مین لانے سے کمال مناسبت
پیدا ہوئی اور جس طرح سے کہ بسبب قلم کے اُن چیزونکو کہ ہرگز کسب بشری کی قوت انکو حاصل کر نہین سکتی ہی حاصل کر لیتا ہی اسیطرح سے بسبب وحی کے
جو معلومات کہ انکا حاصل ہونا ممکن نہین ہی حاصل ہو جاتے ہین چنانچہ فرماتے ہین **عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ** سکھایا آدمی کو
جو نجانتا تھا کیونکہ اسباب علم حاصل کرنے کے آدمی مین تین ہین اول تو حواس صحیح سالم ظاہر اور باطن کے کہ اُنکے سبب سے جو کچھہ اپنے مین اور اپنے پاس ہوتا
ہی جیسے بھوکھہ پیاس اور خوشی اور غصہ اور خوف اور امن اور رنگ اور بو اور مزہ اور آواز اور گرمی اور سردی اور سوائے اُسکے دوسری چیزون کو معلوم کرتا ہی
دوسری عقل کہ اُسکے سبب سے غائب کی چیزونکو حواس ظاہری اور باطنی سے معلوم کرتا ہی اور طریقہ ادراک عقلی کا تین قسم سے باہر نہین ہی کیونکہ جس
چیز کو کہ معلوم کرنا اُسکا منظور رکھتا ہی یا تو اُسکے سبب کو حواس سے دریافت کیا ہی تو برہان لمی کو ترکیب دیگا مثلاً چاہتا ہی کہ گھر مین دھوین کا ہونا معلوم کرے
اور اُسنے آگ جلنا اُس گھر مین معلوم کیا تو اس سبب سے دریافت کر لیگا کہ البتہ اس گھر مین دھوان ہوگا اسواسطے کہ آگ دھوین کا سبب ہی اور سبب وہ جن سے مسبب
نہین رہتا یا اُسکے مسبب کو معلوم کرکے اُسکے ہونے پر حکم کرتا ہی اور ترکیب دلیل انی کی کرتا ہی مثلاً دھونیکو دور سے دیکھکر دریافت کیا کہ یہان پر آگ بھی ہوگی
کیونکہ ہونا دھوین کا بغیر آگ کے محال ہی یا ایک مسبب سے دوسرے مسبب کو دریافت کریگا اور اس برہان کو ملازمات سے مرکب کرکے درست کریگا کیونکہ وجود مسبب کا
بغیر سبب کے محال ہی اور سبب کا وجود دوسرے سبب کے وجود کا باعث ہی مثلاً ایک جگہہ پر دھوین کو معلوم کیا اور آگ کی گرمی کو کہ اُس مکان مین ہی قیاس کرکے سمجھہ لیا کہ وہ
مکان یقینی گرم ہوگا کیونکہ دھوان بغیر آگ کے نہین ہوتا ہی اور جب آگ وہان موجود ہوئی تو گرمی بھی موجود ہوگی لیکن ان دو سببونمین ایک قصور ہی وہ یہ ہی
کہ حواس ہر شخص کا ہر چیز کو نہین پہونچتا اور عقل بھی مختلف اور متفاوت ہی یعنی ہر شخص کی عقل برابر نہین ہی اور ان سب باتون کے ساتھہ جو کچھہ اسباب اور
مسببات کہ عقل کی نظر سے چھپ جاتے ہین تو انکا دریافت کرنا ممکن نہین ہوتا سو اسواسطے ایک اور سبب بھی اسکے معلوم کرنیکے واسطے دیا ہی اور وہ تیسرا ہی
یعنی سچی خبر کہ اپنے جنس کے لوگون کی دیکھی ہوئی اور دریافت کی ہوئی اُنسے سنکر یقین کرے اور اپنے مطلبون کے دریافت کرنے کے کام مین لاوے اور جو خبر دینے والا
اسیکا اپنی نوع ہی اور وہ بھی ایسی شخص کی طرح سے حواس اور عقل کے دام مین گرفتار ہی پھر جو چیزین کہ اسکی نوع کے حواس اور عقل کی حد سے بلند ہین وہ انسانکی
دریافت کے احاطے سے باہر ہین سو اسکو نازل کرنے سے وحی کے تعلیم فرمایا کہ وحی علم آلہی کے وسیلے سے بڑے درجے والون کو فرشتونکے نوع انسانکو پہونچے اور کام مین آوے
اور الہام اور کشف اور خبر دینا ہاتف کا اور صورت پذیر غیب کے کا ہونا کہ عارفونکو اور اولیائونکو انبیا علیہم السلام کی ارواح کے وسیلے سے اور انکی اقتدا اور پیروی کے طفیل سے
حاصل ہوتا ہی یہ سب وحی کے توابع سے ہی اور جو معنی مالم یعلم کے لیے ہین کہ قوت بشری مین معلوم کرنا اُسکا ممکن نہ تھا پس شبہ لغو ہونے مالم یعلم کے ذکر کا
دفع ہوگیا نہین تو ظاہر مین یہ مشکل معلوم ہوتا ہی کیونکہ تعلیم نہین ہوتی مگر بے معلوم چیز کی پس ذکر مالم یعلم کا کیا ضرور ہی **كَلَّا** سمجھہ لیا چاہیے کہ کلا کا حرف عرب
کی لغت مین زجر اور توبیخ یعنی خفگی اور جھڑکی کے واسطے استعمال کیا جاتا ہی سو اس کلام کے بعد ایک کلام ایسا چاہیے کہ اُسکی طرف زجر اور توبیخ متوجہ ہو اور اس مقام پر

ف کلا کے لفظ کی تحقیق اور اسکے معنے کا بیان

ایسا کلام کہ رد اور باطل کرنے کے قابل ہو ظاہر مین ذکر نہین کیا گیا اسیواسطے بعضے علما نے کہا ہی کہ کلا اس جا بے پر حقاً کے معنون مین ہی کیونکہ زجر کی صورت مین
بھی اُسکے خلاف کا اثبات تاکید اور تقریر کے ساتھ اسی کلمے سے کیا جاتا ہی پس مفہوم اس کلمے کا مرکب ہی باطل کرنے سے ماسبق کے اور تحقیق کرنے سے
مالحق کے ہی اور اگر تجرید کے سبب سے محض تحقیق کے لیے استعمال کرین تو بھی روا ہی لیکن حق یہ ہی کہ قبل اسکے ایک کلام ہی پوشیدہ کہ ہر شخص کا ذہن اُسکی طرف نہین
جاتا ہی اور منظور کلا سے باطل کرنا اور رد کرنا اُس کلام پوشیدہ کا ہی اور توضیح اس ابہام کی یہ ہی کہ جو اگلی آیت کو حق تعالیٰ کے بندونکی طرف بیان فرمایا اور ارشاد کیا
کہ بے نہایت کرم اُس ذات پاک کا ہر نوع کی تکمیل اور تربیت کے واسطے متوجہ ہی یہان تک کہ تعلیم اُن چیزونکی جو انکے مقدور سے باہر تھین قلم کے واسطے سے انکو
بتادین اور الوہیت کے کارخانون پر اس تدبیر سے انکو آگاہ کر دیا تاکہ خلافت کبریٰ کے حکم سے ربوبیت کاموںکی پیروی اور مخلوقات مین تصرف کرین اور تصرف آلٰہی کا
ظل ہونا انمین ثابت ہو جاوے اب یہ جگہہ اس بات کی تھی کہ شاید اس کلام کے سننے والے کے خیال مین یہ شبہہ گذرے اور کہے کہ جو انسان اس درجہ کو جناب خداوندی مین عزیز
اور مکرم ہی پھر کس واسطے اُسکو فقر اور احتیاج کے جال مین پھانس رکھا ہی اور ہر مخلوق کی طرف اُسکو محتاج کیا ہی بلکہ اسقدر اسکو محتاجگی ہر چیز کی طرف دی ہی
کہ عشر عشیر اُسکا دوسرے حیوانات اور مخلوقات کو نہین دی ہی چنانچہ اپنے کھانے مین چکی کا اور آگ کا اور اسیطرح دوسری چیزون کا محتاج ہی اور اپنی بیماری مین
دوا کا اور حکیم کا اور عطار کا اور جراح کا اور فصاد کا اور کحال کا محتاج ہی اور اسیطرح اپنی پوشاک اور لباس مین اور گھر بار مین اور چلنے پھرنے مین جو جو
احتیاج مین کہ یہ رکھتا ہی ظاہر اور کھلی ہین کہ دوسرے حیوانونکو ان چیزون مین سے ایک کی بھی احتیاج نہین ہی اور بزرگی جو اسکو عنایت ہوئی ہی وہ ہرگز ایسی
چیزونکو نہین چاہتی ہی اگر بہت مکرم اور بزرگ کرنا اس مخلوق کو سب مخلوقات پر منظور تھا تو پہلے لازم تھا کہ اسکو ایسی احتیاجون سے دور رکھتے اور نزدیک والے
فرشتون کی طرح کسی چیز کا محتاج نکرتے اور اگر خلافت کے اسباب حاصل کرنے کے واسطے اور دوسری مخلوقات مین تصرف کرنے کے واسطے اُسکو احتیاج
ان چیزونکی دی تھی تو لازم تھا کہ بہت سا مال اور بڑے بڑے خزانے اسکو دیے ہوتے تاکہ اسلیے محتاج نہوتا اور ہر ایک کے سامنے ذلیل نہوتا سو اس شبہہ اور
اعتراض کے دفع اور رد کرنیکے واسطے کلا کے لفظ کو لائے ہین اور اس لفظ کی کلام پاک پروردگار مین دو خاصیتین ہین ایک اُنمین سے یہ ہی کہ جس آیت مین یہ لفظ آئی ہی
اُسکو یقین جاننا چاہیے کہ یہ آیت مکی ہی اور مدینہ منورہ کی آیتون مین یہ لفظ ہرگز نازل نہین ہوئی سو اس بات کا بھید یہ ہی کہ یہ لفظ غصے اور غضب پر دلالت
کرتی ہی اور مدینہ منورہ میں ایمان والے لوگ تھے اور انکے اعتقاد بہت درست تھے اگر کبھی اُنسے کوئی خطا یا گناہ ہو جاتا تھا تو اسکا تدارک بہت جلد کرتے تھے اور پند
اور نصیحت کو بہت [illegible] دلی اور نرمی سے قبول کرتے تھے اور غصہ اور غضب اور کینہ اور بغض ہرگز انکے درمیان نہ تھا بخلاف مکے والونکے کہ اکثر کافر جھگڑالو اور شریر
نافرمان تھے تو انکے مقابلے کے کلام مین بھی غصہ اور غضب کا رہا اور دوسری خاصیت یہ ہی کہ اول نصف مین قرآن شریف کے یہ کلمہ یعنے کلا نہین ہی اور آخر
کے نصف مین خصوصاً پچھلے سیپارون مین یہ لفظ بہت آئی ہی اسکا بھید یہ ہی کہ پہلے کلام مین سمجھانا اور راہ بتلانا نرمی سے منظور ہی اور جب آدھا قرآن شریف
کوئی شخص پڑھ چکا اور اُسکے مضمون کے سمجھانے اور بجھانے سے ہرگز راہ پر نہ آیا تو غصہ کرنے اور جھڑکنے کے لائق ہوا خصوصاً وہ شخص کہ جسنے قرآن کو تمام پڑھا اور
اُسکے احکام اور نصیحتون پر نہ چلا اور کچھ نہ چیتا تو جھڑکنے اور تنبیہ کرنیکے زیادہ تر لائق ہوا سو اسواسطے اس لفظ کا لانا آخر کے سیپارون مین بہت ضرور ہوا اسیواسطے
اگر کسی سے کوئی حرکت ناشایستہ اور بیجا ظہور مین آتی ہی تو پہلے اسکو نصیحت کرتے ہین اگر نصیحت سے راہ پر آیا اور بُرائی کو چھوڑا تو بہتر ہی اور اگر نصیحت سے کچھ فائدہ نہوا
تو البتہ تعزیر دینے کے اور ذلیل کرنیکے لائق ہوتا ہی اور مفسرون نے ان دونون خاصیتونکے بیان کرنیکے واسطے ایک بیت کہی ہی وہ یہ ہی وما نزلت کلا بیثرب
فاعلمن ولم تات فی القرآن فی نصفہ الاعلیٰ اور نہین اتری لفظ کلا کی رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مدینہ منورہ مین سو جان رکھو اسکو اور نہین آیا ہی
کلا قرآن شریف کے نصف پہلے مین جب یہ تمہید معلوم ہو چکی تو اب آیت کی تفسیر شروع کیجاتی ہی سو فرماتے ہین کلا یعنے ایسی بات نہین ہی جیسا تم سمجھے ہو کہ
آدمی کا محتاج اور فقیر ہونا کچھ اللہ تعالیٰ کے کرم اور فضل کے قصور سے ہی بلکہ اس محتاجگی اور فقیری کا سبب دوسرا ہی اسواسطے کہ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى تحقیق
آدمی نافرمانی کرتا ہی اللہ تعالیٰ کی اور سرکشی کرتا ہی اسکے بندون پر اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى جب دیکھتا ہی اپنے تئین تونگر بے پروا مال اور جاہ اور تندرستی اور قوت سے
اور وجود دوسرے اسباب سے بے نیازی اور بے پروائی کے پھر اگر آدمی اسطرح کا محتاج سب چیزونکا نہو تو اسکی سرکشی اور نافرمانی بہت بڑھ جاوے اور صلاح کی صورت مشکل ہو جاوے

سو یہ نہایت کرم اور فضل اُس کریم کارساز کا اسکے حال کو شامل ہی کہ سطرحکی احتیاج مین اسکو گرفتار کرکے سرکشی اور نافرمانی سے روک رکھا ہی چنانچہ حق تعالیٰ
خود دوسری جگہ پر اپنے کلام مین فرماتا ہی وَلَوۡ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزۡقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوۡا فِي الۡاَرۡضِ یعنی اگر کشادہ کر دیتا اللہ تعالیٰ رزق کے سببونکو اپنے بندون پر
تو البتہ ظلم کرتے اور اپنے حد اور اندازے سے بڑھ چلتے اور بڑا فساد مچاتے زمین مین سو اسطرحکا اعتقاد کرنا آدمی کو سراسر غلطی ہی اور بالکل بیہودہ ہی کیونکہ اسکو
کسی حالت مین اپنے پروردگار سے بے پروائی حاصل نہین ہی بلکہ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجۡعٰى تحقیق اُسی پروردگار کی طرف رجوع اور پھر نا ہی ہر حال مین
اب اس مقدمے کو ایک ایسی تمثیل مین واضح کرکے بیان کرتے ہین ہم کہ کسی طرحکی پوشیدگی نرہے جیسے ایک شخص ہی کہ اُسکو اچھا مرغوب کھانا میسر آیا اور اُسنے
یہ سمجھا کہ آج کے روز مجکو بھوک سے بے پروائی حاصل ہوئی اب اُس سے پوچھا چاہیے کہ تجھکو کھانے کی اور چبانے کی قوت کون دیگا پھر بعد کھانا کھانے کے قے ہوجانے اور
اُلٹ آنے سے کون روکے گا پھر ہضم کی قوت دے کے غذا کو روک کر سب جوڑ بندون مین تقسیم کون کرتا ہی اور اُسکے فضلات کو پیشاب و پاخانے کی راہ سے نکال کر دُور
دور کرتا ہی پھر غذا کو اسبات سے کون بچاتا ہی کہ زہر ہوکے بدن کو خراب کرے یا بدہضمی سے کوئی فساد بدن مین پیدا کرے اور یہ سب باتین ایسی ہین کہ باوجود
نعمت کے اور حاصل ہونے غنا کے انکی طرف محتاج ہی اور بعد خراب ہونے بدن کے اور جدا ہونے روح کے جسد سے پھر جانا آخرت کی طرف ہوگا اور سرکشی اور نافرمانی کی وجہ
پوچھی جائیگی اور اسکا عوض لیا جائیگا تو اُسوقت کی محتاجگی ایسی ہی کہ اسکا انتہا نہین ہی بلکہ اگر عقل والے انصاف کرین اور اپنے دل مین خوب طرح سے تامل
کرین تو اپنے تئین تونگری کی حالت مین زیادہ تر حق تعالیٰ کا محتاج پاوینگے اسواسطے کہ فقیر کو اکثر یہی آرزو ہوتی ہی کہ جان اُسکی سلامت رہے اور بدن اُسکا
صحیح اور ایک دن کا کھانا پانی مل جاوے اور دولتمند کو جان و مال و مرتبہ اور اہل و عیال سبکی سلامتی درکار ہی تو تونگر کی محتاجگی کے سبب زیادہ ہوئی فقیر سے اور
اس جگہ پر ایک شبہہ اکثر لوگونکی خاطر مین گذرتا ہی وہ یہ ہی کہ اگر مال سرکشی اور نافرمانی کا سبب ہوتا تو بڑے بڑے صحابہ کہ بہت مالدار تھے جیسے حضرت عبدالرحمن
بن عوف اور حضرت امیرالمومنین عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہما وے کس واسطے اس سرکشی کے سبب مین گرفتار نہوے بلکہ حضرت سلیمان علی نبینا و علیہ
الصلوٰۃ والسلام کو کسواسطے اسقدر کشادگی اور مرتبے دنیا کے مال مین دیے کہ بیت المقدس کے در و دیوار کو سونے اور جواہرات سے جڑوا دیا اور بہت سے اسباب
اور ہتھیار جمع کیے اور اس شبہہ کا دفع اس طور سے بوجھا چاہیے کہ اس آیت مین مال کو بالکل سرکشی کا سبب نہین فرمایا ہی بلکہ اپنے تئین مال کے سبب سے بے پروا
سمجھنا اور اس احتیاج سے کہ بندے کو حق تعالیٰ کی درگاہ مین ہر وقت اور ہر آن موجود ہی غافل ہونا اور مال کی پیدائش کو اللہ تعالیٰ کے کرم اور فضل سے
نجانتا بلکہ اپنی محنت اور کوشش کی طرف نسبت کرنا سرکشی اور نافرمانی کا سبب ہی اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو اور اصحاب کبار کو اگرچہ مال کی زیادتی
تھی لیکن اعتقاد بد سے بری تھے بلکہ جو شخص کہ ان بزرگون کے احوال دیکھے تو یقینی معلوم کرلیگا کہ محتاجونکی خدمت و خبرگیری اور خاطرداری جسقدر ان بزرگون سے ہوئی
ہی دوسرون سے نہین ہوئی ہی گویا مال کی کثرت کو زہر قاتل سمجھ کر بعد دینے کو تریاق جانتے تھے اسیواسطے اس کام مین زیادہ کوشش کرتے تھے اور حدیث شریف
مین وارد ہی کہ نعم المال الصالح للرجل الصالح یعنی کیا اچھا مال نیک ہی جو نیک بخت آدمی پاس ہی کہ وہ نیک کام مین خرچ کرتا ہی اور جب ثابت کیا کہ آدمی کے
ہر بات مین محتاج ہونے کی بھی وجہ ہی کہ بے احتیاجی کی صورت مین سرکشی اور نافرمانی کرتا ہی اور اپنے منعم حقیقی سے غافل ہوکے نعمت ہی کے دیکھنے مین بجھ رہا
ہی اور یہان گمان اسبات کا ہی کہ شاید کوئی تمثیل کے طور پر ان بے پرواؤن کا حال پوچھے کہ انکو غنا سرکشی کا سبب کیونکر ہوئی تو اسکی مثال کو بیان فرماتا ہی
اَرَءَيۡتَ الَّذِيۡ يَنۡهٰى کیا دیکھا تو نے اس شخص کو جو منع کرتا ہی اور روکتا ہی عَبۡدًا اِذَا صَلّٰى بندیکو جب چاہتا ہی کہ نماز پڑھے
اور حق بندیکا بھی یہی ہی کہ اپنے پروردگار کی عبادت ہاتھ اور پاؤن سے اور دل اور زبان سے بجالاوے اور ایسی عبادت جو ان سب باتونکو جامع ہو سوا نماز کے نہین ہی
اور حق خدا کا یہ ہی کہ معبود ہو ہر عبادت مین پھر اس منع کرنے والے بندیکا حق بھی تلف کیا اور خدا کا حق بھی تلف کیا تو اُسکی سرکشی اور نافرمانی خدا سے اور اُسکے
بندون سے بھی ثابت ہوئی اور یہ شخص ابوجہل تھا کہ کئی مرتبے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام مین نماز پڑھنے سے منع کیا تھا بلکہ یہ کہا تھا کہ اگر کبھی مین
تجھکو دیکھونگا کہ اپنے ماتھے کو زمین پر رکھا ہی تو نے تو تیری گردن کاٹ ڈالونگا اور ہرچند کہ یہ آیت اسی لعین کے حق مین نازل ہوئی ہی لیکن اب بھی جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کی
بندگی سے منع کرے اور روکے وہ بھی اسی وعید اور برائی مین شامل ہی اور وہ جو فقہانے لکھا ہی کہ غصب کی زمین پر نماز پڑھنے سے منع کیا چاہیے اور مکروہ

وقتون مین بھی نماز سے منع کیا چاہیے اور مکروہ وقت پانچ ہین ایک آفتاب نکلنے کا وقت دوسرا اُسکے ڈوبنے کا تیسرا دوپہر کو اُسکے ٹھہرنے کا وقت چوتھا
نماز عصر کے بعد مغرب تک پانچوان طلوع فجر سے آفتاب نکلنے تک سوا نماز فجر کے اور اگر لونڈی یا غلام کو اُسکا مالک تہجد کی نماز پڑھنے سے منع کرے اس سبب سے
کہ اگر رات کو جگیگا تو فجر کو اُسکی خدمت مین قصور کریگا تو اُسکو بھی منع کرنا پہونچتا ہے اور اسی طرح خدمت کے وقت مین نماز سے منع کرنا بھی پہونچتا ہے اور اسی طرح خاوند کو
منع کرنا اپنی جورو کو نماز نفل سے اور اعتکاف سے پہونچتا ہے اسواسطے کہ اس حالت مین بہت سی منفعتین اُسکی جاتی رہین گی جیسے جماع کرنا اور دوسری لذتین
سوان سب باتون مین جو ذکر کیگئی ہین منع کرنا نماز سے دوسری مصلحت کے واسطے اللہ تعالی کے حکم سے ہے تو حقیقت مین منع نہوا بلکہ ایک عبادت سے دوسری عبادت مین
پہونچا دینا ہوا اور بعضے دینی بزرگون نے ادب کی رعایت کے واسطے ان چیزون کے منع کرنے سے بھی احتراز کیا ہے چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ ایک مرتبہ عید کے دن حضرت ع
علی رضی اللہ تعالی عنہ عیدگاہ مین تشریف لے گئے چند آدمیونکو دیکھا کہ عید کی نماز کے پہلے نفلین پڑھ رہے ہین آپ نے فرمایا کہ ایسے کہ دو کہ مین نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کو کبھی عیدگاہ مین اسوقت نفل پڑھتے نہین دیکھا اُن لوگون نے آپکے حکم کو نہ سنا اور اپنے کام سے باز نہ آئے بعضے لوگون نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین اگر
حکم ہو تو انکو زبردستی منع کر دین اور اگر نماز مین تو سزا کو پہونچین آپنے فرمایا کہ مین اس آیت سے یعنی ارأیت الذی ینہی عبدا اذا صلی کے مضمون سے ڈرتا ہون اور
سخت حکم کر نہین سکتا لیکن ادب کی رعایت اسی جگہہ ہوتی ہے جہان ممانعت کا حکم صریح اور ظاہر نہو جیسے یہ مقام تھا کہ یہان صریح ممانعت وارد نہین ہوئی
والا موجب اس قول کے الامر فوق الادب یعنی حکم کا ماننا ضروری ہے ادب کی رعایت سے اچھی بات کا نبلا دینا اور بری بات سے منع کرنا مقدور ہو تو کرنا
واجب ہے اور جب آدمیونکی سرکشی کی مثال جو استغنا اور بے پروائی کے سبب سے ہوتی ہے بیان فرما چکے تو اس علت کے علاج کا طور بھی ارشاد فرماتے ہین ارأیت
اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰىٓ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى کیا دیکھا تو نے اس سرکش نافرمان کو کہ اگر ہدایت پر ہوتا یا لوگونکو پرہیزگاری کا حکم
کرتا یعنی اگر اپنی سرکشی کا علاج کرتا اور اپنی روح کو صحیح سالم رکھتا پھر اس مرتبے سے بھی آگے بڑھتا اور دوسرونکو نصیحت کرکے راہ پر لاتا اور نماز کے منع کرنے سے
باز آتا اور لوگونکو پرہیزگاری اور صلاحیت کا حکم کرتا اَرَءَیْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى کیا دیکھا تو نے اسی سرکش کو کہ اگر جھٹلایا پیغمبر کے دین کو
اور منہہ موڑا سیدھی راہ چلنے سے سو ان دونون حالتون مین اپنا بدلا پاویگا لیکن پہلی حالت مین جزا نیک ہے اور دوسری حالت مین سزا بد اور جزا کا لحاظ رکھنا بھی سرکشی
اور طغیان کا علاج ہے اگر اُسکو جزا کے واقع ہونے مین کچھ شک یا شبہہ ہو تو اُسکے سمجھانے کو اسقدر کافی ہے کہ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى کیا نہین جانتا
ہے کہ حق تعالی دیکھتا ہے اور دیکھنا ایسے کا جو بدلا دینے کی قدرت رکھتا ہے اور ہر چیز عالم کے اُسکی حکمتین اور قدرتین اظہر من الشمس ہین یعنی آفتاب سے زیادہ روشن ہین
جزا کے ہونے اور یقین جاننے مین کافی ہے اسواسطے کہ قدرت اُسکی جزا کے جائز ہونیکو چاہتی ہے اور حکمت اور عدالت اُسکی جزا کے واجب ہونیکو چاہتی ہے اور اچھائی
اور برائی کا دیکھ لینا امتیاز اور جدائی کرنیکو ہر نیک و بد مین کافی ہے پھر جو شخص دیدہ و دانستہ باوجود قادر ہونیکے نیک و بد مین فرق نکرے اور ہر شخص کو اپنے اپنے
کیے کی جزا اور سزا نہ دے ایسا شخص ایک گھر کی ریاست کے قابل نہین ہوتا پھر خدائی کے قابل ہونیکا کون ذکر ہے اور قدرت اور حکمت اس مالک الملک کی ہر کسی پر ظاہر ہے
اور جو پوشیدہ ہے وہ یہی ہے کہ اللہ تعالی کو خبردار جاننا سب نیک و بد کامون پر اپنے کہ شہوت اور غضب اور جہالت کے پردے آدمی کی بینائی کی آنکھ کو بند کرکے اُسکو اس
خبرداری سے غافل کر دیتے ہین لاچار اسی اطلاع کے ذکر پر کفایت کیگئی كَلَّا یعنے مقدمہ ایسا نہین ہے کہ وہ سرکش مہمل چھوڑ دیا جائیگا اور اُسکی دنیا کی عزت اور مرتبے
لحاظ سے اُسکی سرکشی اور نافرمانی بوجھی نجائیگی بلکہ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ اگر نہ تھمی اور جھڑکی سے اپنی سرکشی سے باز نہ آویگا لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ
البتہ گھسیٹینگے ہم اُسکو چوٹی سے [illegible] اسمین بڑی ذلت اور حقارت ہے اسواسطے کہ پیشانی آدمی کی بدن مین بڑا شرف اور بزرگی رکھتی ہے اسیواسطے تعظیم کی جگہہ پیشانی
اور دوسرا سید [illegible] کی قسم کھانا رائج اور معمول ہوگیا ہے اور جب اُس پیشانی کو اسطرح سے ذلیل اور خوار کیا تو کمال ذلت ہوئی اور خاص پیشانی کے ذکر مین ایک نکتہ اور
بھی ہے وہ یہ ہے کہ آدمی مین سرکشی اور نافرمانیکے سبب کو اسی عضو مین ہوا کیا ہے اسواسطے کہ جڑ تکبر اور غرور کی وہم اور خیال اور حواس خمسہ یعنی باصرہ اور سامعہ اور شامہ اور ذائقہ
کو ذائقہ ہین [illegible] اسی عضو مین یا اسکے قریب بیٹھے گئے ہین اور سرکشی کی لفظ بھی اس عضو کی شرارت پر گواہی دیتی ہے اسیواسطے سیاست اور سزا دینا اُسکا اسی عضو خاص سے ہوا
چنانچہ چوری کی سزا ہاتھ کا کاٹنا ہے اسواسطے کہ چور چوری نہین کرتا مگر ہاتھ سے نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ایسی پیشانی جو جھوٹی اور گنہگار ہے

یعنی سرکشی کی حالت مین پیشانی کی جڑ دون اور تکبر بڑی ہے اور اس قوت سے جو پیشانی مین سپرد ہوئی ہے جھوٹی باتین بڑھ بڑھ کے کہتا تھا اور گناہ کے کام بے پروائی
کرتا تھا کبھی مسکینون اور غریبونکی طرف حقارت کی آنکھ سے دیکھتا تھا اور کبھی اپنی مرضی کے مخالف اگر کوئی کام دیکھتا تھا تو پیشانی پر شکن ڈال کے ترش رو
ہو کے بیٹھتا تھا اور کبھی ہنسی اور مسخرگی مین یا لوگونکی حقارت مین سر ہلاتا تھا تو یہ پیشانی اسی لائق ہی کہ اسکو اسیطرح سے ذلیل و خوار کرین اور اسکی پیشانی
اور چوٹی کے بال کو جنکو ہمیشہ دھوتا اور تیل ملا کرتا اور کنگھی کرتا رہتا تھا پکڑ کے کھینچین اور خاکمین ملاوین اور مفسرون نے لکھا ہی کہ خاطی بہت برا ہوتا ہی مخطی سے اسواسطے
کہ عرب کی زبان مین خاطی اسکو کہتے ہین جو جان بوجھ کے قصد سے گناہ کرے اور مخطی اسے کہتے ہین جس سے بے قصد نادانستہ گناہ ہو جا اسیواسطے خاطی کو
قرآن مجید مین سخت عذاب کا وعدہ کیا ہی یعنی غسلین کا کھانا اور غسلین کہتے ہین پیپ لہو کو دوزخیون کے جو انکا بدن جلنے کے سبب سے انکے گوشت پوست اور چربی
اوٹ کے بہے گا چنانچہ حق تعالی فرماتا ہی من غسلین لا یاکلہ الا الخاطئون یعنی غسلین نہ کھائیگا اسکو مگر قصد سے گناہ کرنیوالا اور مخطی کے واسطے بخشش
اور معافی کا وعدہ فرمایا ہی ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا یعنی حق تعالی نے فرمایا کہ یون دعا مانگو کہ ای رب ہمارے نہ پکڑ ہمکو ہماری بھول اور چوک پر
اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جب یہ آیتین نازل ہوئین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو لوگون کے سامنے پڑھا تو رفتہ رفتہ یہ خبر ابوجہل کو بھی پہونچی وہ
ملعون نہایت غصہ مین ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر سخت گفتگو بے ادبانہ کرنے لگا اور کہا کہ ای نادان کچھ بھی تجھکو سمجھ ہے کسکو تو ڈراتا ہی اگر مین
چاہون تو ابھی اس میدان کو سوار اور پیادون سے بھر دون لیکن یہ کسواسطے کرون کہ تجھکو اور تیری قوم کو تو وے لوگ جو صبح اور شام کو میرے دربار اور مجلس مین
حاضر رہتے ہین کفایت کرتے ہین اگر انکو پکارون تو ابھی تیری حقیقت معلوم ہو جاتی ہی سو اس ملعون کے تکبر کے جواب مین حق تعالی نے ایک آیت دوسری نازل فرمائی
کہ **فلیدع نادیہ** یعنی چاہیے کہ پکارے اپنی مجلس والونکو یعنی ان لوگونکو جو اسکی مجلس مین صبح اور شام حاضر رہتے ہین اپنے موت کے دفع کرنیکے
واسطے اور قابض الارواح کے مقابلے مین بلکہ تمام فوج اور سپاہ کو اپنی مدد کے واسطے بلاوے ہم بھی اسکے مقابلے مین اپنے ادنی اور حقیر بندونکو بھیجینگے چنانچہ
فرماتے ہین **سندع الزبانیہ** قریب ہی کہ بلاتے ہین ہم زبانیہ کو اور زبانیہ اصل عرب کی زبان مین بندیخانے کے پیادونکو کہتے ہین جو لوگون
کی مشکین باندھ کے قید خانے مین بند کرتے ہین اور یہان پر وہ فرشتے مراد ہین جو دوزخ پر مقرر ہین اور لوگونکے ہاتھ پانون باندھ کے دوزخ مین ڈالینگے
سو اس ابوجہل مردود کا یہی حال ہوا یعنی بدر کے روز مارا گیا اور صحابہ نے بموجب حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ملعون کے کان مین سوراخ کر کے اسمین رسی
ڈالکر ملے جانیکے مقام سے اسکی لاش کو ایک ناپاک کنوئین تک گھسیٹتے لے گئے پھر اسکی چوٹی کے بالون سے کھینچکر کوئین مین ڈالا اور اسکی روح کو بدن سے جدا ہوتے
ہی دوزخ کے نگہبانون نے جہنم کے عذاب مین گرفتار کیا پھر اسکے رفیق اور اسکی مجلس کے بیٹھنے والے کوئی اس سخت مصیبت مین کام نہ آئے اور زبانیہ کے عدد کا
شمار جو قرآن مجید مین دوسری جگہہ پر بیان ہی وہ یہ ہی کہ کافرونکے واسطے انیس فرشتے مقرر ہین جو انکو پکڑ کے دوزخ مین ڈالینگے اور انیس کے مقرر ہونیکی وجہ سورۂ
مدثر کی تفسیر مین بیان کیگئی ہی اور بعضی روایتون مین آیا ہی کہ ان فرشتونکا قد انتہا کا لمبا اور چوڑا ہی کہ پیر انکے زمین مین اور سر آسمان مین لگتا ہی اور انکے سردار کا نام
مالک ہی اور اٹھارہ دوسرے اسکے تابع ہین آنکھین انکی بجلی کی طرح چمکتی ہین اور دانت انکے بارہ سنگے کی سینگ کی طرح اینٹھے ہوئے ہین اور بال انکے اتنے لمبے ہین
کہ زمین پر گھسیٹتے جاتے ہین اور آگ کے شعلے انکے منہ سے نکلتے ہین اور ایک کندھے سے انکے دوسرے کندھے تک ایک برس کی راہ ہی اور انکے ہاتھ کی ہتھیلی مین ستر ہزار
آدمی کی گنجایش رکھتی ہی اور زبانیہ کی لفظ کی تحقیق مین اختلاف ہی بعضے کہتے ہین کہ یہ ایسی جمع ہی جسکا مفرد نہین ہی اور بعضے کہتے ہین کہ اسکا مفرد زبنیت
عفریت کے وزن پر ہی نکالا گیا ہی زبن کی لفظ سے جسکے معنی دفع کرنیکے ہین اور زبنیت ہر ستمگر دفع کرنیوالے کو کہتے ہین جن سے ہو خواہ آدمیون سے اور جب اس کافر کے حال
اور آیندہ کے بیان سے فراغت پائی تو آنحضرت صلعم کو اسکی مخالفت پر دلیر کیا اور فرمایا **کلا** یعنی مت ڈر اوس سے اور اسکے ڈرانے کو کچھ بھی یقین مت کر **لا تطعہ**
اسکے کہنے کو مت مان **واسجد واقترب** اور سجدہ کر اپنے پروردگار کا اور نزدیکی حاصل کر اس جناب کی سجدہ کی عبادت سے ہر چند کہ امر وہ جو نماز پڑھنے سے بالکل
منع کیا تھا لیکن زیادہ غصہ اسکا سجدہ کرنے پر تھا اسواسطے کہ نماز کے رکنو مین سجدہ کرنا تکبر اور غرور کے بہت منافی ہی اور اسکو تکبر اور غرور نے پر درجہ کا تھا اسیواسطے یہ فعل اسکو بہت برا معلوم
ہوتا تھا اپنے سر جھکانیکا تو کیا ذکر ہی دوسرے کا سر جھکانا دیکھ نہ سکتا تھا اسیواسطے اسکے مقابلے مین سجدہ کو حکم ہوا تاکہ رغم انف اسکی ہو یعنی اسکی ناک گھسی جا اور جو اس

سرکش کو تکبر کے بدلے مین چوٹی پکڑ کے گھسیٹنے سے خوف دلوایا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُسکے مقابلے مین حکم ہوا کہ تم اپنی پیشانی کو عاجزی سے ہمارے واسطے زمین پر رکھو
ف شکر مین اسبات کے کہ ہمنے تمہارے دشمن کی پیشانی کو خاک مین ملایا اور یہ بھی ہے کہ جو سجدہ کرنا حق تعالی کی نزدیکی کا سبب ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنے کو
فرمایا اور حکم ہوا کہ تو سجدہ مین مشغول ہو تا کہ تیرا قرب درگاہ الٰہی مین کمال کے مرتبے کو پہونچا در بلند رتبہ اور بزرگی تجھکو حاصل ہووے اور تیرا دشمن خود بخود ذلیل و خراب ہو جاوے
اسواسطے کہ جسقدر تیرے قرب کے درجے جناب الٰہی مین بڑھینگے اسیقدر تیرے دشمن کو دوری اور مہجوری اس درگاہ سے ہوگی اور سجدے کی حالت مین آدمیکو زیادہ
تقرب جناب باری سے حاصل ہونیکی وجہ یہ ہے کہ اس وقت مین آدمی اپنی اصل کی طرف کہ خاک ہے متوجہ ہوتا ہے اور جسقدر اسکی توجہ اپنی اصل کیطرف زیادہ ہوگی اسیقدر حق تعالی کا
قرب اسکو زیادہ حاصل ہوگا اسواسطے کہ فیضان وجود کا اس جناب سے اسی راہ سے اسکو پہونچا ہے سو جب سنے اپنے تئین پھر اسی دروازے پر جہان سے آیا تھا پہونچایا اور اسی
ح دروازے کو ٹھونکا تو رجوع الی اللہ ثابت ہوگیا اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہے کہ اقرب ما یکون العبد من ربه وهو ساجد فاكثروا فيه من الدعاء
ح یعنی بندے کو سجدے کی حالت مین اپنے پروردگار سے بہت نزدیکی حاصل ہوتی ہے سو اس حالت مین اسکو چاہیے کہ دعا بہت مانگے تا کہ جلد قبول ہووے اور یہ آیت تلاوت کے
سجدے کی آیتون سے ہے اس آیت کے پڑھنے سے پڑھنے والے اور سننے والے پر سجدہ واجب ہوتا ہے اور حدیث صحیح مین وارد ہے کہ ابوجہل نے لوگون سے کہہ رکھا تھا کہ محمد صلعم
جسوقت بیت اللہ شریف کے سامنے سجدہ کرتے ہون اسوقت مجھے خبر دینا کہ مین انکی گردن پر اپنا پیر رکھونگا اور گردن کو توڑ ڈالونگا چنانچہ ایک روز آنحضرت بیت اللہ کے سامنے کھڑے
نماز پڑھتے تھے بعضے لوگون نے اس مردود کو خبر پہونچائی وہ ملعون موافق اپنے وعدے کے آیا اور آنحضرت صلعم کے نزدیک ہو چکے چاہا کہ بے ادبی کرے کہ خود بخود اپنے دونون ہاتھ
سپر کی طرح منہہ کے سامنے کیے ہوے پیچھے ہٹا جسطرح سے کسی چیز سے کوئی ڈر کے اپنے تئین بچاتا ہے دو تین مرتبہ اسیطرح قصد کیا اور اسیطرح پیچھے ہٹا لوگ جو یہ تماشا دیکھنے کو جمع ہوے تھے
یہ بات دیکھکر حیران ہوے اور اس سے پوچھا کہ ماجرا کیا تھا کہ تو اسطرح سے پھرا اسنے کہا کہ میرے اور محمد صلعم کے درمیان میں ایک خندق آگ سے بھری ہوئی ظاہر ہوئی اور اسکے کنارون پر فرشتے
پر مجھے معلوم ہوے اور ایک بڑا اژدہا میری طرف لپکا اس سے نہایت مجھکو دہشت معلوم ہوئی اور مین ہرگز وہان ٹھہر نہ سکا اگر ذرا بھی ٹھہرتا تو جل ہی جاتا اور اژدہا مجھکو نگل لیتا
ح لوگون نے پوچھا کہ پھر یہ کیا بات ہے اس کافر ازلی نے کہا کہ یہ شخص بڑا زبردست جادوگر ہے مین اس سے جیت نہین پاتا ہون اور یہ بھی حدیث شریف مین آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے یہ بات سنکے فرمایا کہ اگر یہ مردود میرے نزدیک آتا تو فرشتے اُسکے ٹکڑے ٹکڑے کرکے لیجاتے اور ہرگز جیتا نہ پھرتا اب جو فائدے اور باریکیان کہ اس سورت سے تعلق رکھتی ہین کچھ بیان ہوتی ہین
ف چنانچہ اُنمین سے ایک یہ ہے کہ پانچ آیتین اس سورت کی قرآن کے نازل ہونیکی ابتدا مین نازل ہوئی تھین اور باقی ابوجہل کے حق مین بہت دنون کے بعد نازل ہوئین لیکن بموجب حکم
پروردگار کے ان آیتون کو اُنکے ساتھ ملا دیا اور مناسبت کی وجہ تفسیر مین پہلے بیان ہو چکی اور یہ بھی ہے کہ اس سورت مین سمعی علمون کا ثابت کرنا منظور ہے کہ نقل کرنے اور لکھنے پر
موقوف ہین اور یہ بھی ایک نکتہ عجیب اس سورت مین ہے کہ اول اس سورت کا علم کی فضیلت پر دلالت کرتا ہے اور باقی مال کی مذمت پر تو اس جگہ سے بوجھ لیا چاہیے کہ علم ایک چیز ہے نہایت
مرغوب اور پسندیدہ اور دنیا کا مال نفرت اور بے رغبتی کے لائق ہے اور یہ بھی ہے کہ اس سورت مین علم اور خط کی تعلیم کی نعمت جو مذکور ہوئی تو حق تعالی نے اپنے تئین اکرم کی صفت سے یاد فرمایا یعنی
وربك الاكرم اور سورۂ انفطار مین اعتدال خلقت و ظاہری اور باطنی اعضا کی برابری کی نعمت جو مذکور ہوئی ہے تو وہان اپنے تئین کرم کی صفت سے یاد فرمایا ہے ما غرك بربك الكريم الذي
ف خلقك فسواك فعدلك في اي صورة ما شاء ركبك اور یہ بات ظاہر ہے کہ اکرم بڑے کریم کو کہتے ہین اور کریم فقط کرم پر دلالت کرتا ہے تو یہان سے معلوم ہوا کہ علم کی نعمت صحت اور حسن اور جمال کی نعمتون سے
بڑھکے ہے اور یہ بھی ہے کہ اس سورت مین ابوجہل کے حق مین جو اس امت کا فرعون تھا لیسفعن فرمایا کہ لام تاکید سے موکد ہے اور اسکا صیغہ بھی استمرار و تجدد پر دلالت کرتا ہے اور حضرت موسی علیہ السلام فرعون کے حق مین
باوجود اسکی بادشاہی اور عزت اور مرتبے کے طغی کے لفظ فرمائی ہے بغیر تاکید و نہ صیغہ استمرار کے تو یہ تغیر اسلوب کلام اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ فرعون باوجود اس قوت اور مرتبے کے حضرت موسی علیہ السلام کو
رنج نہین دیتا تھا مگر بات کہنے مین اور یہ مردود باوجود کمزوری اور بے حکمی کے بارہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مارنے کا قصد کیا اور آپکی ہلاکی کے پیچھے پڑا تھا اور یہ بھی ہے کہ فرعون نے بچپن مین حضرت
موسی سے اچھے سلوک کیے تھے اور آخر کو بھی اسکی زبان سے یہ کلمہ نکلا تھا یعنے لا اله الا الذي امنت به بنوا اسرائيل اور تھوڑا تکبر اسکا گھٹ گیا تھا بخلاف ابوجہل کے کہ آنحضرت کی جناب مین بچپن
کی عمر سے حسد رکھتا تھا اور آخر مین ایسا کلمہ کہا کہ جس سے تکبر بوجھا جاتا ہے یعنی لو غیر اکار قتلني یعنی میرا رتبہ یہ تھا کہ دہقانون کے ہاتھ سے مارا جاؤن اور جسوقت حضرت عبداللہ بن مسعود اسکا گلا کاٹنے کو
اُسکے سینے پر چڑھے تو بولا کہ کہا کہ يا راعي الغنم لقد ارتقيت مرتقى صعبا یعنے اے بکری چرانیوالے بڑے مقام پر بیٹھا تو اور یہ بھی کہا تھا کہ هل اعمد من رجل قتلتموه یعنی کیا ہے کوئی دنیا مین عمدہ اور
مرتبے مین اس شخص سے جسکو تمنے قتل کیا ہے پس ان چھوٹے سرکشی کے تکبر اور غرور سے بھی بڑھ گیا تھا اسیواسطے اسکے حق مین ایسی لفظین تاکید کی ارشاد ہوئین واللہ اعلم

تم

سُورَۃُ القَدر

مشہور تو یون ہی کہ یہ سورت مکی ہی لیکن اسکے نازل ہونے کے سبب مین جو حالات کہ بیان کیے جاتے ہین اُنسے یون معلوم ہوتا ہی کہ مدنی ہوگی اسواسطے کہ قصے بنی اسرائیل کے مدینہ منورہ مین مذکور ہوتے تھے اور منبر بھی اُسی مبارک شہر مین بنایا گیا ہی اور اس سورت مین پانچ آیتین اور تیس کلمے اور ایک سو بارہ حرف ہین اور اُسکے نازل ہونے کے کئی سبب ہین اول یہ ہی کہ ایکروز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسرائیل کا احوال صحابۂ کرام کے سامنے بیان فرماتے تھے اس عرصے مین احوال شمعون یا سمنون کا کہ ایک زاہد کا نام ہی جو بنی اسرائیل مین گذرا ہی اور کثرت عبادت مین ضرب المثل ہی بیان فرمانے لگے کہ اُسنے ہزار مہینے عبادت کی ہر روز روزہ رکھتا تھا اور کافرون کے ساتھ جہاد کرتا تھا اور رات بھر نماز پڑھتا تھا صحابۂ کرام نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ہم کس طرح سے ایسے شخص کے ثواب کو پہونچ سکینگے کہ انتہا ہماری عمر کی ساٹھ یا ستر برس ہین سو اُسمین تہائی کی قدر تو سونے مین جاتی ہی اور کچھ معاش کی تلاش مین اور دوسری حاجتون مین صرف ہوتی ہی لڑکپن مین سے مرض اور سستی مین ضائع ہوتی ہی پھر عبادت کے واسطے کیا باقی رہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسبات کو سنکر نہایت دلگیر اور غمگین ہوئے اللہ تعالی نے آپ کے دفع ملال کے واسطے یہ سورت نازل فرمائی کہ اگرچہ تمھاری امت کی عمرین کوتاہ ہین لیکن ہمنے تمکو ایک ایسی رات عنایت فرمائی ہی کہ اُس ایک رات کی عبادت ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہی دوسرا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک روز اگلی امت کی عمرین دکھائین تو اکثر درمیان مین ساٹھ اور ستر برس کے تھین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہوئے کہ اتنی سی عمر مین میری امت کیا کام کریگی اور انسے کیا ہوسکیگا ایسا نہو کہ قیامت کے روز اگلی امتون والے بڑی بڑی عمرونکا ثواب پاوین اور میری امت تھوڑی عبادت کے واسطے شرمندہ ہو حق تعالی نے آپکی خاطر مبارک کی تسلی کے واسطے یہ سورت بھیجی تیسرے یہ کہ حضرت امام حسن رضی اللہ نے فرمایا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دکھایا کہ بنی امیہ کے ظالم حضرت کے منبر پاک کے بعد دوسرے بندرون کی طرح سے کود کود کر بیٹھتے ہین اور رعیت پر ظلم اور ستم کرتے ہین یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نہایت شاق گذری تو آپکی تشفی کے واسطے یہ سورت نازل ہوئی اور مراد ہزار مہینے سے بنی امیہ کی سلطنت کی مدت ہی کہ انکی پادشاہت کا زمانہ اسی قدر تھا اور اس سورہ کو سورۂ قدر اسواسطے کہتے ہین کہ اسمین ذکر لیلۃ القدر کا ہی اور لیلۃ القدر کو جو لیلۃ القدر کہتے ہین اُسکی دو وجہین ہین اول تو یہ کہ قدر مقدار اور تقدیر کو کہتے ہین اور اس رات مین مقدار اور رتبہ بنی آدم کے صلحا اور عابدونکا ظاہر ہوتا ہی اور مراتب مکسوبہ یعنی مرتبے کمائے ہوئے اُنکے قرب و منزلت مین عنداللہ ثابت ہوتے ہین گویا کہ تمام سال کی عبادتکا ثمرہ ظاہر ہوتا ہی اور فرشتے اور ارواح اُنکے قدر اور منصب سے ہر ایک مطلع ہوجاتے ہین دوسری یہ کہ قدر بزرگی کے معنو مین بھی آتا ہی چنانچہ کہتے ہین کہ فلانا نہایت عالیقدر یعنی بالقدر ہوا ہی یعنی شرف اور بزرگی رکھتا ہی اور یہ رات کئی طور سے دوسری راتون پر شرف اور مرتبہ رکھتی ہی اول یہ کہ تجلی الٰہی شام سے صبح تک اس رات مین متوجہ بندونکے حال کیطرف ہوتی ہی اور انکو قرب معنوی حق تعالی کی جناب مین پیدا ہوتا ہی دوسرے یہ کہ فرشتونکا عالم اور ارواح کا عالم ملاقات کو صلحا اور عابدون کی آسمان سے زمین پر آتے ہین اور اُنکے نزدیک ہونے کے سبب سے عبادتون کی کیفیت اور طاعتونکی حلاوت دوسری راتونکی عبادت کی کیفیت اور حلاوت سے ہزارون درجہ بڑھجاتی ہی تیسرے یہ کہ قرآن مجید بھی اسی رات کو نازل ہوا ہی یعنی لوح محفوظ سے دنیا کے آسمان پر اور یہ ایسا شرف ہی کہ نہایت نہین رکھتا چوتھے یہ کہ پیدایش فرشتونکی بھی اسی رات مین ہی پانچوین یہ کہ بہشتونکا آراستہ کرنا بھی اسی شب کو ہی چھٹے یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدایش کا مادہ بھی اسی شب کو جمع ہوا ہی اور صحیح روایت مین آیا ہی کہ عثمان بن ابی العاص کا ایک غلام تھا کہ سالہا سال جہازون کی ملاحی کی تھی ایک روز اُسنے کہنے لگا کہ دریا کے عجائبات سے ایک چیز میرے تجربے مین ہی کہ میری عقل اُس سے حیران ہو رہی ہی کہ دریا شور کا پانی سال مین ایک رات میٹھا ہوجاتا ہی عثمان بن ابی العاص نے اُس سے کہا کہ جب وہ رات آوے تو تو مجھکو خبر کر تا دیکھون تو کہ وہ کون سی رات ہی اور کیا بزرگی رکھتی ہی اُس غلام نے ستائیسوین کو رمضان مبارک کی اُنسے کہا کہ یہ رات وہی ہی غرض کہ مضمون اس سورت کے معلوم ہوتا ہی کہ عبادتین اور طاعتین وقتون کے اور مکانون کی بزرگی اور اجتماع اور حضوری صالحون کے سبب ایجاب مین ثواب کے اور ایسی رات مین برکات اور انوار کے بڑا مرتبہ رکھتی ہین اور یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ ہماری طاعتون اور عبادتون کی مشقت اور رنج کے موافق اُسوقت ثواب دیا جاتا ہی کہ اس طور کا کوئی سبب میان مین نہو جیسے کہ فرمایا ہی کہ اجرک علی

ف: بنی امیہ کی سلطنت کی مدت ۱۱

ف: شب قدر کی بزرگی کا بیان ۱۲

قدر نصبک یعنی ثواب تیری محنت کی قدر ہی لیکن جو ان زیادتیون سے تفاوت حاصل ہوتا ہی تو ثواب طاعتونکا رنج اور مشقت کے انداز پر نہوا اسواسطے کہ بہت ہوتا ہی کہ تھوڑی سی عبادت جمعیت خاطر سے متبرک وقت یا مکان مین بہت سی طاعت سے بہتر اور منور ہو جاتی ہی اور یہ بھی سمجھ لیا چاہیے کہ لیلۃ القدر کو باوجود اس عظمت اور شرف کے لوگونکی دریافت سے پوشیدہ رکھا ہی جیسے دعا قبول ہونے کی گھڑی کو جمعہ کے دن مین اور صلوۃ وسطی کو پانچون نمازونمین اور اسم اعظم کو اسماء الٰہی مین اور مقبول طاعت کو دوسری طاعتونمین اور اولیاء اللہ کو دوسرے لوگونمین تاکہ تمام لوگ ہمیشہ ان چیزونکی جستجو مین رہین اور سب راتونکی اور سب وقتونکی اور سب نمازونکی اور سب اسماء الٰہی کی اور سب طاعتونکی اور سب نیک لوگونکی رعایت کرین اور اس متبرک رات کے چھپانے مین بھی ایک حکمت ہی جیسے مرنے کے اور قیامت کے دن کے چھپانے مین حکمت ہی وہ یہ ہی کہ مکلفین محنت اور کوشش مین قصور نکرین اور تکیہ اور بھروسا ایک چیز معین پر نکر بیٹھین اور غفلت اور سستی کو نہ اختیار کرین اور اس شب کے پوشیدہ رکھنے کے وجہونمین یہ بھی کہا ہی کہ اگر شب قدر عام لوگون پر ظاہر ہوتی تو بعضے لوگ اس رات مین عبادت کر کے ثواب ہزار مہینے کا کماتے اور بعضے لوگ شہوت اور ہوا اور ہوس کی گرفتاری کے سبب سے اس راتکو لغویات اور معصیات مین گذرانے سے عذاب ہزار مہینے کا حاصل کرتے پس رحمت الٰہی نے اسبات کو چاہا کہ لوگ اس رات کو یقینی نہ جانین کہ دیدہ و دانستہ اس راتمین گناہ کرین اور عذاب عظیم مین گرفتار ہون ہر چند کہ بعضونکو اس رات مین عظیم ثواب حاصل ہوتا لیکن دفع ضرر کا بہتر ہی منفعت کے حاصل کرنے سے اور یہ بھی سمجھ لیا چاہیے کہ بعضے مفسرون نے قدر کو تقدیر کے معنے مین لیا ہی اور کہا ہی کہ روزیان اور موتین اور دکھ اور بیماریان اور عمل اور سوا اسکے دوسرے حادثے جو دنیا مین ہونے والے ہین اسی رات کو مقدر ہوتے اور فرشتونکو فردین ان کامونکی جو ان سے متعلق ہین لوح محفوظ سے نقل کر کے سپرد کر دیتے ہین تاکہ مطابق اس نوشتے کے تمام سال عمل کرین لیکن صحیح یہ بات ہی کہ یہ تقدیر شعبان کی پندرھوین رات کو ہوتی ہی جسکو شب برات کہتے ہین اگرچہ تابعین مین سے بعضونے کہا ہی کہ نقل نویسی اس رات کو ہوتی ہی اور متصدیون کے حوالے اس رات مین کرتے ہین تو ابتدا تقدیر کی شب برات مین ہوئی اور اسکی انتہا اس رات مین لیکن تحقیق وہی بات ہی جو ذکر کیگئی اور شب قدر کی تعیین مین بہت اختلاف ہی جو کچھ کہ قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہی اسیقدر ہی کہ وہ مبارک رات رمضان کے مہینے مین ہی اس واسطے کہ اس سورت مین قرآن کا نازل ہونا اسی رات مین فرمایا ہی اور اس راتمین عبادتین اور طاعتین اور منصب اور مرتبے ہر مقرب الی اللہ کے عالم ملائکہ اور عالم ارواح پر ظاہر ہوتے ہین اسی سبب سے اس رات کو لیلۃ القدر کہتے ہین اور سورۂ بقر مین دوسرے سیپارے مین فرمایا ہی کہ نزول قرآن کا رمضان کے مہینے مین ہی پس جمع کرنے سے ان دونون فرمودونکے اسقدر ثابت ہوتا ہی کہ شب قدر رمضان کے مہینے مین ہی اور یہ بھی ہو سکتا ہی کہ شب قدر تمام سال مین دائر ہو اور جس سال مین قرآن نازل ہوا تھا اس سال مین رمضان کے مہینے مین واقع ہوئی ہو لیکن یہ قول نہایت بعید ہی اور از روے حدیث صحیح مشہور کے ثابت ہوا ہی کہ وہ رات رمضان کے مہینے کے آخر دہے کی طاق راتون مین ہی پس تمام سال مین یہ پانچ راتمین اسبات کا احتمال رکھتی ہین کہ شب قدر ہون اکیسوین تیئیسوین پچیسوین ستائیسوین انتیسوین اور اصح یہ بات ہی کہ ایک رات ان راتون مین سے شب قدر ہوتی ہی بے تعیین کے کسی سال اکیسوین کسی سال تیئیسوین اور کسی مین پچیسوین اور کبھی ستائیسوین اور کبھی انتیسوین اور یہ بات جو مشہور ہی کہ ستائیسوین رات ہی سو اس سبب سے ہی کہ وہ اکثر ستائیسوین شب کو واقع ہوتی ہی اسی واسطے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہی کہ لیلۃ القدر نو حرف ہین اور یہ لفظ اس سورہ مین تین بار مذکور ہی اور جب تین کو نو مین ضرب کرین تو ستائیس ہوتے ہین بعضے علما نے کہا ہی کہ اس سورۃ مین تیس کلمے ہین اور ستائیسوان انمین سے ہی کا لفظ ہی کہ شب قدر کی طرف پھرتا ہی اور لیلۃ ستائیس کی عدد کیطرح ہی واللہ اعلم بالصواب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ مقرر ہمنے نازل کیا قرآن کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر شب قدر مین یعنی وہ رات کہ اسمین قدر اور مرتبہ عبادت کرنے والونکا ظاہر ہوتا ہی اور مرتبے انکے ولایتون کے عالم ملکوت اور عالم ارواح پر ظاہر ہوتے ہین اور منصب قطبیت اور غوثیت اور ابدالیت اور امامت کے ان مرتبون کے مستحقونکے واسطے اس رات کو معین اور مقرر کرتے ہین اور اس معاملے کو رات کے ساتھ اس واسطے مخصوص کیا کہ دن ظہور کا وقت ہی تو مشابہ ہی عالم شہادت سے اور رات پردہ پوشی کا وقت ہی پس عالم غیب سے کمال مشابہت رکھتی ہی اور بھید اس رات کا وہ جو بعضے عارفون کو معلوم ہوا ہی وہ یہ ہی کہ رات وصل کا وقت ہی

س
ع

اور صورت وصل کی اس شب مین اس طور سے جلوہ فرماتی ہے کہ جمال الٰہی کی تجلی اپنے مشتاق بندون کے حال کیطرف متوجہ ہوتی ہے اور مدرکہ کی اور لذتین تیسے
بوجھ رہا اور وسعتون مین انکے ایک فراخی پیدا ہوتی ہے اور قوت خیالیہ قوت مدرکہ کی خدمت کرتی ہے اور وہ تجلی ایک عالم کو ملائکہ اور ارواح سے کہ عالم قدس کے
رہنے والے ہین اپنے ہمراہ لاتی ہے اور ملاقات کرنا غیب کے عالم کا عالم ظاہر سے اور ملنا آسمان کے کمال والونکا زمین کے کمال والون سے اور در آنا اور روشنیان ایک کی
دوسرے مین اور فائدہ حاصل کرنا ایک عالم کا دوسرے عالم کے اشعہ اور لمعات سے یعنے کمالات کی روشنیون سے اُس رات کو بخوبی ہوتا ہے اور عالم روحانی مین ایک عجیب
حالت پیدا ہوتی ہے کہ اسکی شرح بیان کرنا بہت مشکل ہے لیکن ایک ناقص مثال سے اسقدر سمجھنے کے واسطے بیان کیا جاتا ہے کہ موسم بہار کے آنے کے طور پر سمجھ لینا
چاہیے کہ آسمان سے پانی برسنے کے سبب سے اور آفتاب کی گرمی کی تیزی سے جو زمین کی ابھارنیوالی قوت مین تاثیر کرتی ہے اور ہر ہر دانے اور گٹھلی مین جو جو شکل چھپی
اور پوشیدہ ہے وہ سب طرح طرح کے گل بوٹے اور رنگ رنگ کے سبزے لہلہے ظاہر ہوتے ہین اور بڑی رونق اور کمال زینت عالم مین حاصل ہوتی ہے باقی رہا یہان پر
ایک شبہ اور وہ یہ ہے کہ نزول قرآن کا تیئیس ۲۳ برس تک ہے اور شروع اسکے نزول کا ربیع الاول کے مہینے مین ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے چالیسوین
برس کا شروع تھا اور قرآن مجید مین قرآن کے نازل ہونیکا اشارہ تین معین وقتون کی طرف فرمایا ہے ایک تو رمضان شریف اور دوسرے شب قدر اور تیسرے شب مبارک
کہ اکثر علما کے نزدیک شب برات ہے یعنی پندرھوین رات شعبان کی پھر مطابقت و موافقت اس امر واقعی مین اور ان مخالف تعبیرون مین کیونکر درست و نیکی ہو سکتا
جواب ان آیتون مین تامل کرنے کے بعد جو معلوم ہوا ہے سو یہ ہے کہ نزول قرآن کا لوح محفوظ سے بیت العزت مین کہ وہ ایک جا ہے آسمان دنیا پر گھری ہوئی ہے ملائکہ ذی قدر سے
شب قدر مین ہے جو رمضان کے مہینے مین واقع ہے اور اندازہ اسکے نزول کا اور حکم فرمانا لوح محفوظ کے نگہبانونکو کہ اسکا نسخہ نقل کرکے آسمان دنیا پر پہونچاوین
اُسی سال کی شب برات مین تھا اب صورت مین تینون تعبیرین درست ہوئین یعنی نزول حقیقی شب قدر کو رمضان کے مہینے مین واقع ہوا اور نزول تقدیری اس سے
پہلے شب برات مین اور نزول قرآن کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر سو ربیع الاول کے مہینے مین چالیسوین برس کے شروع مین ہے اور تمام ہونا اسکے نزول کا
آخر عمر مین پس تعارض نہ رہا **وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ** اور کیا جانتا ہے تو کہ کیا بزرگی ہے شب قدر کی یعنے ہر چند کہ عارف المعرفت وسیع
جلیل القدر ہو لیکن اس تجلی الٰہی کی حقیقت کو کہ گوناگون عالم پر واقع ہوتی ہے اور رنگارنگ تاثیرین ہر ایک کی استعداد کے موافق ظاہر کرتی ہے جیسا کہ چاہیے ویسا بیان
نہین کرسکتا اسواسطے کہ خبر دار اسکے جاننے کی واقف ہونا ان سب عالمون اور ان سب استعدادون پر ہے اور یہ بات تفصیل سے حاصل ہونا بشر کے مقدور سے باہر ہے
پس جسقدر کہ ظاہر کرنا اس شب کی عظمت کا ممکن ہے بیان کیا جاتا ہے کہ **لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ** شب قدر بہتر ہے ہزار
مہینون سے کہ اُنمین شب قدر نہو اور رعایۃ کہ ہر مہینہ شامل ہے دنون کو اور راتون کو اور ہر روز اور ہر شب موافق ان لله فی ایام دھرکم نفحات الا فتعرضوا لها
شامل ہونے والے تجلیات غیبیہ اور شہودیہ کے ہوتے ہین لیکن یہ تجلی کہ اس شب مین واقع ہوتی ہے ان تجلیون کے نسبت سے ایسی ہے جیسا کہ دریا کی نسبت قطرے کے ساتھ
ہوتی ہے بحسب عام ہونے اور شائع ہونے مین اور اسماء الٰہی کی بلندی کے سبب سے کہ مادہ اس تجلی کا ہین اور ہزار کے عدد کی تخصیص اسواسطے ہے کہ عرب کی زبان مین عدد کا
نام یہین تک ہے اور ہزار سے آگے انکی زبان مین نام نہین ہے تو گویا کہ اشارہ فرمایا ہے عدد کی انتہا پر اور مہینون کی تخصیص اسواسطے ہے کہ باوجود اسکے کہ سال مین
رات اور دن زیادہ ہین لیکن عرب کے سال کو قمری دورے شمار کرتے ہین فقط اسمین مہینون کی تکرار ہے اور شمسی سال ایک پوشیدہ چیز ہے اور مخصوص نجومی کے ساتھ ہے
برخلاف چاند کے کہ رات سے خصوصیت رکھتا ہے اور باوجود ان سب باتون کے چاند کو زیادہ مناسبت اس مقام پر ثابت ہوتی ہے اسواسطے کہ چاند کا نکلنا پہلی
سے چودھوین تک بلکہ ابتدا سے انتہا تک رات ہی مین واقع ہوتا ہے تو گویا کہ نور کی تجلی کا ظہور ہے دنیا کے ظلمت کدے پر اور جسوقت کہ تجلی الٰہی اس تکلف سے عظمت اور
بزرگی کے ساتھ واقع ہوئی تو ثواب اس رات کی عبادت کا ہزار مہینے کی عبادت سے بہتر ہو گیا اب آگے بیان اُسکی عظمت کا فرماتے ہین کہ **تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ
وَالرُّوحُ فِيهَا** اترتے ہین فرشتے آسمان سے اور روحین علیین کے مقام سے اس رات مین ملنے کو اہل کمال سے اور بنی آدم کے اعمال کے انوار حاصل کرنے
کو اور لذتین اٹھانے کو بسبب معلوم کرنے اُن کیفیتون کے جو زمین والون کی ذات مین اپنے محبوب اور معبود کی نسبت سے حاصل ہوتی ہین اور یہ نازل ہونا
انکا زمین والونکے نور اور حضوری زیادہ ہونے کو بھی ہے اور اسواسطے بھی ہے کہ آسمان والونکو کیفیتین زمینیون کی بطور انعکاس کے حاصل ہون پس علوی کمالات اور سفلی

کمالات دونون گروہون مین تعاکس انوار کے طور پر جلوہ فرما وین اور ایک شکل دلغین دونونسے مرکب ہو کمال کی صورت پکڑے اور وہ جوہر ہر فرد مین کمالات مندرج تھے سواجتماع کے اور حاصل ہونے ہیأت وجدانی کے سبب سے کہ مشابہ مزاج مرکب کے ہی دوسرا رنگ لاوے جیسے مزاج معجون مرکب کا اجزاے مختلفة الکیفیات سے کہ ہر ہر فرد کی تاثیر سے علاوہ ایک دوسری تاثیر پیدا کرتی ہی اور یہ ایک طلسم ہی طلسمات الٰہی سے کہ ناقص کو اس طریقے سے کامل کے حساب مین داخل کر لیتے ہین اور اسی بھید کے سبب سے جماعت کی نماز کو تنہا نماز سے افضل ٹھہرایا ہی اور جسقدر کہ جماعت کثیر ہوتی ہی اُسی قدر روشنی ہونی مین دل کے اور مقبول ہونی مین عند اللہ کی تاثیر زیادہ کرتی ہی اور جو ملائکہ اور ارواح کا نازل ہونا کامون کے جاری کرنے کے واسطے جو ملائکہ سے تعلق رکھتے ہین یا حاصل ہونیکو اُس مناسبت کے جو بعضے اہل کمال کو ارواح علویہ کے ساتھہ کبھی پائی جاتی ہی ہوتا ہی اسیواسطے ایک کلمہ دوسرا ارشاد فرمایا ہی کہ یہ نزول اس قسم سے نہین ہی بلکہ یہ نزول **بِاِذْنِ رَبِّهِمْ** حکم سے اُنکے رب کے غرض یہ ہی کہ تجلی واحد سب ملائکہ اور ارواح کو تابعدار مین لیکر واسطے ایک کام کے کہ وہ حاصل ہونا ہیأت وجدانیہ کمالات مختلفة المقدار کا ہی کھینچلائی ہی پس بے شبہہ نازل ہونا ملائکہ اور ارواح کا سواے اس وقت کے اس طور پر ہی جیسے کوئی متصدی یا امیر بادشاہ کا کسیکے گھر اپنے آشنائی کے سبب سے یا کسی تقریب کے سبب سے آوین اور نازل ہونا ملائکہ اور ارواح کا اس وقت مین بلاشبہہ اس طور پر ہی کہ حکم سے بادشاہ کے یا ہمراہ بادشاہ کے اس شخص کے گھر جمع ہون پس جو کچھہ کہ تفاوت ان دونون حالتون مین ہی ظاہر اور روشن ہی **مِنْ كُلِّ اَمْرٍ** بیان ملائکہ اور ارواح کا ہی یعنے ملائکہ ہر کام کا اور ارواح ہر کام کے کہ قرب اور کمال کے ساتھہ متعلق ہی نزول فرماتے ہین ہر چند کہ سب لوگ منزل علیہم یعنے جن پر نازل ہوئے ہین استعداد اس قرب اور کمال کی نہین رکھتے ہین لیکن پیدا کرنا ہیأت وجدانیہ کا اور پورا کرنا قصورون کے نقصان کا منظور ہی اور جب اس شب مبارک کی عظمت کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب ایک خاصیت دوسری اُس شب کی خواصون مین سے بیان فرماتے ہین **سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ** سلامتی ہی اس رات کو نفس اور شیطان کے شر سے کہ اکثر ملجاتا انکے شرون کا طاعتون کے رد ہو جانے کا سبب پڑتا ہی سو اس رات کو نور تجلی کی چمک سے اور حاضر ہونے ملائکہ اور ارواح کے سبب سے نفسانی حادثون کی تاثیر اور شیطانی خطرات بالکلیہ دفع ہو جاتے ہین اور غروب آفتاب کے وقت سے صبح صادق کے نکلنے تک یکسان ان آفتون سے امن اور اطمینان ہوتا ہی بخلاف اور راتون کے کہ اول تہائی مین شیطانون کے پھیلنے کا وقت ہی اور انکے خطرے اور وسوسے عبادت اور بندگی کرنے والون کی خاطرونکو پریشان کر دیتے ہین اسیواسطے اس ثلث مین فرض نماز مقرر فرمائی ہی اور دوسرے ثلث مین اکثر نیند غفلت کی اور برے برے خیال اور پریشان خواب مین نفسانی خواہش اور طبیعت کی عادت سے ظاہر ہوتے ہین اور خراب کرتے ہین اور دعا سے اور حضوری کی لذت حاصل کرنے سے غافل کر دیتے ہین اور تیسرا حصہ یعنے پچھلی رات کہ ان دونون خرابیون سے بچی ہوئی ہی سو تہجد اور جناب الٰہی مین التجا اور زاری اور دعا کے واسطے مقرر ہوئی ہی اب اس جگہہ پر جاننا چاہیے کہ عالمون کا اختلاف ہی اس بات مین کہ ملائکہ اور ارواح سے سب ملائکہ اور ارواح مین مراد ہین جیسا کہ قرآن کی ظاہر لفظ اسی پر دلالت کرتی ہی یا وہ ملائکہ اور ارواح مین مراد ہین جو سدرة المنتہی مین رہتے ہین جیسا کہ بعضی حدیثون مین مذکور ہی اور جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے نازل ہونے مین سبکا اتفاق ہی اور انکا مقام سدرة المنتہی کے بیچ مین ہی اور انکے ہمراہ سب ملائکہ اور ارواح مین نازل ہوتی ہین اور ہر عبادت کرنے والے سے حضرت جبریل علیہ السلام مصافحہ کرتے ہین اور انکے مصافحہ کرنے کا نشان یہ ہی کہ عین عبادت کی مشغولی مین بال بدن کے کھڑے ہو جاتے ہین اور دل مین رقت پیدا ہوتی ہی اور آنکھہ سے آنسو نکل آتے ہین اور اس عبادت مین نہایت لذت حاصل ہوتی ہی اور اس رات کے خواص سے ایک یہ ہی کہ اس رات کو دعا قبول ہوتی ہی تو سبکو لازم یہ ہی کہ ایسی دعا اس رات کو مانگین جو سب سے بہتر ہو یعنے دنیا اور آخرت کی شامل ہو اور حدیث صحیح مین آیا ہی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر مین شب قدر کو پاؤن تو کیا دعا مانگون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دعا مانگو اللّٰھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی یعنی یا اللہ تیرا نام عفو ہی اور بخشنے کو تو دوست رکھتا ہی سو بخش دے مجھکو اپنے کرم سے اور حدیث مین یہ بھی آیا ہی کہ من قام لیلة القدر ایمانا واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه یعنی جو شخص کہ زندہ رکھے شب قدر کو نماز اور عبادت سے ایمان کے ساتھہ ثواب کی طلب کے واسطے تو اُسکے پچھلے گناہ سب بخش دیے جاتے ہین اور بعضے عالمون نے کہا ہی کہ سلام هي حتى مطلع الفجر کے معنے یہ ہین کہ فرشتے اور روحین اس رات کو سب مسلمانون پر سلام کہتے ہین

اور صاحب کمالون سے مصافحہ کرتے ہین پس یہ آیت ملاقات کی کیفیت کے بیان مین ہی نزول کے بیان کے بعد واللہ اعلم

سُورَۃُ البَیِّنَۃ

تمہید

یہ سورت مکی ہی اور اسمین آٹھ آیتین اور چورانوے کلمے اور تین سو چھیانوے حرف ہین اور بینہ لغت مین ظاہر اور روشن چیز کو کہتے ہین کہ اُس چیز کے دیکھنے کے بعد حقیقت کام کی ظاہر ہو جاوے اور کچھ شبہہ اور شک اسمین باقی نرہے جیسے گواہ معتبر دعوے مین اور اس سورۃ کا نام بینہ اس واسطے رکھا ہی کہ یہ سورت دلالت کرتی ہی اسبات پر کہ وجود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خود بخود اپنی نبوت پر ایک روشن نشانی ہی یہان تک کہ کچھ احتیاج دوسری دلیل لانے کی نہین ہی اور جو شخص وضعون اور احوالون اور افعالون اور اقوالون اور اخلاقون سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بخوبی واقف اور خبردار ہو تو یقینا سمجھ لے کہ اس قسم کی مقدس ذات نے شبہہ و شک لیاقت پیغمبری کی رکھتی ہی اور جھوٹھ اور بناوٹ کا یہان ہرگز دخل نہین ہی تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود یتیمی کے کہ باپ اور دادا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچگی کی حالت مین گذر گئے تھے اور بھائی بند اور قوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جہل و کسب مین گرفتار تھے ستھرے آداب اور نیک اور پسندیدہ وضعون سے بالکل واقف نہ تھے انکے درمیان مین آپکی ذات بابرکات کمال حسن اخلاق اور نہایت آداب کی رعایت کے ساتھ ظاہر ہوئی اور باوجود اسبات کے کہ آپ امی محض تھے بلکہ کتب مین بیٹھے بھی نہ تھے مشکل مشکل علمونکی باریکیان فصیح بیان سے ارشاد فرماتے تھے اور الفاظ اونکو گویا وہ بھی معجزے تھے کمال فصاحت سے ادا کرتے تھے اور کبھی کوئی بات خلاف عقل اور مروت کے آپ سے ظہور مین نہین آئی اور ملکی تدبیرین اور جنگ و صلح کے مقدمے اور سوا انکے تمام کام آپکا حکمت کے قاعدے پر جاری تھا پھر باوجود نہونے تعلیم اور تعلم کے کمال کو اس مرتبے کے پہونچنا بغیر تائید غیبی کے اور بدون تعلیم الٰہی کے ممکن نہین ہی اور یہی معنی ہین پیغمبر کے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

س ع ثلثہ ارباع

لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی تَاْتِیَھُمُ الْبَیِّنَۃُ نتھے وے لوگ جو کافر ہوے ہین اہل کتاب اور مشرکین سے جدا ہونے والے اپنی آئین اور وضع سے جب تک کہ نہ آوے انکے پاس کھلی نشانی حاصل اس آیت کا یہ ہی کہ قبل مبعوث ہونے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے عرب کے ملک مین لوگ دو قسم کے تھے ایک قسم تو مشرک تھے کہ بعضے انمین سے صابئین اور مجوس کی طرح سے روحانیت کو ستارون اور آگ کی پوجتے تھے اور بعضون نے صلحا اور بزرگونکی صورتونکو معبود ٹھہرایا تھا اور انکو بہت مقرب درگاہ الٰہی کا سمجھکر وسیلہ دین اور دنیا کا سمجھتے تھے جیسے قریش اور دوسرے وہانکے جاہل لوگ اور دوسری قسم اہل کتاب کہ اپنے کو تابع کتاب الٰہی کا جانتے تھے اور بعضے توریت اور زبور کو اپنا پیشوا قرار دیتے تھے اور بعضے انجیل کو بھی مانتے تھے اور یہ سب فرقے قبیح بدعتون مین اور بُری رسمون مین اور باطل اعتقادون مین ایسے جکڑے تھے اور مضبوط ہو گئے تھے کہ پند اور نصیحت اور وعظ اور ارشاد انکے دلونمین اثر نہین کرتا تھا اور قائم کرنے سے دلائل عقلی کے اور بہت سے قرائن اور حکمونکے ہرگز صلاحیت پر نہین آتے تھے اور سب یہی کہتے تھے کہ ہم اپنی قدیمی وضعونکو اور اپنے موروثی دینونکو ہرگز نچھوڑینگے جب تک کہ کوئی دلیل ظاہر اور کھلا معجزہ نہ دیکھہ لین اور پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم جنکی تعریف آسمانی کتابون مین جابجا لکھی ہی اور اگلے انبیاؤن سے سنی ہی ظاہر نہون اور ہمکو ہمارے کامون پر آگاہی نہ دیوین ہم اپنی وضع اور آئین ہرگز نچھوڑینگے اور یہ حالت انکی بعینہ ایسی تھی جیسے اس امت کے بعضے گمراہ فرقونکی اسن ملنے مین ہی کہ ایک گروہ اپنے کو صوفی ٹھہرا کر بدعتون مین پھنسے ہوئے ہین اور ایک ملحد ونکا اور ایک بے قید ونکا کہ انکو تا ک دنیا مقرر کیا ہی اور انسانیت کی حد سے باہر نکل گئے ہین اور دیگر گروہ نے اپنا نام شیعہ اہل بیت رکھا ہی اور باطل عقیدون مین گرفتار ہین اور کتنون نے اپنے تئین علما کے زمرے مین قرار دیکر ٹھگی اور مکر شروع کیا ہی اور حیلے شرعی نکالکر ایک عالم کی راہ ماری ہی اور روایتین بناوٹ اور غریب جنکی کہین اصل نہین ہی اور بالکل مخالف اصول کے ہین دنیا کی طمع کے واسطے لوگونکو بتاتے ہین اور راہ حق سے پھیرتے ہین پھر ان سب طائفونکو اگر عقلی اور نقلی دلیلون سے سمجھایا جاوے کہ سیدھے محمدی رستے پر قائم ہو جاؤ اور اپنی موروثی بدعتونکو چھوڑ دو ہرگز نہین سنتے ہین اور ان سب گمراہ فرقونکا جواب مقابلے مین وعظ اور نصیحت کے ایک ہی وہ یہ ہی کہ ہم اس قدیم وضع اور آئین کو اپنے بغیر کوئی دلیل ظاہری اور بدون حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالی عنہ کے ظاہر ہونیکے اور انکے بیان شافی کے ہرگز نچھوڑینگے پس ایسی حالت کی طرح یعنی جیسی ایک

قبل ظاہر ہونے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم مین تھی تو حکمت الٰہی نے چاہا کہ ایک پیغمبر ہووے کہ خود بھی ایک ظاہر حجت ہوا اور اسکا بیان خلائق جسکو جہالت کے مرض سے
نجات بخشے چنانچہ اسکا بیان فرماتے ہین کہ رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَہَّرَۃً فِیۡہَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ
آوے ایک پیغمبر کہ پڑھے ورق پاک کہ انمین لکھا ہی مضبوط اور تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ تین چیزین ارشاد اور نصیحت مین نہایت مرتبہ عالی رکھتی ہین پہلے یہ کہ
ایک شخص بھیجا ہوا خدا کا ہووے اور معجزونکے دکھلانے اور انسانی کمالون کے جمع ہونیسے اسکی رسالت خدا کی طرف سے ثابت ہو سو یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین
کماحقہ ثابت تھی اسواسطے کہ رسالت کی شرطین اور انسانیت کے کمالات کی نہایت کو پہونچنا باوجود امی ہونیکے انمین ظاہر نظر آتی تھین دوسرا کلام اترا ہوا غیب کا کہ معجزونکی
نور اسمین روشن ہو اور رکتی ہو نور اسکی تلاوتمین دیکہ لوگونکو نظر آوے اور وہ کلام عیبونسے کہ نزال ارکذب اور تناقض ہی پاک ہو دوسرا قرآن مجید مین کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم باوجود امی ہونیکے تلاوت فرماتے تھے
ظاہر اور روشن ہی تیسری یہ بات کہ ایسی کتاب کہ اسمین اگلی کتابین مندرج ہون اور مضمون انکے اس کتاب کی مختصر عبارتمین لطیفے ہون اور وہ معنی اور مضمون کہ معلومۃ الصدق ہین یعنی سچے سمجھے گئے ہین اور واضح تقریرین
دلنشین عبارتونمین ادا کیگئی ہون سو یہ چیز بھی اس کلام مجید مین بھرپور موجود ہی بلکہ خلاصہ تمام اولین وآخرین کا اسمین صاف صاف یا اشارۃ مذکور ہی اسواسطے اس کلام شریف کے نازل ہونیکے وقت
سے آج تک کہ بارہ سو برس سے زیادہ گذرے ہین بڑے بڑے علما طرح طرح کے علمونکی رو سے اسکی عبارتون اور مضمونونمین غور کرکے نکتے باریک باریک اپنی استعداد اور حوصلے کے موافق
نکالتے ہین ولنعم ما قیل وکل العلم فی القرآن لکن تقاصر عنہ افہام الرجال یعنے سب علم موجود ہین قرآن مین لیکن قاصر ہوگئی ہین اس سے بوجھین آدمیونکی
اور جب یہ تینون چیزین ایک جاے پر جمع ہون تو ارشاد اور ہدایت مین اعلی مرتبہ حاصل ہوتا ہی اب ضرور یہ بات تھی کہ سب مخالف طایفے بعد مبعوث ہونے ایسے
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نازل ہونے ایسے کلام پاک کے اپنی وضع اور آئین کو چھوڑکر ایک رو اور ایک جہت ہوکر متابعت اس دین کی قبول کرتے اور کسی طرح کا
اختلاف اور تفرقہ جایز نرکہتے لیکن نفس اور شیطان کے غلبے کے سبب سے پہر اسی اختلاف اور تفرقے کے مرض مین گرفتار ہوئے ہین چنانچہ فرماتے ہین وَمَا
تَفَرَّقَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡہُمُ الۡبَیِّنَۃُ اور متفرق نہین ہوئے جن لوگونکو ملی تھی
کتاب یعنی یہود اور نصاری مگر بعد اسبات کے کہ آچکی انکی نشانی روشن یعنی حضرت عیسی علیہ السلام کے وقت مین بھی یہودیون نے بری بری بدعتین اور خراب اعتقاد
اور جہوٹی جہوٹی باتین اور خبرین بے اصل بناکر اور انکو حق تعالی کی طرف نسبت کرکے اس طرح شیطان کے پہندے مین گرفتار تھے جناب باری نے انکی ہدایت کے واسطے
کہلے کہلے معجزون کے ساتہ جیسے مردونکا جلانا اور مادر زاد اندھون کا اچھا کرنا اور کوڑھیونکا تندرست کردینا ہی حضرت عیسی علیہ السلام کو انکی طرف بھیجا ان لوگون نے حضرت
عیسی علیہ السلام کے آنے کے بعد ایک بڑا اختلاف ڈالا یعنے ایک گروہ نے آپکو تابعدار حضرت موسی علیہ السلام کا ٹہراکر حضرت عیسی علیہ السلام سے مخالفت شروع کی
اور انکے قتل اور ایذا کے درپے ہوئے اور ایک گروہ نے اپنا لقب نصاری ٹہراکر اپنے زعم مین حضرت عیسی علیہ السلام کے دین کی مددگاری اختیار کی اور ان دونون مین مارکٹائی
اور لوٹ پاٹ اور لعن طعن ہونے لگا اور قرنون تک اسی طور سے خون خرابی مین گذری اور مدعا اس آیت سے یہ ہی کہ آنا پیغمبر کا اور نازل ہونا کتاب الٰہی کا بغیر حضرت
حق کی توفیق کے اور ارادے کے ہدایت اور اصلاح اور ارشاد کے واسطے کافی نہین ہونا چاہیے تھا کہ اسکو مستقل اسباب ہدایت کا گمان نکرتے اور اسیواسطے محققون
نے کہا ہی کہ قرآن اور پیغمبر اچھی غذا کی مانند ہین کہ تندرست بدن کو کمال قوت اور طبعی اور حیوانی اور نفسانی کامون مین درستی پیدا کرتی ہی اور مریض کے
واسطے وہی غذا امراض اور عارضونکی زیادتی کا سبب ہوجاتی ہی پس اول روح کے مزاج کی درستی مین کوشش کرنا چاہیے اور تعصب کی فاسد خلطون سے اور جہالت
کی رسومات اور خیالات کی قیدون سے پاک صاف کرنا چاہیے بعد اسکے اس غذاے لطیف سے تقویت حاصل کرتے اور یہ بھی ہوسکتا ہی کہ اس آیت مین بیان اس تفرقے اور
اختلاف کا منظور ہو کہ بعد رسول ہونے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہوا اور وہ یہ ہی کہ ایک طائفہ یہود اور نصاری کا انکار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور
انکے تابعون سے قتال اور جدال کے واسطے اٹہ کھڑا ہوا اور دوسرے گروہ نے متابعت اختیار کی اور انکے دین کی تائید اور نصرت کے واسطے دل اور جان سے شریک ہوئے اور اس
صورت مین اہل کتاب کے تفرقے کے ذکر پر اکتفا کرنا اور مشرکین کے تفرقے کا ذکر نکرنا اسواسطے ہی کہ یہ بات کتاب والون سے جو اپنے کو عالم اور دانا کہتے تھے اور انبیا کی چال ڈھال
سے اور کتب الٰہی کی شان سے خوب واقف اور آشنا تھے نہایت تعجب معلوم ہوئی بخلاف مشرکین کے کہ ان چیزون سے آگاہ نتھے اگر اختلاف کرین تو کچھ دور
نہین آمدم برسر مطلب ماجرا مفصل بیان ہوچکا تو یہان گمان ایک شبہے کا تھا اسکو بھی دفع فرمایا اور تقریر اس شبہے کی یہ ہی کہ ہرچند کہ معجزے ظاہر اور علامات

روشن حقیقت پر ایک شخص کی گواہی دین لیکن جو یہ شخص بر خلاف پہلی شریعتوں کے کہ اجماع انبیا علیہم السلام کا اُنپر ہو چکا ہے امر و نہی کرے اور اُن اگلی شریعتوں کو
باطل کرے تو اسکی بات ماننی نہ چاہیے اور ان سب معجزون اور علامتوں کو اقبالِ دنیوی پر یا اتفاق پر یا استدراج پر قیاس کرنا چاہیے اور تقریر
اس شبہے کے دفع کرنے کی اس آیت مین ہی وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ
وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ اور حکم نہین ہوا اُنکو یعنی پیغمبر کی شریعت مین مگر یہی کہ عبادت
کرین اللہ کی خالص کرکے اُسکے واسطے دین کو پھر جو خصوصیت اور کیفیت کہ عبادتوں مین یہ پیغمبر بیان کرتا ہی گو کہ پہلی شریعتوں مین وہ خصوصیت اور کیفیت
نہو لیکن یہ سب تو طیہ اور تمہید ہی اللہ تعالی کے قرب حاصل کرنے کے واسطے اور اخلاص کی تاکید اور حجاب کے دور ہونے کے واسطے اُس ذات پاک سے
اور یہ کہ حنیف ہو جاوین اور حنیف عرب کی زبان مین اُسکو کہتے ہین کہ اللہ تعالی کے غیر کی طرف توجہ نکرے اور ہر کام مین اور ہر چیز مین اللہ تعالی
کی طرف متوجہ رہے اور یہ کہ قائم کرین نماز کو اور دیوین زکوۃ کو اگرچہ کیفیت نماز کی اور زکوۃ کے ادا کرنے کی مختلف ہووے یہی ہی دین اور مذہب
مضبوط کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے اب تک انبیا اور حکما اور علمانے اسکی شرح اور تفصیل مین اپنی عمر کو صرف کیا ہی تو اس شبہے کے
دفع کرنے کا حاصل یہ ہی کہ مقصود اصل اس شریعت کا اگلی شریعتوں سے نہایت مطابق ہی اگرچہ خصوصیات اور کیفیات مین موافق وقت اور حال کے اختلاف
ہوا ہو لیکن حقیقت مین مقصود کا مطابق ہونا اصل کے ساتھ کفایت کرتا ہی چنانچہ ہر فن اور ہر صنعت مین اسی قسم سے واقع ہی مثلاً یونانی طب بقراط
اور جالینوس کے زمانے سے بوعلی بن سینا اور محمد زکریا اور مسیحی کے زمانے تک ایک ہی طور پر رہی اس معنے پر کہ اصول جو مقصود یونانی طبیبوں کے ہین
ہر زمانے مین محفوظ ہین اُنمین تغیر اور تبدل نہین ہوا چنانچہ سب کہتے ہین کہ مسہل نضج کے بعد یعنی خاسد مادہ کے پکنے کے بعد دینا چاہیے اور بحران کے روز مریض کو
چھیڑنا نچاہیے اور مرض کو اسکی ضد سے دفع کرنا چاہیے اور صحت کو اسکی جنس سے محافظت او نگاہ رکھنا چاہیے اور علی ہذا القیاس اب جو شخص کہ متاخرین یعنے
پچھلے طبیبون کی کتابونکو دیکھے اور اُنکے مقصدون کے اصل کو مطابق اصول مقاصد متقدمین کے بوجھے تو یقینی اُنکی طبابت کو دریافت کریگا کہ خصوصیتین
کیفیات زائدہ کی جو فی الجملہ اگلون کی طبابت سے تفاوت رکھتی ہین اُنکی کتابون مین پائی جاتی ہین بلکہ اگر تامل اور غور کو قرار واقعی کام مین لاوے اور حکمت کی باریکیونکی رعایت
کہ ان خصوصیتون مین واقع ہوئی ہی دیکھے تو ضرور متاخرین کی فضیلت کا قائل ہو گا موافق مضمون اس قول کے کہ الصناعات تتکامل بتلاحق الافکار
یعنی صنعتین کامل ہوتی ہین ملنے سے فکرونکے اور جب حال اہل کتاب کے مخالفون کا بیان کیا گیا تو اب تفصیل دونون فرقونکی اُنکے درجونکے موافق جو عند اللہ اُنکے واسطے
ثابت ہی ثواب سے یا عذاب سے بیان فرماتے ہین اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مقرر جو لوگ کہ کافر ہوئے
اہل کتاب سے اور مشرک آخرت کے حکم مین شریک ہین اور اہل کتاب کی بزرگی اور عقلمندی یہان کچھ کام نہین آتی اسواسطے کہ سب کے سب فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا دوزخ کی آگ مین ہونگے سدا رہینگے اُسین اور اگر یہ لوگ کہین کہ ہم انسانکے گروہ سے ہین اور انسان اشرف المخلوقات ہی اور کسی مخلوق کو سدا کا عذاب دینا
اور آخر تمیز نہین ہی ہمکو کسواسطے دائمی عذاب مین گرفتار کرنا چاہیے اُسکے جواب مین ارشاد ہوتا ہی اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ یے لوگ ہی
سب مخلوقات سے بدتر ہین اسواسطے کہ جب حکم الہی کا انکار کیا اور اُسکے رسولون کے منکر ہوئے تو اپنے نفس کی خواہش کو اللہ کے حکمون پر غالب کر دیا اور یہ قباحت اور
خرابی کسی مخلوقات مین نہین ہی اسی واسطے سورۂ فرقان مین فرمایا ہی اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا پ ۱۹ ع ۲ یعنی نہین ہین یے کافر مگر جیسے
چارپائے بلکہ اُنسے بھی بدتر اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مقرر جو لوگ کہ ایمان لائے سب پیغمبرون پر اپنے وقت کے پیغمبر تک
اور کام کیے اچھے اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ یے لوگ ہی سب مخلوقات سے بہتر ہین اسواسطے کہ فرشتونسے بھی بڑھ گئے ہین اور ہر زمانے مین
اللہ تعالی کی حکمت کو بوجھے ہین اور باوجود نفس کی خواہشونکی کشمکش کے جناب باری کے حکمونکو اسپر غالب کیا ہی اور وہم کی مخالفت کو دور کرکے عقل کو اُسپر تیغہ
کیا ہی کہ شک اور شبہے درمیان نہ آجاوین اور یہ بات فرشتون مین نہین ہی کیونکہ وے جزئی احکامونکو جانتے ہین اور وہم اور نفس نہین رکھتے ہین کہ عملونمین یا عقیدون مین
اُنکے نقصان واقع ہو لیکن یہ بات عام ملائکہ کی نسبت سے ہی اور جو خاص فرشتے ہین جیسے حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام سو اُنکا مرتبہ نہایت

بلند ہی اور اُنکو کمال احتیاط حکمت الٰہی کے اسرارون پر غیر متناہی عالمون مین حاصل ہے اور بوجہ کامل رکھتے ہین ہرچند کہ اُنمین نفس او رو ہم کا نہونا ظاہر مین اُنکے ثوابون کے نقصان کا سبب معلوم ہوتا ہی لیکن جو بنی آدم کے عمل کرنے والونکا ثواب ایک شاخ ہی اُنکے فیضون کی شاخون سے اسواسطے یہ زیادتی اُسکی برابر نہین ہوسکتی اور مولانا حافظ الدین نسفی کے عقیدہ مین یہ عبارت واقع ہی وخواص بني آدم وهم المرسلون افضل من جملة الملائكة وعوام بني آدم وهم الاولياء والزهاد افضل من عوام الملائكة وخواص الملائكة افضل من عوام بني آدم اور خاص لوگ بنی آدم کے یعنی رسول اور انبیا افضل ہین خاص فرشتون سے اور عوام لوگ بنی آدم کے یعنی اولیا اللہ اور زاہد لوگ افضل ہین عام فرشتون سے اور خاص فرشتے افضل ہین عام بنی آدم سے اور وہ جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ المومن اكرم على الله من بعض الملائكة الذين عنده یعنی بندہ مومن اللہ تعالی کے نزدیک بزرگ ہی بعضے فرشتون سے جو اسکی حضور مین ہین یہ محمول ہی خاص ملائکہ کے ماسوا پر **جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ** بدلا اُنکا اُنکے رب پاس باغ ہین بسنے کو اسواسطے کہ انھون نے بھی مختلف طورون مین او متفاوت شریعتون مین حق تعالی کے امر اور نہی کا اور اُسکی حکمتونکا لحاظ کرکے سدا اُسپر قائم رہے تھے **تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ** بہتی ہین اُن باغون کے نیچے نہرین اسواسطے کہ اُنھون نے اپنی معرفتون اور عقائدون سے عملونکی نہرین اپنی جان اور جسم پر جاری کی تھین اور اُن عملون کو اُنکے خاندانی سلسلون مین اور اُنکی اولاد اور تابعون مین جاری رہا **خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا** ہمیشہ رہنے والے ہین اُن بہشتون مین ابدالآباد تک اس واسطے کہ اُنکے دلون مین بھی نیت حق پر قائم رہنے کی ابدالآباد تک بس گئی تھی گویا کہ عمر تھوڑی پائی تھی **رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ** راضی ہوا اللہ اُنسے اسواسطے کہ انھون نے کسی طور سے کسی نیک شان مین انکار اُسکا نکیا **وَرَضُوْا عَنْهُ** اور وے بھی راضی ہوے اُس سے اسواسطے کہ ایمان لانے سے شریعتون مختلفہ پر ثواب اُن سب کا پایا اور اُنکی طبیعت کا پیمانہ ایسا لبریز ہوگیا کہ گنجایش طلب کرنے کی نرہی **ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ** یہ بیان واضح اُس شخص کے واسطے ہی کہ ڈرے اپنے پروردگار سے اور کسی طرح مین انکار اُسکی حکمت کا یا اُسکی شان کا نکرے اور اُس جناب پاک کے حکم کو اُسکے خوف سے اپنے نفس کی خواہشون پر اور رسمون کی قیدون پر مقدم رکھا اور اس سورت مین کافرونکے حال کے بیان مین اُنکی جزا مقدم فرمایا بعد اسکے ارشاد ہوا کہ اولئك هم شر البرية اور یہان پر فقط مومنین کی جزا پر اکتفا کی اور کافرونکی جزا کا ذکر نہ فرمایا اسواسطے کہ عاقل کو شر البریہ کے لفظ سے انجام اُنکے حال کا واضح ہوجاتا ہی اور یہ بھی ہے کہ مومنین کی جزا کے بیان کرنے سے کافرون کی جزا کی تفصیل دریافت کرلینا چاہیے ضدیت کے حکم سے والعاقل تكفيه الاشارة یعنی عاقل کو ایک اشارہ بس ہی بعد اُسکے فرمایا اولئك هم شر البرية اور مومنین کے حال کے بیان مین اول فرمایا اولئك هم خير البرية بعد اسکے جزا کو ذکر کیا اور نکتہ تغییر مین اس اسلوب کے یہ ہی کہ کافرون نے بد جزا پانے کے بعد منصب شر البریہ کا حاصل کیا اور نہین تو دنیا مین اکثر مخلوقات سے اچھی طرح سے گذران کی ہی اور مسلمانون نے معرفت الٰہی کے دروازے کے کھلتے ہی اور نیک کامون سے اپنے نفس کو آراستہ کرنے کے سبب سے خیریت کا مرتبہ حاصل کیا ہی اور اُنکو جزاے خیر کا ملنا ایک شاخ ہی اُنکی خیریت کی شاخون سے اور یہان ایک اور شبہہ بھی آتا ہی کہ اضافت اسم تفضیل کی چاہتی ہی کہ مضاف الیہ کو ایک حصہ اصل صفت سے ہووے گو کہ موصوف اسم تفضیل کا اُسپر زائد ہووے اور اس جاے پر کہ صالح مومنین کو بہتر سب مخلوقات سے کہا ہی تو چاہیے کہ سب مخلوق فی الجملہ کچھ بہتری رکھتے ہون حالانکہ کافرے اور شیطانون نے بہتری کی صورت بھی نہین دیکھی ہی جواب اس شبہہ کا یہ ہی کہ یہ تقاضا اس وقت ہوتا ہی کہ اضافت اسم تفضیل کی مضاف الیہ پر زیادتی کیواسطے ہو اور اس جا پر طرد مطلق زیادتی ہی اور اضافت فقط توضیح کے واسطے ہی جیسا کہ یوسف احسن اخوتہ مین مقرر کیا ہی اور اس صورت مین اصل صفت کا وجود مضاف الیہ مین کار نہین واللہ اعلم

سورۃ زلزلت

یہ سورت مکی ہی اسمین آٹھ آیتین اور ترپن کلمے اور ایک سو انچاس حرف ہین اور نزول اس سورت کا قیامت کے منکرون کے جواب مین ہی جو پوچھتے تھے کہ قیامت کب ہوگی آور بعضے تفسیرون مین مذکور ہی کہ پہر رات گئی تھی کہ یہ سورت نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح ہونیکا بھی انتظار نکیا اُسی وقت محل سرا سے باہر تشریف لائے اور لوگونکو سکھائی اور اس سورہ مین ایک آیت ہی کہ گویا خلاصہ ہی تمام قرآن کا اور جامع ہی شریعت کے سب احکامون کو اور وہ اس سورہ کے اخیر کی آیت ہی

کہ دلالت کرتی ہی ہر عمل کی جزا پر بد ہو خواہ نیک اور حدیث صحیح مین وارد ہی کہ یہ سورہ چوتھائی قرآن کے برابر ہی اور اس سورت کا نام زلزلت ہے اسلیے
رکھا ہی کہ دلالت کرتی ہی زلزلۂ عظیم کے واقع ہونے پر قیامت کے دن اور سبب اُس زلزلے کا تین چیزین ہین اول تو تجلی الٰہی کی بزرگی کہ زمین
واقع ہوگی اور اُس تجلی کے سبب سے اجزا زمین کے ٹوٹ پھوٹ کے بکھر جاوینگے جیسا کہ نمونہ اسکا کوہ طور پر واقع ہوا تھا قال اللہ تعالیٰ وافرقت
الارض ہو لہو بہا وابیض قال اللہ تعالیٰ فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا دوسرے غضب الٰہی کا جوش مین آنا گنہ گارون پر اور انتقام کی شان
کا ظاہر ہونا مردون کے اٹھانے کی صورت پر اور یہ بات بغیر زمین کے ہلانے اور جھڑ جھڑانے کے تاکہ ہر مردے کے اجزا جدا جدا معلوم ہو جاوین ممکن نہین
تیسرے آواز تند دوسرے نفخے کا کہ ہوائے شدید کے جھونکون کا سبب ہوگی اور اس ہوا کا داخل ہونا کمال شدت سے مسام اور مخرج مین زمین کے اور
اُسکے سبب زلزلے کا پیدا ہونا اور ازبسکہ یہ زلزلہ ایک عظیم واقعہ ہی حشر کے روز کے واقعون سے اور مقدمہ ہی جزا کے کارخانے کا تو سورت کا نام بھی یہی مقرر کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا جسوقت ہلائی جاوے زمین ایسا ہلانا کہ ممکن ہی اُسی زمین کو اور ہلانے مین زمین کے کمال مبالغہ کیا جاویگا بقدر
کہ طاقت زمین کی تحمل اسکا کر سکے ہلائی جاویگی اور روے زمین پر کوئی عمارت اور کوئی پہاڑ یا جھاڑ باقی نرہیگا اور بلندیان اور پستیان سب برابر ہو جاوینگی
اور زمین کی شکل بدل جاویگی اور یہ معاملہ نفخ ثانی کے نزدیک ہوگا **وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا** اور نکال ڈالیگی زمین بھاری بوجھ
اپنے یعنے اس بڑی بھونچال کے سبب سے جو کچھ کہ زمین کے پیٹ مین ہی جیسے مُردے اور خزانے اور دانے اور گٹھلیان باہر پھینک دیگی اور مُردون کے باہر نکل آنے کے سبب سے
علاقہ کہ ارواحکو زمین کے اندر سے تھا اسواسطے کہ اُن ارواحون کے جسمونکا ٹھکانا تھا ٹوٹ جاویگا **وَقَالَ الْاِنْسَانُ** اور کہیگا آدمی یعنی ارواحین آدمیونکی
یا زندہ ہونے کے اور اس زلزلے کے آثار دیکھنے کے بعد کہیگا **مَا لَهَا** کیا ہوگیا ہی اس زمین کو **يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا** اُس دن
با وجود زلزلے کی شدت کے اور نہایت بیتابی اور بیقراری کے بولیگی زمین اپنی باتین یعنے بنی آدم کے کامونکو ظاہر کریگی اور کہیگی کہ فلانے شخص نے مجھپر نماز پڑھی تھی
اور روزہ رکھا تھا اور نیک کام کیے تھے اور فلانے نے مجھپر ناحق خون کیا تھا اور زنا کیا تھا اور چوری کی تھی اور یہ کہنا اس مین کا دو حکمتون کے واسطے ہی ایک تو
یہ کہ لوگون پر گواہ ہوکر ان لوگون کو انکار کی جگہہ نرہے اسیواسطے آسمان اور دن اور رات اور ستارے اور ہاتھ پاون اپنے سب اُس روز گواہی دینگے اور اچھے بُرے
کامون کو سب کے ظاہر کرینگے دوسرے یہ کہ بدکار لوگ زمین کے بیان کرنے سے رسوا ہونگے اور نیک لوگونکی تعریف اور اچھائی ثابت ہوگی اس جا پر بعضے لوگون کے
دل مین شبہہ گذرتا ہی کہ زمین تو ایک جماد اور بے عقل ہے یہ کیسی گواہی دیگی اور باتین کریگی سو تحقیق اس شبہہ کی یہ ہی کہ مخلوقات مین سے ہر چیز ایک روح رکھتی ہی لیکن
حیوانات کی روحین اپنے بدنکی تدبیر اور تصرف کا بھی علاقہ رکھتی ہین اور ہمیشہ تغذیہ اور تنمیہ یعنے کھانے مین اور بڑھنے مین اور جنبش اور حرکت مین مشغول
ہین اور دوسری مخلوقات کی ارواح تدبیر اور تصرف کا علاقہ نہین رکھتی ہین اور جنبش کرنا اور حرکت اپنے اختیار سے دائمی نہین ہی اس سبب سے انکی ارواح کا
علاقہ عوام کی نظر سے پوشیدہ رہتا ہی اسپر بھی خرق عادت کے طور پر یے باتین کبھی کبھی اُنسے ظہور کرتی ہین چنانچہ صحیح حدیث مین تواتر کے ساتھ یہ بات
ثابت ہی جیسے باتین کرنا پتھرونکا اور درختونکا اور پکار پکار کے رونا حنانا ستون کا اور پکارنا ایک پہاڑ کا دوسرے پہاڑ کو هل مربك احد يذكر الله یعنی کیا گذرا ہی تجھپر
کوئی شخص کہ اللہ کا ذکر کرتا ہوے یے سب اسی قسم سے ہین اور قرآن مجید مین سب مخلوقات کی ارواح کا ہونا سورۂ یٰس مین مذکور ہی فسبحان الذی بیدہ ملکوت کل شیء
ع ۵ - اور سورۂ اسرا مین بھی مذکور ہی وان من شیء الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم ب ۵ ع ۵ - اور زمین کا اور مکانکی جگہہ کا رونا مسلمان کے مرنے پر ترمذی مین
ہی اور گواہی دینا زمین کا اور پتھر کا اور درخت کا اذان دینے والے کے واسطے تاکہ اذان مین آواز کو بلند کرین یہ بھی سب ثابت ہی چنانچہ مولانا روم قدس اللہ سرہٗ مثنوی مین فرماتے
ہین ابیات ہستی کوہ ہست مخفی از خرد ٭ ہستی ہیون خردکی پی برد ٭ باد را بی چشم گر بینش نداد ٭ فرق چون میکرد اندر قوم عاد ٭ آتش نمرود اگر چشم نیست ٭ با خلیلش
چون تمیز کرد و ایست ٭ گر نبودی نیل را آن نور دید ٭ از چہ کافر را ز مومن می گزید ٭ گر نکوہ و سنگ با دیدار شد ٭ پس چرا داؤد را او یار شد ٭ این زمین را گر نبودی چشم جان از چہ

قارون را فرو خورد آنچنان ہر گز نبود ہیچ چشم دل جنانرا چون بدیدی ہیچ آن فرزانہ را در قیامت این زمین بر نیک و بد بسکہ از دیدہ گواہی ہا دہد آور جو بیان فہم یا یا
گئے ہین اُس مین اُن لوگونکے عملونکو ظاہر کریگی اور نیک و بد کامون پر گواہی دیگی اور اظہار اور گواہی مین احتمال جھوٹھہ کا بھی ہوتا ہے سو دفع کرنیکو اس احتمال کے ایک عبارت
دوسری بھی ارشاد ہوئی بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا یعنی بات کہنا اسواسطے ہے کہ تیرے پروردگار نے حکم کیا ہے اسکو یعنی یہ اظہار کسی عداوت کے واسطے
نہین ہے کہ بنی آدم سے رکھتی ہو یا احتمال جھوٹھہ کا اُسمین گنجایش رکھے اسواسطے کہ بنی آدم سب اُسکے بچے ہین اور اپنے بچون سے عداوت ممکن نہین ہے اور نہ نفس کی
خواہش سے ہے کیونکہ زمین نفس رکھتی ہی نہین ہے پس معلوم ہوا کہ یہ بات نہین ہے مگر حکم سے اللہ تعالی کے اور جو چیز کہ مالک کے حکم سے ہوتی ہے اُسمین جھوٹھہ کا
دخل نہین ہوتا اور جب اس قدر ظاہر ہو چکا کہ قیامت کے دن بنی آدم کے اعمال جو ایک دوسرے سے چھپاتے ہین زمین کے ظاہر کرنیسے سب پر ظاہر ہو جاوینگے پھر
نیکی کرنیوالے سرخ رو اور بدکار رسوا ہونگے ثواب بیان فرماتے ہین کہ اسیقدر پر اکتفا نہوگی بلکہ يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا اُس
روز نکلینگے لوگ اپنی قبرون سے حشر کے میدانمین بھانت بھانت کے ایک گروہ شرابیونکا ایک گروہ زانیونکا ایک گروہ ظالمون کا اور ایک گروہ چورونکا اور علی ہذا القیاس
لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ تاکہ دکھائے جاوین انکے کام یعنے حشرگاہ میں ایک سوائی بدکارونکو اور سرخروئی نیکوکارونکو حاصل ہو اسطرح پر کہ نامے انکے اعمالونکے
کھولینگے اور میزان کھڑی کرینگے اور ہر نیک و بد عمل انکا گواہونکے سامنے پڑھینگے اور تولینگے پس اُسوقت کمال حقہ ظہور حاصل ہوگا چنانچہ تفصیل اسکی ان دو آیتون مین
ہے فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ پھر جو کوئی کریگا ذرے کے برابر نیکی دیکھیگا اسکو یعنے صحیفۂ اعمال مین اور میزان مین آور ذرہ وہ معنون مین
آتا ہے چھوٹی چیونٹی جو سرخ ہوتی ہے اور جو ریت مین چمکتا ہے وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ اور جو کوئی ذرے کے برابر بدی کرے گا
اُسکو بھی دیکھ لیگا اور یہان ایک شبہہ خیال مین گذرتا ہے کہ کافرونکی نیکی تو قابل جزا کے نہوگی پھر دیکھنا اسکا کیا فائدہ رکھتا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ کافر کی نیکی اگرچہ
ہمیشہ کے عذاب سے بالکل رہائی کا سبب نہین ہوتی لیکن اُسکی تاثیر سے عذاب کی تخفیف ہو جاویگی پس دیکھنا اسکا البتہ فائدہ رکھتا ہے اور اسی طرح سے بدی مومن کی اگرچہ
معاف ہو گئی ہو پھر بھی تاثیر سے خالی نہین ہے اگرچہ درجے ہی مین نقصان ہو مگر وہ بدی کہ اس سے توبہ اور ندامت کی ہے سو وہ اعمال کے صحیفے سے نکل جاتی ہے
اور کراماً کاتبین کو اور گواہونکو بھی بھول جاتی ہے پس من یعمل کا لفظ اسکے سوا کے واسطے مخصوص ہوگا یا یون کہا جاوے کہ جب توبہ اور ندامت اسی بدی پر واقع ہوئی
اور توبہ اور ندامت ایک نیکی ہے عمدہ نیکیون سے پس دیکھنا اس بدی کا یاد دیکھنا توبہ اور ندامت کا اس بدی کے سبب سے نقصانکا سبب نہوگا اسیواسطے توبہ کرنیوالونکے حق مین فرمایا ہے
فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ یعنی بدیونکو توبہ کرنیوالونکی انکے توبہ کے ضمن مین انکو دکھاویگا تو وہ بیان نیکی کی صورت پکڑینگی واللہ اعلم اور حدیث شریف مین
آیا ہے کہ ایک شخص نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھکو قرآن سکھاؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیرالمومنین مرتضی علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ
اسکو قرآن سکھاؤ امیرالمومنین نے اسکو سورۂ اذا زلزلت سکھائی جب اس آیت کو پہونچے تو وہ شخص بولا حسبی حسبی لا ابالی ان لا اسمع غیرہا یعنی یہی آیت مجھکو بس
ہے پروا نہین رکھتا ہون مین کہ کچھہ اور سیکھون یعنے اور سیکھنے کی اب کچھہ حاجت نہین ہے امیرالمومنین نے اس قصے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا دَعْهُ فَقَدْ فَقُهَ الرَّجُلُ یعنے چھوڑ دے اسکو کہ وہ مرد فقیہ اور دانا ہے اور یہ بھی حدیث شریف مین آیا ہے کہ اس آیت سے دو شخصون نے مدینے کے رہنے والون سے عبرت پکڑی تھی ایک
اُنمین سے وہ شخص تھا کہ صدقہ نہ دیتا تھا اور کہتا تھا کہ مین زیادہ مقدور نہین رکھتا ہون اور تھوڑی چیز اللہ کے نام پر دینا مجھکو بے ادبی معلوم ہوتی ہے دوسرا وہ شخص تھا کہ چھوٹے
چھوٹے گناہونکو خیال مین نہ لاتا تھا جیسے بیہودہ باتین اور بیجا نظر کرنا اور گمان کرتا تھا کہ ایسی ایسی باتونکی پکڑ نہوگی ان دو لوگونکے گمانکے واسطے یہ دونون آیتین کافی ہوئین

سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ

یہ سورت مکی ہے اور اسمین گیارہ آیتین اور چالیس کلمے اور ایک سو ترسٹھہ حرف ہین اور عادیات عرب کی لغت مین دوڑتے گھوڑونکو کہتے ہین مشتق ہے عدو سے جو دوڑنے کے معنون میں ہے
اور اس سورت کا نام سورۂ عادیات اسواسطے رکھا ہے کہ غازیونکے گھوڑے غضب الہی کی سرعت کی صورت ہین کافرونکی ناشکری پر اور اللہ تعالی کے انتقام کا ظہور نافرمان دار پر
دوڑتے گھوڑون کی طرح سے دنیا مین ہوتا ہے پس گویا کہ نمونہ ہے حشر اور نشر کا اسیواسطے انکے سے مخالف کی فوج کے اور شکست ہونے سے اپنی موافق فوج کے جیسے القلا

تنہا اور ملک مین واقع ہوتا ہی کہ عزت دار لوگ ذلیل ہوجاتے ہین اور پردہ نشین بے پردہ اور مال و متاع اور زر اور زیور اور کپڑا اور جو کہ سالہا سال مین جمع
کیا ہوتا ہی ایک آن مین برباد ہوجاتا ہی یہ بھی گویا قیامت کا نمونہ ظاہر ہوجاتا ہی اور جو یہ حالت یاد دلانیوالی قیامت کی ہی تو اُسکی قسم کھائی ہی اور اس سورت کا
نام بھی وہی ٹھہرایا اور اس سورت کے نازل ہونے کا سبب مفسرین نے یہ کہا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر بن عمر انصاری کو ایک غول سوارونکا
دیکر بنی کنانہ کے ایک قبیلے پر کہ اشد کافر تھے مقرر فرمایا اور ارشاد کیا کہ فلانے روز صبح کے وقت اُن پر چھاپا مارنا اور خوب تلوار واقعی سزا پہونچانا اور فلانے
روز یہان پہونچنا اتفاقاً راہ مین ایک ندی ملی وہ اس روز چڑھی تھی لشکر اترنے کا لاچار ہوکر مقام کردیا جب دوسرے دن پانی کم ہوگیا تو لشکر اتر گیا اور حکم کے
بموجب صبح ہوتے ہوتے شبخون مارا اور تلوار واقعی سزا دیکے لوٹ مار کے صحیح اور سالم پھر آگئے لیکن وعدے پر پہونچنے مین مقام کرنے کے سبب سے
ایک روز کی تاخیر ہوگئی تو منافقون نے یہ افواہ اڑا دی کہ وہ لشکر سب تباہ ہوگیا اور ایک آدمی اسمین کا نہ بچا جو آکر خبر دیتا مسلمانونکو اس بات سے نہایت
غم ہوا تو اللہ تعالی نے یہ سورت نازل کی اور ذکر اُنکے گھوڑون کا اور اُنکے دشمنون کی جماعت مین گھس جانے کا اس سورت مین مذکور فرمایا کہ مسلمانونکو
تسلی حاصل ہو لیکن اس شان نزول مین ایک خدشہ ہی اسواسطے کہ یہ سورت مکی ہی اور بھیجنا لشکر کا مدینے مین تھا اسلیے واقعہ اسکا شان نزول نہین
ہوسکتا اور راجح یہ بات ہی کہ جناب باری نے جو چاہا کہ اس دین مین جہاد کی رسم مقرر فرماوے تو اُس رسم کا اشارہ اس سورت مین منظور ہوا تاکہ خوشخبری ہووے مسلمانونکو آئندہ
کہ انکو طاقت جہاد کی اور گھوڑون اور فوج اور لشکر کی عنایت ہوگی کہ پورا بدلا اللہ کے دشمنون سے لین اور اُنکی جمعیت کو بکھیر دین اور مال اور ملک نکالکے اپنے تصرف مین لادین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

س
ع

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا قسم ہی دوڑتے گھوڑونکی کہ دوڑنے کے وقت پیٹ مین سے آواز نکالتے ہین اور جانورونکا قاعدہ ہی کہ بہت دوڑنے کے وقت
پیٹ مین سے اُنکے آواز نکلتی ہی کہ ہندی لغت مین اُسکو ہانپنا کہتے ہین فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا پھر قسم ہی اُن گھوڑونکی کہ آگ جھاڑتے ہین چقماق
سے یعنے پہاڑون مین اور پتھریلی زمین مین اُنکے نعل جو پتھرون پر لگتے ہین تو شعلے نکلتے ہین جیسے چقماق جھاڑنے سے اور نمود آگ کی رات کو زیادہ ہوتی ہی
اور دنکو روشنی اُسکی نظر نہین آتی تو اس قسم مین اشارہ ہوگا اس بات کی طرف کہ گھوڑے غازیون کے راتونکو دوڑینگے فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا پھر قسم ہی
اُن گھوڑون کی کہ غارت کرتے ہین صبح کے وقت یعنے راتون رات دوڑکے صبح ہوتے کہ عین غفلت کا وقت ہی دشمن پر پہونچتے ہین اور مال اور اسباب انکا لوٹ
لیتے ہین فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا پھر اٹھائی صبح کے وقت ان گھوڑون نے گرد اور یہ معطوف اُس فعل پر ہی جو مغیرات سے بوجھا جاتا ہی یعنے اَغَرْنَ
صُبْحًا اور وجہ عدول کی اسم سے فعل کی طرف یہ ہی کہ اُٹھنا غبار کا دشمن سے نزدیک پہونچنے کے وقت ہی پس ایک ساعت رہا اور گذر گیا برخلاف دشمنونکی لوٹ مار
کے کہ یہ ہمیشہ ہی اور قید غبار اٹھانے کی صبح کے وقت اسواسطے ہی کہ اتنا پاؤن کی قوت اُن گھوڑونکی خوب ظاہر ہو اسواسطے کہ صبح کے وقت پچھلی رات کی سردی سے اور
شبنم کی رطوبت سے زمین دب جاتی ہی پھر اسوقت غبار کا اٹھانا بڑے زور سے ہوتا ہی بخلاف آخر کے دن کہ آفتاب کی حرارت اور اسکی شعاع کی خشکی سے اجزا زمین کے
ڈھیلے ہوجاتے ہین اور تھوڑی سی حرکت مین غبار اٹھ کھڑا ہوجاتا ہی اسی واسطے آندھیان آخر دن کو بہت آتی ہین فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا
پھر گھس گئے وے گھوڑے اُسوقت غول مین دشمنونکے اور انبوہ کو اُنکے بکھیر دیا اب یہان پر سمجھ لیا چاہیے کہ قہر الہی کی صورت مقابلے مین گناہونکے کمال مشابہت
رکھتی ہی اُن گھوڑونکی حرکت سے اسواسطے کہ شروع اسکا متوجہ ہونا غضب کا ہی جسکا نمونہ یہان پر گھوڑونکا دوڑنا ہی ہانپتے ہوے جیسے غصے کے وقت مین ہوتا ہی
اور روشن کرنا آگ کا سمون سے نمونہ ہی دوزخ کے شعلے کا جو دوزخیون کے واسطے تیار کیا گیا ہی اور لوٹ مار نمونہ ہی دوزخ کے پیادون کے مارنیکا اور سانپ اور بچھوؤن کے
کاٹنے کا اور پوست اور بدن اور گوشت اور چربی کے جلنے کا اور اٹھانا غبار کا نمونہ ہی ناشکرون کی آنکھون پر پردہ ڈال دینے کا کہ رحمت الہی اُس پردے کے سبب سے
پوشیدہ ہوجاویگی اور گھس جانا دشمنون کے غول مین نمونہ ہی غضب کی آگ کے گھس جانے کا دل اور جگر مین اور خراب کردینا درستی کو بدنکی سو اس قہر الہی کے نمونے
کی قسم کھائی اسپر کہ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ تحقیق آدمی اپنے رب کا البتہ ناشکر ہی یعنی اسکی نعمتونکا کفران کرتا ہی اور یہ کفران نعمت

کئی طرح پر ہوتا ہی اول تو یہ کہ نعمت کو نعمت دینے والے سے نہ سمجھے بلکہ اُسکو دوسرے کی طرف نسبت کرے جیسے اس زمانے کے اکثر لوگ کہتے ہین ہمکو بیٹا پیر نے دیا یا اسباب ادھر
اور فلانے بزرگ نے کھودیا دوسرے یہ کہ اس نعمت سے وہ فائدہ جسکے واسطے وہ نعمت دیگئی ہی نہ اُٹھاوے بلکہ اُسکی ضد یعنی برائی کماوے تیسرے یہ کہ نعمت مین مشغول
ہوجاوے اور منعم سے غافل اور اس قدر محبت نعمت کی اُسکے دل پر غالب ہوجاے کہ اُسمین غرق ہوجاوے اور نعمت دینے والے کو بھول جاوے جیسے دنیادار لوگ کہ دنیا کی
محبت ایسی غالب ہوجاتی ہی کہ دن رات اُسی مین پھنسے رہتے ہین یہانتک کہ اُسکی محبت مین اللہ تعالی کے حکمونکو بھول جاتے ہین **وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ
لَشَهِيْدٌ** اور مقرر آدمی اپنی ناشکری پر آپ گواہ ہی یعنے خود اقرار کرتا ہی کہ مین آپ ناشکر ہون اور یہ اقرار عالم مین اس صورت سے واقع ہوتا ہی کہ ایک
دوسرے کو کہتا ہی کہ فلانا شکر اس نعمت کا ادا نہین کرتا اور حال یہ ہی کہ خود بھی شکر اس نعمت کا ادا نہین کرتا پس طعن کرنا اسکا دوسرون پر بعینہ اپنی جان پر ہی
وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ اور مقرر وہ محبت پر مال کی بہت سخت اور مضبوط ہی یعنے اس قدر دوستی مال کی اُسکے دل مین بھر گئی ہی کہ
منعم کی دوستی کی اُسکے دل مین گنجایش نہین ہی اور اگر کوئی کہے کہ مین ناشکر نہین ہون اور مال کی محبت بھی میرے دل مین نہین ہی سو یہ انکار اسکا اللہ تعالی
کے آگے پیش نہین جاتا چنانچہ فرماتے ہین **اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ** کیا پھر نہین جانتا ہی جس وقت اُٹھائے جاوینگے جو قبرون
مین ہین یعنے مردے زندہ ہوجاوینگے اور جو کچھ کہ زمین مین ہی اُسکے اوپر آجاویگا اور ابتدا پوشیدہ چیزونکے ظاہر ہونے کی نمودار ہوجاویگی یہانتک کہ انتہا ظاہر ہونے پر اخلاق
اور نیات اور چھپے ہوے عقیدون کے ہو چکیگی چنانچہ فرمایا ہی **وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ** اور ظاہر ہوجاویگا جو سینون مین ہی پھر اخلاق اور
اعمال کو ظاہری صورت دیکر آگے لاوینگے کہ تمام خلق کو ایک دوسرے کے دلونکے چھپے ہوے بھید معلوم ہوجاوین اور اسوقت ہر شخص معلوم کر لیگا کہ **اِنَّ رَبَّهُمْ
بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ** تحقیق پروردگار اُنکا اُنکے حال پر اس روز البتہ خبردار ہی اور انکار اسکے حضور پیش نہین جاتا اور ہر چند کہ اللہ تعالی کا علم
ہر وقت بندے کے ظاہر اور باطن پر محیط ہی لیکن اُس روز اسکا علم ہر شخص پر ظاہر ہوجاویگا اور انکار کی جاگہ نرہیگی اور یہ جملہ یعنے اِنَّ رَبَّهُمْ اَفَلَا يَعْلَمُ کے مفعول
کے محل مین واقع ہوا ہی لیکن بسبب اس لام کے جو خبیر مین لائے ہین لفظ مین عمل کیا اور نہین اِنَّ کے ہمزہ کو فتح سے پڑھتے اور اسکو نحوی تعلیق باب کہتے ہین
اور افعال قلوب کے خصائص سے ہی اور حدیث مین آیا ہی کہ لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کنود کے معنے پوچھے فرمایا کہ جو شخص تنہا کھاوے اور غلام کو مارے اور اپنے عیال کو بھوکا رکھے

سورۃ القارعۃ تمہید

یہ سورت مکی ہی اسمین آٹھ آیتین اور چھتیس کلمے اور ڈیڑھ سو حرف ہین اور اسکا نام سورۂ قارعہ اسواسطے رکھا ہی کہ دلالت کرتی ہی ایک سخت حادثہ پر جو قیامت کے دن واقع ہوگا
اور دلونکو بڑی کوفت پہونچاویگا اور اس حادثے کی تاثیر سے بھاری جسم ٹکڑے ٹکڑے ہوجاوینگے اور سخت جسم ریزہ ریزہ ہوجاوینگے اور اُڑ جاوینگے اور حرارت اُنکے اجزا مین سے نکل جاویگی پس کسی
چیز مین بوجھ جو اُس چیز کے قائم رہنے کا اپنی جگہ پر سبب واقع ہوا ہی باقی نرہیگا اور وہ سختی کہ اُسکے اجزا کے جمع ہونیکا باعث ہی تمام ہوجاویگی پس بوجھ اور سبکی اور جمع ہونا اور بکھرنا کہ دنیا
کا قاعدہ ہی موافق تھا درہم برہم ہوگیا پس بوجھ اور سبکی اور جمع ہونا اور بکھرنا اس عالم مین ایک دوسری طرح سے ظہور کریگا پھر بوجھ بہشت کی درجونکی بلندی کا باعث ہوجاویگا اور سبکی دوزخ
کی تہ مین گرنیکا سبب بخلاف اسکے جو دنیا مین مقرر ہی کہ بوجھ نیچے ہونیکا سبب ہوتا ہی اور سبکی بلندی کا سبب ہی اور اس قسم کے انقلاب عظیم کو ڈرانا اور اس سے مقصد اس سورۃ کا ہی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ س ع

اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ کھڑکھڑاتی کیا ہی وہ کھڑکھڑاتی یعنے قیامت کہ دلونکو ایک بڑا صدمہ پہونچاویگی اور بلند کو پست اور پست کو بلند کردیگی حقیقت اسکی کیا ہی اور
یہ انقلاب اسمین کس سبب سے ہوگا **وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ** اور کیا جانتا ہی تو کہ کیا حقیقت ہی اُس کھڑکھڑاتی چیز کی اور جو پہچاننا حقیقت کا اُسکے اسباب
پہچاننے پر موقوف ہی اور اسباب قیامت کے قائم ہونے کے کہ عمدہ اُنکا قہر الہی کی تجلی ہی تمام عالم پر بالتحقیق کسی بشر کو معلوم نہین ہی اسیواسطے اُسکے بیان کے مقام پر اُسکی
بعضی تاثیرون پر اکتفا فرماکے ارشاد کرتے ہین **يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ** جسدن ہوجاوینگے لوگ جیسے

پتنگے بکھرے ہوئے کہ ہر ایک ایک طرف کو چلا جاتا ہی اور یہ تشبیہ چار وجوہ سے مرکب ہی اوّل ذلت دوسری حرکت کا ضعف تیسری حرکت کی بے انتظامی کہ کبھی تیز اور کبھی دھیمی ہوتی ہی چوتھی معین نہونا حرکت کی طرف کا کبھی آگے کبھی پیچھے کبھی داہنے کبھی بائین طرف ہوتی ہی اور یہان پر سمجھ لینا چاہیے کہ ثقل جسم مین دو قسم کا ہوتا ہی اوّل قسم کہ اعلیٰ اور اولیٰ ہی سو وہ ثقل ہی جو وقار اور تمکین اور مضبوطی کے سبب سے ہوتا ہی اور یہ بات ان جسمون کے ساتھ خاص ہی کہ روح کامل کا تعلق انکے ساتھ ہوا ہی اسیواسطے جن اور انس کا ثقلین نام رکھا ہی اور یہ حادثہ کہ روح مین تاثیر عظیم کرتا ہی اور اسکو حیران کردیتا ہی تو اس ثقل کو دور کردیتا ہی اسیواسطے بڑے بڑے وقار اور تمکین والون سے خوف اور اضطراب کے وقت بے اختیار بین حرکتین سبک اور ہلکی ہونے لگتی ہین اس واسطے کہ انکی روح حادثے کی وحشت کے سبب سے جسم کی محافظت سے عاجز ہوجاتی ہی اور رنگارنگ ارادے اور خواہشین اُسکی حرکتون کی بے انتظامی کا سبب ہوجاتی ہین اور اس آیت مین اسی ثقل کے انقلاب کا بیان ہی اور دوسری قسم کہ عوام الناس بھی جانتے ہین ثقل طبعی ہی کہ سخت جسمون مین انکے اجزا کی کثافت اور اجتماع کے سبب سے ہوتا ہی اور اس قسم کے ثقل مین پہاڑ ضرب المثل ہین اور اس قسم کے انقلاب کو دوسری آیت مین بیان فرمایا ہی **وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ** اور ہوجاوینگے پہاڑ جیسے رنگی اون دُھنکی ہوئی کسی رنگ کی کہ دُھنیا اسکو اپنی دُھنکی سے دُھنک کر پھاہا پھاہا کرکے اُڑادے حاصل کلام کا یہ ہی کہ تاثیر اس حادثے کی بڑے سخت جسمون مین کہ پہاڑ ہین اس حد کو پہونچیگی کہ اجزا انکے سب علحدہ علحدہ ہوکے اور اپنے مکانون سے حرکت کرکے ہوا مین پراگندہ اور منتشر ہوجاوینگے اور انکو رنگین اون اسواسطے بیان فرمایا ہی کہ رنگین اون بہت کم زور اور ہلکی ہوتی ہی اُس اون سے جو رنگی نہین گئی اور رنگوں کا اختلاف اسواسطے تشبیہ مین مذکور ہوا ہی کہ پہاڑون کے رنگ طرح طرح کے ہین بعضے سفید جیسے مرمر اور بعضے سرخ پھر انمین بھی درجے ہین جیسے سنگ سرخ اور سنگ باشی اور بعضے سیاہ وہ بھی اسی طرح سے ہین جیسے سنگ موسیٰ اور سنگ خارا اور بعضے سنہری کی طرف مائل ہین پھر جب یہ سارے پتھر بکھر کے ہوا سے اُڑجاوینگے تو انکے رنگون کے اختلاف کے سبب سے ایک چیز بوقلمون یعنے رنگ برنگ ہوا مین نظر آنے لگیگی اور جب اُس حادثے کی تاثیر اجمال کے طور پر بیان فرمائی تو اب تفصیل اُس اجمال کی ارشاد ہوتی ہی **فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ** پھر مقرر جو شخص کہ بھاری ہوئین تولین اسکی اور یہ بوجھ پوشیدہ ثقالت کے سبب سے ہی کہ ان عملون مین چھپی ہوئی تھی اور دنیا مین ظاہر نتھی سو اس روز ظاہر ہوگی اور حقیقت اس بوجھ کی ان عملون کی قدر و قیمت ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اسی ثقل کے سبب سے اعمالونکا محفوظ رہنا اور ٹھہرنا اعمال نامون مین بندے کی صورت پکڑتا ہی اور یہ بھی ہی کہ ہر نیک عمل دنیا مین انسان کے نفس پر شاق اور ثقیل ہوتا ہی اور بندہ تحمل اسکے ثقل اور مشقت کا حکم الٰہی کے فرمان برداری کے واسطے کرتا ہی سو یہ ثقل بھی اس روز ظاہر ہوجاویگا اور اسکے سبب سے بندے کو نیکی حاصل ہوگی چنانچہ بیان فرمایا ہی **فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ** پس وہ بندہ من مانتے عیش مین ہوگا **وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ** اور مقرر جو شخص کہ ہلکی ہوئین تولین اسکی اور یہ ہلکی اس سبب سے ہی کہ وہ اعمال اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ قدر نہین رکھتے تھے اور جو نفس کی خواہش کے موافق تھے تو نفس پر بھی شاق اور گران نہوتے تھے پھر قیامت کے دن یہ ہلکی اسبات کا سبب ہوگی کہ وہ اعمال محفوظ نرہینگے بلکہ برہم درہم اور ضائع ہوجاوینگے اور اس شخص کے واسطے ذلت اور جا ظلمات مین گرنیکا سبب ہونگے چنانچہ بیان فرماتے ہین **فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ** پس ماں اسکی نیچے کا طبقہ دوزخ کا ہی اور ماں اسواسطے فرمایا کہ جیسے بے تکلفی اور طبعی ماں کی حاجت کے وقت رجوع ماں کی طرف ہوتی ہی اور جو اس روز تکلف اور بناوٹ کہ دنیا مین بے ایمان لوگ کرتے تھے بالکل جاتا رہیگا تو بے اختیار اُس دوزخ کے طبقے کی طرف رجوع کرینگے گویا اسکی دلی محبت اور خواہش اسکی طرف رکھتے تھے اور وہ طبقہ ماں کی طرح سے اپنی طرف انکو کھینچ لیگا اور رجا دیگا **وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَهْ** اور کیا بوجھا تو کیا ہی وہ ہاویہ یعنی جو عذاب اُس طبقے مین ہی کچھ آدمی کی سمجھ مین نہین آسکتا اور ہا ساکن کہ ماہیہ کے آخر مین ہی سو وقف کے واسطے ہی اہل عرب کی لغت مین سکتے کی ہے بولتے ہین اور اہل کلمہ مانہی ہی بعیرہ کے **نَارٌ حَامِيَةٌ** آگ ہی نہایت گرم یعنی جس طبقے کا نام ہاویہ ہی اسکی گرمی بیان مین سوا اسکے کہ ممکن نہین ہی کہ ایک آگ نہایت گرم ہی کہ مقابلے مین اسکے اور آگونکو گرم کہنا نرچاہیے اور دوسرے طبقونکو دوزخ کے اسکے برابر گرم سمجھنا نچاہیے اعاذنا اللہ منہا ومن سائر وجوہ العذاب یا اللہ ہمکو اسکے عذاب سے اور سارے عذاب سے بچا

سورۃ التکاثر

تمہید

یہ سورت مکی ہی اسمین آٹھ آیتین اور اٹھائیس کلمے ہین اور ایک سو تیئس حرف ہین اور اس سورت کے نازل ہونے کا سبب یہ ہی کہ قریش مین دو گروہ تھے ایک

بنو عبد مناف کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہین پیدا ہوئے تھے اور دوسرے بنو سہم کہ عاص بن وائل سہمی سرگروہ اس جماعت کا تھا ایک وقت آپسمین بڑا فخر اور بڑائیان کرنے لگے اور ہر ایک کہنے لگا کہ از روے مال کے اور عمدہ کامون کے اور شادیون اور ضیافتون کے اور نام اور مرتبون کے ہم تمسے زیادہ ہین اور یہ بڑائی بڑھتے بڑھتے اس بات تک پہونچی کہ آدمی کس کے زیادہ ہین جب بنو عبد مناف نے اپنے لوگونکو گنا تو بنو سہم سے زیادہ ہوئے تب بنو سہم نے کہا کہ ہمارے لوگ لڑائیون مین بہت مارے گئے ہین سو زندے اور مردے ملا کے شمار کرو جب اسطور سے گنا تو بنو سہم زیادہ ہوئے اور اس مقدمے مین مردون کی تحقیق کیواسطے قبرستان کو گئے اور قبرونکو شمار کیا اللہ تعالی نے انکی اس جہالت کے اور غفلت کلی کے بیان مین جو ان لوگون سے ضروری چیزون مین واقع ہوئی تھی یہ سورت نازل فرمائی اور اس سورت کا نام سورۂ تکاثر اس واسطے رکھا ہے کہ اس سورت مین تکاثر کی برائی مذکور ہے اور بیان اسکا یہ ہے کہ تکاثر سے ایسا ڈرنا چاہیے جیسا کہ قیامت سے اسواسطے کہ تکاثر ایک بڑا حجاب ہے بندے اور اسکے مطلوب کے درمیان مین اور جو حجاب ہے اسکے پیچھے عذاب ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْهٰکُمُ التَّکَاثُرُ غفلت مین رکھا تمکو بہتایت نے اور تکاثر کے معنے زیادتی کا طلب کرنا ہے اور آدمی کی عادت ہے کہ اپنی آخر عمر مین مال کی اور اولاد کی اور نوکر چاکرون کی اور خویش و اقربا کی زیادتی چاہتا ہے تا کہ انکے سبب سے اسکے نام اور مرتبے کا سلسلہ منقطع نہو جاوے اور یہ بات اسکو اللہ تعالی کی معرفت سے اور اسکے اسمون اور صفتون اور فعلون کے تامل کرنے سے اور جو اسپر واجب ہے اللہ تعالی کے اور آدمیونکے اور اپنے نفس کے حقوق سے غافل کر دیتا ہے اور اس غفلت کے سبب سے مرنے تک ہمیشہ ان نعمتونکی کہ وے نعمتین اسی چیز کے واسطے بنی ہین محروم رہتا ہے پس تکاثر گویا آدمی کو آدمیت سے نکال دیتا ہے اور حیوانات کے مرتبے مین داخل کر دیتا ہے پھر یہ غفلت اگر ارشاد سے کسی مرشد کے اور تنبیہ سے کسی بزرگ کی جلد دفع ہو گئی تو پھر آدمیت کی حد مین آگیا حق راہ چلنے کی استعداد پیدا کی اور اگر اسی غفلت مین سدا رہا اور ہرگز نہ چونکا اور اسی حالت مین مر گیا تو بڑا ٹوٹا کمایا اور اسکی مثال ایسی ہوئی جیسے ایک شخص کو کچھ پونجی دیکر بازار کو بھیجا کہ سوداگری کرے اور کچھ نفع کماوے اور یہ شخص بازار کو گیا اور خوب شراب پی اور بیہوش ہو گیا اور پونجی کھو بیٹھا یہانتک کہ شام کیوقت اسکو اٹھا کر اسکے گھر پہونچا دیا اب تو پونجی اسکے ہاتھ مین ہے نہ نفع معلوم لگی اور اسی حالت کی طرف اشارہ ہے اس کلمے مین حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ یہانتک کہ جا دیکھے تم نے قبرین یعنی اسی شغل مین تھے اور ہرگز خبردار نہوئے جب تک کہ گورستان کو نہ پہونچے کَلَّا بات یون نہین ہے جیسے تمنے سمجھی ہے جیسے تمنے گمان کیا ہے کہ بعد موت کے اگر کمال ہے تو یہی ہے کہ بہت سی دولت اور کار بار بیٹے اور اقربا جان نثار تمہارے بعد تمہارے نام کو قائم رکھین اور حال یہ ہے کہ بعد موت کے ایک دوسری چیز پیش آویگی کہ یہ چیزین اسکے مقابلے مین بے حقیقت محض ہو جاوینگی ؎ حاصل دنیا ز کہن تا نو بہ چیزی گذرندہ است نیرزد چو بود اور ہر عاقل کو ظاہر معلوم ہے کہ مال اور فرزند اور مرتبے اور قرابت سب فانی ہین اور جو چیز کہ فانی ہے قابل فخر کرنے کے نہین ہے سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ آخر جان لوگے بعد مرنے کے تمکو معلوم ہو جاویگا کہ وے سب چیزین جن مین تمنے اپنی عمر گنوائی سب تمہارے واسطے مضر اور مخل تھین اسواسطے وے سب نعمت ابدی کے فوت ہونے کا سبب اور قہر الٰہی کی طرف کھینچ لیجانے کا باعث ہوئین ثُمَّ کَلَّا پھر بھی ہم کہے دیتے ہین کہ بات یون نہین ہے جسطرح سے کہ تم اعتقاد رکھتے ہو سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ آخر سمجھ لوگے بعث اور حشر اور نشر کے اور دوزخ اور اسکی سختیونکے دیکھنے کے بعد کہ جو کچھ تمنے کیا سب ضرر اور خلل پہونچانیوالا تھا سو اول جاننا برزخ مین ہے اور دوسرا قیامت کے دن کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ مکرر کہ بات یون نہین ہے اگر جانو تم جاننا جسمین کچھ شک اور شبہہ نہو اور بعضے حجاب ظلمانی تم سے کھل جاوین تو البتہ جان لوگے کہ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ البتہ دیکھوگے دوزخ کو بعد موت کے برزخ مین گرم ہواؤن کے چلنے سے اور عذاب کی صورت دیکھنے سے اور نار سے آگ کے گزرنے کے ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ پھر البتہ دیکھوگے تم اس دوزخ کو یقین کا دیکھنا کہ احتمال شبہہ کا اور غلبہ خیال کا اور دریافت کی غلطی کا اسمین نہو گا اور یہ دیکھنا قیامت کے روز ہو گا کہ دوزخیونکو اسکے کنارے پر کھڑا کرینگے اور مار و سختیان وہان کی انکو دکھاوینگے ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ پھر البتہ سوال کیے جاؤگے تم ان نعمتون سے جو دنیا مین تمکو دی تھین اور وہان سب سے جو تمکو انکے ملنے سے غفلت مین ڈالا اور سوال نعمتون سے تین طرح پر ہوگا اول یہ کہ اس نعمت کو تمنے کسطور سے کمایا یا حلال وجہ سے یا حرام دوسرا یہ کہ ان نعمتونکو کہان خرچ کیا

س ع

اللہ تعالی کی رضامندی مین یا نارضامندی مین تیسرے یہ کہ اس نعمت کے شکر کے بدلے مین تمنے کیا کیا اور اس جا پر سمجھا چاہیے کہ جو حق تعالی نے بندے کو زیادہ ضروری سے دیا ہے کہ معاش اور زندگی بندے کی اسپر موقوف نہین ہی سب اسی قسم سے ہے کہ اس سے سوال کیا جاویگا اور کوئی بندہ اس سے خالی نہین گو کہ مفلس اور فقیر ہو اسیواسطے کہا ہے کہ ٹھنڈا پانی اور گرم روٹی اور ٹھنڈی چھانون اور نیند کی لذت اور تندرستی اور اسلام اور قرآن اور ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک اور تخفیف شریعت کی یہ سب نعمتین ہین کہ ہر اہل اسلام غنی سے فقیر تک انمین شریک ہین اور قدر انکی نہین جانتے اور بعضون نے کہا ہے کہ مراد ان نعمتون سے جو پوچھی جاوینگی تین چیزین ہین صحت اور جوانی اور امن اور کوئی شخص اپنی عمر مین ان تین چیزون سے خالی نہین رہتا ہے گو ہمیشہ اس سے فائدہ مند نہو اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ ایک فقیر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ کون سی نعمت مجکو دنیا مین ملی ہے کہ اس سے سوال کیا جاویگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوتیان اور ٹھنڈا پانی اور سایہ اور یہ بھی حدیث مین آیا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المؤمنین ابوبکر صدیق اور امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب اور دوسرے یار رضی اللہ تعالی عنہم ابو الہیثم کے گھر مہمان گئے تھے گرم روٹیان کھجورون کے ساتھ کھائین اور ٹھنڈا پانی پیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وہ نعمت ہے کہ جس سے سوال کیے جاؤگے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

سورۃ العصر

تمہید

یہ سورت مکی ہے اور اسمین تین آیتین اور چودہ کلمے ہین اور اڑسٹھ حرف ہین اور اس سورت کے نازل ہونیکا سبب یہ ہے کہ کلدہ بن اسید کہ اسکو ابو الاسدین بھی کہتے تھے وہ ایک کافر تھا کہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رض سے ایام جاہلیت مین ہم صحبت تھا سو آپ کے اسلام لانے کے بعد ایک روز انسے ملا اور بولا کہ اے ابوبکر ہمیشہ عقلمندی اور ہوشیاری سے تجارتون اور سوداگریون مین نفع اٹھاتے تھے اب تمکو کیا ہوگیا کہ ایک بارگی ایسے ٹوٹے مین پڑگئے کہ باپ دادے کے دین کو چھوڑدیا اور لات اور عزی کی عبادت سے محروم رہے اور انکی شفاعت سے ناامید ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس نادان کے جواب مین فرمایا کہ جو شخص حق قبول کرتا ہے اور نیک کام اختیار کرتا ہے وہ ٹوٹے مین نہین پڑتا حق تعالی نے اس گفتگو کے بیان مین اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کی بات کی خوبی مین یہ سورت نازل فرمائی اور اس سورۃ کا نام سورۂ عصر اسواسطے رکھا ہے کہ اسکے شروع مین عصر کی قسم کھائی ہے اور عصر کے دو معنے ہین ایک تو زمانہ کہ انسان کی عمر بھی اسیمین سے ہے ہر اور عمر انسان کی ایک چیز ہی نہایت نفیس اور ایک پونجی ہے بہت عزیز کہ دینی اور دنیوی کمالات اسکے سبب سے حاصل ہوتے ہین اور اسکے راس المال اور پونجی کی مانند ہے لیکن اسمین عیب ہے تو اتنا ہی ہے کہ خود بخود کم ہوتی چلی جاتی ہے سو اگر اعتقادات حقہ اور اعمال صالحہ اور احوال نیک کے حاصل کرنے مین صرف کے ہو تو ایک عمر ابدی اور لذت سرمدی حاصل کی اور اگر اسکے عکس مین گنوائی تو ظاہر بات ہے کہ نقصان و خسارت اور ذلت اسکے آگے رکھی ہے پس انسانکو اس عالم مین بھیجا ہے اور پونجی اور راس المال کی جگہ اسکو عمر دی ہے سو وہ برف بیچنے والے کی مانند ہے کہ اسکی تجارت کی پونجی خود بخود گھلتی چلی جاتی ہے اگر اسکے بدلے کوئی عزیز چیز حاصل کرلی تو بہتر ہوا نہین تو خسارہ سر دست موجود ہے اور جو اس تجارت اور سوداگری مین ایک عجیب اور غریب بات ہے تو اسکی قسم کھائی ہے دوسرے پچھلا دن کہ نماز عصر کا وقت ہے اور وہی نفع اور نقصان کے ظاہر ہونے کا وقت ہے اسواسطے کہ ہر شخص روزی کی فکر مین صبح سے اپنے اپنے دھندے مین مشغول ہوتا ہے اور سیکڑون حیلے اور ہزارون مکر اور فریب روزی کے پیدا کرنے کے واسطے کرتا ہے پھر جب دن آخر ہوا تو وہ سب تدبیرین اور حیلے تمام ہوئے اور انتہا کو پہونچے پھر اسوقت ہر شخص اپنے کام سے فراغت کرتا ہے اور ہر سوداگر اپنی دکان اٹھاکر گھر جانے کا ارادہ کرتا ہے سو اس عرصے مین اگر کچھ کمالیا تو واہ واہ نہین تو نقصان اور گھاٹے مین پڑا اور یہ جو وقت ٹوٹا ظاہر ہونے کا تھا تو اس وقت کی قسم یاد فرمائی بلکہ اگر آدمی فکر کرے تو دینی اور دنیوی سود اور زیان کے ظاہر ہونے کا وقت بھی یہی ہے اسواسطے کہ اعمال دن رات کے تمام ہوچکے اور جو جو چیزین کہ فرشتے لکھتے ہین سب لکھ چکے روزنامچے کے دیکھنے کا وقت ہے کیا کیا اور کیا رہا اسیوقت بزرگی لکھتا ہو دنیا کے طالبون مین بھی اور آخرت کے طالبون مین بھی اور لائق اسبات کے کہ اسکی قسم کھاوین اور حدیث صحیح مین آیا ہے کہ جسکی عصر کی نماز قضا ہوگئی تو ایسا ہوا گویا اسکا گھر بار برباد ہوگیا اور بعضونے کہا ہے کہ مراد عصر سے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا عصر ہے کہ انکے پیغمبر ہونے کے سبب بازار سود اور زیان کا گرم ہوگیا جسنے کہ اطاعت اور تابعداری انکی کی تو سود حاصل کیا کہ ابدالآباد تک باقی ہے اور جسنے کہ نافرمانی انکی کی تو ایسے ٹوٹے مین پڑا کہ اسکی حد اور نہایت نہین اور اس

وہ وقت انوار الٰہی کی کثرت سے اور علوم نامتناہی کے فیضان سے اور نزدیک ہونے زمانہ کے اور بخشش دینے مین گنہگارون کے ایسی عظمت اور بزرگی رکھتا ہے کہ آدمی کی
پیدائش کے وقت سے اب تک کسی زمانے مین عشر عشیر اسکا ظاہر نہین ہوا اور نہوگا اور کیا خوب کہا ہے کسی شاعر نے ؎ خوش شاد فتی کہ مردم آدم بے سایہ دیدہ غریب
این مان گر سایہ آدم شود پیدا ہو یعنی کیا اچھا زمانہ تھا کہ لوگون نے آدمی بے سایہ کو دیکھا اور مراد آدمی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے نہ اور جو سایہ آدمی کا ظاہر ہو

س
ع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْعَصْرِ قسم ہے زمانے کی کہ انسان کی عمر بھی اسی مین داخل ہے جو اسکی پونجی کی مانند ہے اعتقادات حقہ اور اعمال صالحہ اور نیک حالات کے حاصل کرنے مین یا قسم ہے
نماز عصر کے وقت کی کہ سود اور زیان کے ظہور کا وقت ہے رات دن کے عملون مین یا قسم ہے ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عصر کی کہ زمانہ نور نبوت کے ظہور کا اور وقت ولایتون کی
شاخین پھوٹنے کا ہے اور اسوقت مین جو کوئی اس نور سے منور ہوا تو ہمیشہ کا نفع اور فائدہ حاصل کیا اور جو کوئی اس نور سے محروم رہا تو بالکل نقصان اور ٹوٹا
اسکو نصیب ہوا **اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ** مقرر آدمی ایک طرح کے ٹوٹے مین ہے اسواسطے کہ راس المال اسکا کہ عمر ہے دم بدم کم ہوتی جاتی ہے
اور سبب قرب الٰہی کی تحصیل کا اور رضامندی اور ثواب استحقاق کا اسکے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے اور اگر وہی عمر گناہون اور شہوتون فانی کے شغل مین گذاری جو حق تعالیٰ کی درگاہ
سے دور کرنیوالے ہین اور اسکے غضب اور عذاب کو اپنی طرف کھینچنے والی ہین تو ٹوٹے پر ٹوٹا کمایا **اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا** مگر جو لوگ کہ ایمان لائے یعنے
اپنی عمر سے فائدہ کمایا اسواسطے کہ ایمان بھی ایک طرح کی معرفت ہے اور وہ سعادت ابدی کا فائدہ دینے والا اور قرب الٰہی اور رضا کے ملنے کا سبب ہے **وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ**
اور کام کیے اچھے اسواسطے کہ نیک اعمال کے سبب سے اخلاق پسندیدہ انکو حاصل ہوئے اور احوال سنیہ اور مقامات عالیہ دنیا مین اور درجے بلند آخرت مین انکو نصیب ہو گئے
پس فائدے پر فائدہ انکو حاصل ہوا اور یہ سب مرتبے کمال کے ہین اور اگر ان سب باتون کے ساتھ تکمیل اور ارشاد اور تعلیم کا بھی مرتبہ حاصل کیا تو دونا سود کمایا چنانچہ اس
آیت مین تکمیل کے مرتبے کی طرف اشارت فرماتے ہین **وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ** اور وصیت کرتے ہین آپس مین ایک دوسرے کو درست اعتقاد وں کی اور بھلے کامون کی
اور نیک خلقون کی **وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ** اور وصیت کرتے ہین آپسمین ایک دوسرے کو صبر کی یعنے نفس کو روکنے کی خواہشون سے اور ثابت رکھنا اپنے تئین
مشقتون پر اور روک رکھنا رضا اور تسلیم پر سختی اور تکلیف کے پہنچنے کے وقت اور یہ تینون قسمین صبر کی تمام طاعتون کو گھیرے ہوئے ہین اور سب گناہون اور شہوتون سے
روکنے والی ہین اور ان دونون لفظون کے بیچ مین یعنی حق اور صبر کے اشارہ مناسبات کی طرف ہے کہ مرتبہ ارشاد اور تکمیل کا روحانی طبابت کے مانند ہے اور طبابت مین دو چیزین ضرور ہین
اول دوا کی تجویز دوسرے پرہیز کرانا پس تواصوا بالحق دوا کرنے کی طرف اشارہ ہے اور تواصوا بالصبر کنایت ہے پرہیز سے سو بغیر ان دونون امر عظیم کے صحت روحانی کا حاصل ہونا
محال ہے اور جب یہ دونون باتین سرانجام کو پہونچین تو طبابت روحانی کا کام درست ہوگیا اور ارشاد اور تکمیل کا کارخانہ جم گیا اور جو فائدہ اور منفعت کہ اس کارخانے مین
حاصل ہوتا ہے اندازے حساب کے اور احاطے سے قیاس کے باہر ہے اسواسطے کہ جو شخص صاحب ارشاد یعنی مرشد کی وصیت کے موافق عمل کرتا ہے تو ثواب اسکے عمل کا اس کے
نامہ اعمال مین بھی لکھا جاتا ہے اور یہ سلسلہ قیامت کے دن تک تمام نہو گا اسیواسطے صحابہ کرام کا ثواب کہ انکی ارشاد اور تکمیل کے سبب سے تمام امت صلاحیت کی راہ چلتے
ہین اور اسی طرح بڑے مجتہد کہ انکے مذہبون پر لوگ قیامت کے دن تک چلے جاوینگے اور اسیطرح طریقت کے خانوادے والے کہ انکی وصیتون سے طالب اور مرید دنیا کی زندگی بھر
نیک عمل کیے جاتے ہین اور قرب کے مرتبونکو پہونچتے ہین کوئی ثواب اسکے برابر نہین ہو سکتا اور یہ مرتبہ کمال منفعت کا ہے کہ تھوڑی سی عمر مین ثواب قرنون اور زمانون کا حاصل ہوا
ہر چند کہ وصیت کا لفظ عرف مین خاص اس خیر کے واسطے ہے کہ مرنے کے بعد اسکے واسطے فرماتے ہین لیکن قرآن کے عرف مین تاکیدی امر کو جابجا وصیت فرمایا ہے قال اللہ تعالیٰ
وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا اور وصیت کی ہمنے آدمی کو اپنے ماں باپ سے نیکی کرنے کی اور اس لفظ کے لانے مین اس مقام پر ایک نکتہ ہے نہایت باریک اور وہ
یہ ہے کہ ارشاد اور تکمیل کے مرتبے کا حاصل ہونا بعد فنا ہو جانے نفس کے اور دوسرے لطیفون کے ہے اور فانی میت کا حکم رکھتا ہے تو جو کچھ کہ وہ فرمائے گویا کہ وصیت ہے کہ بعد مرنے کے فرمائی ہے

سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ

یہ سورت مکی ہے اور اسمین نو آیتین اور تینتیس ۳۳ کلمے اور چھیانوے حرف ہین اور اسکے نازل ہونیکا سبب یہ ہے کہ تین شخص کا فرون مین سے ایک تھے عاص بن وائل سہمی اور دوسرا ولید بن مغیرہ مخزومی اور

تیسرا اخنس بن شریق ثقفی ہر مجلس مین بدگوئی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اور مسلمانون کی کرتے تھے اور ان پر طعن اور تشنیع کرتے تھے اور بعضا نہین سے جیسے اخنس بن شریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو بھی تکرار اور بحث بیفائدہ کیا کرتا تھا سو انکے حق مین یہ سورت نازل ہوئی اور اس سورت کا نام سورۂ ہمزہ اسواسطے رکھا ہے کہ دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ جو کوئی کسی کی آبرو لیتا ہے اور لوگونکا عیب ڈھونڈھتا ہے تو وہ شخص خرابی اور عذاب کے سزاوار ہوتا ہے پھر جو شخص کہ خدا تعالی کی ہتک حرمت کرے اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور قرآن مجید کی تکذیب اور اسکے احکامون سے عناد کرے تو اسکا کیا حال ہوگا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے عیب چننے والے کی ان دونون لفظونکو کئی وجہ سے تفسیر کی ہے اول تو یہ کہ ان دونون لفظونکے ایک معنے ہین پس تکرار لفظ تاکید کے واسطے ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ شخص اس برے فعل کا معتاد ہے اور بار بار اس سے واقع ہوتا ہے چنانچہ صیغہ فعلہ کا اسی بات پر دلالت کرتا ہے دوسرے یہ کہ ہمزہ اس شخص کو کہتے ہین کہ روبرو برا کہے اور لمزہ اسکو کہتے ہین کہ پیٹھ پیچھے برا کہے تیسرا یہ کہ ہمزہ وہ ہے کہ ہاتھ اور سر اور آنکھ اور بھون سے اشارہ لوگونکی حقارت کا کرے اور لمزہ وہ شخص ہے کہ زبان سے ان باتونکو کہے غرض ہر طور سے یہ دونون لفظ معنے مین ایک دوسرے کے قریب ہین اور مدعا تکرار سے تاکید ہے کہ لوگون کی ذلت اور بے آبروئی نکرے اور اس کام سے بچے اور اکثر یہ عمل بطعن کے طور پر نسب مین یا شکل مین یا افعال مین ظہور کرتا ہے پھر جو اس قسم کے لوگ خلق اللہ کے عیب بیان کرنے مین سب کے سامنے اور انکے ایذا دینے مین مبالغہ کرتے ہین تو حق تعالی نے بھی عذاب الہی کے طور پر انکے واسطے وعدہ فرمایا ہے جیسا کہ لفظ ویل کا اس سے خبر دیتا ہے اسواسطے کہ زبان عرب مین ویل عبارت ہے بلاء شدید سے جو دائمی ہو اور سمجھ لیا چاہیے کہ اصل اس خلق بد کی طلب کرنا فخر کا ہے لوگون پر اور منشا اسکا اکثر اوقات مین مال کی کثرت ہے اسواسطے کہ بہت سے لوگونکو مال بغیر لیاقت کے ہاتھ آجاتا ہے تو جانتے ہین کہ اس مال کے سبب سے اورون سے اونچے اور بڑے بن کے بیٹھین اور وجہ بڑائی اور بزرگی کی کچھ مال ہی پر منحصر نہین ہے بلکہ عمدہ نسب اور خوبصورتی اور عمل نیک اور اخلاق پسندیدہ بھی اسی قسم مین سے ہین تو اسواسطے دنیادار لوگ اپنا فخر اور بڑائی ثابت کرنے کو اپنے ہم چشمون پر طعن شروع کرتے ہین تاکہ اپنی بڑائی اور بزرگی ثابت کرین اسیواسطے ہمزہ اور لمزہ کو اس صفت کے ساتھ موصوف فرمایا ہے **الَّذِيۡ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ** جسنے جمع کیا ہے بہت سا مال اور گن گن کے رکھا ہے اسکو اور گن گن رکھنے کے بیان مین اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جمع کرنا مال کا خرچ کرنے اور بخشش کرنے کے واسطے نہین ہے بلکہ بخل کرتا ہے اور بار بار اسکو گنتا ہے کہ کچھ اسمین سے کم نہوجاوے تو حرص اور بخل کی صفتین دونون اسمین جمع ہوئین ہین اور اس قسم کے لوگون سے اگر بخل کی وجہ پوچھی جاتی ہے تو کہتے ہین کہ ہمنے مال کو زمانے کے نشیب اور فراز کے واسطے رکھا ہے اسیواسطے انکے حق مین یہ عبارت ارشاد فرمائی **اَيَحۡسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخۡلَدَهٗ** کیا گمان کرتا ہے کہ مال اسکا ہمیشہ رکھے گا اسکو دنیا مین یعنے موت کے اسباب کو اس سے دور کردیگا **كَلَّا** یون نہین ہے جیسا وہ سمجھتا ہے اسواسطے کہ عالم کی پیدائش کی ابتدا سے مالدار ہوتے آئے ہین لیکن موت کا اسباب کوئی اپنے اوپر سے دفع نہین کرسکا بلکہ مال کی کثرت ہونا بخل کے ساتھ قیامت کے دن عذاب کی شدت کا سبب ہے چنانچہ فرمایا ہے **لَيُنۡۢبَذَنَّ** البتہ پھینکا جاویگا یہ شخص کہ بدخلقی اور شوخ زبانی اور حرص اور بخل کو اپنے مین جمع کر رکھا ہے **فِي الۡحُطَمَةِ** توڑنے والی آگ مین کہ عادت اسکی روندنا اور توڑنا ہے اور یہ آگ توڑنے والی جزا وفاق ہے یعنی اس شخص کی پوری سزا ہے اسواسطے پہلے تسلط اور غلبہ آگ کا صورت پر ہے کہ جلنے کے بعد نہایت خراب ہوجاتی ہے بعد اسکے نوبت گوشت اور پوست کی پہونچتی ہے بعد اسکے ہڈیان ٹوٹنے کی تو نہ ذات اسکی قائم رہیگی اور نہ حسن اور جمال پھر جو مال کہ نتیجہ اسکا یہ ہو اسکو سدا رہنے کا اسباب سمجھنا کمال نادانی ہے اور جو اسقدر تاثیر آگ کی کہ حطمہ کے لفظ مین مذکور ہوئی مشترک ہے آتش کو بھی اور آتش عنصری اور آتش مزاجی مین کہ تپ دق کے اندر ہوتی ہے اور تاثیر اس عمدہ دی گئی آگ کی ان سب سے زیادہ اور بڑھ کے ہے تو اس آگ کا احوال ظاہر ہونا اور سمجھ اسکے معاملے کے بیان کرنیکو سوال اور جواب کے طور پر ایک اور عبارت فرمائی ہے **وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا الۡحُطَمَةُ** اور تو کیا جانتا ہے باوجود اس بات کے کہ علم کے انتہا کو پہونچ چکا ہے کہ کیا ہے وہ توڑنے والی یعنے وہ آگ عاقلونکی اور حکیمونکی بوجھ سے بہت دور ہے اسواسطے کہ انکے نزدیک حرارت تین قسم سے زیادہ

نہین ہوتی ایک تو عنصری ہی جیسے آگ کی گرمی یا کوکبی جیسے آفتاب کی گرمی یا مزاجی ہی جیسے تپ کی یا حرکت کی گرمی اور یہ آگ اسباب کے طفیل سے نہین ہی
کہ کسیکے قیاس مین آجاوے بلکہ **نَارُ اللّٰهِ** یہ خدائی آگ ہی یعنے اسکے غضب اور قہر کی ہی **الْمُوْقَدَةُ** کہ سلگائی گئی ہی بندونکے گناہ اور بے ادبیون سے
الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ وہ آگ ہی کہ جھانک لیتی ہی دلونکو اور حقیقت اس کلام کی یہ ہی کہ جو آگ کہ عالم مین ہی اول اسکی تاثیر بدن پر ہوتی ہی بعد
اسکے ان چیزونکو جو بدن کے اندر ہین درجہ بدرجہ جلاتی ہی یہانتک کہ اخلاط اور ارواح اور اعضاء اصلیہ تک پہونچتی ہی اور یہ آگ قہر الٰہی کی آگ ہی کہ اول
نفس ناطقہ کو صدمہ پہونچاتی ہی اور وہان سے دل کو کہ درد کے حق مین سب اعضا سے نازک ہی اور تھوڑے سے درد مین پریشان ہو جاتا ہی دکھ دیتی ہی پھر جو غلبہ اس آگ کا
پہلے دل پر ہوگا تو رنج اور دکھ دینے مین بھی پہلے درجے کو ہوگی اور اس عالم مین جو آگ کہ اس آگ سے مشابہ ہی سو وہ تپ کی آگ ہی ہر چند کہ گرمی اسکی یعنی تپ کے
پہلے خلطونکو اور روحونکو اور پھر اصلی اعضا کو پہونچتی ہی لیکن دکھ جو پہلے پہونچتا ہی سو دل ہی کو پہونچتا ہی اور دل سے تمام اعضا کو اسیواسطے حدیث شریف مین
آیا ہی کہ **اَلْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ** یعنے تپ دوزخ کی بھاپ ہی اور یہ بھی وارد ہی کہ **اَلْحُمّٰى حَظُّ الْمُؤْمِنِ مِنَ النَّارِ** یعنی تپ حصہ ہی مسلمان کا دوزخ کی آگ
سے لیکن یہ تپ کی آگ اس موعود آگ سے دو راہ سے کم ہی اول تو یہ کہ نفس ناطقہ مین کہ مجرد ہی تو چنداں اثر نہین کرتی ہی دوسرے یہ کہ بخارات اس تپ کی آگ کے
اور جوش اس گرمی کا بدن کی مسامونکی راہ سے نکل جاتا ہی اور پسینہ نکل آتا ہی سو وہ تخفیف کا سبب ہوتا ہی بخلاف آتش موعود کے کہ حال اسکا یہ ہی **اِنَّهَا عَلَيْهِمْ
مُّؤْصَدَةٌ** مقرر یہ آگ انپر بند لگی گئی ہی یعنے انکے اعضاؤن کے اندر بند کیگئی ہی کہ گرم سانس اندر سے باہر نہ آوے اور باہر کی ٹھنڈی سانس اندر نہجاوے اس طرح
کہ اسمین بالبتہ تھوڑی تسکین ہوتی ہی اور جو بعضے وقت ہاتھ پانون مارے اور بدن کوٹنے مین ہوا اور زمین سے کچھ مسام کھلتے ہین اور ایک گونہ تخفیف ہوتی ہی سو اسکو بھی ایسے
سلب کیا ہی اور ظاہر کہ **فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ** یعنے یہ سب لٹکتے ہونگے لنبے ستونونمین اور ستونونسے باندھکے جکڑ دیے جاوینگے تاکہ ہاتھ پانون ہلا دین اور گرمی انکے اندر کی
کسی طور سے کم نہو اور بعضے اہل تفسیر نے یون نقل کیا ہی کہ دوزخ کی آگ کو سرپوش کرکے اوپر سے ان سرپوشونکے آگ کے ستون لنبے لنبے ڈالدینگے کہ کسی طور سے ہوا کا جانا اسکے اندر ممکن نہو واللہ اعلم

سُوْرَةُ الْفِيْلِ

یہ سورت مکی ہی اسمین پانچ آیتین اور تیئیس کلمے اور ننانوے حرف ہین اور اس سورے کا نام سورۂ فیل اسواسطے رکھا ہی کہ اسمین اصحاب فیل کا قصہ مذکور ہی اور
یہ قصہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی علامتون سے ایک علامت ہی کہ دلالت کرتا ہی اسبات پر کہ چھوٹے سے چھوٹے قہر الٰہی کے اسباب کو بڑے سے بڑا جانور جو ہاتھی ہی
تحمل نکرسکا تو اسکے قہر کے بڑے بڑے اسبابونکو کون تحمل کرسکیگا اور اسبات پر بھی دلالت کرتا ہی کہ اسکے گھر کی بیحرمتی کرنا اس درجے کو قہر کا سبب ہوا تو اسکے دین اور
اسکے پیغمبر کی ہتک حرمت کیا کچھ کریگی اور یہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کے قریب ہوا تھا پس گویا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت
کے ارہاصات یعنے علامات میں سے ہی کو اس سورت مین یاد دلایا ہی تاکہ اس سے عبرت پکڑین اور ہتک حرمت مین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جنکی برکت سے عالم غیب سے
تائید الٰہی انکی مدد کے واسطے پہونچی پیش قدمی نکرین اور اس قصے کے واقع ہونیکا سبب یہ تھا کہ ابرہہ نام ایک حبشی نجاشی کی طرف سے جو تمام حبشے کے ملک کا بادشاہ تھا یمن کا
صوبہ ہو کر آیا اور یمن کے لوگونکو دیکھا کہ حج کے موسم مین ہر اطراف اور جوانب سے نذر اور نیاز لیکر مکہ معظمہ کو جاتے ہین پوچھا کہ یہ لوگ کیا ارادہ رکھتے ہین اور کہان کو
جاتے ہین لوگون نے سارا احوال بیان کیا تو نخوت اور سرکشی نے کفر کی اس مردود کے دل مین جوش مارا اور حکم کیا کہ اس گھر کے مقابلے مین اس شہر مین بھی ایک گھر تیار کریں پھر
صنعاء مین کہ یمن کے ملک کا پائے تخت ہی اچھے خوشرنگ پتھرون کا ایک کلیسا بنایا اور اسکا قلیس نام رکھا اور اسکے در و دیوار کو زر اور جواہر سے مرصع اور مزین کیا اور بتون کو
اچھے اچھے لباس پہنا کر خوب زر و زیور سے آراستہ کرکے اس گھر مین بٹھلایا اور عطر اور گلاب اسکے در و دیوار پر چھڑکایا اور انگیٹھیان عود اور عنبر کی روشن
کروائین اور گرداگرد اسکے مکانات بہت عمدہ مسافرون کے واسطے تیار کیے اور اپنے تمام ملکون مین حکم کردیا کہ یہ سب لوگ اس گھر کے طواف کے واسطے حاضر
ہوا کرین یہ بات قریشیون پر اور سب مکے معظمہ کے رہنے والون پر شاق گذری اسی عرصے مین ایک شخص بنی کنانہ کی قوم کا یمن مین جاکر بادشاہ سے ملکر
اس گھر کی فراشی اور جاروب کشی کی خدمت پر معین ہوا جب چند روز گذرے تو بے تکلف ہر وقت آنے جانے لگا ایک رات اس گھر مین جا بجا پاخانہ

تمہید

فائدہ

پھر کر بھاگ گیا صبح کو جو لوگ اس تاپاک گھر کے طواف کے واسطے آئے اور یہ معاملہ دیکھا تو اُلٹے پھرے اور یہ خبر بادشاہ کو پہونچائی اُسنے حکم کیا کہ اسکو تحقیق کرو کہ یہ کام کس نے کیا ہے آخر ثابت ہوا کہ یہ کام اس مکے کے رہنے والے نے کیا ہے اسبات سے وہ مردود نہایت غصے ہوا اور چاہا کہ اسکی عوض مین مکہ معظمہ کی ہتک حرمت کرے وہ اسی خیال مین تھا کہ ایک اور نیا شگوفہ کھلا کہ ایک قافلہ حرم کے رہنے والونکا اُس گھر کے متصل شب باش ہوا صبح کو چلنے کے وقت آگ جلائی تھی کہ کوئی چیز گری پڑی ہو تو نظر آجاوے اتفاقاً اس وقت ہوا تیز چلنی شروع ہوئی اور آگ اڑکر اُس گھر کے اسباب اور سامان مین جا لگی اور تمام فرش فروش اور زیور اور جواہر اس گھر کا سب جل گیا اور در و دیوار اور نقش و نگار دھوین سے سب خاک سیاہ ہو گئے قافلے والون نے جو یہ معاملہ دیکھا ڈرکر بھاگے پادشاہ نے پھر حکم کیا کہ اسبات کو تحقیق کرو کہ یہ حرکت کس سے ہوئی ہے جب اس بات کی خوب چھان ہوئی تو آخر کو معلوم ہوا کہ یہ حرکت بھی مکے والون سے ہوئی ہے یہ بات سنکر بادشاہ کمال غصے مین آیا اور بہت سی فوج اور بارہ ہاتھی کہ انمین ایک کا نام محمود تھا نہایت قد و قامت مین بڑا اور قوی تھا اور سب ہاتھیون سے آگے چلا کرتا تھا ساتھ لیکر خانہ کعبے کے توڑنے کو چلا پھر راہ مین جو شہر اور جو قوم کہ ملتی تھی تو اُس شہر اور قوم کے لوگ عاجزی اور زاری کرتے تھے کہ اس گھر کو نہ چھیڑ اور جو تجھکو چاہیے بدلے مین اُسکے ہم سے لے اس مردود نے ہرگز قبول نکیا یہانتک کہ مکہ معظمہ کے متصل پہونچا اور مکے والے یہ خبر سنکر اپنے بال بچے مال اسباب لےکر پہاڑون پر چلے گئے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد المطلب تنہا مکہ معظمہ مین رہ گئے تھے جب یہ حال دیکھا تو وہ بھی حیران اور پریشان ہوکر مدد غیبی کے منتظر تھے کہ یکایک سبز چڑیان جدے کی طرف سے کہ جدہ یا شعیبہ کا بندر ہے اور مکہ معظمہ سے مغرب کی جانب کو واقع ہے غول کے غول جمع ہوکر ابرہہ کے لشکر کی طرف متوجہ ہوئین اور ہر ہر چڑیا کے پاس اُن چڑیون مین سے تین تین کنکریان تھین مسور سے بڑی اور چنے سے چھوٹی ایک تو چونچ مین اور دو دو پنجون مین پھر جب برابر اس لشکر کے پہونچین تو ان کنکریونکو ڈالنا شروع کیا اور خاصیت اُن کنکریون کی یہ تھی کہ جسکے سر پر لگتی تھی تو اُسکے پاخانے کی راہ سے نکل جاتی تھی اور اندر اسکا سب جلا دیتی تھی اور یہ حادثہ وادی محسر مین ہوا تھا جو مکہ معظمہ سے چھ کوس پر عرفات کے راستے مین ہے اور اسی حالت مین وہ لشکر اسی جنگل مین تھا اور بڑا ہاتھی اسکا جسکا نام محمود تھا اس نے جنگل مین گھٹنے ٹیک دیے تھے اور ٹھٹھک رہا تھا اور ہرگز قدم آگے نرکھتا تھا اور دوسرے ہاتھی بھی ٹھٹھک رہے تھے اور جب ہاتھیونکو یمن کی طرف لے چلتے تھے تو جلد جلد چلتے تھے اور جب کعبہ شریفہ کی طرف کو ہانکتے تھے تو گھٹنے ٹیک کر بیٹھ جاتے تھے اور قدم آگے نرکھتے تھے بادشاہ نے فیلبانونکو دھمکی دی اور غصہ کیا کہ یہ سب تمہاری شرارت ہے تم چاہتے ہو کہ یہاں گھر کا معتقد ہو جاؤ سو مین ایسی باتون پر اعتقاد نہین رکھتا یہ تو اسی گفتگو مین تھا کہ چڑیونکے غول آپہونچے اور تمام لشکر کو ہاتھیون سمیت غضب الٰہی کا پائمال کر ڈالا اور مال و متاع کہ اُنکے پاس تھا سب اسی جنگل مین پڑا رہ گیا مکے کے لوگون نے جو پہاڑون پر بھاگ گئے تھے تباہی اور خرابی اُنکی دیکھی تو ایکبارگی اُترکر لوٹنا شروع کر دیا اور خوب دولت دنیا اور اسباب جمع کر لیا اور قریشیون مین جو دولت تھی تو وہی دولت تھی اور وہ کنکریان نبوت کے وقت تک بلکہ بعد اسکے بھی لوگون کے گھرون مین تھین عبرت کے واسطے لوگون نے رکھ چھوڑی تھین اور صحابہ مین بہت لوگون نے وہ کنکریان دیکھی تھین اور ولادت باسعادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قصے کے پچپن ۵۵ روز کے بعد ہوئی سو اس سورۃ میں اس قصے کا بیان کرتے ہین قریشیونکو نصیحت کے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ کیا نہین دیکھا تونے کیسا کیا تیرے رب نے ہاتھی والون یعنی اس لشکر سے جو کعبۃ اللہ ڈھانے کیلئے آگے ہاتھی لایا تھا اور دیکھنے کی لفظ مین اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ جو بات تواتر سے ثابت ہو وہ بھی تو دیکھنے کا حکم رکھتی ہے اسواسطے کہ اسمین ہرگز شک نہین ہوتی اور رب کی لفظ مین اشارہ ہے کہ یہ واقعہ عظیمہ تیری نبوت کا پایہ ہے اور اس کرشمے کے ظاہر کرنے سے تیری پیغمبری کا تھامنا منظور ہے گویا کہ دوست آئی جو تیری طرف منسوب ہے اس مدد غیبی کو آسمان سے لائی ہے اور سبب ہے کہ جب تبع نے لشکر بہم پہنچاکر مکے کی فتح کا ارادہ کیا تو کوئی مانع اور مزاحم غیب سے پیش نہ آیا **اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ** کیا نہین کر دیا اُنکا داؤ غلط اور بیکار یعنے بیت اللہ کے مقابلے مین جو وہ گھر بنایا تھا اور بہت سے حکم کیا تھا کہ سب اس گھر کا طواف کیا کرین سو وہ ایک طرح کی تدبیر تھی بیت اللہ کی حرمت کی ہتک کی سو وہ سب برباد ہو گئی بلکہ ذلت پر ذلت ہوتی ملی گئی اور چند کہ عاقلونکو محبت طویل کے خیال کے پہونچنے سے بہت عبرت اور نصیحت حاصل ہوئی ہے لیکن اس گروہ کے

واسطے اس قدر پر اکتفا نہو بلکہ ایک غضب آسمانی دوسرا انکو نصیب ہوا چنانچہ فرمایا ہی **وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ** اور بھیجے اوپر انکے **طَيْرًا أَبَابِيلَ** اڑتے جانور غول کے غول اور ابابیل کا لفظ اصل لغت مین جوق جوق کے معنون مین ہی اور اسکا واحد مستعمل نہین ہی لیکن قیاس سے معلوم ہوتا ہی کہ اسکا واحد ابیل یا ابول یا ابالہ ہی اور عرف مین ابابیل ان جانورون مشہور کو کہتے ہین اور غیبی جانور جو سنگریزے لیکر آئے تھے اسی صورت کے تھے اور جو اصحاب فیل بڑے بڑے جانورونکو یعنی ہاتھی ہی خانہ کعبہ گرانے کو لائے تھے تو انکے مقابلہ مین ادنی ضعیف جانور کو چھوٹے سے چھوٹا اسباب کہ کنکریان ہین دیکر انپر بھیجا تاکہ لوگ معلوم کرلین کہ تائید الہی کے سبب سے ضعیف مخلوق بڑی قوی مخلوق کو زیر کرتی ہی اور بغیر اسکی مدد کے بڑی سی زبردست مخلوق سے کچھ نہین ہوسکتا **تَرْمِيهِمْ بِحِجَارَةٍ مِنْ سِجِّيلٍ** مارتے تھے وہ جانور ان لشکر والون کو پتھرون سے جو کھنگر کی قسم کے تھے اور سجیل معرب ہی سنگ گل کا یعنے وہ مٹی کہ پک کر پتھر کیطرح ہو جاوے جیسا ہندی زبان مین کھنگر کہتے ہین اور غول کے غول لانے مین ان چڑیون کے ایک حکمت تھی یعنے جب پتھر مارنا شروع ہوگا تو لوگ ہر طرف کو بھاگین گے تو جانور بھی غول کے غول چاہیے کہ ہر طرف کو بھاگنے والونکا کام تمام کرین اور تاثیر ان کنکریونکی جو کچھ کہ انکے بدنون پر ظاہر ہوئی تھی بیان اسکا اس آیت مین ہی کہ **فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَأْكُولٍ** پھر کر ڈالا ان لشکر والونکو جیسے گھاس کھائی ہوئی یعنے گھاس جو جانور کھاکے آخور چھوڑ دیتے ہین اور یہ اشارہ ہی اعضا کے ٹوٹ پھوٹ جانیکی طرف یعنی شکل اور صورت اور بدن سب بگڑ گیا اور یہ تاثیر بھی خوارق عادات سے ہی گویا ان پتھرون مین یہ کچھ زہر تھا کہ بدن پر لگتے ہی سارا بدن چکنا چور ہوجاتا تھا اور یبوست اور خشکی سرایت کرجاتی تھی اور جوڑ بند سارا اکھڑ پکھڑ جاتے تھے اور یہ قصہ عذاب الہی کا ایک نمونہ تھا اور کئی خرق عادات کو شامل تھا اول تو ایک رہنا ہاتھیونکا کہ بیٹھ بیٹھ جاتے تھے پر ایک قدم آگے نرکھ سکتے تھے دوسرا اڑنا چڑیونکا آنا اس کثرت اور ہجوم کے ساتھ دریاے شور کی طرف سے کہ ظاہر مین پرندون کی بود و باش کی جا نہین ہی اور بعد اس واقعہ کے بھی پھر ان چڑیون کو کسی نے نہین دیکھا تیسرے یہ کہ ان کنکریون کا لانا کہین انکا ٹھکانا معلوم نہین ہی چوتھا یہ کہ کیا کچھ تاثیر قوی ان کنکریون مین رکھی تھی واللہ اعلم بالصواب

سُوْرَةُ الْقُرَيْش

یہ سورت مکی ہی اسمین چار آیتین اور سترہ کلمے اور تہتر حرف ہین اور قریش نام ہی ایک قبیلے کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اکثر اصحاب کبار بھی اسی قبیلہ سے تھے اور یہ قبیلہ رہنے والا مکہ معظمہ کا ہی اور بیت اللہ کی اور حاجیون حرم کی خدمت ہمیشہ سے انہی کو سپرد ہی اسیواسطے رہنے والے اور رئیس یمن اور شام کے اور دوسرے عرب کے شہرون کے بیت اللہ کی حرمت کے سبب سے اس قبیلے کو معظم اور مکرم جانتے تھے اور جان دیتے جاتے تھے نذر اور نیاز اور مہمانیان اور قربانیان انکو ملتی تھین اور تجارت کا مال کہ انکے ساتھ ہوتا تھا کوئی اسکا محصول نہ لیتا تھا اور چور اور قطاع الطریق بھی خانہ کعبہ کے سبب سے انسے تعرض نکرتے تھے اور ہمیشہ اس قبیلے کی عادت تھی کہ سردی کے دنون مین یمن کی طرف کہ گرم ملک ہی جاتے تھے اور طرح طرح کے فائدے تجارت کے اٹھاتے تھے بلکہ نذرین اور نیازین بھی لاتے تھے اور گرمی کے موسم مین اسی طرح شام کو جاتے تھے اور ہمیشہ اسیطرح سے سفر کیا کرتے تھے اور دولت دنیا بہت سی کماتے تھے اور اسی سبب سے مکہ معظمہ مین بخوبی تمام گذران کرتے تھے اور باوجود اسبات کے کہ مکہ معظمہ کا شہر کوہستان اور ریگستان مین واقع ہی اور زمین وہانکی کمال خشک ہی کہ زراعت اور درخت اسمین سرسبز نہین ہوتا حق تعالی اس سورہ مین ان نعمتونکو قریشونکو یاد دلاتا ہی اور فرماتا ہی کہ اگر تم نظر کرو اور باری تعالی کی ذات پاک کی عمدہ کمالاتونکو اور اسکی بے انتہا نعمتونکو کہ عرش سے فرش تک لبالب ہین نہ جانو تو اس بڑی نعمت کو جو خانہ کعبہ کی برکت سے تمہارے حق مین امداد فرمائی ہی خود بخود سمجھ لو اور ادا کرنے مین اسکے شکر کے بموجب عبادت کے قیام کرو اور اسی واسطے اس سورت کا نام سورۂ قریش رکھا ہی کہ اس سورت مین خاص قریشیون کے احسان کا ذکر ہی اور حقیقت مین قریشیون پر احسان کرنا تمام عالم پر احسان ہی اور انسے عبادت کی طلب کرنا گویا تمام بنی آدم سے عبادت کی طلب ہی اور مرتبہ انکا متبوعیت مین مانند قرآن مجید کے ہی بہ نسبت دوسری کتابون کے تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ جب اللہ تعالی کا ارادہ عالم کی اصلاح اور شرک اور کفر کے دفع کرنیکے واسطے متعلق ہوا اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کام کے واسطے اختیار فرمایا تو پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک پر ارادہ اور لوازمات اس ارادے کے اور علوم و معرفتین کہ اس مہم عظیم سے تعلق رکھتی تھین القا ہوئین پس لازم ہوا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جاری کرنے مین اس مہم کے استعانت اپنے قبیلے کی طرف کرین اسواسطے کہ قبیلہ آدمیکا اخلاق اور اوصاف کے پہچاننے مین دوسرونکی بہ نسبت پیش قدمی رکھتا ہی اور جو اطلاع کہ اس شخص کے احوال پر انکو ہوتی ہی دوسرون کو نہین ہوتی ہے اور

یہ بھی ہے کہ فکر کی قوت اور ذہن کی صفائی اور استعداد کی نزدیکی اور حمیت داعیہ کی قرابت والون مین زیادہ ہوتی ہے غیرون کی نسبت سے پس گویا کہ قبیلۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بعد مشرف ہونے کے شرف اسلام سے ساری اُمت کے یہ نسبت حکم پیغمبر کا رکھتے ہین اور اُمتون کی نسبت سے اسی واسطے حدیث شریف مین آیا ہے کہ تعلموا من قریش ولا تعلموها یعنے سیکھو قریش سے اور نہ سکھاؤ انکو اور یہ بھی فرمایا ہے کہ الناس تبع فی هذا الشان لقریش یعنے سب آدمی اس بات مین تابع ہین قریش کے اسیواسطے قرآن مجید انہی کی زبان مین نازل ہوا تاکہ وے موافق اپنے پیدایشی سلیقے کے اُسکی باریکیون کو سمجھین اور دوسرے لوگون کو بتاوین پس معنے نبوت کے سب قریشیون مین پراگندہ او منتشر ہین اور ازل الآزال مین مقدر تھا کہ ریاست دین کی اور سلطنت اسلام کی ابتدا ہجرت سے چھہ سو چھپن سال کے آخر تک قریش مین رہیگی بعد اسکے چنگیزی ترکون کے ہاتھہ سے خراب ہوگی اور ترک مسلط ہونگے چنانچہ خون کا لفظ اسبات پر دلالت کرتا ہے یعنی اس لفظ سے تاریخ بوجھی جاتی ہے یہ بات بنی آدم مین پیدایشی ہے کہ دین اور مذہب مین اکثر تابع رئیس کے ہوتے ہین پس مقتضا حکمت یہی تھا کہ اول انکی اصلاح کے واسطے کوشش کیجیو تاکہ اور لوگ چارونا چار انکی درستی سے درست ہو جاوینگے اور سبب اس سورہ کے نازل ہونے کا اسی تقریر سے واضح ہوتا ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ یہان پر لام قسمیہ ہے جیسے لله لا یؤخر الاجل مین اللہ کی قسم ہے کہ وقت ٹلیگا یعنی قسم ہے قریش کے الفت دینے کی اور قریش نضر بن کنانہ کی اولاد کو کہتے ہین کہ تیرھوین دادا ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہین اسواسطے کہ آنحضرت محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ کے ہین اور جو شخص کہ نضر بن کنانہ کی اولاد ہے وہ قریش مین داخل ہے اور اسکو قریشی کہتے ہین اور قریش لغت مین نام ہے ایک جانور کا دریائی جانورون مین سے کہ سب جانورون کو پکڑ کے کھا جاتا ہے اور سب پر غالب ہے اور اولاد نضر بن کنانہ کی گردش زمانہ کے سبب مکے کے شہر سے متفرق ہو کر تمام ملکون مین پھیل گئے تھے قصی کہ پانچوین دادا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہین ان سب کو ادھر ادھر سے بلا کر پھر مکہ معظمہ مین بسایا اسیواسطے قصی کو مجمع کہتے ہین اور اس قبیلے کو کہ اور قبیلون سے زیادتی فصاحت مین اور شجاعت اور سخاوت اور ہمت کی بلندی مین اور نسب کی صحت مین غالب تھا اس جانور کے نام پر نام رکھا **اٖلٰفِهِمۡ رِحۡلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيۡفِ** خوگر ہونا انکا سفر مین جاڑے کے اور گرمی کے کہ یمن اور شام کی طرف انکو اتفاق پڑتا تھا اور اس قسم کے کھانے مین اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ اس ضمن مین حق تعالی کی تدبیر عجیب انکی معاش کی فراخی کے واسطے جلوہ گر ہوئی ہے اور اس مسبب الاسباب کی کمال حکمت پر دلالت کرتی ہے اسواسطے کہ جس شہر کے رہنے والے گرد نواح سے اس شہر کی اپنی معاش پیدا نکر سکین زمین کی قحط اور کوہستان کی سنگلاخی اور ہوا کی خشکی کے سبب سے تو کچھہ عجب نہین کہ وہ شہر ویران ہو جاوے اور لوگ وہان کے تلاش معاش کیواسطے ملک ملک بیچ جاوین پھر آبادی اس شہر کی اس عجائب تدبیر کے ساتھہ محفوظ رکھی ہے ایک گھر اپنے نام کا تعمیر فرمایا اور لوگون کے دلون مین اس گھر کی عظمت ڈالدی اور اس گھر کے مجاورونکو جاڑونکے اور گرمیونکے سفر کے واسطے مائل کیا کہ ہر ملک و ضلع سے مناسب موسم کے مال اور اسباب کما کر اس شہر مین لاوین اور انکے رہنے کا سبب اس بقعۂ الخیر سے منقطع نہو جاوے اور یہ بات بھی ہے کہ ہمیشہ سفرون مین رہنا ملال خاطر کا سبب ہے خصوصاً عین سردی اور شدت گرمی مین لیکن اس قبیلے کو اصلا اس تکلیف کا رنج نہوتا تھا ایسی گویا خرق عادت ہوگیا اور اسبات کے لائق ہوا کہ اسکی قسم کھائی جاوے اور یہ بھی ہے کہ خوگر ہونا انکا سردی اور گرمی کے سفر مین بعد نبی ہونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی ترقی کا سبب ہوا کہ چھوڑنا وطن کا ہجرت مین اُنپر شاق نہوا بعد اسکے جہاد کے واسطے دور دور کے ملکون پر جانا انکو آسان معلوم ہوتا تھا اسیواسطے مدینہ منورہ سے کابل تک اور قسطنطنیہ اور اندلس تک متفرق ہو کر دین حق کو پھیلایا اور یہ بھی ہے کہ اس ہمیشہ کے سفرون مین لوگونکی خصلتون اور عادتون کا تجربہ بھی کماحقہ ہو گیا تھا پھر جسوقت کہ دینی اور دنیوی ریاست انکے ہاتھہ مین آئی تو یہ بات خوب مفید پڑی اسیواسطے تھوڑے سے عرصے مین رواج دینا دین و ایمان کا اور شہرون اور ملکونکا فتح کرنا انکے ہاتھہ سے بہت آسانی سے سرانجام پایا تو یہ عادت سفر کی اُنکے حق مین ایک عجیب نعمت اور ایک عظیم دولت تھی کہ دونون جہان کی سعادت اور دین و دنیا کی ریاست

اسکے سبب سے حاصل کی ہر چند کہ سرگردانی اور صحرانوردی کی صورت پر ہو آور جب اس نعمت کو باوجود اس عظمت کے کہ رکھتی تھی انکو یاد دلایا تو اسکے شکر کرنے میں عبادت طلب فرماتے ہین **فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ** پھر چاہیے کہ عبادت کرین قریش اس گھر کے صاحب کی اسواسطے کہ عظمت اور بزرگی انکی لوگونکے دلونمین اور انکی معاش کی فراخی اور انکا بیغم ہونا دشمنون سے یہ سب اسی گھر کی مجاوری اور استانے کی دربانی کی برکت سے ہی پھر جب دوسرے لوگ اس مکان سعادت نشان کے خادمون سے اس طرح کی تعظیم اور تکریم سے پیش آوین تو اُن خادمونکو لازم ہی کہ اس گھر کے صاحب کی کمال درجے کی تعظیم او تکریم کرین اسی واسطے رب هذا البیت کا لفظ اس مقام پر لائے ہین گویا اشارہ کرتے ہین کہ اگر از راہ کوتہ نظری کے ربوبیت حق تعالیٰ کی تمھاری نظرون سے محجوب ہی لیکن عظمت اور بزرگی تو اس گھر کی ظاہر اور کھلی ہی اور اگر جناب الٰہی کو اس گھر کا صاحب سمجھ کر عبادت کرو تو بھی سزاوار ہی **الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ** جسنے کھانا دیا انکو بھوک سے یعنے رہنے کی جگہ انکی زمین بے کھیتی اور جنگل بغیر گھاس کا ہی سو تو قابل اسبات کے نتھا کہ رہنے والے وہانکے بھوک سے مرجاوین اگر تدبیر الٰہی آبادکرنیکو بیت اللہ کے جلوہ گر نہوتی تو لوگونکو وہانکی روٹی کا ٹکڑا ملنا مشکل پڑتا **وَاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ** اور امن دیا انکو ڈر سے باوجود اسبات کے کہ عرب کے قبیلون مین قتل اور لوٹ اور رہزنی اس قدر مروج تھی جسکی حد و نہایت نتھی لیکن بیت اللہ کے گرداگرد حرم شریف کی حد تک کہ بعضی طرف دس کوس ہی اور بعضی طرف چھ کوس اور کسی طرف سے تین کوس ہی ہرگز تعرض و مزاحمت نہ کرتے تھے بلکہ اگر کوئی کسی باپ یا بیٹے کو مار کر حرم مین بیٹھتا تھا تو اسکا پیچھا نکرتے تھے اور بعضون نے کہا ہی کہ ان سب امنون کے سوا ایک امن یہ ہی کہ حرم کے رہنے والے کو جزام کا مرض ہرگز نہین ہوتا چنانچہ یہ بات مدت دراز سے تجربے مین آئی ہی واللہ اعلم

سورۃ الماعون

تمهید

یہ سورت مکی ہی اسمین چھ آیتین اور پچیس کلمے اور سو اسّو حرف ہین اور اس سورت کو سورۃ الماعون کہتے ہین اسواسطے کہ منع کرنا ماعون کا جو اسباب کا ادنیٰ مرتبہ ہی سبب ہی حجاب کا اور باعث ہی عقاب کا پھر جو حق کہ اپنے اوپر واجب ہین خواہ حق اللہ ہون خواہ حق العباد انکے ادا نکرنے سے ڈرانا چاہیے اور ڈرانا ان کامون سے عین مقصد ہی قرآن کا اور نصف اس سورت کا کافرون کے حق مین ہی اور نصف منافقون کے حق مین اور اسکے نازل ہونیکا سبب یہ ہی کہ ابوجہل مردود کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی مالدار بیمار ہوتا تھا تو اسکے پاس آکر بیٹھتا اور کہتا کہ اپنے یتیمونکو مجھکو سپرد کر اور انکا حصہ میرے پاس امانت رکھ کہ مین خبرگیری اور خدمتگذاری انکی بخوبی بجا لاؤنگا اور دوسرے وارث انپر زیادتی نکرسکینگے پھر جب انکا مال اپنے قبضے مین کر لیتا تو یتیمون کو اپنے دروازے سے ہانک دیتا پھر وے بیچارے ننگے بھوکے دربدر گلی کوچون مین روتے اور دھکے کھاتے پھرتے اسیطرح سے ایک یتیم ننگے سر ذلت کا مارا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اس ملعون کی فریاد کرنے لگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس یتیم کی رعایت کے واسطے اس ملعون کے پاس تشریف لے گئے اور اسکو پرستش سے قیامت کے دن کی ڈرایا اس ملعون نے مقابلے مین اس وعظ اور نصیحت کے جزا کے روز کا جھٹلانا اور انکار کرنا شروع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رنجیدہ ہوکر دولتخانے کو تشریف لائے پھر یہ سورت نازل ہوئی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

س

ع

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ کیا دیکھا تونے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کو جو جھٹلاتا ہی روز جزا کو یعنے دین کے معنی ملت یا جزا کے اور دین ان دونون معنون مین آیا ہی اور یہان دونون معنے ہوسکتے ہین اسواسطے کہ ظلم کرنا یتیمون اور بیکسون پر اور رحم نکرنا انپر اور محتاجون پر ملت کے جھٹلانے کی علامت ہی اور جابجا دین مین تاکید اسی بات کی ہی اور جزا کے باور نکرنیکی بھی علامت ہی اسواسطے کہ جو شخص جزا کا معتقد ہی اور اسکو حق جانتا ہی وہ خدا سے ڈرتا ہی اور جو عہد اور بات ہی وہ یہ کام نہین کرتا اور اس قسم سے خطاب کرنے مین اشارہ ہی اسبات کی طرف کہ اگر ... کہ دین کی تکذیب کرنیوالونکو علامت سے دریافت کرنے تو چاہیے کہ ان علامتونکو خیال کرے **فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ** سو وہ جھٹلانیوالا دین کا وہ شخص ہی کہ زور سے دھکیلتا ہی یتیم کو یعنے سینہ زوری سے یتیم کا حق کھاتا ہی اور یتیم سب ضعیفون سے ضعیف ہی اور جو شخص کہ معتقد جزا کا ہی سو اپنے خالق ... سے لوگونکے ساتھ احسان کرتا ہی خصوصا ضعیفون پر علی الخصوص یتیمون پر کہ اسباب ضعف کا انمین کا حقہ موجود ہوتا ہی اسواسطے کہ خردسال بھی ہوتے ہین اور قوت کسب کی اور معاش کی تلاش کی نہین رکھتے اور حیلہ اور

تدبیر نہیں جانتا اور کوئی وارث اور والی بھی نہیں رکھتے کہ انکا حال پوچھے اور کام سنوارے سو اگر احسان نکرے اور کچھ سلوک نہو سکے پھر حق تلفی سے تو البتہ باز رہے
اور بالفرض اگر حق تلفی کرے تو ایسے کی کرے کہ قوت مقابلے کی رکھتا ہو نہ ضعیف کی خصوصا بیکس یتیم کی کہ جناب الٰہی کے سوا کوئی فریاد کا سننے والا
نہیں رکھتا پس جو شخص اس قسم کے مسکین اور ضعیف پر بیدھڑک ظلم کرتا ہی تو یقین ہی کہ خدا سے نہیں ڈرتا اور اعتقاد عملون کی جزا کا نہیں رکھتا پھر بعد اس
علامت کے ارشاد فرمایا کہ یتیم اور ناتوان کو دھکے دینے کی علت اس ملعون کو کمال بخل اور محبت مال کی ہی یہان تک **وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ**
الْمِسْكِينِ اور تاکید نہیں کرتا کسیکو کھانا کھلانے پر فقیر کے یہ اشارہ اسبات کی طرف ہی کہ اپنے مال سے فقیرون کو دینا تو کیا ممکن ہی دوسرون سے بھی کھانا
کھلانا فقیرون کو روا نہیں رکھتا پس بخل اس شخص کا نہایت کو پہونچا ہی اور معلوم ہوا کہ ہانکنا یتیم کا بخل اور مال کے محبت کے سبب سے ہی نہ اس یتیم کی
مصلحت اور اسکے مال کی کفایت کے واسطے اور جب معلوم ہوا کہ ہانکنا یتیم کا اور کھانا نہ دینا فقیرونکو باوجود اسبات کے کہ یہ دونون عمل دین کے بڑے مرتبون
سے نہیں ہیں تو بھی دین کی تکذیب کی علامت ہوئے پھر جو لوگ کہ بڑے کامون مین دین کے جیسے نماز اور زکوۃ ہی بخل کرتے ہین اور خلل ڈالتے ہین انکا حال تو اور بھی خراب اور انکا
جھٹلانا دین کو زیادہ ظاہر ہوگا اسیواسطے فرمایا **فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ** پھر خرابی ہی ان نمازیون کی یعنی جو لوگ کہ مکلف نماز کے ہین اور نماز ایک
عمل ہے فرق کرنے والا اسلام اور کفر مین **الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ** وہ نمازی کہ جو اپنی نماز کی حقیقت سے غافل ہین
نہین جانتے کہ نماز کسکی مناجات ہی اور مقصود نماز سے کیا ہی والا اور لوگون کے نماز پڑھنا اور پیچھے پیچھے لوگون کے نہ پڑھنا اور اسی طرح فراغت کے وقت
نماز کو یاد رکھنا اور کچھ دنیا کے کام مین ہوئے تو بھلا دینا اور بعضے ارکانونکو حضور سے ادا کرنا اور بعضے ارکانون مین وسوسون اور خیالات مین چلے جانا یہ سب
بے ادبیان انسے ظاہر نہوتین اسواسطے کہ حقیقت نماز کی عرض بندگی کا ہی دل سے تعظیم کے طور پر اور کام مین رکھنا اس قوی و جوارح اور اعضا کا یعنی اللہ تعالی کی طرف
دل اور جان اور سب جوارح و اعضا کو ہی متوجہ کر دینا اور یہ بات انکو نصیب نہیں ہوتی یعنی دل کو ماسوی اللہ کی طرف لگانے سے اسطرح کی جمعیت حاصل
نہیں ہوتی **الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ** وہ وہین کہ سب عبادتون اور طاعتون مین اپنی نمود کرتے ہین یعنی فقط اپنی نماز ہی کو برباد نہین کیا
بلکہ تمام اعمال کو اپنے سبب ریا اور سمعہ کے حبط کر لیتے ہین ایسے کیا کہ سب برابر ہوجاتا ہی اور ریا ایک شاخ ہی شرک کی چھپی ہوئی بلکہ شرکت بھی قوی ہی دو وجہ سے اول یہ
کہ ریا والا لوگونکو خدا سے زیادہ عزیز رکھتا ہی دوسری یہ کہ شرک محض طاعت مین کرتا ہی کہ مقام توحید اور اخلاص کا ہی نہ استعانت اور استمداد مین کہ دنیا کے کامون سے متعلق
ہین ایسی وہ حقیقت مین کفر کی سخت قسمون سے ہی اعاذنا اللہ منه **وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ** اور منع کرتے ہین برتنے کی چیز دینا اور تفسیر مین ماعون
اختلاف ہی اکثر صحابہ اور تابعین سے روایت ہی کہ ماعون زکوۃ ہی اور ریا والا زکوۃ نہیں دیتا اسواسطے کہ ... سے جو روپیہ ادا کرتا اور مہمان اور فقیر کو
جو وہ ادا کرتا ہی تو فضیحتی کے خوف سے کہ اگر ادا نکریگا تو حاکم سے کہیگی ... لیگا اسواسطے ... لوگونکے سامنے بخیلی ... کرتے ہین
اور زکوۃ تو فقط خدا ہی کا حق ہی پھر جو خدا نہیں ڈرتا ہی تو اسکو کاہیکو ادا کریگا اور بعضونے کہا ہی کہ ماعون ... ساگھر کا اسباب مراد ہی ... عاریۃ دینا ... میں رسم و رواج
کو مروج ہی جیسے ہانڈی دیگچہ پیالہ کٹورا سوئی دھاگہ ڈول کلہاڑی چھاج اور اسی قسم کی ... صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ... کیا چیز ہی فرمایا کہ
آگ اور پانی اور نمک اور یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی کسی کو آگ دیتا ہی ... دیتا ہی گویا کہ یہ سب اسنے دیا اور نمک ماعون ... جیسے
ہی اور جو کوئی کسیکو پانی دیتا ہی ایسی جگہ پر کہ وہان پانی کا قحط نہو تو ایسا ہی کہ جیسے بردہ ... اور اگر ایسی جگہ پر دے کہ وہان پانی نایاب ہو تو گویا مردے کو زندہ کیا

سورۃ الکوثر

تمہید

یہ سورت مکی ہی اور اسمین تین آیتین اور دس کلمے اور بیالیس حرف ہین اور اس سورت کے نازل ہونیکا سبب تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہ رضی اللہ
عنہا سے دو صاحبزادے تھے قاسم اور عبد اللہ کہ ملقب تھے طیب اور طاہر کے ساتھ اور یہ دونو صاحبزادے بچپن ہی مین گذر گئے تو کافر لطعن کہنے لگے کہ یہ ابتر ہین
یعنے نسل اسکی منقطع ہوگئی بعد اسکے کوئی نہیں ہی کہ دین کو اسکے برپا اور قائم رکھے گا قریب ہی کہ اسکا دین ... ہو جائیگا اور اللہ تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر مبارک کی
تسلی اور تشفی کے واسطے یہ سورت نازل فرمائی اور اس سورت کا نام سورۃ کوثر اسواسطے رکھا ہی کہ اسمین کوثر کا ذکر ہی ... دلالت کرتا ہی ... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ...

بزرگی اور مرتبے کی بلندی پر قیامت کے دن کہ سب اگلے اور پچھلے انبیا اور رسول اس دن پیاس کی حالت مین اس حوض کے پانی کے محتاج ہونگے اور کوثر لغت مین بہتی چیز کو کہتے ہین مشتق ہی
یعنی نکلا ہی کثرت سے اور بہت اولاد کو بھی شامل ہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دی ہی اور اولاد کی دو قسم ہین ایک حقیقی اور دوسری مجازی سو ان دونون قسمون کی کثرت ایکو
استقدر ہی کہ کسی پیغمبر کو عشر عشیر یعنے سوان حصہ بھی اسکا حاصل نہین ہوا اور علم کثیر کو بھی شامل ہی سو کثرت علم کی بھی اس امت مین جیسے کچھ ہی ظاہر ہی اسواسطے کہ جو علم اگلونکو پہنچے
جیسے یونانیون اور فارسیون اور ہندیون کو تھے سب انکو پہنچے اور ان علمونکو اس امت کے عالمون نے اس طرح پر تحقیق اور صاف کر دیا ہی کہ ان علم والونکو بھی میسر
نہین ہوا تھا اور سوا اُسکے اور علم نئے مثل نحو اور صرف اور معانی اور بیان اور تفسیر اور حدیث اور اصول اور فقہ اور علم حقائق اور معارف کے جو جو اس امت کو عنایت الٰہی سے
ملے ہین ہرگز اگلون کو اسکی خبر بھی نہ تھی اور بہت علمون اور خزانون اور سلطنتونکو بھی شامل ہی جو اس امت کو اُسکے فضل اور کرم سے عنایت ہوئے ہین لیکن کوثر کا لفظ
عرف مین خاص نام ہی اس حوض کا جو قیامت کے دن حشر کے میدان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت ہوگا اور حقیقت مین وہ حوض ایک نمونہ ہی خیر کثیر کا اور اس وسعت
اور کشادگی کے کمال کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے مخصوص ہی اور اسی سبب سے کہا ہی کہ قرآن اور جاننا اسکا کوثر ہی اور نماز پنجگانہ کو بھی کوثر کہا ہی
اور کلمۂ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو بھی کوثر کہا ہی اور حقیقت مین مراد وہی ہی جو پہلے ذکر ہو چکا اور حوض مذکور مین بموجب احادیث صحیحہ کے پانی آتا ہی ایک جنت کی
نہر سے اور وہ نہر بھی خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہی اور اسکا نام بھی کوثر ہی اور معراج کی رات کو وے سب نہرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلا
دی ہین چنانچہ اس نہر کا ایک مہینے کے رستے کے برابر ہی اور کنارون پر اُسکے خیمے موتیونکے اندر سے خالی کیے ہوئے کھڑے کیے ہین اور آبخورے سونے اور چاندی کے آسمان کے تارونکی مانند
اس نہر کے کنارون پر چنے ہین اور گرد اگرد اس نہر کے درخت لگے ہین جنکی جڑین سنہری اور شاخین مروارید اور کنکر تہ کے اُسکے موتی اور یاقوت ہین اور مٹی اسکی مشک سے زیادہ
خوشبودار ہی اور پانی اسکا شہد سے میٹھا اور دودھ سے سفید اور برف سے ٹھنڈا ہی جو کوئی ایک گھونٹ پیا اس سے پیے لذت اور مزا اسکا کبھی نہ بھولے اور نہ کبھی اسکو پیاس لگے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انا اعطیناک الکوثر مقرر دیا ہمنے تجھکو حوض کوثر کوثر کے دینے کی نسبت پہلے سے اپنی طرف فرمائی اسواسطے کہ مخاطب پیغمبر بلند قدر تھے اور
انکی نظر بخشش اور نعمت پر نہین پڑتی انکا منظور نظر منعم اور بخشنے والے کی ذات پاک کے سوا اور کچھ نہین اسی لیے تاکید کے واسطے پہلا اعطینا مین منعم کو مکرر ذکر کیا
گویا اشارہ اسبات کی طرف ہی کہ ہر چند نظر تیری بہت بلند ہی ان چیزونکی طرف خیال نہین ہی لیکن جو ہماری دی ہوئی ہی تو واجب التعظیم ہی **فصل لربک**
پھر نماز پڑھ اپنے پروردگار کے واسطے ایسی بڑی نعمت کے شکر مین ہر چند کہ شکر کے مقام پر جو عبادت کرے مقبول ہی لیکن یہ نماز ایسی عبادت ہی کہ دنیا مین نمونہ کوثر کا
ہی یعنی مناجات پروردگار کی اسمین شہد سی زیادہ میٹھی ہی اور انوار غیبیہ کہ اسمین چمکتے ہین دودھ سے زیادہ سفید ہین اور وہ یقین کہ اُس سے حاصل ہوتا ہی برف سے بھی زیادہ
اور جو لطف اور خوشی چین نماز پڑھنے والے پر نازل ہوتی ہین مسکے سے بھی زیادہ نرم ہی اور سنن اور آداب کہ اسکو گھیرے ہوئے ہین اور زندگی معنوی کی سرسبزی کے نشان ہین
مانند درختون مذکور کے ہین اور ذکر اور تسبیحین کہ ہر رکن مین مقرر ہین مانند چاندی سونے کے برتنونکے ہین کہ محبت الٰہی کی شراب گھونٹ گھونٹ انسے باطن مین جاتی ہی اور شوق کی
پیاس کو تسکین بخشتی ہی اور اس جگہ لربک فرمایا لنا نہ فرمایا تاکہ اسبات کی طرف اشارہ ہو کہ وہ شکر کہ مناسب ہی بزرگی اس ذات پاک کے ہی کسی بشر سے ادا نہین ہو سکتا اور انتہا
ہر شہر کے شکر کی یہ ہی کہ مقابل مرتبہ ربوبیت اللہ تعالی کے ہو یہ نسبت اس شخص کے اور جو کوثر کو عوض فرزند دینے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمایا ہی تو لازم ہوا کہ ایک
اور شکر فرزند دینے کے شکر اسی قسم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلب کیے اسواسطے فرمایا کہ **وانحر** یعنے قربانی کر جیسا کہ اور لوگ فرزند عطا ہونے کے بعد عقیقہ کو قربانی
کرتے ہین اور حقیقت نحر اور ذبح کی یہ ہی کہ شکر الٰہی کے مقام مین مال اور جاہ کا اور دوسری مرغوب چیزونکا خرچ کرنا معمول سب کے یہان تھا لیکن جان دینا دستور نہین تھا اسواسطے
اس شریعت مین جان دینے کے عوض مین ذبح کرنا جانور کا مقرر ہوا تو ذبح اسکا بعوض جان دینے کی صورت اور حقیقت مین حقیقت جان دینے کی ہوئی اور یہ بھی سمجھ لیا چاہیے کہ آپ کو یا اپنے
بیٹے کو یا اپنے غلام کو ذبح کرنا اس شریعت مین جائز نہین ہی اسواسطے کہ جان آدمی کی کسی کی ملک نہین ہوتی سوا خدا کے اسیواسطے بار طرح کا غلام اور لونڈی کا نہین
ہی ملکیت آدمی کی آدمی پر صرف ملک اور منافع اور کمائی پر اسکے ہوتی ہی پھر جس آدمی سے اسکی لونڈی یا غلام کی جان طلب کرے تو اس جگہ تا العبادی اسکا سکے

کہ جہان کسی جانور کی جو خاص اسیکا پالا ہوا ہو یا کسی آدمی کا دے چارہ اور علاج نہین ہی آدر یہی ایک نکتہ اور بھید ہی اسبات مین کہ قربانی سواے چار قسم کے جانورکے
کسی اور پر درست نہین ہی ایک ونٹ دوسری گائے تیسرے بھیڑ چوتھے بکری کہ حقیقت مین نفع لینا آدمی کا انہی چار قسم سے ہی جیسے گھی دودھ دہی سوار ہونا
بوجھ لادنا کھیتی کرنا نسل کو پالنا بخلاف دوسرے جنگلی جانورون اور درندون کے کہ یہ باتین انمین نہین پائی جاتی اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ
بیشک دشمن تیرا وہی ہی بچھا کٹا اور لفظ ابتر کا عرب کی اصطلاح اور محاورہ مین اس شخص کے حق مین بولتے ہین کہ نسل اسکی باقی نرہے اور ذکر خیر اسکا جاری نہ ہو اور
اس آیت مین اشارہ اسبات کی طرف ہی کہ نسل ظاہری اور باطنی تمھاری قیامت تک باقی رہے گی اور تمھاری امت منبرون اور منارون پر چڑھکے تمھارا نام اللہ تعالی
کے نام کے ساتھہ پکارا کرینگے اور پانچون وقت نمازمین اور سواے اسکے تمپر درود بھیجا کرینگے اور تمھاری محبت مین جان بازیان کرینگے اور ہزارون عاشق تمھارے
نام کو اپنا طریقہ کرکے ہرسال تمھاری قبر کی زیارت کو دوڑینگے پس ذکر خیر تمھارا اس قدر جاری رہے گا اور دشمن تمھارا ایسا گمنام ہوگا کہ کوئی نام بھی اسکا
نہ لیگا مگر لعنت اور پھٹکار کے ساتھہ تو حقیقت مین ابتر اور بچھا کٹا دشمن ہی تمھارا ہی

تمهید

سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ

یہ سورت مکی ہی اسمین چھہ آیتین اور چھبیس کلمے اور ننانوے حرف ہین اور اسکے نازل ہونے کا سبب یہ ہی کہ قریش کے کافرونمین سے ایک جماعت نے جیسے ابوجہل اور عاص
بن وائل اور ولید بن مغیرہ اور اسود بن عبد یغوث اور اسود بن عبد المطلب نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زبانی پیغام بھیجا کہ تم ہمارے معبودون کی تابعداری
کرو اور برا نہ کہو اور اللہ تعالی کی درگاہ مین انکی شفاعت کا اقرار کرو تو ہم بھی تمھارے معبود کی بزرگی کے قائل ہون اور اسکی عبادت کرین حق تعالی نے انکے اسبات کے
جواب مین یہ سورت بھیجی اور اس سورت کو سورۂ کافرون اسواسطے کہتے ہین کہ اس صورت کے مضمون مین کمال جدائی ہی مسلمانون اور کافرونمین عبادت کی مد مین جسکے واسطے سبب پیدا کیے گیے ہین

س
ع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ کہہ تو اے محمد کہ اے کافرو اور مراد کافرون سے وے لوگ ہین جو کفر ہی کی حالت مین مرگئے اسواسطے کہ جو شخص آخر کو ایمان لایا عند اللہ
کافر نہین ہی گو کہ ظاہر مین لوگون کی نظر مین کافر معلوم ہوتا ہی لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ نہین پوجتا ہون مین اس چیز کو جسکو تم پوجتے ہو اسواسطے
کہ معبود تمھارا پتھر ہی یا درخت یا پانی یا آگ یا ستارہ یا شیطان یا فرشتہ یا روح کسی بزرگ کی اور ان سب چیزونکو مین لائق عبادت کے نہین جانتا ہون اور
اگر تم انکو معبود ٹھہراتے ہو اس اعتقاد سے کہ وہ چیزین معبود حقیقی کے مشابہ ہین یا معبود حقیقی انمین سما گیا ہی یا ایک ہوگیا ہی تو حقیقت مین عبادت تمھاری
نہین ہوتی مگر اس چیز کی طرف جو معبود نہین ہی وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ اور نہ تم پوجتے ہو اس چیز کو جسکو مین پوجتا ہون یعنے
ہر چند کہ تم اپنے معبودون کو صفات آلہی کا مظہر جانکر پرستش کرتے ہو لیکن صفات آلہی کا ظہور مخلوقات مین موافق انکی استعداد کی فراخی کے ہی اور کوئی مخلوق
اسبات کی لیاقت نہین رکھتی ہی کہ صفات آلہی بحقیقتہ اسمین ظہور فرماوین ورنہ وہ مخلوق مخلوق نہوگی اور اگر تم ان مظہرون مین کمال ظہور کا اعتقاد رکھتے ہو تو
حقیقت مین اس اعتقاد سے صفات آلہی مین نقصان لازم آتا ہی تو کسی طور سے ذات آلہی معبود تمھاری نہین ہی وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ
اور نہ مین پوجنے والا ہون اس چیز کو جسکو تمنے پوجا ہی یعنے اگر مین عبادت کرتا ہون اسمائے آلہیہ کی اور تم عبادت کرتے ہو صورتونکی تو انکو اسمونکی اور انکی عبادت کرنے سے انکی
کی عبادت لازم نہین ہوجاتی وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ اور نہ تم پوجنے والے ہو اس چیز کو جسکو مین پوجتا ہون اسواسطے
کہ عبادت تمھاری فقط صورتون کو ہی اسمونکی اور میری عبادت ان اسمونکی حقیقت کی طرف رجوع ہوتی ہی لَكُمْ دِيْنُكُمْ تمکو تمھارا دین جسمین
مظہر مشتبہ ہو گیا ہی ظاہر سے اور صورت مشتبہ ہو گئی ہی حقیقت سے وَلِيَ دِيْنِ اور میرے واسطے میرا دین جسمین کسی طرح کا التباس اور اشتباہ نہین ہی
پس یہ دونون دین نہ اصول مین مشارکت رکھتے ہین نہ فروع مین اور نہ تماثل کی صورت مین اور اس مضمونکو دوجا پر مکرر لانا محض اسواسطے ہی کہ شرک دو قسم کے ہین
ایک قسم تو وہ ہین کہ اپنے معبودونکو صفات آلہی کے کمال کا مظہر اعتقاد کرتے ہین اور انکی عبادت کو خدا کی عبادت جانتے ہین اور دوسری قسم وہ لوگ ہین کہ غرض انکی آلہے

آلٰہی کی عبادت ہے لیکن صورت کے پر ستین اہل حق کے نزدیک یے دونون مردود ہین سوا دونون فرقون کی نفی کے واسطے اس عبارت کو مکرر لاتے ہین اور بعضون نے حال اور
استقبال پر جو لا اعبد و لا انا عابد کے لفظ سے مفہوم ہوتا ہی حمل کیا ہی اور ایک طائفے نے حال اور ماضی کی نفی پر کافرونکی طرف سے جو ما تعبدون و ما عبدتم
کے لفظ سے معلوم ہوتا ہی حمل کیا ہی و الکل محتمل یعنی ان سب معنونکا احتمال ہو سکتا ہی اور حدیث شریف مین آیا ہی کہ جو کوئی اس سورۃ کو پڑھے تو گویا چوتھائی قرآن پڑھا اور ح
تفسیر کوشی مین لکھا ہی کہ اس سورۃ کو اور سورۂ اخلاص کو مشقشقتین کہتے ہین اور جو کوئی کہ اس سورۃ کو اور سورۂ اخلاص کو پڑھیگا تو کفر اور نفاق سے پاک ہیگا اور مسنون ہے
کہ فجر کی سنت کی اول رکعتین اس سورۃ کو پڑھے اور دوسری مین قل ہو اللہ احد کو اور مشہور یہ بات ہی کہ یہ سورۃ منسوخ ہی قتال کی آیت سے لیکن تحقیق یہ ہی کہ منسوخ نہین ہی اسواسطے
کہ اس سورۃ کا مضمون مسلمانون اور کافرونکے دین کی کمال جدائی اور فرق کے بیان مین ہی نہ یہ کہ کافرون سے بالکل تعرض نہ کرنا مسلمانونکے دین مین جہاد اور قتال بھی داخل
ہی پس منسوخ ہونا اسکا قتال کی آیت سے کسی وجہ سے ثابت نہین ہوتا

تمہید

سورۃ النصر

یہ سورت مدنی ہی اور اس سورۃ کو سورۂ فتح بھی کہتے ہین اسمین تین آیتین اور تئیس کلمے اور اناسی حرف ہین اور اس سورۃ کو سورۂ تودیع بھی کہتے ہین اسواسطے کہ اس سورۃ کا مضمون
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے نزدیک ہونے سے خبر دیتا ہی اور امت کے رخصت کرنیکا حکم ہی اور اس سورۃ کا مضمون یہ ہی کہ جب انبیا اون سے وہ کام جو دنیا مین انکے ہونے پر موقوف
تھا سرانجام پا چکا تو چارنا چار انکو رجوع الی اللہ اور داخل ہونا عالم ارواح مین ضرور ہوا اسواسطے کہ یہ عالم فانی بطور ہوا کے درد دکھ اور نقصانونکا ہی رہنے کی جا اس قسم کے
ارواح مقدسہ کی نہین ہی فقط ضروری کامونکی تدبیر کیواسطے انکو اس ناقص گھر مین نازل کرتے ہین او ضرورت کے قدر انکو یہان رکھتے ہین اب معلوم کیا چاہیے کہ وجود ہمارے
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دنیا مین کونسے کام سے ضروری کامونکے واسطے تھا اور وہ ضروری کام کب سرانجام کو پہونچے تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ سچے دین مین خلل ڈالنے والی اور
سیدھی راہ سے بہکانے والی چار چیزین ہین اول نفس دوسرے شیطان تیسرے کفار جو شوکت اور حکومت رکھتے ہین چوتھے منافق بد باطن کہ چھپے چھپے لوگونکے دلونمین شبہے ڈالتے ہین
اور اگلے انبیا نفس اور شیطان کے شر اور وسوسے کو دفع کرنیکے واسطے مبعوث ہوتے تھے اسلئے کہ شر انہی دونونکا سب شرونکی جڑ ہی اور کفار اور منافق بعضی تابعداری دونونکے ہین
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث کرنے مین ان چارون چیزونکا دفع کرنا علیحدہ علیحدہ منظور ہوا اسیواسطے فوج کشی اور جہاد اور ملک گیری اور مفسدون
باغیون اور بدکارونکی تنبیہ کا طریقہ اور حدون اور تعزیرونکا جاری کرنا بدکارون پر انکے دین کی اصل مین داخل ہوا ہی اور اس شریعت کی صورت بادشاہت کی صورت ہوئی
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے بعثت سے درجہ بدرجہ نبوت کو ترقی دیکر خلافت کبریٰ کی انتہا کو پہونچایا اور جب اس کام سے فارغ ہوئے تو انکو اپنے حضور مین بلالیا
اور تیس برس تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کا زمانہ تھا چار یارون کو اس امت کے افضل تھے قاعدہ خلافت کے جاری کرکے ایک دستور العمل پچھلونکے واسطے چھوڑ گئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

س **اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ** جب آئی مدد اللہ کی یعنی کافرون پر شمشیر اور سنان کے استعمال سے یعنی جہاد کے حکم سے اور منافقون اور بدعتیون پر حجت اور دلیل
ع قائم کرنے سے اور نفس پر ذکر کے غلبہ اور اسکی کثرت سے اور شیطان پر پرہیزگاری کے لازم پکڑنے سے **وَالْفَتْحُ** اور آئی فتح ملکوں کی اور دوسرے کفر کے مکانون کی اور
ٹوٹنا تھانون کا اور کھلنا علمونکے مشکلات کا اور باطنی احوال کا اور فتح کا ذکر کرنا نصرت کے بعد اشارہ اسبات کی طرف ہی کہ فتح ہر مرتبے مین فرع اور تابع نصرت کے ہی پس
فتح شہرونکی اور تھانونکی کفار پر نصرت پانیکے تابع ہی اور فتح علوم کی دفع ہونے شبہون سے منافقون اور بد مذہبون پر نصرت پانیکے تابع ہی اور فتح احوال سنیہ کی اور مقامات
علیہ کی تابع نصرت پانے سے نفس اور شیطان پر پس نصرت اشارہ ہی اوائل اور بیچ کے مرتبے کی طرف اور فتح اشارہ ہی انتہا اور کمال کے مرتبے کی طرف گویا وہ حرکت کہ
نقصان سے کمال کی طرف شروع ہوئی تھی انتہا کو پہونچی اور اسی واسطے فرمایا ہی **وَرَاَيْتَ النَّاسَ** اور دیکھے گا تو لوگونکو یعنی عرب کو اسواسطے کہ
اول نبی ہونا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا انہی کی طرف تھا اور جب وہ اس دین مین داخل ہو چکے تو دوسرونکو بزور شمشیر اور حجت اور برہان کی قوت سے اور نفس اور
شیطان کے فریب سے چھوٹکر اسی دین مین داخل کرینگے اور نہین تو داخل ہونا انکا تصور نہ تھا **يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ** داخل ہوتے

ہین دین مین اللہ کے یعنی اس دین مین جس مین شرک اور بدعت اور نفاق اور فجور کا دخل نہین ہے بلکہ حق ہے باطل کیطرف میلان بھی مطلق نہوگا **اَفْوَاجًا** گروہ کے گروہ اور قبیلے کے قبیلے ہر چند کہ شروع نبوت سے لوگ اس دین مین داخل ہوتے تھے لیکن ایک ایک دو دو اور تفصیل ان تینون باتون کی اس صورت سے ظہور مین آئی کہ ہجرت سے ایک برس کے بعد قوت لڑنے بھڑنے کی بہم پہونچی اور انصار جان بازی مین مشغول ہوئے تو وہ زمانہ نصرت کے ظہور کا تھا اور مکے کی فتح کے بعد بڑے بڑے ملک اور شہر کفار نے لینا شروع ہوگیا اور نوین سوین سال مین خلق کا رجوع ہونا اور پے در پے آنا اسلام مین گروہون قبیلون کا ظاہر ہوا چنانچہ بنی اسد اور بنی فزارہ اور بنی کنانہ اور بنی مرہ اور بنی ہلال اور بنی امر نجیب اور ازدام اور دوسرے تمیم کے بطنونکا اور عبدالقیس کے قبیلے اور بنوطی اور یمن کے اور شام کے اور عراق کے لوگ اطراف اور جوانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین پہونچے اور انمین سے بعضون نے نفس اور شیطان کے جہاد پر اور بعضون نے کفار اور منافقون سے جہاد کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے کمر باندھی اور تیار ہوگئے اور چار یار کبار ابتداے نبوت سے اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مین دین محمدی کی راہ کے تحقیق اور مشورہ دینے مین اور مددگاری مین ہر مقدمے کی دل و جان سے حاضر تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طور اور وضع ابتداے نبوت سے انتہاے خلافت تک ملاحظہ دریافت کیے تھے پس اس حالت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود شریف کی ضرورت نرہی تھی اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نزدیک اجل آپہونچی اور انکو مامور دوسری چیز کی طرف فرمایا یعنی **فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ** پس پاکی بول اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اور یہ اشارہ اسبات کی طرف ہے کہ عارف کو بعد سیر اور سلوک تنزیہی اور تحمیدی کے انتہائی ایک اور راہ کھولتے ہین اور اسکی حقیقت منفرد اور یکتا ہونا عارف کا ہے اس کمال کے ساتھ جو اسکو نصیب ہوا ہے اور کوئی شخص اس کمال مین شریک اسکا نہین ہے **وَاسْتَغْفِرْهُ** اور گناہ بخشوا اُس سے اور یہ اشارہ ہے اسبات کی طرف کہ جب عارف تکمیل کے مرتبے کو پہونچا اور ہر طرح کے لوگ اسکے تابع ہوئے اور انکی استعداد مین نقصان اور کمال مین بہت تفاوت رکھتی ہین تو اسکو ضرور چاہیے کہ ناقصون کی تکمیل کیواسطے طلب بخشش کی ہر ایک کے واسطے استعداد ہر ایک کے نقصان اسکی اتباع کے سبب سے قیامت کے دن اسکی کمال استقلالی کی طرف کھینچ جاوین اور یہی حقیقت ہے شفاعت کی **اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا** مقرر وہ بڑا بخشنے والا ہے ناقصون کے حق مین اور تکمیل رحمت کی فرماتا ہے پس اس سے بعید نہین ہے کہ تیرے تابعدار و نکو تیرے طفیل کامل سے کامل کر دے اور یہ سورت سب سورتون سے پچھلی ہے اسکے بعد کوئی سورت نازل نہین ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکے نازل ہونے کے بعد ہمیشہ یہ دعا زبان پر رکھتے تھے سبحانک اللہم بحمدک اللہم اغفر لی اور یہ بھی منقول ہے کہ آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جب یہ سورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تو روئے لوگون نے پوچھا کہ آپ کیون روئے فرمایا کہ مین اس سورت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سنتا ہون

سُوْرَۃُ تَبَّتْ

تمہید

یہ سورت مکی ہے اسمین پانچ آیتین اور بیس کلمے اور اکیاسی حرف ہین اور اسکے نازل ہونیکا سبب یہ تھا کہ جب آیت وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ نازل ہوئی یعنی ڈرا اپنے نزدیک کے ناتے والونکو خدا کے عذاب سے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نکلکر کوہ صفا پر گئے اور ہر ایک کو اپنے نزدیک کے ناتے والون سے آواز دیا جب سب جمع ہوئے تو بعد اسکے فرمایا کہ اگر مین کوئی بات جو عقل مین آتی ہو تم سے کہون تو تم یقین کروگے مثلاً مین کہون کہ ایک بڑا لشکر تمہارے لوٹنے کو اس پہاڑ کے پیچھے کھڑا ہے تم یقین کروگے سب کہنے لگے ہان فرمایا کہ مین تمکو ڈراتا ہون خدا کے اس عذاب سے کہ اگر اطاعت میری نکروگے اور قرآن شریف پر ایمان نلاؤگے تو تم پر ہوویگا ابولہب کہ اسکا نام عبدالعزیٰ تھا اور وہ سوتیلا چچا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا سخت خفا ہوکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب مین کہنے لگا اور بولا کہ تونے اسیواسطے ہمکو بلایا اور جمع کیا ہلاکت ہو تیرا جیسے ہندی مین کہتے ہین تو غارت ہو جیو یہ سورت جواب مین اس خبیث کے نازل ہوئی اور اس سورت مین اس خبیث کو کنیت کے ساتھ یاد فرمایا ہے باوجود اسبات کے کہ کنیت عرب کے نزدیک صیغہ تعظیم کا ہے دو وجہ سے اول تو یہ کہ نام اسکا عبدالعزیٰ تھا اور یہ نام شرک کا ہے اور اول تو جب نزدیک یہ نام نہایت مکروہ ہے دوسرے یہ کہ اسکی کنیت اسکے دوزخی ہونے پر دلالت کرتی ہے اسواسطے کہ لہب آگ کے شعلے کو کہتے ہین ہر چند کہ اسکے باپ نے اسکے چہرہ کی چمک کے سبب سے جو آگ کے شعلے کی مانند تھی کنیت مقرر کی تھی لیکن حقیقت مین اسکے دوزخی ہونیکا سبب ہوئی اور جورو ابولہب کی ام جمیلہ کہ ابوسفیان کی بہن تھی وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت مین نہایت کوشش کرتی تھی یہان تک کہ ببول کے کانٹونکے اور دوسرے کٹیلے درختونکے گٹھے جنگل سے لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ مین رات کو بچھا دیتی تھی

صبح کو نماز کے واسطے جو مسجد الحرام کو تشریف لیجاوین تو انکے پاؤن مین چبھین آخر اسی کام مین مر گئی کہتے ہین کہ ایک روز لکڑیون کا گٹھا سر پر رکھتا تھا اور اسکی رسی اپنے گلے مین
خوب لپیٹ لی تھی اتفاقاً وہ گٹھا سر سے ڈھلک پڑا اور وہ رسی اسکے گلے مین پھنس گئی آخر اسی حالت مین گلا گھٹ کے مر گئی اور دوزخ کا کندہ ہوئی اور اسکا خصم
ابولہب بھی آخر عمر تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہایت عداوت رکھتا تھا یہان تک کہ بار ہا مارنے کو بلکہ شہید کرنیکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قصد کیا
لیکن حافظ حقیقی کی حمایت سے ہمیشہ اس خبیث کے شر سے محفوظ رہے چنانچہ سیر اور تواریخون مین لکھا ہے کہ دو صاحبزادیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ
اُسکے دونون بیٹون سے کہ انکا نام عتبہ اور عتیبہ تھا منسوب تھین ابولہب نے اپنے دونون بیٹون سے کہا کہ اگر میری رضامندی چاہتے ہو تو اس علاقہ سے ہاتھ اٹھاؤ نہین تو زندگی بھر
تمہارا مونہہ نہ دیکھونگا اسکا بڑا بیٹا جسکا نام عتبہ تھا یہ بات سنکر چپ رہا اور دوسرا بیٹا جسکا نام عتیبہ تھا کمال بیحیائی سے اس مجلس سے اٹھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی مجلس مین آکر بولا کہ میں نے تمہاری بیٹی کو طلاق دی اور کچھ دوسری نالائق باتین بھی بکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یا رب خدایا ایک کتا اپنے کتون مین سے اسپر مقرر
کر دے آخر کو اسکو شام کے سفر مین شیر نے پھاڑ کھایا اور اس سورت کا مضمون یہ ہے کہ ابولہب اگرچہ نسب اور مال اور جاہ اور ثروت اور ریاست کے سبب سے دنیا کی بڑی عزت
رکھتا تھا لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت اور دین حق کے انکار کے سبب سے ہلاکت ابدی اور دونون جہان کی روسیاہی اسکو نصیب ہوئی پس ہر شخص کو
چاہیے کہ ان چیزون پر یعنے حسب اور نسب اور مال اور جاہ پر مغرور نہو اور رسم و راہ اللہ کی درگاہ کے مقربون سے درست کرے یعنی انبیاؑ کے انکار سے توبہ کرے اسیواسطے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہؓ کو اور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بعد نازل ہونے اس سورت کے فرمایا کہ لا اغنی لکم من اللہ شیئاً
یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ اور حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ سے اپنا معاملہ درست کر رکھو مین وہان تمہارے واسطے کچھ نہین کر سکتا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تَبَّتْ يَدَآ أَبِي لَهَبٍ ہلاک ہو گئے دونون ہاتھ ابولہب کے اب سمجھ لیا چاہیے کہ انسان کے نفس مین دو قوتین ہین ایک قوت علمی اور دوسری قوت عملی قوت
علمی وہی ہے جس سے جانتا ہے اور بوجھتا ہے اور قوت عملی وہ ہے کہ جسکے سبب سے نیک اور بد کام اس سے صادر ہوتے ہین سو دونون ہاتھ سے اشارہ ان دونون قوتون کی طرف ہے یعنے
ہلاک ہو گیا اسکا عمل اور اعتقاد اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونون ہاتھ سے نیک اور بد عمل مراد ہون اور بد عملون کی ہلاکی تو ظاہر ہی ہے کہ برا پھل لاتے ہین اور نیک
عمل کی ہلاکی یہ ہے کہ کفر کے سبب سے نیک پھل نلایا بلکہ بے فائدہ گیا اور بعضون نے ظاہر اور باطن کے عملون پر قیاس کیا ہے اور بعضون نے قوی اور ضعیف جانب پر
حمل کیا ہے اور یہ سب ہو سکتے ہین **وَتَبَّ** اور ہلاک ہو گیا وہ آپ یعنے اس خبیث کے اعتقادون اور عملون کی ہلاکی اور خرابی اسکی ذات کی ہلاکی کا اور اسکے
جوہر نفس کے فساد کی خرابی کا سبب پڑی یہان تک کہ کوئی سبب اسکی درستی کا باقی نرہا **مَآ أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُۥ وَمَا كَسَبَ** کچھ کام نہ آیا
اسکو مال اسکا اور جو کمایا جیسے نام اور جاہ اور اولاد اور نوکر چاکر اور دوست اور آشنا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مال سے مال موروثی مراد لیا جائے اور ما کسب سے
اپنا کمایا ہوا مال جیسا کہ بعضون نے کہا ہے اور بعضون نے فرزند مراد لیے ہین اب اسکے مال اور مکسوبات کا بیان فرماتے ہین کہ یہ چیزین دنیا میں اسکو البتہ کچھ نفع کر سکتی
ہین لیکن آخرت مین جو بڑی احتیاج کی جاے ہے اور سدا رہنے کا گھر ہرگز نفع نہ کرینگی اس واسطے کہ **سَيَصۡلَىٰ نَارٗا** اب پڑیگا آگ مین یعنے مرتے ساتھ ہی
اسکو آگ مین ڈالینگے اور انتظار قیامت کے آنیکا اُسکے واسطے نکرینگے بخلاف اور کافرون کے **ذَاتَ لَهَبٖ** بڑے شعلے والی مین اسواسطے کہ کفر اسکا اورون کے
کفر سے بہت زیادہ ہے اس سبب سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رشتے مین بہت قریب تھا یعنے چچا تھا سو تیلا اور خصلتون کی نیکوئی اور بات کی سچائی اور امانت داری جو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین بچپن سے پائی جاتی تھی بخوبی واقف تھا پھر باوجود ان سب باتون کے نہایت دشمنی اور عداوت آپ سے رکھتا تھا اور اسکے عذاب کے زیادہ ہونے کے
اسباب مین سے ایک یہ ہے کہ اسکی محبوبہ کو اسکے روبرو جلاوینگے اسیواسطے فرمایا ہے **وَٱمۡرَأَتُهُۥ** اور جورو اسکی یعنے جسطرح اسکی عداوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ جورو کے سبب سے زیادہ ہوئی تھی اسی طرح عذاب بھی اسکا عورت کے عذاب دیکھنے سے زیادہ ہوگا **حَمَّالَةَ ٱلۡحَطَبِ** یعنی مراد لیتا ہون مین عورت جو ایندھن
اٹھاتی ہے یعنے دوزخ مین ملا اسکا جو دنیا مین کرتی تھی یعنی کانٹون کے گٹھے لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ مین بکھیرتی تھی **فِي جِيدِهَا** اس عورت کی گردن مین

جو زیور اور جواہر پہننے کی جگہہ ہے حَبْلٌ رسی ہے مِّنْ مَّسَدٍ کھجور کی چھال کی جو خوب بٹی ہوئی ہو اور خاصیت اس رسی کی یہ ہے کہ جب پسینے سے بھیگتی ہے تو
اینٹھتی ہے اور گلا گھونٹ ڈالتی ہے اور موافق اس کلام کے جو اسکی شان مین آیا ہے اسی طور سے وہ مری واللہ اعلم اور اس سورے مین اشارہ ہے اسبات کی طرف کہ مال کا کمانا
مردون کا کام ہے اور انکے ذمے پر ہے اور گھر کی خدمت یہان تک کہ جمع کرنا کھانے پکانے کے اسباب کا جیسے ایندھن وغیرہ عورتون کا کام ہے اور انکا ذمہ ہے

سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ

تمہید

یہ سورت مکی ہے اسمین چار آیتین اور پندرہ کلمے اور سینتالیس حرف ہین اور اس سورت کے نازل ہونیکا سبب یہ تھا کہ کافرون کے سردارون کے ایک گروہ نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین آکر سوال کیا کہ تم ہمارے خداؤن کو برا کہتے ہو اور انکی عاجزی اور ناتوانی بیان کرتے ہو اور طرح طرح کے عیب انمین بتاتے ہو
بھلا کہو تو تمہارا خدا کیا صفت رکھتا ہے اور کس چیز سے پیدا ہوا ہے اور اس سے کیا چیز پیدا ہوتی ہے اصل اور فرع اسکی کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت کیا پھر
جبرئیل علیہ السلام یہ سورت لائے اور بعضی روایتون مین یون بھی آیا ہے کہ کافرون کے سوال مین یہ بھی تھا کہ کیا چیز ہے اور کیا کھاتا ہے اور کیا پہنتا ہے اور اسکو خدائی
کس سے میراث ملی ہے اور اسکی میراث کون لیگا اور مشیر اور مددگار اسکا خدائی کے کارخانے مین کون ہے اور اس سورت کو سورۂ اخلاص کہتے ہین اس واسطے کہ یہ
سورت مسلمانون کے دلون کو حق کی معرفت کے واسطے خالص کرتی ہے اور اسکی ذات اور صفات کی دریافت کے واسطے اور اس جگہہ یہ جاننا چاہیے کہ آدمی
کی معرفت کی انتہا حق تعالی کی حقیقت اور کنہ کے دریافت مین یہ ہے کہ اسکی ذات پاک کے خواصون کو جو اس ذات کو لازم ہین دریافت کرلے اور بس اسواسطے
کہ اللہ تعالی کی ذات مقدس بسیط ہے یعنی جز اور ٹکڑے اسمین پائے نہین جاتے اور کسی علت کی معلول بھی نہین ہے یعنے اسکے وجود کا کوئی سبب نہین ہے اور
ہر چیز کے دریافت کرنے کا طریقہ عالم مین چار طور پر منحصر ہے یعنی چار علتین اسکے واسطے ضرور ہین پہلے اس چیز کے مادے کا دریافت کرنا یعنی اصل اسکی کیا ہے دوسرے اسکی
صورت کا دریافت کرنا کہ کس طرح کی ہے تیسرے اسکی علت کا دریافت کرنا چوتھے اسکی غرض کا معلوم کرنا کہ یہ چیز کس کام کی ہے سو پہلے تینون طریقے یہان پر ہو نہین سکتے
اسکا بیان یہ ہے کہ جیسے کسی شخص نے تخت کی حقیقت سے سوال کیا تو اسکا جواب چار طور سے ہوسکتا ہے یعنے اسکے جواب مین چار چیزین بیان کیجاوینگی اول اسکے
مادے کو بیان کرینگے کہ لکڑی کے تختون اور لوہے کی میخون سے بنا ہے اور اسکو علت مادی کہتے ہین دوسرے صورت اسکی بیان کرینگے کہ چوکھنٹی ہے یا لمبی ہے اور اسکو علت
صوری کہتے ہین تیسرے اسکے بنانیوالے کو بیان کرینگے کہ نجار نے بنایا ہے اور اسکو علت فاعلی کہتے ہین چوتھے اسکی غرض کو بیان کرینگے کہ یہ چیز بیٹھنے کے واسطے
بنی ہے اور اسکو علت غائی کہتے ہین سو حق تعالی کی جناب مین پہلے تینون طریقے ممکن نہین ہین تو ضرور ہوا کہ چوتھے پر اکتفا کیجاوے لیکن جناب الہی کی پاکیون کا
بیان کرنا ضرور ہوا تا کہ پوری تمیز اور جدائی حاصل ہووے پس اللہ کا لفظ تمام غرضونکو شامل ہے جو عالم کی نسبت سے اسکی ذات پاک سے خیال کی جاتی ہین جیسے خالقیت
اور ربانیت اور رزاقیت اور وجود بخشی اور معبود ہونا اور سوائے اسکے اسیواسطے اللہ کے لفظ کو سرنامہ اس صورت کا کیا تو گویا یہ بات فرمائی کہ صفت اسکی یہ ہے کہ معبود اور پیدا
کرنے والا اور جلانے والا اور رزق دینے والا اور زندہ کرنے والا اور مارنے والا ہے اور سب عالم کے ضروریات اسی سے پائے گئے ہین اور آخر تک اسی سے تعلق رکھینگے اور
جو یہ بات عوام کے خیال مین علیحدہ علیحدہ مشترک تھی تو سلبیہ صفتونکا ملانا اسکے ساتھہ ضرور ہوا تا کہ وہ اشتراک وہمی بھی دور ہوجاوے اور توحید خالص حاصل ہووے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

س
ع

قُلْ کہہ تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم هُوَ اللّٰهُ وہ جسکو تم پوچھتے ہو اللہ کی ذات ہے جو سب کمال کی صفتونکو جامع ہے اور جو کچھہ عالم مین دیکھا یا سنا جاتا ہے سب
اسکی حیات اور علم اور ارادے اور قدرت اور کلام اور سمع اور بصر ہے اور سوا اسکے جو جواہر اور اعراض پائے جاتے ہین سب اسکے وجود مین اَحَدٌ یگانہ ہے جو نہ شریک رکھتا ہے نہ جز
یعنے نہ جز عقلی خارجی نہ بالفعل نہ تحلیلی اور اسکے کمال بسیط ہونیکی طرف اشارہ ہے جو احد کا لفظ لائے ہین اسواسطے کہ واحد کا لفظ شریک عددی کی نفی مین اکثر بولا جاتا ہے نہ اجزا کی نفی
مین جیسا کہ کہتے ہین یہ انسان واحد ہے اگرچہ ہاتھہ پیر آنکھہ ناک کان اور سوا اسکے بہت اجزا رکھتا ہے اسی سبب سے اسکو احد نہین کہتے ہین پس احد وہ ہے کہ کسی طرح سے قسمت اور
بانٹ اسمین ہو نہ سکے اور یہ بات خاص اسکی ذات پاک مین پائی جاتی ہے اور کسی مین نہین پائی جاتی اَللّٰهُ الصَّمَدُ اللہ کی لفظ کو پھر مکرر لائے تا کہ اسبات کی طرف

اشارہ ہوکہ باوجود اس صرف بسیطا اور مجرد احدیت کے اسکو ہمہ کمال کی صفتین ثابت کرتے ہین آس واسطے کہ اسکا صمد ہونا انہی صفتون کو تقاضا کرتا ہی اور صمد کے معنے
حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمائے ہین کہ صمد وہ ہی جو کسی کا محتاج نہو اور سب اُسکے محتاج ہون اور وجود کا سلسلہ بغیر ایسی ایک ذات کے جو صمد کی صفت
سے موصوف ہو قائم نہین رہ سکتا اس واسطے کہ عالم مین بالکل احتیاج دیکھی جاتی ہی اور جب ہر چیز دوسرے کی محتاج ہوئی تو ضرور ہوا کہ ایک ذات ایسی ہو کہ سبکی احتیاج
اُسکی طرف منتہی ہو اور وہ محتاج کسیکی نہو اور اگر ایسا نہو تو احتیاج کا سلسلہ منقطع نہو تو حقیقت مین اس ذات پاک کی خواصون مین سے دو چیزین یہان ذکر کیگئی
ہین ایک احد ہونا دوسرے صمد ہونا اور باقی صفتین اُنہی دونون صفتون سے نکلی ہین لَمْ يَلِدْ نہ جنتا ہی اسواسطے کہ اگر کسی چیز کو جنے تو حقیقت مین وہ چیز
اُسکی شریک ہوجاوے اور جب شریک ہوئی تو اس سے بے پروائی حاصل ہوئی اور جب اس سے بے پروائی ہوگی تو وہ صمد نرہا وَلَمْ يُولَدْ اور نہ جنا گیا ہی کسی سے
اس واسطے کہ اگر کسی سے جنا گیا ہوتا تو اسکا محتاج ہوتا اور جب محتاج ہوتا تو صمد نہوتا اور جب صمد نہوا تو وَلَمْ يَكُن لَّهُ كُفُوًا أَحَدٌ بھی صفت
اُسکی ہوگی یعنے اور نہین ہی اُسکے واسطے کوئی برابری والا اسواسطے کہ اگر اسکا کوئی ہمسر ہوتا تو وے دونون ایک چیز مین شریک ہوتے اور دوسری چیز مین دونون
علحدہ علحدہ خاص ہوتے تو اُسکی ذات پاک یگانہ نہوتی بعضے علمانے کہا ہی کہ کبھی شرکت عدد مین ہوتی ہی تو اُسکی احد کی لفظ سے نفی فرمائی اور کبھی شرکت مرتبے اور منصب
مین ہوتی ہی تو اسکی صمد کی لفظ سے نفی فرمائی اور کبھی شرکت نسب مین ہوتی ہی تو اُسکی لم یلد و لم یولد سے نفی فرمائی اور کبھی شرکت کام اور تاثیر مین ہوتی ہی تو
اُسکی لم یکن لہ کفوا احد سے نفی فرمائی اور اسی سبب سے اس سورۃ کو سورۃ اخلاص کہتے ہین اور یہ بھی کہا ہی کہ باطل مذہب والے دنیا مین پانچ فرقے ہین پہلا فرقہ
دہریہ کا جو کہتے ہین کہ اس عالم کا کوئی پیدا کرنے والا نہین ہی کسی طرح سے یہ اسباب جمع ہوکے یہ کارخانہ بن گیا ہی سو مسلمان آدمی نے جسوقت ہُو کی لفظ کو اپنی
زبان سے نکالا تو اس باطل عقیدے سے اُسکو جدائی اور بیزاری حاصل ہوئی دوسرا فرقہ فلاسفہ کا جو کہتے ہین کہ عالم کا پیدا کرنے والا تو ایک ہی مگر کوئی صفت نہین
رکھتا یعنی جو تاثیرین کہ عالم مین پائی جاتی ہین وے کسی سبب سے ہین نہ اس ذات واحد سے اور حقیقت مین ہندوون کا مذہب بھی یہی ہی اور جب مسلمان آدمی نے
اللہ کی لفظ کو جو سب کمال کی صفتون کی جامعیت پر دلالت کرتی ہی منہ سے نکالا تو اس فرقے کے عقیدے سے خلاصی حاصل ہوئی تیسرا فرقہ ثنویہ کا جو کہتے ہین کہ سب
عالم کا پیدا کرنے والا ایک نہین ہو سکتا ہی اسکو کئی پیدا کرنے والے چاہیئے اور جب مسلمان آدمی نے احد کی لفظ کو اللہ تعالی کی صفتون سے جانا تو اس شرک سے نجات
پائی چوتھا فرقہ گمراہون کا اہل کتاب سے جیسے یہود اور نصاری اعتقاد رکھتے ہین کہ عالم کا پیدا کرنیوالا دوسری مخلوقات کی طرح سے جورو اور اولاد بھی رکھتا ہی چنانچہ
حضرت عزیر اور حضرت عیسی علیہما السلام کو حق تعالی کے بیٹے اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو جورو کہتے ہین اور جب مسلمان آدمی نے لم یلد و لم یولد کہا تو اس عقیدے سے
بالکل پاک ہوا اور اسی قسم سے ہین وے تشبیہین جو یہود اور نصاری نے باری تعالی کی جناب مین ایجاد کی ہین اور اُس جناب پاک کو دوسری مخلوقات کی طرح سے چیزون کا
محتاج جانتے ہین سو ان تشبیہون کے رد کے واسطے صمد کی لفظ جو تمام احتیاج کی نفی پر دلالت کرتی ہی کافی ہی پانچوان فرقہ مجوسیون کا جو کہتے ہین کہ عالم کے
دو خالق ہین ایک کا نام یزدان اور جتنی اچھی چیزین ہین سب اُسکی پیدا کی ہوئی ہین اور دوسرے کا نام اہرمن اور اسکو قوت تاثیر مین یزدان کی برابر جانتے ہین
اور کہتے ہین کہ جتنی چیزین تاریک اور ایذا دینے والی ہین اور سب بدیان اور برائیان اسکی پیدا کی ہوئی ہین اور ہمیشہ یزدان کے لشکر اور اہرمن کے لشکر سے جھگڑا
رہتا ہی سو کبھی یزدان غالب ہو جاتا ہی اور اسکا حکم جاری ہوتا ہی تو عالم مین بھلائیان غالب ہوتی ہین اور کبھی اہرمن کا لشکر زور کرتا ہی تو عالم مین برائیان پھیل
پڑتی ہین سو اس عقیدے کے رد کے واسطے لم یکن لہ کفوا احد کو آخر سورت مین لائے اور یہ بھی کہا ہی کہ آدمی مرکب ہی نفسی اور عقلی اور قلبی اور روحی اور سری لطیفون
سے اور نفس کی معرفت کی انتہا یہ ہی کہ لم یلد و لم یولد و لم یکن لہ کفوا احد کو دریافت کرے اسواسطے کہ نفس جس چیز کو شہویہ یا غضبیہ قوت سے
حاصل کرتا ہی تو ان دونون حالتون سے خالی نہین ہوتی یعنی یا کسی چیز سے وہ پیدا ہوتی ہی یا عالم مین کوئی دوسری چیز اُسکے برابر موجود ہی اور جو پروردگار کو سب موجودات
سے اعلی اور برتر جانتے ہین تو لاچار ان صفتون کی اُس سے نفی کرتے ہین اور اُس سے برتر عقل کا مرتبہ ہی اور اُسکی معرفت کی انتہا مضمون اللہ الصمد کا ہی یعنی اللہ ایسی چیز ہی کہ
احتیاج کا سلسلہ اُسسے منقطع ہو جاتا ہی اور وہ محتاج دوسرے کا نہین ہوتا اسواسطے کہ اسباب و مسببات کا علم عقل کو دیا ہی سو عقل ہر چیز کو ایک سبب کا محتاج جانتی ہے
اور اس سبب کو دوسرے سبب کا اور یہی سبب ہی کہ دین و دنیا کی تدبیرین کرنا جو عقل کا کام ہی سو وے تدبیرین اسباب کے ملاحظے پر موقوف ہین پس آدمی کی عقل کی دریافت کی

فائدہ باطل مذہب والون کا بیان

انتہا اس ذات پاک کی حقیقت مین اسی قدر ہی کہ وہ ذات پاک عالم اسباب و مسببات سے بلند اور برتر ہی اور دل کی شان یہ ہی کہ اسی مشہور عالمون سے ایک عالم مین مستغرق ہے جیسے محبت اور خوف اور امید اور اعتماد اور دل کی معرفت کی انتہا احدیت کا مرتبہ ہی اور روح کہ عالم امر سے آئی ہی اور نفخت فیہ من روحی کی خلعت سے سرفراز ہوئی ہی اسکی معرفت کی انتہا اپنی اصل کی طرف کھینچ لیجانا ہی اور اسم ذات کے یعنی اللہ کے ذکر سے انس اور راحت پانا اور وہ بھید جسکا مرتبہ روح سے اوپر ہی سکا ہوئیت مستقلہ کے نہین جانتا ہی اور اس کا علم وجود کی خصوصیت کے دریافت مین منحصر ہی نہ سوا اسکے تو اس سورت مین وہ معرفت جو تمام لطائف انسانی سے متعلق ہی ارشاد فرمائی ہی تاکہ ہر لطیفہ اس معرفت سے بہرہ یاب ہو اور یہ بھی کہا ہی کہ کلمہ ہو کا عاشقون اور والہون کے واسطے ہی کہ اس ذات پاک کے ملاحظے مین اس درجے مستغرق ہو گئی ہین کہ سوائے اس قدر کے یعنے ہو کے انکے سامنے کچھ نہین رہا ہی اور کلمہ اللہ کا عارفون کے نصیب ہی جو سب اسمون اور صفتون مین اسکو پہچانتے ہین اور ہر مرتبے کے حکمون کو جدا جدا جانتے ہین اور احد کا لفظ حصہ دوسرے اولیاء اللہ کا ہی جو اس ذات واحد کو ہر کثرت مین اسی وحدت کی صفت سے ملاحظہ کرتے ہین اور لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوا احد کے معنے عام مسلمانون کے نصیب ہین کہ عقلی اور نقلی دلیلون کی قوت سے اس مرتبے تک پہونچتے ہین اور جب ان معنونکو کوئی شخص جمع کرے تب پورا موحد ہو اور جاننا چاہیے کہ اس سورت کو حدیث شریف مین ثلث یعنی تہائی قرآن فرمایا ہی اور ایسا مقرر ہوا ہی کہ اس سورت کو جو کوئی پڑھے تو گویا تہائی قرآن اس نے پڑھا سو اس فضیلت کی وجہ یہ ہی کہ قرآن کا مقصد تین چیز سے باہر نہین ہی یا اللہ تعالی کی ذات کی معرفت کا بیان ہی یا وصول کے طریق کی معرفت کا بیان ہی کتابون کے نازل کرنے سے اور پیغمبرون کے بھیجنے سے اور شریعتون کے بیان کرنے سے یا اس حالت کا بیان ہی جو جنت یا دوزخ مین پہونچنے کے بعد حاصل ہوگی اور یہ سورت ایک قسم کا بیان ہی ان تینون قسمون سے جو اشرف اور اول قسم ہی کافی ہی چنانچہ اسکی توضیح اوپر ہو چکی واللہ اعلم

سورة الفلق

یہ سورت مدنی ہی اسمین پانچ آیتین اور تیئیس کلمے اور تہتر حرف ہین اور فلق لغت مین صبح کی سفیدی کو کہتے ہین جو رات کی اندھیری کو پھاڑ کے ظاہر ہوتی ہی اور رات کی تاریکی سے صبح کا ظاہر ہونا ایک نمونہ ہی وجود کے ظاہر ہونے کا نیستی کے پردے سے اسواسطے کہ نیستی کی حالت مین کچھ تمیز اور تشخیص نہین ہی اور سب عالم پوشیدہ ہی اور جب وجود کے نور نے ظہور کیا تو ہر چیز معین اور مشخص ہو گئی اور ہر چیز کے نشان اور حکم اسپر مرتب ہونے لگے اور یہ حالت بعینہ صبح کے نور ظاہر ہونے کی حالت ہی کہ اسکے سبب سے سب چیزین جدا جدا معلوم ہوتی ہین اور حس اور حرکت عالم مین ظاہر ہوتی ہی اور رات کی تاریکی نیستی کا نمونہ ہی اور جو برائی یا بدی عالم مین پائی جاتی ہی تو حقیقت مین وجود عدم کے ساتھ مختلط ہونے کے سبب سے ہوتی ہی تو سب برائیان عدم کے ساتھ منسوب ہین اور وجود کا نور ان برائیون کا دفع کرنے والا ہی اور جو یہ سورت سب برائیون سے پناہ مانگنے کے واسطے نازل ہوئی ہی تو ابتدا مین اس سورت کے نور کے ظہور سے استعاذہ ہونا ضرور ہوا اور اس سورت کی اضافت اس نور کی طرف کر کے سورۂ فلق نام رکھا ہی اور یہان پر ایک نکتہ بہت لطیف اور باریک ہی وہ یہ ہی کہ اس سورت مین ایک ہی صفت سے اللہ تعالی کی جو رب الفلق ہی تعوذ واقع ہوا ہی تین چیزون کی برائیون سے ایک تاریکی دوسرا سحر تیسرا حسد اور سورۂ ناس مین ایک چیز کی برائی سے یعنے شیطان کے وسواس سے حق تعالی کی تین صفتون سے کہ رب الناس اور ملک الناس اور الہ الناس مین تعوذ واقع ہی سو یہ اس لیے ہی تاکہ اشارہ ہو اس بات کی طرف کہ دین کی حفاظت مقدم ہی جان اور بدن کی حفاظت سے اسواسطے کہ وسواس شیطانی دین کا خراب کرنے والا ہی اور وے تینون چیزین یعنے تاریکی اور سحر اور حسد جان اور بدن کو ضرر پہونچانے والیان واللہ اعلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ کہہ ای پناہ لینے والے کہ پناہ لیتا ہون مین فلق کے پروردگار کی اور فلق لغت مین صبح کے معنون مین ہی اور حقیقت مین اس چیز کو کہتے ہین جو پھٹے اور اسمین سے دوسری چیز نکل آوے تاکہ عجیب اور غریب نشانیان اس نکلی ہوئی چیز سے ظاہر ہون جیسے غلے کا دانہ اور کھجور کی گٹھلی اور ہر درخت کا بیج یا جیسے پتھر اور زمین کہ اس سے پانی نکلتا ہی یا جیسے باپ کی پیٹھ اور ماں کا پیٹ سوان سب چیزون کو

فلق کا لفظ شامل ہی اور فلق کی تخصیص اس جا پر اس واسطے ہی کہ مخلوقات کی برائی اکثر انکی اصل کی خباثت کے سبب سے ہوتی ہی اور چونکہ ربوبیت اللہ تعالی
کی اصل اور فرع دونون پر محیط ہی تو شر کے دفع ہونے کے واسطے التجا اصل کی طرف ضرور پڑی چنانچہ اگر کوئی شخص کسی کے نوکر سے کچھ خوف و خطرہ
رکھتا ہی تو ضرور اسکے آقا کی طرف رجوع کرتا ہی اور اگر اس سے بھی کچھ اندیشا کا کھٹکا ہوتا ہی تو اس آقا کے آقا کی طرف رجوع کرتا ہی یہان تک کہ وہ آقائی کا سلسلہ
تمام ہو جاوے اور یہ سلسلہ تمام نہین ہوتا مگر رب کے پاس سو اس واسطے پہلے ہی سے التجا کی تعلیم رب ہی کی طرف سے فرمائی ہی تاکہ جھگڑا ہی چک جاوے
مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ کی برائی سے اس چیز کی جو پیدا کی ہی یہان پر معلوم کیا چاہیے کہ اللہ تعالی کی مخلوقات تین قسم کی ہین ایک تو وہ جس مین خیر غالب
اور شر مغلوب بلکہ معدوم جیسے مقرب فرشتے اور انبیا علیہم السلام اور اولیاء کرام دوسری قسم وہ ہین کہ جن مین برائی غالب ہی اور بھلائی مغلوب ہی یا معدوم
جیسے شیطان اور دوسرے موذی آدمیون سے ہون یا جنون سے اور درندے اور چوپائے اور کیڑے مکوڑے جیسے سانپ اور بچھو تیسری قسم وہ ہین جن مین خیر اور شر دونون
موجود ہین پھر کبھی کسیکے واسطے شر ہو جاتے ہین اور کبھی کسیکے حق مین خیر جیسے دنیا کا مال اور جورو بچے یا دوسرے اسباب بلکہ اخلاق اور علوم اور حسب اور نسب اور
دوسری صفتین اور نسبتین بھی یہی حکم رکھتی ہین اس شر ما خلق سے پچھلی دونون قسمین مع و بدی مراد ہی جو انمین موجود ہی اور قسم اول کی نسبت سے جو مطلق بدی نہین
رکھتی ہی باعتبار نزدیک ہو جانے دوسری چیزون کے ہی جیسے عبادت کا شر ریا اور سمعہ ہی اور ایمان کا شر نفاق اور مرتد ہو جانا ہی اور انبیا علیہم السلام کا شر انکو جھٹلانا
اور انکی فرمان برداری مین قصور کرنا ہی اور اولیاء اللہ کا شر انکے انوار صحبت سے محروم رہنا اور نہ ملنا ہی اور علی ہذا القیاس اسیواسطے کہا ہی شر الخیر تاخیرہ و شر العمل الصالح تقصیرہ
یعنی خیر کی برائی اسمین ڈھیل کرنا ہی اور دیر لگانا اور نیک عمل کی برائی اسمین قصور کرنا ہی اور اس قسم کے شر کی نسبت نیک کی طرف کرنا جائز ہی چنانچہ عرف مین
مشہور ہی کہ پھول کا شر کانٹا ہی اور خزانے کا شر سانپ ہی اور خوبصورتی کا شر بدخوئی ہی اور بعضے مفسرین نے کہا ہی کہ شر ما خلق سے بدترین مخلوقات کا مراد ہی یعنے شیطان
اور جو منشا تمام شرون کا یہی شیطان ہی تو خاص اسی سے پہلے پناہ مانگی **وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ** اور شر سے اندھیری کے جب گھر آوے
اور ہجوم کرے اب سمجھ لیا چاہیے کہ اندھیری کبھی حسی ہوتی ہی یعنے ظاہر مین نظر پڑتی ہی اور کبھی معنوی سو جو نظر آوے رات کی اندھیری ہی کہ اسمین بہت سی برائیان
ظاہر ہوتی ہین اول تو پھیل پڑنا جنات کے شیطانون کا ہی کہ اندھیری کی مناسبت کے سبب سے کلیل مین آتی ہین اور چمگادڑونکی طرح اپنے اپنے مکانون سے
ح نکل کے لوگونکو ایذا دیتی ہین اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہی کہ جب رات آوے تو اپنے بچونکو باہر نکلنے نہ دو کہ وہ شیطانون کے منتشر ہونیکا وقت ہی دوسرے
درندے جانورون کا نکل پڑنا اور موذی کیڑون کا بلون سے باہر آنے کا وقت ہی جیسے سانپ اور بچھو تیسرے چورون کا پھیل پڑنا لوگون کے گھر بار لوٹنے کو چوتھے جادو گرون
اور طلسم والونکی قوت کا وقت ہی کہ آفتاب کے نور قاہر کے سبب سے انکے عملدرآمد نکو تاثیر کم کرتے ہین پانچوان فسق اور فجور والونکا مشغول ہونا گناہون مین اور معنوی
تاریکی بھی کئی قسم کی ہی پر ان سب مین بڑھ کے وہم کی اندھیری ہی جو عقل کے نور پر غالب آتی ہی اور اشیا کی حقیقتون کو نظر سے چھپا دیتی ہی اور اسیکی
شاخون سے کفر کی اندھیری ہی اور گناہون کی اندھیری اور برے اخلاقون کی اندھیری اور بری صحبتون کی اندھیری ہی سو اس آیت مین ان سب تاریکیون
سے پناہ واقع ہوئی ہی **وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ** اور بدی سے پھونکنے والیون کی گانٹھون مین
یعنے نفوس خبیثہ کے شر سے جو شیطانون کے نام جپنے سے اور انکے کلمون سے توسل کر کے جانون مین اور بدنون مین تاثیر کرتے ہین اور یہی معنے ہین
سحر کے **وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ** اور بدی سے حسد کرنے والے کی جب اپنے حسد کو ظاہر کرے اور اسکے موافق عمل مین
لاوے اور یہ قید اسواسطے ہی کہ حاسد جب تک کہ اپنے حسد کو چھپاتا ہی تو اس کا ضرر اسکی طرف پہونچتا نہین ہی اور یہین سے معلوم ہوا کہ حسد سب برائیون سے زیادہ
برا ہی اور حقیقت مین جو شر کہ تمام عالم مین پیدا ہوتا ہی سو یا ارادے اور اختیار والون سے ظہور مین آتا ہی جیسے لوٹ قتل ظلم تاوان لینا اور سحر اور سوا اسکے یا غیر ذوی الارادہ اور
اختیار کی طبیعتون سے جیسے غرق ہونا پانی مین اور جلنا آگ مین اور سوا اسکے اور سب بدیون سے بری بدی اختیار اور ارادے والون کی ہی اور جڑ
ان سب برائیون کی حسد ہی اسیواسطے کہا ہی کہ اول گناہ جو آسمان مین واقع ہوا ابلیس کا حسد تھا حضرت آدم علیہ السلام سے اور اول گناہ جو زمین پر صادر ہوا سو
قابیل کا حسد تھا ہابیل سے باقی رہے یہان پر دو سوال اول تو یہ کہ جو پہلے تمام شرون سے مخلوقات کے پناہ مانگی گئی تو پس جادوگرون اور حاسدون اور تاریکیوں کی تفصیل کرنیکی

حمایت نہی تھی پھر کس واسطے ان تین چیزون کا خاص کر کر فرمایا جواب سکتا یہ ہی کہ ان تینون گروہون کا شر پوشیدہ اور چھپا ہتا ہی بخلاف دوسرے مخلوقات
کے شر کے کہ وہ ظاہر اور کھلا ہوتا ہی اور یہ بات ظاہر ہی کہ پوشیدہ شر بہت سخت ہوتا ہی کھلے شر سے اسواسطے پناہ مانگنا اُنسے خاص کر کے ضرور ہوا دوسرا
یہ کہ غاسق اور حاسد کو کس واسطے نکرہ لائے ہین اور نفّاثات کو کس واسطے لام تعریف سے معرف کیا جواب سکتا یہ ہی کہ لام تعریف کا استغراق کے واسطے
ہی اور جادوگر بالکل شر ہین کیونکہ سحر فی نفسہ گناہ کبیرہ ہی گو کہ اس سے شر کو دفع کرنا یا بھلائی کمانا منظور ہو اسیواسطے حربی کافرون کو جادو سے مارنا اور
عورت کی طرف اُسکے خاوند کے دل کو پھیرنا جادو سے درست نہین اور ہر غاسق اور ہر حاسد شر نہین ہی کیونکہ بہت سی راتین خیر سے گذرتی
ہین اور حسد ظالمون اور کافرون کا بد نہین ہی تو حاسد اور غاسق محل استغراق کا نتھا اور تنکیر مناسب معلوم ہوئی

سورۃ النّاس

تمہید
یہ سورت مدنی ہی اسمین چھہ آیتین اور بیس کلمے اور اسّی حرف ہین اور اس سورت کو سورۂ ناس اسواسطے خطاب یا ہی کہ حقیقتین الٰہیہ اور کونیہ جو ناس کے
ساتھ تعلق رکھتی ہین اسمین مذکور ہین بسم اللہ الرحمن الرحیم ذکر اللہ کا اس واسطے ہی کہ اسما و صفات اور افعال ذات باری کے انسان مین روشن
ہین اور رحمن اس لیے لائے ہین تاکہ نور وجود کے فیضان کے نزول کے بعد ناس کی تکمیل کیطرف اشارہ ہو اور رحیم اسواسطے لائے ہین تاکہ جو بدی کہ انسانین
ہو یا اس سے ظاہر ہوتی ہی اُسسے محافظت کی طرف اشارہ ہو اور ان دونون سورتون کے نازل ہونیکا سبب یہ ہی کہ لبید بن عاصم یہودی نے رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسکے جادو کے سبب بیمار ہو گئے تھے اور بعضے وقت ایسا جانتے تھے کہ مین نے یہ
کام کیا ہی حالانکہ کیا نہوتا تھا جب اس عارضے کو چھہ مہینے ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات خواب مین دکھلایا کہ دو فرشتے آئے ایک تو سرھانے
اور دوسرا پائنتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھا اور آپسمین پوچھنے لگے ایک بولا کہ اس شخص کو کیا بیماری ہی دوسرے نے کہا کہ انپر جادو کیا ہی پھر اس نے
پوچھا کہ کس نے ان پر جادو کیا ہی دوسرے نے کہا کہ لبید بن عاصم نے انکا بال انکی کنگھی سے لیا ہی اور انکی کنگھی کے دندانون مین کمان کے چلے سے گیارہ گرہین
لگائی ہین اور اسکو کھجور کے پھول کے غلاف مین لپیٹ کر بیر ذروان مین پتھر کے نیچے دبا دیا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کو اُٹھے تو اس کنوئین کی طرف
تشریف فرما ہوئے دو شخصونکو اپنے یارون مین سے اس کنوئین مین اُتار دے پتھر کے نیچے سے اسکو نکال لائے اور جبرئیل علیہ السلام یے دونون سورتین لیکر نازل
ہوئے ان دونون مین گیارہ آیتین ہین پھر جب آپ ایک آیت کو پڑھکر گرہ پر پھونکتے تھے تو وہ گرہ کھل جاتی تھی اسیطرح سب گرہین کھل گئین اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو صحت کلی حاصل ہوئی اور معوذتین پر قرآن شریف کے تمام ہونے کا نکتہ یہ ہی کہ جب نعمت تمام ہوتی ہی اور کمال کو پہونچتی ہی تو دشمن کے
حسد اور فریب سوا کوئی خوف نہین رہتا اسواسطے یہ مقام استعاذہ کا تھا اور اس سورۃ مین استعاذہ شیطان کے شر سے خاص تین ناموں کے ساتھ کیا ہی ربّ اور ملک اور الٰہ
اسکی وجہ یہ ہی کہ شیطان کا داخل ہونا آدمی کے دل مین تین طرف سے ہی شہوت اور غضب اور باطل عقیدہ جسکو ہوا بھی کہتے ہین تو ربّ کا نام شہوت کے شر کے دفع ہونے کے واسطے ہی
اور ملک کا نام غضب کے شر سے دفع ہونے کے واسطے ہی اور الٰہ کا نام ہوا کے شر کے دفع ہونے کے واسطے ہی تو گویا یون ارشاد ہوا کہ اگر شیطان تجھکو شہوت کی راہ سے وسوسہ ڈالے
تو ربوبیت کو پروردگار کی نظر کر اور اگر غضب کی راہ سے پیش آوے تو بادشاہت اور عدل اور بدلا لینے کو اُسکے یاد کر اور اگر ہوا کی راہ سے ستاوے تو الوہیت کے مرتبے کی طرف التجا کر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

س
ع
قُلْ کہہ دے کہنے والا اگر شیطان کے شر سے پناہ چاہتا ہی تو اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پناہ لیتا ہون مین آدمیون کے پروردگار کی ہر چند کہ اللہ تعالی
کی پرورش سب مخلوقات کو شامل ہی لیکن جو تربیت کہ آدمیون پر واقع ہی دوسری کسی مخلوقات پر نہین ہوئی اسواسطے کہ انسان کا وجود تمام عالم کا نمونہ ہی تو گویا
وہ ایک مختصر ہی حضرت الٰہیہ اور خلاصہ عالم کا جمع کرنیوالا اسکی تفصیل یہ ہی کہ وجود اور حیات اور علم اور ارادہ اور قدرت اور شنوائی اور بینائی اور گویائی یے سب حضرت الوہیت کی
صفتونکا پرتو ہی اور حرارت اور برودت اور رطوبت اور یبوست یے سب ربع عناصر کے بدلے ہین اور وجود مین مرکب ہونے کے سبب سے معادن یعنے کھانون کے ساتھ بہت مشابہ

رکھتا ہی اور غذا اور بڑھنے مین درخت اور جھاڑ کے مشابہ ہی اور حرکت مین اور خیال اور وہم کرنے مین اور لذت اور رنج پانے مین حیوان کی مانند ہی اور حیوان کی ہر قسم سے مشابہت رکھتا ہی جیسے غصہ اور جرأت کے وقت مین درندے اور پھاڑنے والے سے مشابہت پیدا کرتا ہی اور شہوت اور حرص کے وقتین چارپائے چرنے والے کی مانند ہوتا ہی اور مکر اور فریب اور حیلے اور بہکانے اور نیکبختون کے خراب کرنے مین شیطان کی مانند ہی اور معرفت اور بندگی اور پاکی مین فرشتے مقرب کی مثل ہی اور حکمتون کے جمع ہونے مین لوح محفوظ کی مانند ہی اور چیزونکی صورتین شاگردون اور مریدون کے دلونمین جو اسکی تاثیر کے سبب ثابت ہو جاتی ہین اور قرار پکڑتی ہین اسبات مین قلم اعلی کی مانند ہی حاصل کلام کا یہ ہی کہ آدمی کی ابتدا اور انتہا کی تفاوت کو دیکھا چاہیے یعنے اسکے نطفے کی حالت کو دیکھیے کہ کس طرح کی نکمی چیز ہی پھر اسکو بعد بلوغ کے پھر ولایت اور نبوت کے مرتبے کو یہان تک کہ رسالت کے خاتمیت کے مرتبے کو لحاظ کیا چاہیے جو اسکو نصیب ہوا ہی اور ان دونون ادنی اور اعلی مرتبون کو غور کرنا اور پھر اللہ تعالی کی ربوبیت اور پرورش کو تماشا کرنا چاہیے کہ کیا تھا اور کیا کر دیا **مَلِكِ النَّاسِ** آدمیون کے بادشاہ کی اس صفت کے بیان مین اشارہ ہی اسبات کی طرف کہ آدمیونکو روح مدبّر یعنے تدبیر کرنیوالی عنایت ہوئی ہی اور قوتین دریافت کرنیوالیان اور حرکت کرنیوالیونمین اس روح کو تصرف اور دخل دیا ہی سو روح آدمی کے بدن کے عالم مین بادشاہ مطلق ہی اور سب بدن اسکا ملک آباد کے مانند ہی اور قوتین مدرکہ اور محرکہ اس بادشاہ کی فوج اور سپاہ کی مانند ہین سو یہ سب ایک کارخانہ ہی حق تعالی کی بادشاہت کے کارخانون مین سے **إِلٰهِ النَّاسِ** آدمیون کے معبود کی یہ صفت اشارہ ہی اسبات کی طرف کہ آدمیون کو حق تعالی کی معرفت کا اور اسکی عبادتونکا اور اسکی نزدیکی حاصل کرنیکا شوق اصل پیدایش مین امانت رکھا ہی سو اسی پیدایشی شوق کے سبب ہر گروہ آدمیونکا اس کام کی تلاش اور جستجو مین سرگردان اور پریشان ہی اور یہ شوق اور گرفتاری تمام خلق کی ایک کرشمہ ہی اسکی معبودیت کے کرشمون سے اور بعضے مفسرون نے ان تینون صفتون کی تفصیل مین اور اس ترتیب سے ذکر کرنے مین بیان ایسا کیا ہی کہ آدمی بچپن کی حالت مین اپنے پرورش کرنے والے کے سوائے دوسرے کو نہین پہچانتا ہی اور بھوک پیاس کے وقتین اسی کی طرف التجا کرتا ہی اور اگر کسی چیز سے ڈرتا ہی تو اسی کی طرف بھاگتا ہی اسیواسطے لڑکا اسوقتین ماباپ کو پکارتا ہی اور انہی سے فریاد کرتا ہی اور جب جوان عاقل ہوتا ہی اور دیکھتا ہی کہ ماباپ بھی میری طرح بادشاہ اور امیر کے محتاج ہین اور بادشاہ اور امیر سے روزی طلب کرتے ہین اور بلا کے دفع کرنے مین بادشاہ یا امیر کی طرف التجا لیجاتے ہین لاچار اسکے بھی دل مین یہی بات بیٹھ جاتی ہی کہ جو کچھ ہی بادشاہ اور امیر ہین انکی نزدیکی وجود کے کارخانے کی انتظام کا سبب ہی پس اس حالت مین اسکو بادشاہ اور امیر ہی پر اعتماد ہوتا ہی اور جب اس حالت سے بھی آگے بڑھا اور دیکھا کہ بادشاہ اور امیر بھی بعضی چیزون مین کچھ اختیار نہین رکھتے بلکہ عالم غیب کی طرف التجا کرتے ہین اور ادھر سے اپنے مطلب کے جاری ہونے اور اپنے مقصد کے حاصل ہونے مین مدد طلب کرتے ہین تب تو اسے یقین ہوتا ہے کہ بادشاہ اور امیر بھی میری طرح دوسرے کے محتاج ہین تو معلوم ہوا کہ دنیا کا کارخانہ دوسرے سے تعلق رکھتا ہی جسکو اِلٰہ کہتے ہین سو ان تینون صفتونکا لانا یعنے رب اور ملک اور اِلٰہ کا اسبات کی طرف اشارہ ہی کہ اگر بندہ بچے کا سا مزاج رکھتا ہی اور سوا ربوبیت اور پرورش کے کچھ اور نہین جانتا تو مین یہ بھی صفت رکھتا ہون اسکو چاہیے کہ میرے ہی طرف التجا کرے کہ مین رب الناس ہون اور میری ربوبیت اور پرورش عام ہی سب بنی آدم کو شامل بخلاف ماباپ کے کہ انکی پرورش اپنے بچون کے واسطے خاص ہی اور اگر اس بندے کی عقل بلوغت کے حد کو پہونچی ہی اور بادشاہ اور امیر کو مالک سب کام کا جانتا ہی تو یہ بھی صفت مجھ مین جیسی چاہیے ویسی پائی جاتی ہی اسواسطے کہ سلطنت میری سب آدمیون پر بلکہ تمام دنیا پر ہی اور اگر تجربے سے معلوم کر لیا ہی کہ ماباپ اور بادشاہ اور امیر سب دوسرے کے محتاج ہین جسکو اِلٰہ کہتے ہین اور دن رات اسی کو جپا کرتے ہین تو اس صفت سے بھی مین موصوف ہون حاصل مطلب یہ ہی کہ ہر وقت اور ہر حال مین اسی کی جناب پاک مین التجا لیجایا چاہیے اور بیچ کے سببون اور وسیلون پر اعتماد کر کے نہ ٹھہرا چاہیے ؎ کسی سے بر آوے نہ کچھ کام جان ؎ جو وہ مہربان ہو تو کل مہربان ؎ جو تم ہی ہو اور تم الگ پھرے دوڑے ہو جیسے کاگ جہاز کے سو جہت اور نہ ٹھور ہو **مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ** خیال سے فاسد اثر کے آلودہ یا عوذ سے متعلق ہی یعنے پناہ لیتا ہون مین فاسد خیال کی بدی سے اور فاسد خیال کئی طرح سے نقصان پہونچاتے ہین پہلے مزاج کے فاسد کرنے سے دوسرے نفس کی تدبیر مین تیسرے معرفت مین چوتھے عبادت مین پانچوین حق تعالی کی نزدیکی کے سببونمین اور آدمی کو ابتدا عمر سے انتہا تک یہی کام درپیش ہین اور جب ان کامونمین خلل پڑا تو عمر اسکی برباد گئی **الْخَنَّاسِ** سے جو ۸
بھاگتا ہی اور یہ وسواس کی صفت ہی اسکے صاحب کے اعتبار سے اسواسطے کہ شیطان کی پیدایشی یہ بات ہی کہ حق تعالی کے ذکر اور قرآن شریف کی تلاوت اور فرشتون کے سامنے

سے بھاگتا ہی اور اس صفت کا لانا اسواسطے ہی کہ شیطان مردود سے بچنا بہت مشکل ہی اور اسکی بدی سے محفوظ رہنا سوا اسباب کے کہ رب الناس کی جناب مین التجا کیجاے
دوسری صورت ممکن نہین ہی اسواسطے کہ جو دشمن سامنے ہوکے مقابلہ کرتا ہی اسکا دفع کرنا آسان ہی برخلاف اس دشمن کے جو سامنے نہو اور ہمیشہ چھپی دشمنی مین لگا ہو
ایسے دشمن سے ہر وقت اور ہر آن بچنا لازم ہوا اور یہ بات بہت مشکل ہی اسیواسطے بادشاہون اور حاکمون پر انکا دفع کرنا جو سامنے ہوکر صف جنگ مین لڑتے ہین بہت آسان
ہی ٹھگون اور چورون کے دفع کرنے سے اسواسطے کہ یے لوگ قابو پاکر اپنا کام کرتے ہین اور بھاگ جاتے ہین اسی سبب سے انکا تدارک اور انتظام مشکل پڑجاتا ہی مگر اس کھلے اور چھپے
جاننے والے پر یہ سب آسان ہی **الَّذِي يُوَسْوِسُ** یہ دوسری صفت ہی وسواس کی یعنے وہ فاسد خیال ڈالنے والا جو برے برے وسوسے دلمین
ڈالتا ہی **فِي صُدُورِ النَّاسِ** آدمیون کے سینون مین سینے کی تخصیص کی وجہ یہ ہی کہ اس جگہہ نفس ناطقہ کے آثار حیوانیت سے مخلوط ہوکے فساد کا
اثر جلد قبول کرلیتے ہین برخلاف دوسرے اعضا کے اسواسطے کہ جگر مین برے خطرون کی جگہہ نہین ہی نفس ناطقہ نفس نباتی سے اپنا کام لیتا ہی اور دماغ مین اگرچہ فساد
ہوسکتا ہی اس طرح پر کہ قوت وہمیہ عقلیہ قوت کو تشویش مین ڈالتی ہی لیکن اکثر اسکا فساد نفس حیوانیہ کے آثار بلند ہونے سے ہوتا ہی چنانچہ اس حکمت کے جاننے والون پر
پوشیدہ نہین ہی **مِنَ الْجِنَّةِ** یہ وسواس کا بیان ہی یعنے فاسد خیال دل مین ڈالنے والا خواہ جن کی قسم سے ہو جیسے شیطان کہ وُہ خباثت کے غلبے
کے سبب سے پیدایشی تاریکی مین پھنسی ہوئی ہی اور فاسد مشورے اور انتظام کے بگاڑنے والی تدبیرین انکی طبیعت کو لازم ہین اور آتشی مزاج ہونے اور اسکی لطافت کے
سبب سے گھس جانا ان جسمونکا انسانکی حیوانی روحون مین بہت جلد اور سہل ہوتا ہی اور جو جسم کہ ان فاسد تدبیرون اور باطل رایون کے اٹھانے والے ہین اور انسانی
روحون سے مختلط ہوتے ہین اور انکا اثر روحونکو پہونچتا ہی اور روحین ان تدبیرون اور رایونکو اٹھانیوالی ہوتی ہین اور اسکے سبب سے بدن مین حرکت اور سکون
ظاہر کرتے ہین اور گناہ انسے ظاہر ہوتے ہین اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم یعنی تحقیق
شیطان خون کی طرح آدمی کے رگ اور پوست مین دوڑتا ہی اعاذنا اللہ منه اور شیطان کے وسوسون کی حد اور نہایت نہین ہی اکثر شیطان بدی اور فسق
اور مجوسکی طرف بلاتا ہی اور اگر کبھی بھولے سے طاعت اور نیکی کی طرف رغبت دلاتا ہی تو اسکا نیکی کی طرف بلانا دو حال سے خالی نہین ہی یا تو بڑی طاعت سے
جسکا ثواب بہت ہی پھیر کے چھوٹی طاعت کی طرف جسکا ثواب بہت تھوڑا ہی رغبت دلاتا ہی جیسے عیادت کی یعنے بیمار کے دیکھنے کی رغبت دلاکر نماز کو چھوڑادے
یا تھوڑی سی نیکی کو بڑی بدی کا سبب کردیتا ہی جیسے ایک ٹکڑا روٹی کا فقیر کو دینا اور اسپر احسان رکھنا اور اس سے ہنسی اور مسخری کرنا اب یہان پر تھوڑے
شیطانی وسوسے جو آدمیونکے دلونکا اکثر خراب کرتے ہین بیان کیے جاتے ہین چنانچہ انہی شیطانی وسوسون سے ایک یہ بات ہی کہ عوام لوگون کے دلون مین
وے باتین جو انکی بوجھ اور فہمید سے باہر ہین ڈالتا ہی جیسے ذات اور صفات الہی کی تحقیق کا اور نبوت کے بھیدونکا اور آخرت کے کامونکا خطرہ اور جبر اختیار کے
مسئلے کی تحقیق اور قضا اور قدر کے بھید اور صحابہ کی آپسکی لڑائی جھگڑے مین حق بات کی تفتیش کرنا یعنے حق کسکی طرف ہی یہ سب شیطانی وسوسے ہین تاکہ رفتہ رفتہ بے تحقیق
مین ان حقیقتونکا انکار کر بیٹھین اسواسطے کہ ان باتونکی حقیقت وے لوگ بوجھ نہین سکتے اور بعضون کے دلونمین وہی شبہے ڈالتا ہی جیسے بزرگون سے شفاعت کی امید
رکھنا اور تھوڑی سی طاعت پر بڑے ثواب کی امید رکھنا اور اللہ تعالی کی بخشش عام پر غرہ کرنا اور اسکے عذاب سے نڈر رہنا اور بعضونکے دلونمین اسکا عکس ڈالتا ہی یعنی اللہ
کے کرم اور بخشش اور ثواب سے بالکل نا امید ہونا اور بت پرستونکو اللہ تعالی کی نزدیکی سے فریب دیتا ہی کہ انمین اللہ تعالی کی نزدیکی ہی اور دیو اور پری اور جنات کی عبادت
چھڑانے مین دنیا کے نقصان سے خوف دلاتا ہی اور دلمین ڈالتا ہی کہ اگر انکی طرف نہ جھکوگے اور انسے التجا نکروگے تو تمہاری اولاد مر جائیگی یا مال مین نقصان ہوجائیگا اور نماز
پڑھنے والونکو پہلے ریا اور دکھلاوا انکی نیت مین ملاتا ہی پھر رکعتون اور رکنون کے شمار کو بھلاتا ہی اور بعضون کو نیت کے اچھا جاننے مین اور قرآت کو اگ
سے پڑھنے مین اور حرفون کو مخرج سے نکالنے مین گرفتار کرتا ہی اور زکوۃ کے دینے مین فقیر ہوجانے سے ڈراتا ہی اور کبھی زکوۃ دی بھی تو ریا اور سمعہ اور تکبر
اور فقیر پر احسان رکھنے سے اسکے ثواب کو باطل کردیتا ہی اور حرام چیزون مین مال خرچ کرنے کو نیک اور اچھا دکھاتا ہی اور ایسا خیال مین ڈالتا ہی کہ شہوت اور جاہ
مین جو لذت ہی وہ کسی مین نہین ہی اور غصے کے وقت ایسا دلمین ڈالتا ہی کہ اگر تو غصہ نکریگا تو تو عاجز اور ذلیل ہوجائیگا اور اللہ تعالی کی عبادت مین
اگر کسی طرح کی محنت یا مشقت ہوئی تو اسکو دونا کرکے دکھاتا ہی اور بتون کی عبادت کرنے مین بڑی بڑی مشقتین کافرونکو آسان اور سہل

دکھاتا ہی اور اللہ تعالی کی راہ مین مرنے کو حرام اور برا دکھاتا ہی اور بیان پر جان کی محافظت کا خیال اُنکے دلونمین ڈالتا ہی اور کافرون کو اپنی جان دینا
تیرون کے واسطے اور بیٹے اور رنڈی کی محبت مین جلنا آسان دکھاتا ہی اور رہیسر اٹھا کر تا ہی اور کسیکو اپنی عورت خوبصورت زیور لباس سے آراستہ
جو حلال او جسے موجود ہی اسکی طرف سے دل کو اسکے پھیرتا ہی اور بد اصل بد خلق بد جنس ناپاک عورتون سے زنا کرنے کی طرف رغبت دلاتا ہی اور امیرون کو لوگون کے مال بردستی
لینے کی طرف حرص دلاتا ہی باوجود اسکے کہ انکے پاس مال اور اسباب بہت سا موجود ہوتا ہی اور انکو آدمی کو مار ڈالنا تھوڑے سے قصور کرنے مین آسان
دکھاتا ہی اب جانا چاہیے کہ جو کچھ شیطان کے وسوسون سے مذکور ہوا ہی ایک نمونہ ہی اُسکے فریبون سے اور اگر اُسکے سب فساد اور برائیون کی شرح کی جاوے
تو ایک بڑا دفتر چاہیے لیکن ان سب کی علاج تین چیزین ہین پہلی یہ کہ اُسکے مکر اور حیلون کو پہچانتا اس واسطے کہ جب کسیکو معلوم ہو کہ یہ عمل شیطانی ہی تو اسکا زور
گھٹ جاتا ہی اور اُسکی برائی کم ہو جاتی ہی جیسے چور کہ جب گھر والون کو جاگتا پاتا ہی تو بھاگتا ہی اور جیسے مکار فریبی آدمی کہ جب کسیکو جانتا ہی کہ یہ میرے مکر
اور فریب سے خوب واقف ہی تو اُس سے نا امید ہوتا ہی دوسری یہ کہ اُسکے وسوسون کو سہل جانتا اور اسکی طرف ہرگز التفات نکرنا اس صورت مین بھی اُسکا اثر
کم ہو جاتا ہی جیسے کتا بھونکتا ہو اور جسقدر اسکی طرف التفات کیجیے بھونکنا اسکا زیادہ ہوگا اور اگر کچھ بھی نہ بولیے تو آپ ہی آپ چپ رہے گا تیسرے یہ کہ ذکر قلبی
اور لسانی پر ہمیشگی کرنا اور بری صفتون سے جیسے شہوت اور غضب ہی اپنے دل کو پاک رکھنا اس واسطے کہ شہوت اور غضب کے غلبے کی حالت مین ذکر کا اثر دل
کنارون کی طرف بھاگ جاتا ہی اور شیطانی وسواس بیچ دل مین آجاتا ہی اور اپنا کام کر جاتا ہی **وَالنَّاسِ** خواہ وہ وسواس ڈالنے والا لوگون کی قوت متخیلہ
ہو جو فاسد اعتقاد اور شہوت اور غضب کے غلبے سے جھوٹے خیال تمام روحون اور قوتون مین بکھیرکے بگاڑنے والا طبیعت یا نفس کی تدبیر کا یا عبادت اور تقرب کے
سبب سے سستی کا یا معرفت مین خطا کا سبب پڑتا ہی اب سمجھ لیا چاہیے کہ ناس کا لفظ اس سورہ مین پانچ جگہ پر واقع ہوا ہی لیکن لباب والے نے اپنی تفسیر مین کہا ہی کہ
حقیقت مین یہ تکرار نہین ہی اسواسطے کہ پہلی جگہ پر ناس سے لڑکے مراد ہین اور تربیت کا ذکر جو پرورش کے معنونمین ہی اُنکے حال کے مناسب ہی اور دوسرے مقام پر
جوان مراد ہین اور ملک کا لفظ جو قہر اور سیاست کی طرف اشارہ کرتا ہی انکے حال کے بہت مناسب معلوم ہوتا ہی اسواسطے کہ شہویہ اور غضبیہ قوتین انکے اندر کمال کو
پہونچی ہی اس واسطے قہر اور سیاست انکی شان کے مناسب ہی اور تیسرے مقام پر بوڑھے مراد ہین اسواسطے کہ اِلٰہ کا لفظ جو طاعت اور عبادت پر دلالت کرتا ہی انکے حال کے بہت مناسب ہی
اور چوتھے مقام پر صلحا مراد ہین کیونکہ اکثر شیطان نیکون کے بگاڑنے پر کمر باندھتا ہی اور انکے سینونمین وسواس ڈالتا ہی اور پانچوین مقام پر مفسد اور شیاطین مراد ہین جنکا کام
وسوسہ ڈالنا ہی اور بعضے مفسرون نے یون بھی کہا ہی کہ ناس کے لفظ کو اس سورہ مین پانچ مرتبے اسواسطے لائے ہین کہ پانچ کا عدد عددی طبیعت کی رو سے بھی شرافت
رکھتا ہی اور معدود کی رو سے بھی سو اسکی شرافت عددی طبیعت کی جہت سے اسواسطے ہی کہ وہ عدد دائر ہی اور دائر کے یہ معنی ہین کہ جب اسکو اسکی ذات مین ضرب کرین
حاصل ضرب کو پھر اسمین ضرب کرین اسی طرح جہان تک چاہین لیکن ہر صورت مین پانچ اصلی اُسکے موجود رہین اور اس عدد کے اخیر مین اپنے تئین ظاہر کرتے رہین جیسے
پچیس اور ایک سو پچیس اور علی ہذا القیاس اور وہ شرافت جو معدود کی رو سے ہی سو اس واسطے کہ ظہور حضرت حق کا مراتب کلیہ مین کہ انکو حضرات خمس کہتے ہین پانچ ہین
اور خلاصہ تمام پیدایش کا انسان ہی اسکی بھی انتہا پانچ اعضا پر ہی دو ہاتھ اور دو پانون اور ایک سر اور ہر ہاتھ اور ہر پانون مین بھی پانچ پانچ انگلیان ہین اور سر جو
اعضا اوپر کی جانب سے علاقہ رکھتا ہی تو اسکا ظاہر حواس خمسہ ظاہری سے اور اسکا باطن دوسری پانچ حسون کی طرف منتہی ہوتا ہی اور بعضے محققون نے یہ بھی لکھا ہی
کہ قرآن کی ابتدا بے کے لفظ سے ہی اور انتہا سین کے لفظ پر بس یہ اسبات کی طرف اشارہ ہی کہ قرآن مجید دونون جہان مین بس ہی چنانچہ حکیم سنائی نے کہا ہی **شعر**
اول و آخر قرآن ز چہ با آمد و سین ٭ یعنی اندر رہ دین رہبر تو قرآن بس **خاتمۃ الطبع** الحمد للہ کہ تفسیر فتح العزیز جو تصنیف کی ہوئی خاتم
المحدثین سلطان المفسرین مقبول بارگاہ ایزد منان حضرت مولانا حافظ شاہ عبد العزیز دہلوی قدس سرہ کی تھی اسکا ترجمہ ہندوستانی زبان مین شہر بمبئی مین ہو کر مہینے
رمضان المبارک ۱۲۶۱ ہجری کو مطبع محمدی مین چھپا تھا بعد اُسکے بار دوم مہینے رجب ۱۲۶۴ ہجری کو مطبع مصطفائی مین چھپا تھا اب اسکو تیسری بار واسطے
ہی واسطے فائدہ خاص و عام کے مہینے رجب ۱۲۶۸ ہجری مین اپنے مطبع چشمۂ فیض واقع لکھنؤ محلہ محمود نگر زیر اکبری دروازہ مین طبع کیا

تمت

هو العزیز

طالبان علم تفسیر کو مژدہ ہو کہ اندنون کتاب لاجواب
ترجمہ تفسیر فتح العزیز جسکو بکمال کوشش و اہتمام بلیغ سے
بخط نسخ و نستعلیق عمدہ اور صحت لطیف و پاکیزہ سے جناب مولانا
مولوی عبد الخالق صاحب نے دہری نظر ڈالکر صحیح فرمایا بلا مبالغہ یہ کتاب
صحت اور خوشخطی مین بینظیر ہے جب شائقین بالاحظہ فرمائینگے اس عرق ریزی کی داد
دینگے احسنت کہینگے مختصر حال اس تفسیر کا یہ ہے کہ پہلی زبان فارسی مین واقف رموز فرقان
عالم دقائق قرآن قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین خاتم المحدثین ذو الشرف والمجد والتمکین
حضرت مولانا شاہ عبد العزیز قدس اللہ سرہ العزیز نے تصنیف فرمایا تھا چونکہ اردو
عام گو اوسکے سمجھنے سے قاصر تھی اسواسطے بعبارت سلیس اردو عالم باعمل مشہور زمن مولوی
محمد حسن صاحب رامپوری نے ترجمہ کیا اور ۱۲۶۱ھ مین بمقام بمبئی پہلی بار چھپی اور سبکا فروخت
ہو گئی دوبارہ محمد مصطفے خانصاحب مرحوم نے ۱۲۶۶ھ مین چھاپا وہ بھی ہاتھون ہاتھ
فروخت ہو گئی اور طالبین کو اشتیاق باقی رہا تب بندہ نے ایک نسخہ بمشکل دہلی سے
منگا کر مطبع چشمہ فیض مین باہتمام نادر حسین خانصاحب مالک مطبع بمقام
لکھنؤ چھپوائی جن صاحبونکو خریداری منظور ہو بارسال قیمت مقامات
ذیل سے طلب فرمائین کہ یہ مقامات حقیر کی آڑہت کی ہین فقط

بمقام دہلی ... | بمقام کانپور ... | لکھنؤ ...